منبع عدل

مصنف ــــ آیت اللہ ابراہیم امینی

مترجم ــــ مولانا سید افسر عباس زیدی

ناشر

امامیہ پبلی کیشنز پاکستان

35- حیدر روڈ ٥ اسلام پورہ ٥ لاہور

7119027

نام کتاب — منبع عدل
مصنف — آیت اللہ ابراہیم امینی
مترجم — مولانا سید افسر عباس زیدی
نظر ثانی — اصغر عباس زیدی
ناشر — امامیہ پبلی کیشنز
اشاعت بارِ دوم — ۱۴۱۸ھ
تعداد — ۱۱۰۰ (گیارہ سو)
کمپوزنگ — حق برادرز، انار کلی لاہور
مطبع — معراج دین پرنٹرز

ملنے کا پتہ

العصر اسلامک بک سنٹر

۳۵۔ حیدر روڈ اسلام پورہ لاہور
فون : ۷۲۳۸۶۴۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

عرض ناشر

امام زمانہ علیہ السلام کا وجود ذی جود' آپ کی غیبت اور طول عمر کا موضوع مسلمانوں کی اکثریت کے لئے ہمیشہ حیرت و استعجاب کا باعث رہا ہے اور کوئی دور ایسا نہیں گزرا جس میں آپ کی شخصیت کے بارے میں مکتب امامیہ کو گوناگوں اعتراضات سے دو چار نہ ہونا پڑا ہو۔ ایک فرد کا موجود ہونا اور کسی کو نظر نہ آنا' پردہ غیبت میں زندگی گزارنا' صدیوں تک زندہ رہنا' یہ ایسے عنوانات ہیں جو امام عصرؑ کے وجود کا عقیدہ نہ رکھنے والوں کے لئے خاصے تعجب خیز ہیں۔ اکثر یہ باتیں سننے میں آتی ہیں کہ امام زمانہ ہیں تو کہاں ہیں؟ نظر کیوں نہیں آتے۔ ان کی اتنی طویل عمر کیونکر ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت عیسیٰؑ کے چرخ چہارم پر زندہ موجود ہونے کا تمام عالم اسلام کو اعتراف ہے۔ اصحاب کہف کی زندگی ان کے وجود اور طویل ترین حیات کی شہادت خود قرآن کریم دے رہا ہے۔ وہ قرب قیامت میں خواب سے بیدار ہوں گے اسے سب مسلمان مانتے ہیں۔ جناب خضرؑ اسی دنیا میں موجود ہیں۔ سب کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں اور طویل زندگی کے حامل ہیں یہ بھی سب کو تسلیم ہے' شیطان کا موجود ہونا اس کا نظر نہ آنا' خلقت آدمؑ سے ہزاروں برس پہلے سے اس کا موجود ہونا اور قیامت تک باقی رہنا' برائی کے عنوان کے ماتحت ہی سہی لیکن مشترک قابل اعتراض پہلوؤں کے باوجود کسی مسلمان کے لئے باعث حیرت و استعجاب نہیں۔ یہ ایسے حقائق ہیں جن کے قبول کر لینے کے بعد امام عصرؑ کی زندگی ان کی غیبت اور طویل عمر کے بارے میں کسی مسلمان کے متعجب ہونے کا کوئی حق قرین عقل نظر نہیں آتا۔

مذکورہ موضوع کو پیش نظر رکھ کر ایران میں جناب ابراہیم امینی نے ایک کتاب "دادگستر جہاں" کے نام سے تصنیف کی ہے جس کے اب تک دس ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ انہوں نے امام زمانہؑ کی زندگی' ان کے طول عمر' غیبت صغریٰ' غیبت کبریٰ'

پیش لفظ

عجب اتفاق ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے مابین جو اختلافات ہیں اور ان میں سے بیشتر کی حیثیت فروعی ہے ان پر تو بہت زور دیا جاتا ہے لیکن جن امور میں بالکل اتفاق ہے اور اتفاق سے یہ امور بہت زیادہ ہیں' ان کو جان بوجھ کر نظرانداز کر دیا جاتا ہے' تاکہ مسلمانوں کے درمیان نہ وحدت صف رہے اور نہ وحدت کلمہ اور وہ آپس میں سر پھٹول میں مصروف رہیں۔ ظاہر ہے اس سر پھٹول کا فائدہ ان لوگوں ہی کو پہنچتا ہے جن کا مقصد مسلمانوں کی صفوف میں انتشار و افتراق پیدا کرنا ہے اور انہیں کمزور بنانا ہے۔ قرآن مجید میں فرعون کے بارے میں یہ ارشاد باری ہے کہ وہ لوگوں کو گروہوں میں بانٹ دیتا تھا۔ اور پھر ان گروہوں میں سے ایک گروہ پر ظلم و ستم روا رکھتا تھا۔ اور ان کو استضعاف کی چکی میں پیستا تھا تاکہ اس کا اقتدار برقرار رہے۔ اور اس کے سامنے کوئی سر نہ اٹھا سکے۔ بظاہر یہ ارشاد ربانی فرعون کے بارے میں ہے لیکن دیکھا جائے تو ہر وہ شخص یا گروہ جو ظلم و جور کے ذریعے سے کرسی اقتدار پر قبضہ کرلیتا ہے اس کا کام یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے زیر نگیں لوگوں کو گروہوں میں اور فرقوں میں بانٹے اور ان کے مابین اختلافات کو ہوا دے اور یوں ان کو کمزور بنا کر اپنے اقتدار کا شکنجہ مضبوط کرے۔ اسی کیفیت سے مسلمان اپنی تاریخ میں سے گزرے ہیں اور گزر رہے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ چند شرفاء نے اپنی سی کوشش کی ہے کہ وہ اتحاد بین المسلمین کے لئے راستے ہموار کریں اور دشمنوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو مضبوط بنائیں۔

وہ امور جن میں مسلمان فرقے متفق ہیں۔ ان میں ایک مسئلہ ظہور امام مہدیؑ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور مسلمانوں کے تمام بڑے فرقوں نے احادیث رسول اکرمؐ کی علامات ظہور' کیفیت ظہور اور آپ کے چار نائبین کے بارے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی ہے اور عہد جدید کے سائنسی انکشافات کے حوالے سے طویل حیات کے دلائل فراہم کئے ہیں۔ کتاب کا متن ایک مذاکرہ کی صورت میں ہے جو مختلف نشستوں پر مبنی ہے۔ شائقین تحقیق کے متعدد اعتراضات سوالات کی صورت میں اس میں موجود ہیں جن کے نہایت تسلی بخش جوابات دیئے گئے ہیں۔ موضوع کی اہمیت اور کتاب کے گراں قدر مندرجات کے پیش نظر امامیہ پبلی کیشنز نے اس کو اردو میں منتقل کرنا مناسب سمجھا اور یہ فرض مولانا سید افسر عباس زیدی کو سونپا جو مشہور عالم دین مولانا سید اکبر عباس زیدی دہلوی مرحوم کے فرزند ہیں اور قادر الکلام شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ عالم دین بھی ہیں اور خطیب بھی۔ انہوں نے نہایت شستہ اور شائستہ اردو میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔

کتاب ہذا "منبع عدل" کے نام سے قارئین کے پیش نظر ہے۔ کاغذ' کمپوزنگ و کتابت سب ہی عمدہ اور پرکشش ہیں۔ امید واثق ہے کہ ہماری سابقہ مطبوعات کی طرح قارئین کرام ہماری اس مخلصانہ پیشکش کو بھی اپنی توجہات کا مستحق قرار دیں گے اور اس طرح مکتب محمدؐ و آل محمدؐ کی ترویج و تبلیغ کے سلسلہ میں ادارہ سے تعاون کرکے ثواب دارین حاصل کریں گے۔

آپ کی آرا کا منتظر

ادارہ

روشنی میں اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ ایک وقت آئے گا جب حضور حجتؑ ظہور فرمائیں گے اور دنیا سے ظلم و ستم کا خاتمہ کر دیں گے۔ وہاں عدل و انصاف کو رواج دیں گے۔ مکہ کے دار الفتویٰ کو کینیا کے ایک مسلمان نے ایک خط میں حضور مہدی آخر الزمانؑ کے ظہور کے بارے میں استفسار کیا تھا۔ جس کے جواب میں دار الفتویٰ سے جو خط اس مسلمان کے نام جاری ہوا اور جس پر فضیلت الشیخ الصالح، فضیلت الشیخ احمد محمد جمال، فضیلت الشیخ احمد علی اور فضیلت الشیخ عبداللہ خیاط کے دستخط تھے اور جس پر فضیلت الشیخ صالح القزاز نے صاد کیا یہ بیان موجود ہے کہ ظہور مہدیؑ کے بارے میں جو احادیث ہیں اور جن کا ذکر سنن ابی داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن عمر ابدانی، معجم الکبیر للطبرانی، آلوسی، الرویانی اور الدار قطنی، مسند احمد بن حنبل، ابن یعلی، البزاز، صحیح للحاکم نے کیا ہے اور ان کے بارے میں حافظ ابو نعیم اپنی کتاب "اخبار المہدی"، "الخطیب نے تاریخ بغداد" اور ابن عساکر نے "تاریخ دمشق" میں مفصل بحث کی ہے۔

مزید برآں حافظ ابو نعیم کے علاوہ ابن حجر الہیثمی نے اپنی کتاب "القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر" میں اور الشوکانی نے اپنی کتاب "التوضیح فی تواتر ماجاء فی المنتظر و الدجال و المسیح" میں، ادریس العراقی نے اپنی کتاب "المہدی" میں ابو العباس بن عبدالمومن نے اپنی کتاب "الوھم المکنون فی الرد علی ابن خلدون" میں باقاعدہ آمد مہدیؑ کی روایات سے بحث کی ہے، اسی طرح احادیث آمد مہدیؑ کے بارے میں مستند علمائے اہل سنت نے یہ رائے دی ہے کہ یہ احادیث متواتر ہیں اور درست ہیں۔ ان حضرات میں السخاوی نے محمد بن احمد السفادینی نے، ابو الحسن الابری نے، ابن تیمیہ نے، حافظ جلال الدین سیوطی نے اور ان کے علاوہ دیگر مستند علما نے آمد مہدیؑ کو عقائد اہل سنت کے لئے ضروری جزو قرار دیا۔ اس فتوے کے آخر میں فضیلت الشیخ محمد المنتصر الکتانی نے یہ تحریر فرمایا ہے : **"و ان الاعتقاد و بخروج المهدی، واجب و انه من عقائد اهل النسته و الجماعته و ینکر الا جاهل بالسنته، و**

متبدع فی العقیدہ و اللہ یهدی الی الحق و یهدی السبیل" "یعنی خروج مہدیؑ کے بارے میں اعتقاد واجب ہے اور یہ بات اہل سنت و الجماعت کے عقائد کا حصہ ہے اور جو سنت سے جاہل ہیں اور عقیدے میں بدعتیں شامل کرتے ہیں وہ اس سے انکار کرتے ہیں۔"

اس بارے میں جو اختلاف ہے وہ صرف اتنا ہے کہ شیعہ عقیدے کے مطابق حضور حجت پیدا ہو چکے ہیں اور حکم الٰہی سے پردہ اخفا میں ہیں۔ جب کہ اہل سنت کے عقیدے کے مطابق حضور مہدی پیدا ہوں گے۔

شیعہ عقیدے کے مطابق حضور مہدیؑ حکم خدا سے زندہ ہیں لیکن غائب ہیں، ان کی غیبت دو قسم کی ہے۔ ایک غیبت صغریٰ اور ایک غیبت کبریٰ۔ غیبت صغریٰ میں سرکار حجتؑ مخصوص لوگوں سے ملاقات کرتے رہے ہیں۔ اور انہیں براہ راست ہدایات سے نوازتے رہے ہیں۔ یہ مدت تقریباً ستر سال کی ہے۔ اس کے بعد سے غیبت کبریٰ کا زمانہ شروع ہوتا ہے جس میں سرکار امام زمانؑ سے ملاقات کسی شخص کی نہیں ہوئی کہ وہ یہ جانے کہ کس سے ملاقات کر رہا ہے۔

غیبت صغریٰ کے زمانے میں کچھ مخصوص افراد کو یہ شرف حاصل تھا کہ وہ سرکار امامتؑ سے ملاقات کر سکتے ہیں، اور ان سے ہدایات حاصل کرتے ہیں۔ ان کو نائبین کہا جاتا ہے۔

زیر نظر کتاب سرکار آخر الزمانؑ کے بارے میں ہے جس میں فاضل مصنف ابراہیم امینی نے اس مسئلے سے سیر حاصل بحث کی ہے اور ابتدا اس امر سے کی ہے کہ حضورؑ کے بارے میں جو احادیث شیعہ اور سنی مصادر سے ملتی ہیں ان کی روشنی میں سرکار حجتؑ کی زندگی اور ان کے خروج کے بارے میں بحث کی ہے اس سلسلے میں سب سے بڑا مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اتنی طویل مدت تک زندہ رہے اور اس بارے میں لوگ خاصے شکوک و شبہات کا شکار ہوتے ہیں۔ فاضل مصنف نے اس مسئلے کو بڑی احتیاط، چھان بین اور کد و کاوش سے مفصل پیش

کیا ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ ایسا ہونا ممکن ہے۔ ان تمام باتوں کو مستند کتابوں کے حوالے سے جن میں یورپ میں چھپنے والی کتابیں بھی ہیں پیش کیا گیا ہے۔ کتاب میں مصنف نے جو طریقہ استعمال کیا ہے۔ وہ مکالمے کا ہے کہ چند دوست آپس میں مل بیٹھتے ہیں اور مختلف اوقات میں اس مسئلے اور اس سے متعلق دیگر سوالات کو زیر بحث لاتے ہیں۔ امامیہ پبلی کیشنز نے اس کتاب کو مولانا سید افسر عباس زیدی کی وساطت سے اردو میں منتقل کیا ہے۔ اور مولانا نے کوشش یہ کی ہے کہ کتاب کا لفظی ترجمہ کرنے کے بجائے اس کے معانی و مفاہیم کو رواں اور شستہ اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب ہمارے ملک میں موجودہ حالات کے پیش نظر مثبت اثرات کی حامل ہو گی۔ اس سے ایک طرف تو اتحاد بین المسلمین کے تصور کو تقویت حاصل ہو گی اور دوسری طرف لوگوں کے دلوں میں وجود حضرت امام آخر الزمانؑ کے بارے میں جو شکوک و شبہات پیدا ہوتے رہتے ہیں ان کا بھی ازالہ کرے گی۔

عرضِ مصنّف

مہدی موعود کے وجود اور امام زندۂ غائب کا عقیدہ ایک اسلامی عقیدہ ہے یہ مذہب امامیہ کے ارکان میں شمار ہوتا ہے۔ یہ ایسا عقیدہ ہے جو احادیث متواترہ و مصدقہ کے ذریعہ پایہ ثبوت کو پہنچا ہے۔ اور اس میں شک کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اس سے تعلق رکھنے والے بہت سے مسئلے مطالعہ اور تحقیق کے متقاضی ہیں۔ مثال کے طور پر طول عمر، غیبت، غیبت کا سبب یا مقصد، غیبت کے زمانہ میں امام زمانہؑ کے وجود سے وابستہ فوائد، اس دور میں مسلمانوں کے فرائض، آپ کے ظہور کی علامتیں، مہدیؑ کا عالمگیر انقلاب، اس میں حضرتؑ کی کامیابی، آپ کے سپاہیوں کے ہتھیار اور اسی نوعیت کے بہت سے مسائل۔

اس معاملہ میں مخالفین کی جانب سے زبانی اور تحریری طور پر بہت زیادہ سوالات ہمارے جوانوں سے کئے جاتے ہیں اور وہ یقیناً اس قابل ہوتے ہیں کہ ان کے جواب دیئے جائیں۔ اس حقیقت کے باوجود کہ، **روحی له الفدا** کے موضوع پر بہت سی کتابیں تالیف ہوئی ہیں، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اکثر مولفین نے مخالفین کے پیش کئے ہوئے سوالات کی طرف توجہ نہیں دی اور انہوں نے ان کے جوابات نہیں دیئے۔ راقم کچھ سال قبل اس ضرورت کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے ایک ایسی کتاب کا خاکہ بنایا جو مذکورہ غرض و غایت کا خیال رکھتے ہوئے امام زمانہؑ سے متعلق صحیح مطالب قارئین کے سامنے پیش کرے اور متعلقہ سوالات کا جواب دے۔ بحمد اللہ اس مقصد کی توفیق بارگاہ خداوندی سے حاصل ہوئی کہ یہ کتاب ۱۳۴۶ھ میں شائع ہو سکے اور شائقین تک پہنچ سکے۔ اس کے بعد اس کی تکمیل اور مزید بہتر اشاعت کا خیال پیش نظر رہا، جس کے نتیجے میں یہ کتاب ۱۳۴۷ھ میں نظر ثانی کے بعد کچھ اضافوں

کے ساتھ شائع ہوئی اور شائقین تک پہنچی۔ لیکن اس وقت سے لے کر اب تک
باوجودیکہ کئی بار شائع ہوئی مزید اصلاح کی فرصت نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ اس مرتبہ
یہ توفیق حاصل ہوئی اور نئے مطالب بھی فراہم ہوئے۔ لہٰذا اس کتاب کو اصلاح کے
عد مزید مفید اضافوں کے ساتھ شائقین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ اس بات کا
تذکرہ ضروری ہے کہ کتاب کا مقدمہ وہی ہے جو پہلے تھا۔ میں قارئین سے امید رکھتا
ہوں کہ وہ اپنی تحقیقات اور مفید آراء سے راقم کو مستفیض فرمائیں گے۔

قم
ابراہیم امینی
(اسفند ماہ ۱۳۶۶)
فروری ۱۹۸۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ ——— اشاعت اول

زمانے کے حالات کی قابل افسوس حد تک خرابی نے لوگوں کو پریشان کرکے رکھ دیا ہے۔ گرم و سرد جنگ، اسلحہ کی دوڑ، مشرق و مغرب کی آویزش اور وحشت ناک بحرانوں نے اہل جہان کے اعصاب کو تھکا دیا ہے۔ سامان جنگ کی فراوانی کے ساتھ تیاری، نسل انسانی کو فنا کا خوف دلاتی ہے۔ نظام جہاں کو درہم برہم کرنے والے افراد کی سرکشی اور خود سری نے ماضی کی طرف دیکھنے والی قوموں کو زندگی کی تمام مسرتوں سے محروم کر دیا ہے۔ کمزور طبقہ کی روز افزوں محرومی، دنیا کے مظلوموں اور بھوکوں کی فریاد اور ان کا مدد طلب کرنا، فقر و فاقہ اور بے روز گاری کی ہمہ گیری نے حساس دل و دماغ رکھنے والے افراد کو پریشان کر دیا ہے۔ انسانوں کے پست اخلاق، ان کی دینی کاموں سے بے تعلقی، اللہ کے قانون سے انحراف، مادہ پرستی کے بڑھتے ہوئے رجحان اور شہوت پرستی و فتنہ و فساد کے کاموں کی رونق و ترقی نے عالم کے عمدہ اور اچھے خیالات رکھنے والے افراد کو بے چین کر رکھا ہے۔ یہ حالات اور اسی قسم کے سینکڑوں مسائل ہیں جن کی وجہ سے انسانوں کے بہی خواہ اور ان کے مستقبل کی فکر کرنے والے اور ان کی اصلاح احوال چاہنے والے حیران و سرگرداں ہیں۔ انسانیت کی تباہی کے خطرہ کی گھنٹی کی آواز ان کے کانوں میں گونج رہی ہے۔ وہ انسانی مسائل کے حل کرنے کی اور دنیا کے بحرانوں کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس مقصد کے حصول کے پیش نظر ہر دروازہ پر دستک دے رہے ہیں لیکن جتنی زیادہ کوشش کرتے ہیں اتنے ہی مایوس ہو جاتے ہیں۔ کبھی تو اتنے مایوس ہوتے ہیں کہ انسان میں جو اصلاح احوال کی صلاحیت ہے وہ اس کا انکار کر دیتے ہیں اور زمانے کے مستقبل کے بارے میں قطعی طور پر مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس کے خطرناک حالات کے

رے میں سوچ کر لرزہ براندام ہو جاتے ہیں اور دنیائے انسانیت کے مسائل حل
کرنے کے سلسلے میں عاجزی و بے چارگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ
لہ اضطراب و بے مائیگی کی شدت کی وجہ سے انسانی ترقیوں کو غیر حقیقی سمجھ کر جدید
وم اور صنعتوں کو تنقید کا نشانہ بنانے لگتے ہیں۔ حالانکہ عام حالات میں اس بات کا
د اعتراف کرتے ہیں کہ علم و صنعت کے حصول میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ یہ خود
ض و سرکش انسان ہے جو اس عظیم نعمت سے فائدہ نہیں اٹھا رہا اور اس کو خیر کے
ستے سے ہٹا کر راہ فساد کی طرف لے جا رہا ہے۔

شیعہ نقطہ نگاہ سے زمانہ کا مستقبل

شیعوں نے ناامیدی کے عوامل کو رد کر دیا ہے اور وہ انسان کے مستقبل اور
ں کی تقدیر کے بارے میں پرامید ہیں۔ وہ دنیا کے نیک اور شائستہ افراد کو کامیاب
تے ہیں لیکن انسان کے بنائے ہوئے قوانین و احکام کو عالم کی تنظیم و اصلاح کے
کافی نہیں سمجھتے۔ ان کا کہنا ہے کہ (اور انہوں نے یہ ثابت بھی کیا ہے) انسان
بنائے ہوئے یہ تمام مختلف قسم کے منصوبے اور پرکشش طریقے اس چیز کی طاقت
ں رکھتے کہ انسان کو بدبختی کے طوفان سے باہر نکال سکیں اور زمانے کے خطرناک
وں کا علاج کر سکیں۔ وہ صرف اسلام کے کامل قوانین کو، جن کا سرچشمہ وحی الہی
انسانی سعادت کے تحفظ کے لیے مفید سمجھتے ہیں۔ وہ ایک ایسے تابناک عہد کی
بینی کرتے ہیں جس میں انسان اپنی حد کمال کو پہنچ جائے گا اور زمانے کا نظم و نسق
امام معصوم کے طاقتور ہاتھوں میں ہو گا جو ہر قسم کی غلطی، شک و شبہ، خود غرضی
فساد پرستی سے مبرا و منزہ ہو گا۔ شیعہ مکمل طور پر خدا کے کرم سے امید رکھتے ہیں
انہوں نے اس تاریک دور میں حکومت توحید کے درخشاں عہد کو اپنے دماغ میں
ر رکھا ہے۔ وہ اس کے انتظار میں زندگی گزار رہے ہیں اور خود کو اس انقلاب

عظیم کے لیے تیار کر رہے ہیں۔

سکون و عافیت کا انتظار اور پس ماندگی کا سبب

دوسرے ان موضوعات میں سے جن کے وسیلے سے شیعوں کے مخالف ان پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرتے ہیں ایک موضوع یہ بھی ہے کہ شیعہ مہدی موعود پر اعتقاد رکھتے ہیں اور وہ سکون و عافیت کے عہد کا انتظار کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ شیعوں کی پس ماندگی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان کا مصلح غیبی پر اعتقاد ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جس نے شیعوں کو بے عمل بنا کر رکھ دیا ہے اور ان کو اجتماعی جدوجہد سے محروم کر رکھا ہے۔ عام اصلاحات اور علمی ترقیوں کی فکر ان سے سلب کر لی ہے، وہ اغیار کے سامنے ذلیل و خوار ہو کر سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں اور امور اجتماعی کی اصلاح کے سلسلہ میں مہدی علیہ السلام کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں۔

ہم فی الحال یہ مناسب نہیں سمجھتے کہ شیعوں اور دیگر مسلمانوں کے انحطاط و زوال کے اسباب و علل پر بحث کر کے ان کی نشان دہی کریں لیکن یہ حقیقت بالکل واضح اور تسلیم شدہ ہے کہ مسلمانوں کی پس ماندگی کا سبب اسلامی احکام و عقائد نہیں ہیں بلکہ اس کے خارجی اسباب و عوامل ہیں جنہوں نے دنیائے اسلام کو یہ روز سیاہ دکھایا ہے۔ یہ حتمی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ الہی ادیان میں سے کوئی بھی دین، ملت کے امور اجتماعی اور عظمت و ترقی کے بارے میں اتنی سفارش نہیں کرتا جتنی اسلام کرتا ہے۔ اسلام نے ظلم و فتنہ و فساد کے مقابلہ میں سینہ سپر ہونے اور نہی عن المنکر کو اپنے ماننے والوں کی حتمی ذمہ داری قرار دیا ہے اور اجتماعی اصلاحات، انصاف، اور امر بالمعروف کو واجبات دینی کی اساس بتایا ہے۔ اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اس قدر اہمیت دی ہے کہ ان دونوں باتوں کو مسلمانوں پر واجب قرار دیا ہے تاکہ وہ اسی مقصد کے حصول کے لیے آمادہ و کمربستہ رہیں۔ پروردگار عالم قرآن مجید

میں ارشاد فرماتا ہے۔ "**و لتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یا مرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون**" (تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے، اچھے کاموں کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور یہی لوگ پوری پوری فلاح پانے والے ہیں[1]) پروردگار عالم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو مسلمانوں کی بہترین خصوصیات میں شمار کرتے ہوئے فرماتا ہے: "**کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ**" (تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لیے پیدا کی گئی تم اچھے کاموں کے کرنے کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالی پر ایمان لاتے ہو[2]) پیغمبر اسلامؐ مسلمانوں کے کاموں کی اصلاح کی کوشش کو اسلام کے ارکان اور مسلمانوں کی شناخت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "ہر وہ شخص جو دنیائے اسلام کے امور اجتماعی میں دلچسپی نہ لے اور ان کے اہتمام کی جدوجہد نہ کرے وہ بنیادی طور پر مسلمان نہیں ہے۔"

قرآن شریف مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ دشمنوں کے مقابلہ میں ہمیشہ مسلح رہو اور سامان جنگ مہیا کئے رکھو: "**و اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ و عدو کم و اخرین من د و نھم**" (اور تم ان کے مقابلہ کے لیے جس قدر قوت بہم پہنچا سکتے ہو اور جس قدر گھوڑے باندھ سکو مہیا کئے رہو اس کے ذریعہ سے[3] تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن اور ان کے علاوہ دوسروں کو بھی ڈراتے رہو گے۔) اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ اس قسم کی آیات اور سینکڑوں روایات کی روشنی میں جو اس موضوع کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں اسلام یہ اجازت کب دیتا ہے کہ مسلمان علمی اور صنعتی ترقی نہ کریں اور وہ خطرے جو دنیائے اسلام کو درپیش ہیں انہیں اہمیت نہ دیں۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور اسلام اور مسلمانوں کی حمایت کے سلسلہ میں مہدی موعود کا انتظار کرتے رہیں اور ان حربوں کے مقابلہ میں جو پیکر اسلام کو مجروح کرتے رہتے ہیں خاموشی اختیار کئے رکھیں اور ایک چھوٹا سا جملہ کہہ کر کہ: "خدا امام مہدیؑ کے ظہور کو نزدیک فرمائے۔" اپنی اہم

ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جائیں۔

ہم نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ دور سکون و عافیت کا انتظار کامیابی کی عظیم راہوں میں سے ایک راہ ہے۔ ہر وہ گروہ جس کے دل کا چراغ امید بجھ گیا ہو اور مایوسی و ناامیدی کے دیو نے اس کے دل پر قبضہ کر لیا ہو وہ ہرگز سعادت و کامیابی سے ہم کنار نہ ہو گا۔ وہ لوگ جو کامیابی کے انتظار میں ہیں ان کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے کوشش کریں اور منزل مقصود تک پہنچنے کی راہ ہموار کریں اور اپنے مقصد کے حصول کے لیے خود کو آمادہ رکھیں۔ حضرت صادق آل محمدؐ نے فرمایا ہے کہ: "آل محمدؐ کی حکومت ضرور قائم ہو گی۔ پس ہر شخص جس کی خواہش ہے کہ وہ ہمارے قائمؑ کے احباب میں سے ہو اس کو چاہیے کہ مکمل طور پر نگرانی کرے، پرہیز گاری کو اپنا شیوہ بنائے، خود کو اخلاق حسنہ سے مزین کرے اور پھر قائم آل محمدؐ کے ظہور کا انتظار کرے۔ ہر وہ شخص جس نے اس طرح کی تیاری کے ساتھ قائم آل محمدؐ کے ظہور کا انتظار کیا لیکن اس کو ان کے دیدار کی توفیق نصیب نہ ہوئی اور ان حضرتؑ کے ظہور سے قبل اس کو موت آ گئی تو وہ آپ کے احباب کے ثواب کا مستحق ہو گا۔ "اے وہ لوگو جو خدا کی عنایت کے مستحق ہو، تمہیں کامیابی و کامرانی مبارک ہو[4]۔"

اسلام نے مسلمانوں کی ظہور مہدیؑ کی تیاری کے موضوع کو اس قدر اہمت دی ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ: "خود کو ظہور قائمؑ کے لیے تیار رکھو چاہے یہ تیاری اتنی ہی کیوں نہ ہو کہ تم نے اس کے لیے ایک تیر فراہم کیا ہو[5]۔" پروردگار عالم یہ قرار دے چکا ہے کہ زمانے کے خراب حالات کی مسلمانوں کے ذریعہ اصلاح ہو گی، ظلم و ستم کی صف لپٹ جائے گی اور کفر و مادیت بیخ و بن سے اکھڑ جائیں گے۔ دین مقدس اسلام ہمہ گیر ہو جائے گا۔ اس بات کی کوئی شخص تردید نہیں کر سکتا کہ ایسا عظیم انقلاب جس کے لیے بہت زیادہ صلاحیت کی ضرورت ہے وہ بغیر تیاری کے ممکن الوقوع ہو جائے۔ قرآن کریم نے بھی اس مفہوم کی تائید کی ہے کہ زمین پر تصرف حاصل کرنے کے لیے صلاحیت و موزونیت کار لازمی ہے۔ پروردگار عالم قرآن

کریم میں ارشاد فرماتا ہے **و لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون** (یقیناً ہم نے ذکر کے بعد زبور میں لکھ دیا ہے کہ بے شک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔) مندرجہ بالا مفہوم پر توجہ کرتے ہوئے کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ مسلمان جو اس غیر معمولی عالمگیر انقلاب کے پرچم بردار ہیں وہ اس کی تیاری اور اسباب فراہم کرنے کے سلسلے میں کوئی ذمہ داری نہیں رکھتے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ کوئی عقل مند آدمی اس قسم کی بات پر اعتماد کرے۔

مسلمانوں کے لیے پیغام

اے غیرت دار مسلمانو! غفلت کا زمانہ گزر چکا ہے۔ خواب غفلت سے بیدار ہو۔ اختلاف و انتشار سے پرہیز کرو۔ سب کے سب توحید کے طاقتور پرچم تلے جمع ہو جاؤ۔ اپنی زمام کار مشرق یا مغرب کے حوالے مت کرو۔ ہر مقام پر قافلہ تمدن بشر کے پیش رو بنو' اس میں سب سے آگے رہو' اپنی تہذیب آزادی اور عظمت کے محل کو اسلام کی مضبوط بنیاد پر استوار کرو۔ قرآن مجید کی روح سے پیغام حاصل کرو' اسلام کی سربلندی اور عزت و عظمت کے راستے پر قدم رکھو' مشرق و مغرب کے منحوس افکار کو خیرباد کہو' تمدن بشر کے قافلہ کی رہبری کرو' اس کے قائد بنو' اپنی آزادی' عظمت اور کردار کو بروئے کار لاؤ' جہالت' بے علمی اور افکار کے جمود کے خلاف برسرپیکار رہو' اپنے جوانوں کو اسلامی حقائق سے باخبر رکھو تاکہ استعمار کا دیو تم سے مایوس ہو جائے اور تمہارے علاقوں سے راہ فرار اختیار کرے۔

اے مسلمانان عزیز! عزت' عظمت اور اقتدار' موزوں اور صلاحیت رکھنے والے افراد کے لیے ہے۔ تم اپنی صلاحیت کو ثابت کرو۔ قرآن کے اخلاقی' معاشی اور اجتماعی علوم کے سرچشموں سے فائدہ اٹھاؤ۔ اسلام کے پروقار اور اسلامی پروگراموں کو لوگوں کے سامنے پیش کرو اور انہیں عملی طور پر یہ باور کراؤ کہ دین اسلام مسجدوں میں گوشہ

نشین ہونے کے لیے نہیں آیا یا یہ کہ وہ محض دلوں میں گھر بنا لے بلکہ وہ اس لیے آیا ہے کہ انسانی سعادت و ترقی کی حفاظت کرے۔ تمام دنیا کے خیراندیش افراد کو تم پرامید بنا دو اور اس عظم جہاد کے سلسلہ میں ان کو اپنے ساتھ کام کرنے کی دعوت دو اور دنیائے انسانیت و تمدن و خیر خواہی کے قافلے کے سالار بنو۔ اے اسلام کے ہدایت یافتہ جوانو! تم اس مقدس جدوجہد اور انسانیت کے عظیم مقصد کے حصول کے سلسلہ میں زیادہ ذمہ دار ہو۔ تمہیں چاہیے کہ جوش سے کام لو' جدوجہد کرو اور اسلام و مسلمین کی ترقی کے لیے اور امام زمانہؑ کے مقدس مقاصد کے حصول کے لیے پوری پوری کوشش کرو۔ تمہیں چاہیے کہ امام مہدیؑ کے دوستوں اور اصحاب سے داد سخن لو جیسا کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہے: "قائم آل محمد حضرت مہدیؑ کے تمام اصحاب جوان ہوں گے اور ان میں ضعیف افراد بہت کم ہوں گے۔" توفیق من جانب اللہ

ابراہیم امینی

قم حوزہ علمیہ

(فروردین ماہ ۱۳۴۶)

۱۹۶۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں نے ایک ایسے جشن میں شرکت کی جو ایک سکول میں ترتیب دیا گیا تھا۔ وہ باعظمت جشن امام زمانہ علیہ السلام کی ولادت با سعادت کی مناسبت سے شعبان کی پندرہویں شب میں منعقد ہوا تھا۔ یہ ایک ایسی محفل تھی جس کے لیے ماحول کو نہایت عمدہ طریقہ سے سجایا گیا تھا اور اس میں تمام طبقوں کے افراد نے شرکت کی تھی لیکن اکثریت ان میں جوانوں اور طلبہ کی تھی۔ اس پروگرام کا انتظام اسی اسکول کی انجمن اسلامی کی طرف سے کیا گیا تھا۔

پروگرام کے شروع میں ایک کمسن طالب علم نے کلام مجید کی کچھ آیتوں کی تلاوت سے محفل کی رونق کو دو بالا کیا۔ اس کے بعد ایک اور طالب علم نے کچھ عمدہ اشعار پڑھے جو امام زمانہؑ کے موضوع پر لکھے گئے تھے۔ اس کے بعد ایک نہایت مفید اور جاذب توجہ مقالہ ایک محقق نے امام زمانہؑ کے موضوع پر پڑھا۔ اس کے بعد پروگرام اختتام پذیر ہوا اور عمائدین اور حاضرین کی مٹھائی سے تواضع کی گئی۔

اس پروگرام نے یوں تو تمام حاضرین کی توجہ اپنی جانب مبذول کر لی تھی اور انہیں اپنا گرویدہ بنا لیا تھا لیکن میں ان سب سے زیادہ اس محفل سے محظوظ و متاثر ہوا تھا۔ جس چیز نے مجھے اس کا گرویدہ بنایا۔ وہ وہاں کی آرائش اور استقبال وغیرہ نہیں تھا بلکہ طلبہ اور دیگر جوانوں میں جو روحانی پاکیزگی کار فرما تھی مجھے اس نے متاثر کیا تھا اور وہ مجھے پسند آئی تھی۔ ان نوجوانوں نے دین و دانش کو یکجا کرنے، حقائق و معارف کے پھیلانے اور افکار عمومی کو منور کرنے کی کوشش کی تھی اور اس میں دلچسپی لی تھی۔ اس اجتماع کے ان نونہالوں کی روحانی نظافت، دل کی پاکیزگی اور ہمت کی بلندی وہاں کے در و دیوار سے نمایاں تھی۔ ان نوعمر محبوب بچوں نے شرکائے بزم کی بڑے جذب و شوق سے تواضع کی تھی اور ان کی بڑے خلوص سے پذیرائی کی تھی۔ ان نوجوانوں کے روشن افکار اور بیدار دماغوں نے مجھے مسلمانوں کے مستقبل کی

تابناکی کی امید دلا دی تھی۔ میں نے جب ملت کے تمدن و ترقی کا پرچم ان کے دوش پر لہراتا ہوا دیکھا تو میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے اور میں نے اس اسکول کی انجمن اسلامی اور طلبہ کی اس مقدس تحریک کے منتظمین کو مبارک باد دی اور ان کی بلند ہمتی کی داد دی اور ان کی کامیابی کے لیے پروردگار عالم سے دعا کی۔ اسی وقت ایک سول انجینئر جو آقائے ہوشیار کے پہلو میں تشریف فرما تھے وہ ان سے فرمانے لگے کہ آپ امام غائبؑ کے وجود ذی جود پر فی الحقیقت ایمان رکھتے ہیں اور آپ کا عقیدہ کسی تحقیق کا نتیجہ ہے یا یہ محض جانبداری اور اس کے دفاع کی وجہ سے ہے؟

ہوشیار: میرا ایماں نہ تو یونہی آنکھیں بند کرکے ہے اور نہ محض تقلید آبائی کے نتیجے میں ہے بلکہ میں نے مطالعہ اور تحقیق کی روشنی میں یہ عقیدہ قبول کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں اس بات کے لیے تیار ہوں کہ اس موضوع کو مزید مطالعہ کا مستحق قرار دیا جائے اور اس کا ایک مرتبہ از سر نو جائزہ لیا جائے۔

انجینئر: چونکہ امام زمانہؑ کا موضوع مجھ پر واضح اور روشن نہیں ہے اور میں موجودہ صورت احوال پر قناعت بھی اختیار نہیں کر سکا ہوں لہٰذا اس بات کی آرزو رکھتا ہوں کہ میں اس موضوع کو مورد بحث قرار دوں اور جناب کے مطالعہ سے استفادہ کروں۔

ڈاکٹر امامی و فہیمی: اگر ایسی کوئی نشست ہوئی تو ہماری بھی یہ خواہش ہے کہ ہم اس میں شرکت کریں۔

ہوشیار: آپ جو وقت بھی معین فرمائیں گے میں حاضر ہونے میں فخر محسوس کروں گا۔

آخر کار ہفتہ کی رات مذاکرہ کے لیے طے پائی اور اس کے بعد وہ جلسہ بخیر و خوبی ختم ہو گیا۔

مذاکرہ کے لیے جو نشست طے ہوئے تھی وہ ہفتہ کی رات انجینئر صاحب کے دولت کدہ پر ہوئی۔ مروجہ آداب شناسائی کے بجا لانے اور چائے اور میوہ کی تواضع

کے بعد آٹھ بجے اس علمی نشست کے آغاز کا اعلان ہوا۔

مہدیؑ کے عقیدہ کا آغاز

ڈاکٹر: اسلام میں مہدی کے عقیدہ کا آغاز کس زمانے میں ہوا۔ کیا پیغمبر اسلامؐ کے زمانے میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث آتا تھا یا یہ کہ آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد یہ عقیدہ مسلمانوں میں رائج ہوا۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اسلام کے آغاز میں مہدویت کا عقیدہ بالکل نہیں تھا۔ یہ پہلی صدی کے نصف آخر میں مسلمانوں میں پیدا ہوا۔ ایک گروہ نے محمد حنفیہ کو مہدی قرار دے کر مسلمانوں کو ان کے ہاتھ پر بروئے کار آنے والی اسلام کی بہتری کی نوید سنائی اور یہ کہا کہ انہوں نے انتقال نہیں کیا ہے بلکہ وہ کوہ رضوی پر زندگی گزار رہے ہیں اور ایک نہ ایک دن ظہور کریں گے۔

ہوشیار: عقیدہ مہدویت ابتدائے اسلام ہی میں مسلمانوں میں موجود تھا۔ پیغمبر اسلامؐ نے ایک مرتبہ نہیں بلکہ متعدد بار حضرت مہدیؑ کے وجود کی خبر دی تھی اور حضورؐ نے وقتاً فوقتاً ان کی حکومت، آثار و علامات اور نام و کنیت کے بارے میں گفتگو فرمائی۔ وہ حدیثیں جو اس سلسلہ میں پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہیں اور شیعہ و سنی طریقہ سے ہم تک پہنچی ہیں وہ تواتر کی حد سے بھی متجاوز ہیں۔ میں نمونہ کے طور پر چند حدیثیں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

عبداللہ ابن مسعودؓ نے پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہو گی جب تک میرے اہل بیتؑ میں سے ایک فرد جس کا نام مہدیؑ ہو گا، حکومت نہیں کرے گا۔"[9]

ابو الحجاف سے روایت ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے تین مرتبہ فرمایا۔ "تم لوگوں کو مہدیؑ کی بشارت ہو۔ وہ لوگوں کے افتراق و انتشار اور انتہائی رنج و زحمت میں مبتلا ہونے کے وقت ظاہر ہو گا اور زمین کو، جو ظلم و جور سے پر ہو گی، اس کو عدل و

انصاف سے بھر دے گا۔ وہ اپنے پیرو کاروں کے دلوں کو ذوق عبادت سے سرشار کر دے گا۔ اور اس کا انصاف ہر فرد کو حاصل ہو گا۔"

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: "قیامت برپا نہیں ہو گی تاوقتیکہ قائمؑ ہمارے حق کے لیے نہ اٹھ کھڑا ہو۔ وہ اس وقت اپنی تحریک شروع کرے گا۔ جب خدا اس کو اجازت دے گا۔ پس ہر وہ شخص جو اس کی پیروی کرے گا وہ نجات پائے گا اور جو اس کے خلاف ہو گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ اے خدا کے بندو خدا کے لیے اس امر پر نظر رکھنا اور اس وقت جب مہدیؑ کا ظہور ہو جس طرح بھی ممکن ہو اس کی طرف دوڑ کر جانا خواہ تمہیں برف پر چل کر ہی کیوں نہ جانا پڑے اس لیے کہ وہ خلیفہ خدا اور میرا جانشین ہو گا۔"[10]

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: "جو میرے فرزندوں میں سے قائمؑ کا انکار کرے گویا وہ میرا منکر ہے۔"[11]

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: "دنیا کا اختتام نہ ہو گا تاوقتیکہ حسینؑ کی اولاد میں سے ایک فرد میری امت کے معاملات کی باگ ڈور سنبھالے گا اور وہ دنیا کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا جبکہ وہ ظلم و جور سے لبریز ہو گی۔"[12]

مہدیؑ عترت پیغمبرؐ میں سے ہوں گے

اس نوعیت کی حدیثیں بہت ہیں اور ان میں سے اکثر حدیثوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ مہدی و قائم کا موضوع عہد پیغمبر اسلامؐ میں ایک امر مسلم کی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ لوگوں کے لیے کوئی نئی چیز نہیں تھا بلکہ لوگ مہدی کے آثار و علامات پر گفتگو کرتے تھے نیز پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ مہدی و قائم موعود میری عترت میں سے ہو گا۔

بطور نمونہ۔ علی ابن ابی طالبؑ فرماتے ہیں میں نے رسولؐ اللہ کی خدمت میں عرض کیا مہدی موعود ہم میں سے ہو گا یا ہمارے غیر میں سے۔ آپ نے جواب میں

فرمایا: "ہم میں سے ہو گا۔ خدا دین کو مہدیؑ کے ہاتھوں اتمام کو پہنچائے گا جیسی کہ ابتدا ہمارے ہاتھوں ہوئی ہے۔ لوگوں نے ہماری وجہ سے فتنوں سے نجات پائی۔ ہماری وجہ سے شرک سے نجات پائی۔ خدا ہمارے وجود کی برکت سے ایام فتنہ کے کینوں کو ان کے دل سے دور کرتا ہے جیسا کہ زمانہ شرک و بت پرستی کی دشمنیوں کے بعد ان کے دلوں کو آپس میں ملا کر دین میں ان کو بھائی بھائی بنا دیا۔"[13]

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر اسلامؐ سے سنا کہ وہ بر سر منبر فرما رہے تھے: "مہدی موعودؑ میرے اہل بیتؑ اور میرے فرزندوں میں سے آخری زمانہ میں ظاہر ہو گا۔ آسمان اس کی وجہ سے زمین پر پانی برساتا ہے اور زمین اسی کی خاطر گھاس اگاتی ہے۔ وہ زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح لوگوں نے اس کو ظلم و ستم سے بھر رکھا ہے۔"[14]

ام سلمہؓ نے روایت کی ہے کہ میں نے پیغمبر اسلامؐ سے سنا کہ: "مہدیؑ میری عترت اور اولاد فاطمہؑ میں سے ہو گا۔"[15]

رسول خداؐ نے فرمایا: "قائمؑ میرے فرزندوں میں سے ہو گا۔ جو میرا نام ہے وہی اس کا نام ہو گا اور جو میری کنیت ہے وہی اس کی کنیت ہو گی۔ اس کی عادت میری عادت جیسی ہو گی اور رفتار میری رفتار جیسی ہو گی۔ وہ لوگوں کو میرے دین کے قبول کرنے کی ترغیب دے کر کتاب خدا کی طرف بلائے گا۔ جو اس کی اطاعت کرے گا۔ وہی میرا اطاعت گزرا ہو گا۔ اور جو اس کی نافرمانی کرے گا وہ میرا نافرمان ہو گا۔ جو زمانہ غیبت میں اس کا منکر ہو گا وہ میرا منکر ہو گا۔ جو اس کو جھٹلائے گا وہ مجھے جھٹلائے گا اور جو اس کی تصدیق کرے گا وہی میرا تصدیق کرنے والا ہو گا۔ اس کے جھٹلانے والوں اور اس کے بارے میں جو کچھ میں بتا رہا ہوں اس کی تکذیب کرنے والوں اور اس سلسلہ میں میری امت کو گمراہ کرنے والوں کے خلاف میں اپنے خدا سے شکایت کروں گا۔ ستم گار جلدی اپنا انجام دیکھیں گے۔"[16]

ابو ایوب انصاریؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا کہ آنحضرتؐ فرما

رہے تھے۔ "میں تمام پیغمبروں کا سردار اور بزرگ ہوں اور علیؑ سیدالاوصیا ہیں۔ میرے دو بیٹے بہترین بیٹے ہیں۔ معصوم عن الخطا امام میری اور حسینؑ کی نسل سے معرض وجود میں آئیں گے اور اس امت کا مہدیؑ ہم میں سے ہے۔" ایک صحرائی عرب اٹھا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ آپؐ کے بعد امام کتنے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا "اسباط حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں اور نقبائے بنی اسرائیل کی تعداد کے برابر" ☆ ۱۷

حذیفہ نے روایت کی ہے کہ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا "میرے بعد امام بنی اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد کے برابر ہوں گے۔ ان میں سے نو امام نسل حسین علیہ السلام میں سے ہوں گے اور اس امت کا مہدیؑ ہم میں سے ہے۔ خبردار رہو حق ان کے ساتھ ہے اور وہ حق کے ساتھ ہیں۔ پس اس کا دھیان رکھنا کہ میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو" ☆ ۱۸

سعید ابن مسیب نے عمرؓ اور عثمانؓ ابن عفان سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ ہم نے رسولؐ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا "میرے بعد امام بارہ ہیں ان میں سے نو نسل حسین علیہ السلام میں سے ہیں اور اس امت کا مہدیؑ ہم میں سے ہے میرے بعد جو کوئی ان کا دامن پکڑے اس نے یقیناً" خدا کی مضبوط رسی کو پکڑا ہے اور جو کوئی ان کو چھوڑ دے اس نے خدا کو چھوڑ دیا" ☆ ۱۹

اس نوعیت کی حدیثیں بہت ہیں اگر آپ چاہیں تو مطالعہ کے لئے کتب کی طرف رجوع فرما سکتے ہیں۔

اہل سنت کی کتابوں میں مہدیؑ کے بارے میں حدیثیں

فہیمی جناب ہوشیار صاحب! میرے دوستوں کو علم ہے لیکن پھر بھی بہت ضروری ہے کہ میں آپ سے عرض کروں کہ میں مذہباً" سنی ہوں اور شیعہ مکتب فکر کی حدیثوں سے جو عقیدت جناب کو ہے وہ مجھے نہیں ہے۔ میرے نزدیک اس با

احتمال ہے کہ مختلف اسباب کی بنا پر متعصب شیعوں نے مہدویت کی اصل داستان کے معتقد ہونے کے بعد اپنے عقیدہ کی تائید کے پیش نظر جھوٹی حدیثیں گھڑ کے ان کو پیغمبرؐ سے منسوب کر دیا ہے۔ اس احتمال کی گواہی اس بات سے ملتی ہے کہ مہدیؑ سے متعلق حدیثیں صرف شیعہ حضرات کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں اور ہماری کتب صحاح میں ایسی کوئی حدیث نظر نہیں آتی۔ ہاں البتہ ہماری غیر معتبر کتابوں میں چند حدیثیں مہدیؑ کے عنوان پر ملتی ہیں۔☆ ۲۰

ہوشیار: اس وقت جب بنی امیہ اور بنی عباس کا پر اضطراب، عہد اور دیگر صاحبان اقتدار کی پوشیدہ سیاست وقت اور شدید مذہبی تعصبات اس امر کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ خبریں جو ولایت و امامت اہل بیتؑ سے تعلق رکھتی ہیں۔ موضوع گفتگو بنیں اور کتابوں میں درج ہوں خاص ایسے حالات میں بھی آپ کی کتب احادیث مہدیؑ سے متعلق احادیث سے خالی نہیں ہیں۔ اگر آپ تھک نہ گئے ہوں تو میں ان میں سے کچھ حدیثیں پیش کرتا ہوں۔

انجینئر: جناب آقائے ہوشیار! اپنی گفتگو کو جاری رکھئے اور اس سلسلہ میں جو فرمانا چاہتے ہوں وہ فرمایئے۔

ہوشیار: جناب آقائے فہیمی! آپ کی کتب صحاح میں مہدیؑ کے نام سے ابواب معین ہیں اور ان کے بارے میں احادیث درج ہیں۔ نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمایئے۔

عبداللہ نے پیغمبرؐ خدا سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "دنیا اختتام کو نہ پہنچے گی تاوقتیکہ میرے اہلبیتؑ میں سے ایک فرد جس کا نام میرے نام پر ہوگا وہ عرب پر حکومت کرے گا"☆ ۲۱

ترمذی اس حدیث کو اپنی صحیح میں نقل کر کے کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور مہدیؑ کے بارے میں ہے۔ علیؑ ابوسعیدؓ ام سلمہؓ اور ابوہریرہؓ اس کے راوی ہیں۔

حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ نے پیغمبرؐ اسلام سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا "اگر دنیا کا صرف ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدا میرے اہلبیتؑ میں سے ایک

فرد کو مقرر کرے گا تاکہ وہ دنیا کو اس طرح عدل و انصاف سے پُر کر دے جس طرح وہ ظلم و جور سے پر ہوگی"☆ ۲۲

ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا کہ آپؐ فرماتے تھے "مہدیؑ موعودؑ میری عترت میں سے اور اولاد فاطمہؑ میں سے ہوگا"☆ ۲۳

ابوسعید کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا "ہمارے مہدیؑ کی پیشانی کشادہ ہوگی، ستواں ناک ہوگی اور وہ زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔ اس کی حکمرانی کی مدت سات سال ہے"☆ ۲۴

حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اسلام ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "مہدیؑ موعودؑ میرے اہلبیتؑ میں سے ہوگا۔ خدا اس کے قیام کے اسباب کو ایک دن میں مہیا کر دے گا"☆ ۲۵

ابو سعیدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ "زمین ظلم و جور سے لبریز ہو جائے گی، پس میرے اہلبیتؑ میں سے ایک فرد ظاہر ہو کر سات سال یا نو سال حکومت کرے گا اور زمین کو عدل وانصاف سے پر کر دے گا"☆ ۲۶

ابو سعید نے پیغمبر اسلام ﷺ سے روایت کی ہے کہ: آخری زمانہ میں بادشاہ کی طرف سے میری امت پر بہت سختی روا رکھی جائے گی وہ ایسی مصیبت ہوگی کہ اس سے پہلے ایسی مصیبت دیکھنے میں نہیں آئی ہوگی۔ اس مصیبت کے نتیجے میں میری امت پر یہ وسیع زمین تنگ ہو جائے گی۔ زمین ظلم و ستم سے پر ہوجائے گی۔ مومنین کو کوئی پناہ گاہ میسر نہیں آئے گی اور اس ظلم و ستم کے ماحول میں کوئی ان کی فریاد کو نہیں پہنچے گا اور ان کی داد رسی نہیں کرے گا۔ پس خدا میرے خاندان کے ایک فرد کو بھیجے گا تاکہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے پر کرے، اسی طرح جس طرح وہ ظلم و ستم سے پر ہوگی۔ آسمان و زمین کے رہنے والے اس سے خوش ہوں گے۔ زمین اپنے

تمام نباتات اس کے لئے اگاتی ہے اور آسمان سے بار بار بارش اس کی وجہ سے ہوتی ہے۔ وہ سات سال یا نو سال لوگوں کے درمیان زندہ رہے گا۔ ان برکتوں کی وجہ سے جو پروردگار عالم لوگوں پر نازل کرے گا مردے تمنا کریں گے کہ کاش ہم دوبارہ زندہ ہو جائیں"☆ ۲۷

اس قسم کی حدیثیں آپ کی کتابوں میں بہت ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ جتنی حدیثیں میں نے پیش کی ہیں اثبات مدعا کے لئے کافی ہیں۔

تحریر کرنے والوں کے سلسلہ میں ایک مشکل

فہیمی: المہدویۃ فی الاسلام کے مئولف نے تحریر کیا ہے کہ مسلم بن اسمٰعیل بخاری اور مسلم بن حجاج نیشا پوری نے اپنی کتابوں میں جو صحاح میں سے معتبر کتابیں ہیں اور ان دونوں کتابوں کی روایتیں بڑی کاوش اور احتیاط کے ساتھ منضبط ہوئی ہیں۔ مہدیؑ سے متعلق حدیثوں کو تحریر نہیں کیا ہے بلکہ ایسی احادیث دوسری کتابوں میں مثلاً" سنن ابن داؤد' ابن ماجہ' ترمذی' نسائی اور مسند احمد حنبل وغیرہ میں جن میں حدیثوں کے انضباط کے سلسلہ میں زیادہ کاوش نہیں کی گئی ہے' موجود ہیں اور ابن خلدون سمیت دیگر علمائے حدیث نے بھی ان حدیثوں کو ضعیف قرار دیا ہے اور انہیں رد کر دینے کے قابل سمجھا ہے۔☆ ۲۸

ابن خلدون اور احادیث مہدی ع

ہوشیار: موضوع کو واضح کرنے کے لئے یہ بہتر ہے کہ ہم ابن خلدون کے کلام کا خلاصہ بیان کریں۔ اس نے اپنے مقدمہ میں تحریر کیا ہے "تمام مسلمانوں میں مشہور تھا اور مشہور ہے کہ زمانہ کے آخری حصہ میں اہل بیتؑ رسولؐ میں سے ایک فرد ظاہر ہوگا وہ دین کی تائید کرے گا اور عدل و انصاف سے کام لے گا اور تمام ملکوں پر اسلامی سلطنت قائم کرے گا" اس خبر کا سرچشمہ وہ احادیث ہیں جو دانشمندوں کے ایک

گروہ مثلاً" ترمذی' ابن داؤد' ابن ماجہ' حاکم' طبرانی اور ابو یعلی موصلی وغیرہ کی کتابوں میں درج ہیں۔ لیکن مہدیؑ کے وجود کے منکرین نے ان احادیث کی صحت پر شک کیا ہے لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ مہدی فاطمیؑ سے متعلق احادیث اور انکے وجود سے انکار کرنے والے افراد کے اعتراضات کا ذکر کریں تاکہ حقیقت حال واضح ہوجائے۔ لیکن سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ آپ اس پر توجہ رکھیں کہ اگر ان حدیثوں کے راویوں کی چھان بین ہوتی اور ان پر رد و قدح ہوتی تو وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہوجاتیں' چاہے ان راویوں کو قابل اعتبار تسلیم کیا جاچکا ہوتا۔ اس لئے کہ اس بات کو سب جانتے ہیں کہ تضعیف تعدیل پر مقدم ہے یعنی اگر کسی راوی کا ضعف ثابت ہوجائے تو اس پر اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اگر کوئی ہم سے یہ پوچھ بیٹھے کہ یہی خطرہ صحیح مسلم و بخاری کے بعض رجال میں بھی موجود ہے اس لئے کہ وہ بھی طعن اور تضعیف سے محفوظ نہیں ہیں یعنی ان پر بھی اعتراض ہوئے ہیں اور ان کا ضعف ثابت ہوا ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ ان دونوں کتابوں کی حدیثوں پر جو عمل ہے وہ علماء کے اجماع و اتفاق کے نتیجے میں ہے اور یہی مقبولیت ان کے ضعف کی تلافی کرتی ہے لیکن دوسری کتابوں کی منزلت ان دونوں کتابوں کے برابر نہیں ہے۔☆ ۲۹

یہ ہے ابن خلدون کے کلام کا خلاصہ۔ اس کے بعد وہ ان حدیثوں کے بعض رجال کو زیر بحث لا کر ان کی توثیق اور تضعیف کو نقل کرتا ہے۔

احادیث کا تواتر

ہم جواب میں کہتے ہیں کہ اول تو بہت سے علمائے اہل سنت نے مہدیؑ سے متعلق احادیث کو متواتر تسلیم کر کے تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ مثال کے طور پر ابن حجر ہیثمی نے "صواعق محرقہ" میں شبلنجی نے "نورالابصار" میں ابن صباغ نے "فصول المہمہ" میں محمد الصبان نے "اسعاف

الراغبین" میں، کنجی شافعی نے "البیان" میں شیخ منصور نے "غایت المامول" میں سویدی نے "سبائک الذہب" میں اور اسی طرح بہت سے دوسروں نے۔ یہی تواتر اس ضعف سند کی تلافی کر دیتا ہے جو ان حدیثوں میں سے بعض میں موجود ہے۔ عسقلانی لکھتا ہے جو خبر متواتر ہو اس پر یقین کرنا مناسب ہے اور اس پر عمل کرنا کسی بحث کا محتاج نہیں ہے۔ ☆ ٣٠

سید احمد شیخ الاسلام اور مفتی شافعیہ لکھتے ہیں وہ حدیثیں جو مہدیؑ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں بہت زیادہ ہیں اور متواتر ہیں ان میں صحیح حدیث بھی موجود ہے، حسن بھی ہے اور ضعیف بھی، لیکن ان میں سے اکثر حدیثیں ضعیف ہیں لیکن چونکہ تعداد میں کثیر ہیں اور ان کے لکھنے والے اور راوی بہت ہیں ان میں سے بعض حدیثیں بعض حسینوں کی تقویت کا باعث ہیں اور قابل اعتبار ہیں۔ ☆ ٣١

خلاصہ

رسولؐ خدا کے عظیم صحابہ کی ایک جماعت نے مہدیؑ سے متعلق احادیث کی روایت کی ہے مثلاً" عبدالرحمٰنؓ بن عوف، ابوسعیدؓ خدری، قیسؓ بن جابر، عبداللہؓ ابن عباس، جابرؓ ابن مسعود، علیؑ ابن ابی طالبؑ" ابوہریرہؓ، ثوبانؓ، سلمان فارسیؓ ابوامامہؓ، حذیفہؓ انسؓ ابن مالک، ام سلمہؓ اور دوسرے لوگ۔

ان حدیثوں کو عام محدثین اور علما نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ مثلاً" ابو داؤد احمد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم نسائی، طبرانی، رویانی، ابونعیم اصفہانی، دیلمی، بیہقی، ثعلبی، حموینی، مناوی، ابن مغازلی، ابن جوزی، محمد الصبان، ماوردی، کنجی، شافعی، سمعانی، خوارزمی، شعرانی، دارقطنی، ابن صباغ مالکی، شبلنجی، محب الدین طبری، ابن حجر ہیثمی، شیخ منصور علی ناصف، محمد بن طلحہ، جلال الدین سیوطی، شیخ سلیمان حنفی، قرطبی، بغوی اور دوسرے لوگ۔ ☆ ٣٢

تضعیف ہر جگہ مقدم نہیں ہوتی

دوسرے یہ کہ اکثر وہ افراد جن کے بارے میں تضعیف وارد ہوئی ہے اور ابن خلدون نے ان کا ذکر کیا ہے ان کی قابل وثوق خبریں بھی ہیں خود ابن خلدون نے بھی ان کا کچھ حصہ نقل کیا ہے اور یہ بات درست نہیں ہے کہ ہر جگہ بطور قاعدہ کلیہ تضعیف تعدیل پر مقدم ہو۔ اس لئے کہ وہ خاص بات جو تضعیف کرنے والے کے خیال میں ضعف کا باعث ہو ممکن ہے دوسروں سے نقطہ نظر کے مطابق وہ ضعف کا باعث نہ ہو۔ پس تضعیف قرار دینے والے کی بات اسی صورت میں پر اثر ہو سکتی ہے کہ وہ تضعیف کی علت کو بیان کرے۔

عسقلانی نے "لسان المیزان" کے مقدمہ میں تحریر کیا ہے کہ تضعیف تعدیل پر اسی صورت میں مقدم ہو سکتی ہے کہ اس تضعیف کی علت کی نشان دہی کر دی گئی ہو اور اسے ثابت کر دیا گیا ہو۔ اس کے علاوہ دوسری صورت میں تضعیف کرنے والے کی بات قابل قبول نہیں ہوگی۔

ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بغدادی نے کہا ہے کہ ان حدیثوں کے بارے میں جنہیں بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے اس کے باوجود کہ ان کے بعض راویوں پر طعن کیا گیا ہے اور ان حدیثوں پر تضعیف واقع ہوئی ہے۔ صحیح اور قابل وثوق سمجھ کر اختیار کیا ہے یہ کہا جانا چاہئے کہ مذکورہ محدثین پر ان راویوں کے خلاف واقع ہونے والی قابل اعتماد اور ایسی طعن و تضعیف جس کا حقیقی سبب معلوم ہو، ثابت نہیں ہے۔ ☆ ٣٣

خطیب لکھتا ہے تضعیف اور تعدیل اگر مساوی ہو تو تضعیف مقدم ہوگی لیکن اگر تضعیف تعدیل سے کمتر ہوگی تو پھر یہ اقوال کا مسئلہ ہے۔ بہترین قول یہ ہے کہ جس کی تفصیل پیش کی گئی اور ہم کہتے ہیں کہ اگر تضعیف کا سبب بیان ہوا ہے اور وہ ہماری نگاہ میں پر تاثیر ہے تو وہ تضعیف تعدیل پر تقدم رکھتی ہے۔ ☆ ٣٤

خلاصہ

قطعی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر جگہ تعدیل پر تضعیف مقدم ہے اگر بنا اس پر استوار کر لی جائے کہ تمام تضعیفات کے اثرات کو پیش نظر رکھا جائے تو بہت کم حدیثیں طعن اور مذمت سے محفوظ رہ سکیں گی۔ ایسے مواقع پر زیادہ سے زیادہ وقت نظر اور مجتہدانہ بصیرت سے کام لیا جائے تاکہ حقیقت حال روشن ہو جائے۔

ضعف تشیع کے جرم میں

وہ چیزیں جو کسی راوی کے ضعف کا باعث شمار ہوتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ راوی شیعہ ہو مثلاً" ابن خلدون قطن بن خلیفہ کو جو مہدیؑ سے متعلق احادیث کا ایک راوی ہے اس کے شیعہ ہونے کے جرم کے بارے میں تحریر کرتا ہے۔ "عجلی کا کہنا ہے کہ حدیث کے سلسلہ میں قطن اچھا ہے لیکن وہ تشیع کی طرف میلان رکھتا ہے۔

احمد بن عبداللہ بن یونس کہتا ہے میں قطن سے ملا لیکن میں نے اس سے کتے کی طرح دامن بچالیا۔ ابوبکر بن عیاش کہتا ہے قطن کی حدیثوں کو میں نے صرف مذہبی خرابی کی بنا پر رد کیا ہے لیکن احمد یحییٰ بن قطان، ابن معین ونسائی اور دوسروں نے اس کو قابل اعتبار سمجھا ہے۔ ☆ ۳۵

پھر ابن خلدون ہارون کے بارے میں جو ان حدیثوں کے راویوں میں سے ایک ہے لکھتا ہے ہارون شیعوں کی اولاد ہے۔ ☆ ۳۶

ایک جماعت نے یزید ابن ابی زیاد کی جو ان حدیثوں کے راویوں میں سے ایک ہے مختصراً" تضعیف کی ہے، بعض نے سبب ضعف کی وضاحت کی ہے۔ محمد ابن فضل اس کے بارے میں کہتا ہے شیعوں کے بڑے لوگوں میں سے تھا اور ابن عدی کہتا ہے کہ کوفہ کے شیعوں میں سے تھا۔ ☆ ۳۷

ابن خلدون، عمار ذہبی کے بارے میں کہتا ہے اگرچہ احمد، ابن معین، ابو حاتم،

نسائی اور دوسروں نے عمار کو قابل وثوق سمجھا ہے لیکن بشر بن مروان نے اس کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ ☆ ۳۸

عبدالرزاق ابن ہمام کے بارے میں لکھتا ہے اس نے اہل بیتؑ کے فضائل کے بارے میں حدیثیں نقل کی ہیں اور وہ مشہور شیعہ ہے۔ ☆ ۳۹

عقیدہ کا اختلاف

دوسرا سبب جو اکثر اوقات راوی کی تضعیف کا سبب ہوتا تھا اور جس بہانے کی بنا پر نیک اور سچے افراد پر اتہام لگا دیا جاتا تھا اور ان کی نقل کی ہوئی حدیثیں رد کر دینے کے قابل سمجھی جاتی تھیں وہ عقیدہ کا اختلاف تھا۔ مثال کے طور پر ایک بہت ہی حساس موضوع جو اس زمانہ میں مورد بحث و تحقیق تھا وہ تھا قرآن کا مخلوق ہونا۔ ایک گروہ کا عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق نہیں ہے۔ وہ قدیم ہے دوسرا گروہ کہتا تھا کہ مخلوق ہے اور حادث ہے۔ ان دونوں طبقوں کے درمیان بڑی کشمکش تھی اور جھگڑا تھا وہ ایک دوسرے کو کافر کہتے تھے۔ راویان حدیث میں سے بہت زیادہ افراد چونکہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ قرآن مخلوق ہے یا اس کے مخلوق ہونے میں انہیں کچھ شبہ تھا اور وہ اس کی تردید کرتے تھے تو ان کی تضعیف کی جاتی تھی اور ان پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا تھا۔

"اضواء علی السنۃ المحمدیہ نامی کتاب کا مصنف تحریر کرتا ہے کہ علما راویوں کی ایک جماعت کی مثلاً" ابن لھیعہ کی تکفیر کرتے تھے۔ ان کا جرم یہ تھا کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ قرآن مخلوق ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ محاسب کے بارے میں کہا گیا کہ اس نے اپنے باپ کی میراث قبول نہیں کی اور کہا کہ چونکہ دو مذہب رکھنے والے ایک دوسرے کا ورثہ قبول نہیں کرتے، میں اپنے باپ کی میراث قبول نہیں کرتا۔ اس پابندی کا سبب یہ تھا کہ اس کا باپ واقفی تھا یعنی قران کے مخلوق ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں تذبذب سے کام لیتا تھا۔ ☆ ۴۰

چنانچہ شدید مذہبی تعصبات اور عقیدہ کے اختلافات اس امر کا باعث ہوتے تھے کہ لوگوں کی امانت داری اور سچائی کو یکسر نظر انداز کر دیا جائے اور ان کی نقل کی ہوئی حدیثوں کو بالکل مردود قرار دے دیا جائے۔ اسی طرح عقیدہ و مذہب کے اتحاد کے سلسلہ میں جو رجائیت تھی وہ اس کا سبب بنتی کہ بعض اوقات لوگوں کی برائی اور ان کے جرائم کو یکسر نظر انداز کر دیا جائے اور ان کی توثیق و تعدیل کی جائے مثلاً عجلی عمر ابن سعد کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ تابعین کے موثقین میں سے ہے اور لوگ اس سے روایت حدیث کرتے ہیں۔ یہ اس صورت میں ہے کہ عمر ابن سعد، حسینؑ ابن علیؑ جو جوانان بہشت کے سردار ہیں اور جگر گوشہ رسولؐ ہیں ان کا قاتل ہے۔ ☆ ۴۱

اسی طرح بسر ابن ارطاۃ جو معاویہ کی طرف سے مامور تھا اور جس نے ہزاروں بے گناہ شیعوں کو قتل کیا ہے اور علیؑ ابن ابی طالبؑ جو جانشین پیغمبرؐ اسلام تھے یہ ان کو اعلانیہ گالیاں دیتا تھا ایسے غلیظ فرد کو ان شرمناک اعمال میں معذور سمجھا جاتا ہے اور اسے مجتہد قرار دیا جاتا ہے۔ ☆ ۴۲

یحییٰ ابن معین، عتبہ ابن سعید کے بارے میں کہتا ہے: وہ قابل وثوق ہے۔ نسائی، ابو داؤد اور دار قطنی نے بھی اس کی توثیق کی ہے جبکہ عتبہ، حجاج بن یوسف جیسے ظالم و جابر کا ہم نشیں، دوست اور مددگار تھا۔

بخاری نے مروان ابن حکم کی حدیثوں کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے اور اس نے ان پر اعتماد کیا ہے جبکہ یہی مروان جنگ جمل کے عوامل میں سے ایک ہے۔ اس نے طلحہ کو شوق دلایا۔ اسے برانگیختہ کیا کہ وہ علیؑ سے جنگ کرے اور جنگ کے دوران اس نے طلحہ کو قتل کر دیا۔ ☆ ۴۳ یہ چند باتیں گواہی کے طور پر لکھی گئیں تاکہ پڑھنے والے تحریر کرنے والوں کے عقیدہ، ان کے طرز فکر اور فیصلہ کرنے کے طریقہ سے واقف ہوجائیں اور جان لیں کہ محبت، عداوت اور تعصبات کہاں تک مداخلت کرتے ہیں۔ مصنف ”اضواء“ لکھتا ہے کہ اے حضرات علما! اس سلسلہ میں غور فرمائیں اور دیکھیں کہ وہ شخص جو علیؑ کے قتل پر رضامند تھا، جس نے طلحہ کو قتل

کیا اور وہ شخص جو حسینؑ ابن علیؑ کے قتل کا مہتمم تھا ان کی کس طرح توثیق کی جاتی ہے اور اس کے برعکس بخاری اور مسلم، حماد بن مسلمہ اور مکحول جیسے عابد و زاہد علمائے امت اور حافظین کی احادیث کو مردود سمجھتے ہیں۔ ☆ ۴۴

بہر حال اگر کوئی شخص فضائل اہل بیت و علی ابن ابی طالبؑ کا راوی تھا۔ اس نے شیعہ طریق پر حدیث نقل کی تھی تو اس کا یہی جرم کافی تھا (جس کی سزا کے طور پر) عام متعصبین میں سے بعض اس کی نقل کی ہوئی حدیثوں کو مشکوک قرار دیں اور مروجہ رسم کے مطابق اسے مردود سمجھیں۔ وہاں کیا ہی کیا جاسکتا ہے۔ جہاں انداز فکر یہ ہو کہ اگر کسی کا تشیع ظاہر ہو جائے تو اس صورت میں مذہبی بغض و عناد اس کی حدیثوں کو رد کر دینے کے لئے کافی ہے۔ آپ جریر کے بیان پر غور فرمائیں تاکہ عام افراد کے دلوں میں جو تعصب ہے وہ آپ پر روشن ہو جائے۔ جریر کہتا ہے: میں نے جابر جعفی سے ملاقات کی لیکن میں نے اس سے کوئی حدیث اخذ نہیں کی اس لئے کہ وہ رجعت پر عقیدہ رکھتا تھا۔ ☆ ۴۵

بے جا تعصب

غرض پرستی اور تعصب عمل تحقیق کے لئے مضر ہوتے ہیں وہ شخص جو تحقیق کر رہا ہو اور حقیقت کو معلوم کرنا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ پہلے خود کو بے جواز تعصب اور محبت و نفرت سے خالی کرے اس کے بعد بالکل غیر جانبداری کے ساتھ مطالعہ میں مصروف ہو جائے اگر موضوع تحقیق کوئی ایسی بات ہے جو احادیث سے ثابت ہو جائے تو اس حدیث کے راویوں کی توثیق کو اپنے مطالعہ کا عنوان قرار دے اگر وہ موثق ہوں تو ان راویوں پر اعتماد کرے خواہ وہ سنی ہوں یا شیعہ۔ یہ بات طریق تحقیق اور انصاف کے خلاف ہے کہ قابل وثوق راویوں کی حدیثوں کو تشیع یا اس کے اتہام کی وجہ سے رد کر دیا جائے۔ عام مسلمانوں میں سے بھی اہل انصاف نے اس عنوان پر توجہ صرف کی ہے۔

عسقلانی کہتا ہے ایسے مواقع میں سے جن میں کسی کی تضعیف کرنے والے کے قول کو قبول کرنے میں توقف کرنا چاہئے ایک یہ بھی ہے کہ تضعیف کرنے والے اور جس کی تضعیف کی جائے ان دونوں کے درمیان عقیدہ کے اختلاف کی وجہ سے دشمنی موجود ہو۔ مثال کے طور پر ابو اسحاق جو زجانی چونکہ ناصبی تھا اور تشیع اہل کوفہ میں مشہور و معروف تھے لہٰذا اس نے ان کی تضعیف میں توقف نہیں کیا اور ان کی تیز و تند عبارتوں کو ضعیف قرار دیا ہے حتیٰ کہ اس نے اعمش، ابی نعیم اور عبید اللہ ابن موسیٰ کو بھی ضعیف قرار دیا ہے۔ جو عظیم ارکان حدیث تھے۔

قشیری کا کہنا ہے کہ لوگوں کی اغراض آگ کے گہرے گڑھے کی مانند ہیں پس ایسے موقعوں پر اگر کسی راوی کی توثیق وارد ہو جائے تو یہ توثیق تضعیف پر مقدم ہو گی۔ ☆ ۴۶

محمد ابن احمد بن عثمان ذہبی ابان ابن تغلب کے احوال کی تشریح کے بعد لکھتا ہے۔ اگر ہم سے کہا جائے کہ اس کے باوصف کہ ابان اہل بدعت تھا، تم اسے قابل اعتبار کیوں قرار دیتے ہو۔ ہم جواب میں کہیں گے کہ بدعت کی دو اقسام ہیں۔ ایک چھوٹی بدعت، تشیع میں غلویا تشیع بغیر غلو و انحراف کی طرح، اس قسم کی بدعت تابعین اور ان کے تابعین میں سے بہت لوگوں میں موجود ہے۔ اس کے باوجود ان کی سچائی دیانت اور پرہیز گاری تسلیم شدہ ہے۔ اگر اس قسم کے افراد کی حدیثوں کو رد کرنے کی بنیاد ڈال دی جائے تو پھر لازم آتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی احادیث اور آپ کے آثار کا بہت سا حصہ ہاتھ سے چلا جائے اور اس معاملہ میں جو خرابی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ دوسری قسم بدعت کی بدعت کبریٰ ہے۔ مثال کے طور پر مکمل رفض اور رافضی ہونے میں غلو اور ابوبکرؓ و عمرؓ کو برا کہنا۔ اس دوسری قسم کی بدعت کے مرتکب افراد کی نقل کی ہوئی حدیثوں کو رد کر دینا چاہئے ان کی کوئی قدرو قیمت نہیں ہے۔ ☆ ۴۷

خلاصہ کلام یہ کہ ہر وہ شخص جس کا مقصد تحقیق حق ہو اور وہ حقائق کو جاننا چاہتا

ہو اس کو اس قسم کی تضعیفات کو اہمیت نہیں دینی چاہئے بلکہ اس کو چاہئے کہ بحث کرے، تحقیق و جستجو کرے تاکہ تضعیف کا سبب اور جس کی تضعیف کی گئی ہے اس کی صلاحیت و عدم صلاحیت ثابت ہو جائے۔

صحیح مسلم و بخاری اور احادیث مہدیؑ

چوتھے۔ اگر کوئی حدیث صحیح مسلم و بخاری میں موجود نہ ہو تو یہ اس حدیث کے ضعیف ہونے پر دلالت نہیں کرتا اس لئے کہ ان کتابوں کے مؤلفین نے تمام احادیث کے احاطہ کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔

دار قطنی کا کہنا ہے کہ ایسی حدیثیں موجود ہیں جنہیں مسلم و بخاری نے اپنی صحاح میں نقل نہیں کیا ہے حالانکہ ان کی سندیں ویسی ہی ہیں جیسی ان حدیثوں کی ہیں جنہیں انہوں نے اپنی صحاح میں نقل کیا ہے۔

بیہقی نے لکھا ہے مسلم و بخاری نے تمام حدیثوں کے احاطہ کا ارادہ نہیں کیا ہے اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ ایسی حدیثیں صحیح بخاری میں موجود ہیں جو صحیح مسلم میں نہیں ہیں اور اس کے بر عکس ایسی احادیث ہیں جو صحیح مسلم میں موجود ہیں جبکہ بخاری نے انہیں نقل کرنے سے احتراز کیا ہے۔ ☆ ۴۸ چنانچہ مسلم نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے صرف صحیح حدیثوں کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ ابو داؤد نے بھی یہی دعویٰ کیا ہے ابو الصباح کہتا ہے ابو داؤد سے منقول ہے کہ اس نے صرف صحیح حدیثیں اور ایسی حدیثیں جن پر صحیح ہونے کا احتمال تھا اپنے سنن میں نقل کی ہیں اور اگر کوئی روایت ضعیف تھی، تو اس کے ضعف کو اس نے بیان کر دیا ہے۔ پس ہر وہ روایت جس کے بارے میں اس نے خاموشی اختیار کی ہے اس کو قابل اعتبار سمجھنا چاہئے۔ خطابی کہتا ہے سنن ابو داؤد بہت قیمتی کتاب ہے اس جیسی کوئی دوسری کتاب تصنیف نہیں ہوئی جو مسلمانوں میں اتنی مقبولیت حاصل کر چکی ہو اور تمام فقیہوں اور علمائے عراق و مصر و مغرب کے علاوہ دیگر ممالک کے علما میں مقبول ہو۔ ☆ ۴۹

خلاصہ

مسلم و بخاری کی احادیث دوسری کتابوں کی احادیث کے ساتھ اس سلسلہ میں بالکل برابر ہیں کہ ان کے راویوں کے بارے میں تحقیق کی جائے تاکہ ان کی صحت اور ضعف واضح ہو جائے۔

پانچویں۔ صحیح مسلم و بخاری جن کی صحت کا آپ کو اعتراف ہے وہ بھی ایسی احادیث سے خالی نہیں ہیں، جو مہدیؑ سے متعلق ہوں چاہے مہدیؑ سے ان کی تعبیر نہیں کی گئی ہے۔ ایسی حدیثوں میں سے ایک حدیث یہ ہے۔

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا ہے:" اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب عیسیٰؑ ابن مریم تم پر نازل ہوں گے اور تمہارا امام خود تم میں سے ہوگا۔☆ ۵۰

اس مضمون جیسی دوسری احادیث ان دونوں کتابوں میں موجود ہیں۔

یہ بات کہنے سے نہ رہ جائے کہ یہ مفہوم صحیح نہیں ہے کہ ابن خلدون کے بارے میں یہ کہا جائے کہ اس نے مہدیؑ سے متعلق تمام احادیث کو مجموعی طور پر رد کر دیا ہے اور ان کو بالکل تسلیم نہیں کیا ہے۔

اس لئے کہ اول تو جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا اس عالم نے بحث کے آغاز میں تحریر کیا ہے کہ تمام مسلمانوں میں مشہور تھا اور ہے کہ اہل بیتؑ پیغمبرؐ میں سے ایک شخص آخری زمانہ میں قیام کرے گا اور عدل و انصاف کو قائم کرے گا۔ اس نے اس موقعہ پر مختصراً" اس مفہوم کو قبول کیا ہے کہ مہدیؑ موعود کا عقیدہ تمام مسلمانوں میں مشہور و معروف ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ راویان حدیث کو رد کرنے اور ان پر تنقید و تعدیل اور اعتراضات کے بعد بحث کے درمیان لکھتے ہیں کہ یہ وضع حدیث کا سلسلہ جو مہدیؑ موعود کے بارے میں وارد ہوا اور کتابوں میں دیکھا جاتا ہے جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا وہ سب کا سب سوائے ایک بہت مختصر جز کے مخدوش ہے۔☆ ۵۱ یہاں انہوں نے تمام احادیث کو مجموعی طور پر رد نہیں کیا ہے بلکہ ان میں سے تھوڑی سی

حدیثوں کی صحت کا اقرار کیا ہے۔

تیسرے یہ کہ مہدیؑ موعود سے متعلق احادیث صرف ان حدیثوں پر منحصر نہیں ہیں جن پر مقدمہ ابن خلدون میں جرح و تنقید ہوئی ہے بلکہ بہت سی اور حدیثیں سنی اور شیعہ کتابوں میں موجود ہیں جو متواتر ہیں اور قابل یقین ہیں اس طرح کہ محسوس ہوتا ہے کہ اگر وہ ابن خلدون کے ہاتھ لگ جائیں تو وہ اس موضوع کی قطعاً" تردید نہ کرتے کہ مہدی موعودؑ کے وجود کے عقیدے کی جڑیں مذہبی طور پر گہری ہیں اور اس کا سرچشمہ مصدر وحی الٰہی ہے۔

جو کچھ مذکور ہوا اس کو بنیاد کلام بناتے ہوئے یہ قطعاً" ٹھیک نہیں ہے کہ بعض لکھنے والوں نے تحریر کیا ہے کہ ابن خلدون نے مہدیؑ سے متعلق احادیث کو مردود سمجھ کر ان کے بخئے ادھیڑ دیئے ہیں۔ ایسے لوگوں کو (کاسہ داغ تراز آش) ایسے پیالے کہنا چاہیے جو شوربہ سے زیادہ گرم ہیں یہاں مدعی ست اور گواہ چست والا معاملہ ہے۔

ابن خلدون کی دوسری بات

ابن خلدون اس بحث کے اختتام پر لکھتے ہیں کہ ہم نے پہلے ہی اس مفہوم کو ثابت کر دیا ہے کہ ہر وہ فرد جو تحریک چلائے، اپنے گرد ہجوم جمع کرے، طاقت حاصل کرے اور حکومت کی داغ بیل ڈالے وہ اسی صورت میں اپنا مقصد حاصل کر سکتا ہے اور کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے جس کے زیر تصرف بہت سی قوتیں ہوں اس کے متعلقین بے شمار ہوں اور متعصب ہوں۔ جو حقیقتاً اس کی مدد کریں اور منزل مقصود تک پہنچنے میں اس کی رفاقت کریں اور قومی تعصب اور قبیلہ بندی کے عنوان کے تحت اس کا دفاع کریں۔ اس صورت حال کے علاوہ اس کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اس مقام پر مہدی موعودؑ کے عقیدہ کے لئے ایک مشکل درپیش آتی ہے۔ اس لئے کہ فاطمین بلکہ گروہ قریش منتشر ہو چکا ہے اور قبیلہ بندی کا تعصب ان میں موجود

نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس دوسرے تعصبات ان کے دلوں میں جاگزیں ہو کر ان
پہ غالب آچکے ہیں۔ ہاں حسنؑ و حسینؑ کی اولاد میں سے ایک گروہ حجاز و ینبع میں باقی
ہے جو طاقتور ہے لیکن وہ بھی بدوی ہیں اور شہروں میں منتشر ہیں اور ان میں مکمل
اتفاق و اتحاد نہیں ہے۔ لیکن اگر ہم مہدی موعودؑ کے موضوع کو صحیح سمجھیں تو ہمیں
کہنا چاہئے کہ وہ ان کے درمیان ظہور فرمائیں گے۔ یہ بھی متحد و متفق ہو جائیں گے
اور قومی تعصب کے عنوان کے ماتحت ان کی حمایت کریں گے اور مقصد تک پہنچنے اور
قوت و شان و شوکت کی بنیاد رکھنے میں ان کے مدد گار ہوں گے۔

اس بنا پر ہم مہدیؑ کے ظہور اور ان کی تحریک کا تصور کر سکتے ہیں اور اس کے
بغیر ان کے ظہور کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ☆ ۵۲

جواب

اس بات کے جواب میں یہ کہا جانا چاہئے کہ بے شک یہ مفہوم قابل تردید نہیں
ہے کہ اگر کوئی چاہے کہ قیام کرے، قوت حاصل کرے اور حکومت قائم کرے تو اس
کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ایک گروہ فی الحقیقت اس کی مدد کرے اور مقصود
تک پہنچانے میں اس کا مدد گار ہو۔ مہدی موعودؑ کے معاملے میں بھی اور ان کے ہمہ
گیر انقلاب کے سلسلہ میں بھی یہ شرط ہے لیکن یہ مفہوم درست نہیں ہے۔ کہ
صرف سادات و علوی و قریش کو ہم ان کا مددگار سمجھیں۔ اس لئے کہ حکومت اگر
صرف قبائلی اور قومی مزاج کی ہو تو پھر اس کی حمایت کرنے والے اور طرف داری
کرنے والے بھی قوم اور گروہ کے نام پر اس کی حمایت کریں گے اور اس کے دفاع
کے سلسلہ میں تعصب کو بروئے کار لائیں گے۔ جیسا کہ طوائف الملوکی کے زمانہ میں
حکومتیں اسی عنوان کے تحت قائم ہوتی ہیں۔ یقینی طور پر ہر وہ حکومت جو ایک
مخصوص عنوان کے تحت قائم ہوگی تو اس کے طرفدار بھی اسی خاص عنوان کے ماتحت
اس کی حمایت کریں گے وہ خواہ قومی حکومت ہو یا ملکی، یا کسی پارٹی کے پلیٹ فارم کو

حاصل کر کے قائم کی گئی ہو۔

لیکن اگر حکومت کسی خاص مقصد اور مقررہ پروگرام کے عنوان پر قائم ہو تو
چاہئے کہ اسی پروگرام اور مسلک کے لوگ اس کے طرف دار ہوں اور وہ اسی
صورت میں کامیابی کا امکان رکھتی ہے کہ ایک گروہ کے افراد اس کے مزاج اور طریقہ
کو پہچان کہ حقیقی طور پر اس پروگرام کے اجزاء کے خواستگار ہوں اور مقعد کے حصول
اور اپنے رہبر کی حمایت کے سلسلے میں قربانیاں دیں۔ مہدیؑ کی انقلابی اور عالمی
حکومت اسی قسم کی حکومتوں میں سے ہے۔ ان کا لائحہ عمل اور پروگرام ایک بہت
گہرے مفہوم پر مبنی عالمی پروگرام ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ عالم بشریت جو نہایت تیزی
سے مادیت کی طرف رواں ہے اور الٰہی قوانین سے روگرداں ہے اس کی توجہ الٰہی
پروگرام اور دینی احکام کی طرف مبزول کرا دیں۔ اس مشکل پروگرام کے اجزاء سے
ان کی مشکلوں کو حل کریں اور ان خیالی سرحدوں کو جو کشمکشوں اور اختلافات کا
سبب ہیں انسان کے دماغ سے خارج کر دیں اور سب کو توحید کے پرچم کے زیر سایہ
لے آئیں۔ دین اسلام اور خدا پرستی کو ہمہ گیر آئین بنا دیں۔ اسلام کے حقیقی قانون
کے اجراء سے ظلم و ستم کی جڑ کاٹ دیں اور صلح و صفائے قلب و عدل و انصاف کو
جہاں میں عام کریں۔ ایک اس قسم کی عمیق تحریک اور عالمی انقلاب کے معاملے میں
اس پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا کہ علوی سادات کا ایک طبقہ جو حجاز، اس کے گرد نواح یا
دوسرے علاقوں میں منتشر ہے وہ تعصب قومی جذبے کے ماتحت مہدیؑ کی حمایت کرے
اور حصول مقصد کے سلسلہ میں ان کی مدد کرے بلکہ اس معاملے میں پورے جہان کی
آمادگی ضروری ہے۔ مہدی موعودؑ کے لئے اس صورت میں کامیابی کا امکان ہے کہ
غیبی تائید کے علاوہ ایک اور معقول گروہ دنیا میں پیدا ہو جو الٰہی پروگرام اور قوانین کی
ترجیحات اور ان کی خصوصیات کو سمجھے اور دل و جان سے اس کے اجزاء کا خواہش مند
ہو اور ایک عالمی انقلاب کے اسباب فراہم کرے اور اس کے لئے تمہید استوار کرے
اور حصول مقصود اور انسانیت کی دیرینہ آرزو کی تکمیل کے لئے کسی قسم کی قربانی سے

دریغ نہ کرے۔ اگر اس صورت میں لوگوں نے ایک ایسا معصوم اور طاقتور قائد فراہم کر لیا جس کے پاس الٰہی پروگرام اور قوانین کا حقیقی متن ہو اور وہ غیبی تائید سے بھی بہرہ ور ہو تو وہ اس کی حمایت کریں گے اور اس کی عدل و انصاف پر مبنی حکومت کے قیام کے لئے قربانیاں دیں گے۔

مہدیؑ کا وجود تسلیم شدہ ہے

اب ہم پھر مہدی موعودؑ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ کی بہت زیادہ حدیثیں اس موضوع پر نقل ہوئی ہیں اور سنی اور شیعہ دونوں نے ان کو تحریر کیا ہے۔ جو شخص بھی ان پر غور کرے گا اس پر واضح ہوجائے گا کہ مہدی موعودؑ کا موضوع پیغمبر اسلامؐ کے زمانہ میں ایک تسلیم شدہ امر تھا' لوگ ایک ایسے شخص کا انتظار کرتے تھے جو حق کے اثبات' خدا پرستی کی ترویج و اشاعت' عالم کی اصلاح اور قیام عدل و انصاف کے لئے جدوجہد کرے۔ یہ عقیدہ لوگوں میں اس حد تک رائج تھا کہ اس کے اصولی ہونے کو طے شدہ سمجھ کر لوگ اس کے فروعات کے بارے میں بحث کرتے تھے۔ کبھی پوچھتے تھے مہدی موعودؑ کس نسل میں سے ہوں گے۔ کبھی ان کے نام اور کنیت کے بارے میں سوال کرتے تھے۔ کبھی یہ پوچھتے تھے کہ ان کا نام مہدی کیوں ہے' کبھی ان کے زمانہ قیام اور ظہور کی علامتوں کے بارے میں سوال کرتے تھے۔ کبھی یہ پوچھتے تھے مہدیؑ و قائم ایک ہی شخص ہے یا صورت حال اس کے برعکس ہے۔ کبھی غیبت کی وجوہات اور اس زمانے کی ذمہ داریوں کو جاننے کے متلاشی ہوتے تھے۔ پیغمبر اسلامؐ وقتاً" فوقتاً" ان کے وجود مقدس کی خبر دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے مہدی موعودؑ میری نسل میں سے ہوگا اور فرزندان فاطمہؑ میں سے حسینؑ کی نسل میں سے ہوگا۔ کبھی ان کا نام اور کنیت بیان فرماتے تھے اور کبھی ان کی نشانیاں اور علامتیں بتاتے تھے۔

صحابہ اور تابعین کا مذاکرہ

رسولؐ خدا کی وفات کے بعد مہدویت اور وجود مہدیؑ کے تسلیم کرنے کے عنوان پر عظیم صحابہ اور تابعین کے درمیان ہمیشہ بحث و تمحیص رہی ہے۔ ہم نمونہ کے طور پر ان لوگوں کے اسمائے گرامی تحریر کرتے ہیں۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں: مہدیؑ کی بیعت رکن و مقام کے درمیان ہوگی۔ ☆ ۵۳

ابن عباس معاویہ سے کہتے تھے: آخری زمانہ میں ہم میں سے ایک شخص چالیس سال تک خلافت کرے گا۔ ☆ ۵۴

ابو سعید کہتا ہے: میں نے ابن عباس سے کہا مجھے مہدیؑ کے بارے میں کچھ بتایئے انہوں نے کہا میں امید رکھتا ہوں کہ زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ خدا انہیں ہمارے خاندان میں سے مبعوث کرے گا تاکہ وہ فتنوں کو ختم کردیں۔ ☆ ۵۵

ابن عباس کہا کرتے تھے: مہدیؑ قریش میں سے ہیں اور فرزندان فاطمہؑ میں سے ہیں۔ ☆ ۵۶

عمار یاسر کہتے ہیں: جب نفس ذکیہ قتل ہو جائیں گے تو ایک منادی آسمان سے ندا دے گا کہ تمہارا امیر فلاں شخص ہے اس کے بعد مہدیؑ ظاہر ہوں گے اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ ☆ ۵۷

عبداللہ ابن عمر نے مہدیؑ کا نام لیا تو ایک بدو نے کہا کہ معاویہ ابن ابوسفیان مہدیؑ ہے۔ عبداللہ نے کہا ایسا نہیں ہے بلکہ مہدیؑ وہ ہیں کہ عیسیٰ ابن مریمؑ ان کی اقتدا کریں گے۔ ☆ ۵۸

عمر ابن قیس کہتے ہیں میں نے مجاہد سے کہا کہ کیا تمہیں مہدیؑ سے متعلق کوئی بات معلوم ہے اس لئے کہ میں شیعوں کی بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں اصحاب رسولؐ مقبول میں سے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ مہدیؑ اس وقت تک خروج نہیں کریں گے جب تک نفس ذکیہ قتل نہ ہو جائیں۔ وہ اس وقت قیام کریں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ ☆ ۵۹

فضیل کی بیٹی عمیرہ کہتی ہے کہ حسنؑ ابن علیؑ کی صاحبزادی سے سنا کہ وہ فرما رہی تھیں: یہ واقعہ جس کے تم انتظار میں ہو اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک تم میں سے بعض دوسرے بعض سے علیحدگی اختیار نہ کر لیں اور ایک دوسرے پر لعنت نہ کریں۔ ☆ ۶۰

ابوالفرج اصفہانی لکھتا ہے فاطمہ دختر حسینؑ ابن علیؑ زنان بنی ہاشم کی دایہ گیری کرتی تھیں ان کے بیٹے اعتراض کرتے تھے، اور کہتے تھے، ہمیں ڈر ہے کہ آپ دایہ مشہور ہو جائیں گی۔ انہوں نے جواب میں کہا میرا ایک فرزند کھویا ہوا ہے وہ جیسے ہی مجھے مل جائے گا میں یہ کام چھوڑ دوں گی۔ ☆ ۶۱

قتادہ کہتا ہے میں نے ابن مسیب سے کہا: کیا مہدیؑ کا وجود حق ہے انہوں نے جواب دیا ہاں وہ قریش اور فرزندان فاطمہؑ میں سے ہوگا۔ ☆ ۶۲

طاؤس کہتا تھا: میری دلی تمنا ہے کہ میں زندہ رہوں اور مہدیؑ کا دیدار کروں۔ ۶۳

زہری کہتا تھا: مہدیؑ اولاد فاطمہؑ میں سے ہے۔ ☆ ۶۴

ابوالفرج لکھتا ہے: ولید بن محمد موقری سے منقول ہے کہ میں زہری کے ہمراہ تھا کہ ایک شور و غل کی آواز بلند ہوئی اس نے مجھ سے کہا دیکھو کیا معاملہ ہے؟ میں نے معلومات حاصل کر کے بتایا کہ زید ابن علیؑ قتل ہو گئے ہیں۔ ان کا سر لایا گیا ہے۔ زہری نے اظہار تاسف کیا اور کہا۔ یہ خاندان جلدی کیوں کر رہا ہے۔ عجلت ان میں سے بہت سوں کو ہلاک کر دے گی۔ میں نے کہا کیا ان کو حکومت حاصل ہوگی؟ اس نے جواب دیا ہاں۔ اس لئے کہ علیؑ ابن حسینؑ نے اپنے والد اور والدہ سے منسوب یہ روایت مجھے سنائی کہ پیغمبرؐ خدا نے سیدہ فاطمہؑ سے کہا مہدیؑ موعودؑ تمہاری اولاد میں سے ہوگا۔ ☆ ۶۵

ابوالفرج نے مسلم بن قتیبہ سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز منصور کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ محمد ابن عبداللہ خروج کر کے خود کو مہدیؑ سمجھ رہا

ہے لیکن خدا کی قسم وہ مہدیؑ نہیں ہے۔ میں صرف یہ بات تجھے بتا رہا ہوں نہ کسی کو بتائی ہے نہ بتاؤں گا اور وہ یہ ہے کہ میرا بیٹا مہدی موعودؑ نہیں ہے میں نے اس کا نام پیشگوئی کی وجہ سے مہدیؑ رکھا ہے۔ ☆ ۶۶

ابن سیرین کہتا تھا: مہدی موعودؑ اس امت میں سے ہے، وہی ہے جو عیسیٰ ابن مریمؑ کا امام ہوگا۔ ☆ ۶۷

عبداللہ بن حارث کہتا تھا: مہدیؑ چالیس سال کی عمر میں قیام کرے گا اور بنی اسرائیل سے مشابہت رکھتا ہوگا۔ ☆ ۶۸

ارطاۃ کہتا تھا: مہدیؑ بیس سال کی عمر میں قیام کرے گا۔ ☆ ۶۹

کعب کہتا تھا: مہدیؑ نام رکھے جانے کی وجہ یہ ہے کہ چھپے ہوئے امور کی طرف ہدایت ہوگی۔ ☆ ۷۰

عبداللہ بن شریک کہتے تھے: رسول اکرمؐ کا پرچم مہدیؑ کے پاس ہے۔ ☆ ۷۱

طاؤس کہتا تھا: مہدیؑ کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے فرمانبرداروں پر سختی کرے گا مال کے خرچ کرنے میں سخی ہوگا اور پس ماندہ افراد پر مہربان ہوگا۔ ☆ ۷۲

زہری کہتا تھا: مہدیؑ اولاد فاطمہؑ میں سے ہوگا۔ ☆ ۷۳

حکیم بن عینیہ کہتا ہے میں نے محمدؑ بن علیؑ سے کہا ہم نے سنا ہے کہ تم اہل بیتؑ میں سے ایک شخص خروج کرے گا جو عدل و انصاف کو قائم کرے گا۔ آیا یہ بات ٹھیک ہے۔ انہوں نے فرمایا ہم بھی اسی انتظار میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ☆ ۷۴

سلمۃ بن زفر کہتا ہے: ایک روز حذیفہ کے سامنے کہا گیا کہ مہدیؑ نے ظہور کیا ہے۔ حذیفہ نے کہا اگر مہدیؑ نے اس صورت میں قیام کیا ہے کہ تم رسولؐ خدا کے زمانے سے قریب ہو اور آنحضرتؐ کے اصحاب تمہارے درمیان زندہ ہیں تو تم واقعی سعادت مند ہو۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ مہدیؑ اس وقت تک ظہور نہیں کرے گا جب تک کہ لوگ ظلم و جور سے تنگ نہ آجائیں اور ان کی نظر میں کوئی غیبت میں رہنے والا مہدیؑ سے زیادہ عزیز نہ ہو جائے۔ ☆ ۷۵

جریر نے عمر ابن عبدالعزیز کے سامنے ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے تیرا وجود بابرکت ہے اور تیری سیرت و رفتار مہدیؑ کی سیرت و رفتار ہے تو اپنی خواہشات کی مخالفت کرتا ہے اور رات قرآن پڑھ کر گزارتا ہے۔ ☆ ۷۶

ام کلثوم بنت وہب کہتی ہے روایت میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص دنیا پر حکومت کرے گا جو رسولؐ خدا کا ہم نام ہوگا۔ ☆ ۷۷

محمد ابن جعفر کا قول ہے میں نے اپنی تکالیف اور پریشانیوں کی تفصیل مالک بن انس کو بتائی اس نے کہاصبر کرو تاکہ اس آیت کی تاویل ظاہر ہوجائے۔ **ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلهم آئمته و نیعلهم الوارثین** ☆ ۷۸

فضیل بن زبیر کہتا ہے میں نے زید بن علیؑ سے سنا وہ شخص جس کے انتظار میں لوگ ہیں وہ حسین ابن علیؑ کی اولاد میں سے ہوگا۔ ☆ ۷۹

محمد ابن عبدالرحمٰن ابی لیلیٰ کہتے تھے قسم خدا کی مہدیؑ اولاد حسینؑ کے علاوہ کسی نسل میں سے نہیں ہوگا۔ ☆ ۸۰

مہدی ؑ کے انتظار میں تھے

مہدی موعودؑ کا عقیدہ لوگوں میں اس حد تک نفوذ کرچکا تھا کہ وہ آغاز اسلام ہی سے ان کے انتظار میں دن شمار کرتے تھے۔ حکومت حق کے قیام اور کامیابی کو ان کے حق میں قطعی سمجھتے تھے۔ یہ انتظار وحشت ناک بحرانوں، گڑبڑ کے زمانوں اور تاریخ کے ناخوشگوار حادثوں کے زمانہ میں شدت اختیار کرلیتا تھا اور وہ لوگ ہر لمحے مہدیؑ کے مصداق کی تحقیق کے انتظار میں رہتے تھے اور اکثر اوقات کسی کو شبہ کے نتیجہ میں حقیقی مہدیؑ سمجھ لیتے تھے۔

محمد ابن حنفیہ

مثال کے طور پر مسلمانوں کا ایک گروہ محمد بن حنفیہ کو مہدیؑ سمجھتا تھا اس لئے کہ ان کا نام بھی وہی تھا جو رسولؐ خدا کا تھا اور کنیت بھی وہی تھی جو آنحضرتؐ کی تھی۔

طبری تحریر کرتا ہے: جب مختار نے خروج کرنا چاہا اور یہ چاہا کہ قاتلان امام حسینؑ سے انتقام لے تو اس نے مہدویت کو محمد بن حنفیہ سے منسوب کیا اور خود کو ان کا نمائندہ اور وزیر مشہور کیا اور اس سلسلہ میں لوگوں کو اس خاص مقصد سے متعلق خطوط دکھائے۔ ☆ ۸۱

محمد ابن سعد نے ابو حمزہ سے روایت کی ہے کہ ایک وقت ایسا تھا کہ لوگ جب یہ چاہتے تھے کہ محمد ابن حنفیہ کو سلام کریں تو کہتے تھے اے مہدیؑ آپ پر سلام ہو وہ بھی جواب میں یہی کہتے تھے کہ ہاں میں مہدیؑ ہوں اور تمہیں نیکی اور بھلائی کا راستہ دکھاتا ہوں۔ میرا نام رسولؐ خدا کا نام ہے اور میری کنیت رسولؐ خدا کی کنیت ہے۔ جب بھی مجھے سلام کرنا چاہو تو کہو اے محمد آپ پر سلام ہو، اے ابوالقاسم آپ پر ہمارا سلام ہو۔ ☆ ۸۲

ان تمام واقعات اور مثالوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ رسولؐ خدا کے نام اور کنیت کا ایک جگہ جمع ہونا مہدیؑ کی نشانیوں اور خصوصیات میں شمار کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے محمد حنفیہ اپنے نام اور کنیت کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ لیکن تاریخ کے مطالعہ کے بعد واضح ہوجاتا ہے کہ محمد بن حنفیہ نے مہدیؑ ہونے کا دعوائ نہیں کیا تھا بلکہ یہ لوگ تھے جو ان کو مہدیؑ سمجھتے تھے۔ وہ اس لقب کے استعمال کے موقع پر کبھی خاموش ہوجاتے تھے اور کبھی تائید کرتے تھے۔ ممکن ہے ان کی خاموشی کی وجہ یہ ہو کہ وہ اس وسیلہ کے ذریعہ اس بات کی امید رکھتے ہوں کہ شاید قاتلان امام حسینؑ سے انتقام لینے کی صورت نکل آئے اور اسلامی حکومت اس کے اہل افراد کے ہاتھوں میں آجائے۔

محمد ابن سعد لکھتے ہیں : محمد حنفیہ لوگوں سے کہتے تھے خبردار رہو کہ اہل حق کی ایک حکومت ہے جونہی خدا چاہے گا وہ قائم ہوجائے گی جو اس حکومت کے وقت موجود ہو وہ بڑی سعادت پر فائز ہوگا اور جس کو اس کے قیام سے پہلے اجل آجائے اسے خدا کی لا محدود نعمتیں حاصل ہوں گی۔ ☆ ۸۳

محمد ابن حنفیہ نے اپنے ایک خطبہ میں جو انہوں نے اپنے سات ہزار اصحاب کے سامنے دیا یہ کہا کہ تم نے اس کام میں عجلت برتی ہے لیکن خدا کی قسم تمہارے اصلاب میں ایسے لوگ موجو ہیں جو آلؑ محمدؐ کی حکومت کے لئے جنگ کریں گے ۔ آلؑ محمدؐ کی حکومت کسی سے مخفی نہیں ہے لیکن وہ بہت دیر میں وقوع پذیر ہوگی ۔ قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے حکومت محمد مصطفیؐ کے خاندان میں پلٹ کر آئے گی۔ ☆ ۸۴

محمد ابن عبداللہ ابن حسنؑ

ایک گروہ تھا جو محمد ابن عبداللہ ابن حسنؑ کو مہدیؑ سمجھتا تھا۔ ابوالفرج لکھتا ہے : حمید ابن سعید نے روایت کی ہے کہ جس وقت محمد ابن عبداللہ پیدا ہوئے تو آلؑ محمدؐ خوش ہوگئے اور وہ رسولؐ خدا سے روایت کرتے تھے کہ مہدیؑ کا نام محمد ہے پس وہ اس کی امید رکھتے تھے کہ محمد مہدیؑ موعود ہونگے۔ ان سے محبت کرتے تھے اور ان کی محافل میں ان سے ملتے تھے اور شیعہ ایک دوسرے کو بشارت دیتے تھے۔ ☆ ۸۵

ابوالفراج مزید لکھتا ہے : جس وقت محمد ابن عبداللہ پیدا ہوئے ان کے عزیزوں نے ان کا نام مہدی رکھا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ وہی مہدیؑ ہے جس سے روایات متعلق ہیں لیکن آل ابی طالبؑ کے جو پڑھے لکھے اور قابل افراد تھے انہوں نے محمد ابن عبداللہ کو نفس ذکیہ سمجھا تھا۔ جن کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ احجار زیت کے علاقہ میں قتل ہوں گے۔ ☆ ۸۶

وہ مزید لکھتا ہے : ابی جعفر منصور کے غلام نے بیان کیا ہے کہ منصور نے مجھ سے

کہا کہ محمد ابن عبداللہ کے منبر کے بالکل نزدیک بیٹھ اور دیکھ کہ وہ کیا کہتا ہے پس میں اس کے حکم کے مطابق محمد کے منبر کے بالکل قریب بیٹھ گیا۔ میں نے سنا کہ وہ کہتے تھے تم اس میں شک نہ کرو کہ میں مہدیؑ ہوں' میں واقعی مہدیؑ ہوں' پس میں واپس ہوا اور میں نے یہ منصور کو بتایا۔ اس نے کہا محمد جھوٹ کہتا ہے' حقیقت میں میرا بیٹا مہدی موعودؑ ہے۔ ☆ ۸۷

سلمہ ابن اسلم نے محمد ابن عبداللہ کے بارے میں اشعار کہے جن کا مفہوم یہ ہے۔ جو کچھ حدیثوں میں وارد ہوا ہے ایک وقت وہ ظاہر ہوگا کہ محمد ابن عبداللہ ظاہر ہوں گے اور لوگوں کے امور کی زمام کار اپنے ہاتھوں میں لیں گے۔ محمد کے پاس ایک انگوٹھی ہے جو خدا نے ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں دی اس میں نیکی اور ہدایت کی نشانیاں ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ محمد وہی امام ہوں گے جن کے وجود کی برکت سے قرآن زندہ ہو جائے۔ ان کے وسیلے سے اسلام کی رونق میں اضافہ ہو' صورت حال کی اصلاح ہو اور بے چارے یتیم اور محتاج عیال دار لوگ خوشی سے زندگی بسر کریں۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں جیسا کہ وہ گمراہی و بے راہ روی سے پر ہوگی اور ہماری آرزوئیں اور امیدیں عملی طور پر ظاہر ہوں۔ ☆ ۸۸

مدینہ کے فقہاء اور مہدیؑ کی احادیث

ابوالفرج لکھتا ہے : جس وقت محمد ابن عبداللہ بن حسنؑ نے خروج کیا تو محمد ابن عجلان جو مدینہ کے فقہاء میں سے تھا اس نے بھی ان کے ساتھ خروج کیا۔ جب محمد ابن عبداللہ قتل ہوئے جعفر ابن سلیمان حاکم مدینہ نے محمد ابن عجلان کو بلا کر کہا تم نے اس مردود جھوٹے شخص کے ساتھ کیوں خروج کیا۔اس کے بعد حکم دیا کہ ان کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ مدینہ کے فقہاء اور بڑے لوگ جو اس محفل میں موجود تھے انہوں نے ان کی سفارش کی اور کہا کہ اے امیر محمد ابن عجلان مدینہ کے عابدوں اور فقیہوں میں سے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ اسے معاف کر دیں گے۔ وہ اس لئے کہ صورت

حال ان پر واضح نہیں ہو سکی انہوں نے سمجھا کہ محمد ابن عبداللہ وہی مہدی موعودؑ ہیں جن کا روایات میں تذکرہ ہے۔ ☆ ۸۹

دوسری جگہ لکھتا ہے کہ جس وقت محمد ابن عبداللہ بن حسنؑ نے خروج کیا' عبداللہ ابن جعفر جو مدینہ کے عالموں اور فقیہوں اور اصحاب حدیث میں سے تھے۔ انہوں نے ان کے ساتھ خروج کیا۔ محمد ابن عبداللہ کے مارے جانے کے بعد انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔ وہ ابھی پوشیدہ ہی تھے کہ انہیں امان دے دی گئی۔ ایک روز حاکم مدینہ جعفر بن سلمان کے پاس آئے انہوں نے عبداللہ بن جعفر کو مخاطب کر کے کہا اس علمی مرتبہ پر فائز ہونے اور فقیہ ہونے کے باوجود تم نے محمد کے ساتھ کیوں خروج کیا۔ انہوں نے جواب میں کہا میرے محمد ابن عبداللہ کے شریک کار بننے کا سبب یہ تھا کہ مجھے یقین تھا کہ وہی مہدی موعودؑ ہیں جن کے بارے میں مختلف روایات ہم تک پہنچی ہیں۔ مجھے محمد کے مہدی موعودؑ ہونے میں بالکل شک نہیں تھا۔ جب وہ قتل ہوئے تو میں سمجھ گیا وہ مہدیؑ نہیں ہیں۔ آج کے بعد میں کسی کے فریب میں نہیں آؤں گا۔ ☆ ۹۰

ان واقعات سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ مہدویت کا موضوع پیغمبر اسلامؐ کے عہد سے جو زمانہ بالکل قریب تھا اس میں ایک تسلیم شدہ حقیقت کی صورت میں موجود تھا اور لوگ ان کا انتظار کرتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ کم معلومات رکھنے والے افراد اور مصیبتیں اٹھانے والے وہ لوگ جو مہدیؑ کی علامتوں سے مکمل طور پر واقف نہیں تھے وہ کبھی محمد حنفیہ کو، کبھی عبداللہ بن حسنؑ کو اور کبھی دوسرے لوگوں کو مہدی موعودؑ سمجھ لیتے تھے۔ لیکن اہل بیتؑ رسولؐ کے وہ افراد جو با خبر تھے اور عالم تھے یہاں تک کہ محمد ابن عبداللہ کے والد ماجد بھی جانتے تھے کہ محمد مہدی موعودؑ نہیں ہیں۔ ابوالفرج لکھتا ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن حسنؑ سے کہا کہ محمدؑ کب خروج کریں گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب تک میں قتل نہ ہو جاؤں وہ خروج نہیں کرے گا لیکن قتل ہوجائے گا۔ اس شخص نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اگر محمدؑ قتل

ہو گئے تو امت ہلاک ہوجائے گی۔ عبداللہ نے کہا ایسا نہیں ہوگا۔ اس شخص نے پھر عرض کیا ابراھیم کب خروج کریں گے۔ انہوں نے فرمایا جب تک میں ہلاک نہ ہو جاؤں وہ خروج نہیں کرے گا اور وہ قتل ہوجائے گا۔ اس شخص نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون امت ہلاک ہو جائے گی۔ عبداللہ نے کہا ایسا نہیں ہے۔ بلکہ مہدی موعودؑ ایک پچیس سال کی عمر کا جوان ہے وہ تمام دشمنوں کو قتل کرے گا۔ ☆ ۹۱

ابوالفرج پھر لکھتا ہے: ابوالعباس سے منقول ہے کہ میں نے مروان سے کہا محمد مہدیؑ ہونے کا مدعی ہے اس نے جواب دیا کہ مہدی موعودؑ نہ وہ ہے نہ اس کے باپ کی نسل کا کوئی فرد بلکہ وہ ایک کنیز کا فرزند ہے۔ ☆ ۹۲ پھر لکھتا ہے کہ جعفر ابن محمد جب بھی محمد ابن عبداللہ کو دیکھتے تھے رو کر کہتے تھے میری جان اس پر (مہدی پر) فدا ہوجائے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ شخص مہدی موعودؑ ہے حالانکہ یہ قتل ہوگا اور علیؑ کی کتاب میں اس امت کے خلفا لا تعداد ہیں۔ ☆ ۹۳

ایک جماعت محمد ابن عبداللہ بن حسنؑ کے گرد موجود تھی کہ جعفر ابن محمد مجلس میں وارد ہوئے۔ حاضرین محفل نے ان کا احترام کیا۔ انہوں نے احوال پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ ہم محمد کی بیعت کا ارادہ رکھتے ہیں جو مہدی موعودؑ ہیں۔ انہوں نے فرمایا اس کام سے علیحدہ رہو۔ اس لئے کہ ابھی مہدیؑ کے ظہور کا وقت نہیں ہوا ہے اور محمد مہدیؑ نہیں ہیں۔ ☆ ۹۴

دعبل کے اشعار اور مہدی عج

اس وقت جب دعبل نے اپنے مشہور و معروف اشعار امام رضاؑ کو سنائے ان اشعار کے آخر میں یہ شعر پڑھا۔

خروج امام لا محاله واقع
يقوم على اسم الله والبركات

یعنی امام کا قیام تسلیم شدہ اور قطعی ہے وہ خدا کے نام پر اور برکتوں کو ساتھ لئے

ہوئے قیام کرے گا۔ امام رضاؑ نے خوب گریہ کیا اور فرمایا : روح القدس نے تیری زبان سے یہ بات کہلوائی ہے۔ آیا تو اس امام کو پہچانتا ہے اس نے عرض کیا نہیں لیکن میں نے سنا ہے کہ ایک امام آپؑ میں سے قیام کرے گا اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ حضرتؑ نے فرمایا میرے بعد میرا پسر امام ہے' اس کے بعد اس کا فرزند علیؑ اور علیؑ کے بعد ان کا فرزند امام ہے۔ اس کا نام حسنؑ ہے اور حسنؑ کے بعد ان کا پسر حجت خدا اور قائمؑ ہے کہ ایام غیبت میں جس کا انتظار ہونا چاہئے اور جس وقت وہ ظاہر ہو تو اس کی اطاعت ہونی چاہئے' وہی ہے جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا لیکن اس کے ظہور کا وقت معین نہیں ہوا ہے۔ ہاں البتہ میرے والد سے روایت ہے کہ اس کا ظہور یک لخت ہوگا۔ ☆ ۹۵ اس قسم کے واقعات اور ان کے شواہد کی تاریخ میں بہت سی مثالیں ہیں۔ اگر آپ ان کو دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ کتب تاریخ کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ اس وقت کافی دیر ہو چکی تھی وہ نشست ختم ہوگئی۔ اس کے بعد کی نشست دوسرے ہفتہ کی رات کو ہونی قرار پائی۔

جھوٹے مہدی

مقررہ رات کو تمام احباب ڈاکٹر صاحب کے در دولت پر جمع ہوئے مختلف قسم کی باتوں اور چائے کے بعد محفل کی باقاعدہ کاروائی کا آغاز ہوا اور آقائے ہوشیار نے گفتگو کا آغاز کیا۔ ایک اور عنوان کلام جسے اس موضوع کے شواہد و قرائن میں شمار کیا جا سکتا ہے کہ اصل مہدویت کا وجود صدر اسلام میں تھا اور یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت سمجھا جاتا رہا ہے' جھوٹے مہدیوں کی داستان ہے جو ماضی میں ظاہر ہوئے ہیں اور جن کے نام تاریخ میں مرقوم ہیں۔ اپنے بھائیوں کے ذہنوں کو روشن کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی ایک فہرست کا تذکرہ کر دیا جائے۔

مسلمانوں کے ایک گروہ نے محمد حنفیہ کو مہدیؑ سمجھا ہے ان کا قول تھا کہ وہ

مرے نہیں ہیں بلکہ کوہ رضوی میں پوشیدہ ہیں۔ وہ بعد میں ظاہر ہوں گے اور دنیا کو عدل و انصاف سے پر کر دیں گے۔ ☆ ۹۶

جارودیہ کا ایک گروہ محمد بن عبداللہ بن حسنؑ کو مہدیؑ غائب خیال کرتے ہیں اور ان کے ظہور کے انتظار میں ہے۔ ☆ ۹۷

ناووسیہ حضرت صادق آل محمدؑ کو مہدیؑ سمجھتے ہیں جو زندہ ہیں اور غائب ہیں۔ ☆ ۹۸

واقفیہ امام موسیٰ کاظمؑ کو امام زندہ غائب شمار کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ بعد میں کسی وقت ظاہر ہوں گے اور دنیا کو عدل و انصاف سے پر کر دیں گے۔ ☆ ۹۹

اسماعیلیہ کا ایک گروہ اس عقیدہ کا حامل ہے کہ اسمٰعیل فوت نہیں ہوئے بلکہ تقیہ کے طور پر ان کو مردہ قرار دے دیا گیا ہے۔ ☆ ۱۰۰

فرقہ باقریہ حضرت باقرؑ کو زندہ سمجھتے ہیں اور انہیں مہدی موعودؑ خیال کرتے ہیں۔

محمدیہ فرقہ کا عقیدہ ہے کہ امام علی نقیؑ کے بعد ان کے فرزند محمد ابن علی امام ہیں۔ وہ انہیں زندہ سمجھتے ہیں اور مہدی موعودؑ خیال کرتے ہیں جبکہ وہ اپنے والد کی زندگی ہی میں وفات پا گئے تھے۔

جوازیہ کہتے ہیں کہ حضرت حجتؑ بن حسنؑ کا ایک فرزند تھا اور وہ مہدی موعودؑ ہے۔ ☆ ۱۰۱

ہاشمیہ کا ایک فرقہ عبداللہ ابن حرب کندی کو امام غائب سمجھتا ہے اور ان کے انتظار میں زندگی گزار رہا ہے۔ ☆ ۱۰۲

مبارکیہ کا ایک گروہ محمد ابن اسماعیل کو امام زندہ غائب شمار کرتے ہیں۔ ☆ ۱۰۳

یزیدیہ کا عقیدہ ہے کہ یزید آسمان پر چلا گیا ہے بعد میں کسی وقت زمین پر آئے گا اور دنیا کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا۔ ☆ ۱۰۴

اسماعیلیوں کا کہنا ہے کہ وہ مہدیؑ جس کا روایات میں تذکرہ ہے وہی محمد بن

عبداللہ ہے جس کا لقب مہدیؑ تھا اور اس کی مصر اور مغرب میں حکومت تھی۔ انہوں نے روایت کی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ سورج تین سوویں سال میں مغرب سے طلوع ہوگا۔ ☆ ۱۰۵

امامیہ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ امام حسن عسکریؑ زندہ ہیں وہ قائم ہیں اور حالت غیب میں زندگی گزار رہے ہیں بعد میں کسی وقت ظاہر ہوں گے۔

ایک اور گروہ کہتا ہے کہ وہ مر چکے ہیں بعد میں زندہ ہوں گے اور قیام فرمائیں گے اس لئے کہ قیام کے معنی مرنے کے بعد اٹھ کھڑے ہونے کے ہیں۔ ☆ ۱۰۶

قرامطہ محمد ابن اسمٰعیل کو مہدی موعودؑ جانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور بلاد روم میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ☆ ۱۰۷

ابی مسلمیہ کا فرقہ ابو مسلم خراسانی کو مہدیؑ سمجھتا ہے۔ ☆ ۱۰۸

ایک گروہ امام حسن عسکریؑ کو مہدیؑ سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ مرنے کے بعد زندہ ہو کر ظہور فرمائیں گے اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ اب وہ غیبت کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ☆ ۱۰۹

استفادہ کی خرابی

یہ ان لوگوں کے نام ہیں جن کو آغاز اسلام میں اور اس زمانہ میں جو پیغمبر اسلامؐ کے عہد سے نزدیک تھا۔ جاہلوں کے گروہ نے مہدیؑ سمجھا ہے لیکن ان میں سے بہت سے گروہ ختم ہو چکے ہیں اور تاریخ کے صفحات کے علاوہ ان کا کہیں نام و نشان باقی نہیں ہے۔ اس زمانہ سے لے کر اب تک بنی ہاشم اور غیر بنی ہاشم میں سے بہت سے افراد مختلف ملکوں اور شہروں میں نمایاں ہوئے ہیں اور انہوں نے خود کو مہدی موعودؑ ظاہر کیا ہے۔ اس عنوان پر بہت سی لڑائیاں اور خون ریزیاں ہوئی ہیں اور بہت سی تحریکیں عالم وجود میں آئی ہیں اور بہت سے تکلیف دہ حوادث نے تاریخ عالم میں جگہ پائی ہے۔ ☆ ۱۱

حادثات و واقعات کے اس مجموعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مہدویت کا موضوع اور ایک مصلح غیبی کا ظہور ایسے مسلمات ہیں جن کا مسلمانوں کو اقرار ہے اور وہ اس کے انتظار میں دن گزارتے ہیں اور نصرت اور غلبہ کو اس کے قطعی لوازم میں شمار کرتے ہیں۔ یہی بات اس کا سبب بنی کہ بعض زیرک اور اپنے فائدہ کی تلاش میں رہنے والے افراد اس کوشش میں مصروف ہو گئے کہ وہ لوگوں کے اس بے عیب عقیدہ سے جس کا تعلق سرچشمہ وحی سے ہے فائدہ اٹھائیں اور خود کو مہدی موعودؑ ظاہر کریں ان میں سے غالبا" بعض کا کوئی برا مقصد بھی نہ تھا بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ اس بہانے سے ظالموں سے انتقام لیں اور اپنی قوم کے حالات کو درست کریں۔ ان میں سے بعض نے اگرچہ بذات خود دعویٰ نہیں کیا لیکن عوام کے ایک طبقہ نے لاعلمی اور تکالیف کی وجہ سے اور اس عجلت کی وجہ سے جو انہیں انتظار مہدیؑ میں تھی اور بعض دوسری وجوہات کی بنا پر ان کو مہدی موعودؑ اسلام سمجھ لیا۔

جعلی حدیثیں

ان حوادث و واقعات کا ایک افسوس ناک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ واقعات مہدیؑ کی تعریف و توصیف اور ان کے ظہور کی علامتوں کے بارے میں لوگوں کے درمیان جعلی حدیثوں کے شائع ہونے کا سبب بنے اور بغیر کسی تحقیق و مطالعہ کے وہ حدیثیں کتابوں میں درج ہوئیں۔ ☆ ۱۱۱

پیغمبر اسلامؐ کے خاندان اور گیارہ اماموں نے مہدیؑ کے بارے میں اطلاعات بہم پہنچائیں ہیں

ڈاکٹر: پیغمبر اسلامؐ کے خاندان اور آئمہ اطہارؑ کا مہدیؑ کے بارے میں کیا اعتقاد ہے؟

ہوشیار: رسولؐ خدا کی وفات کے بعد بھی مہدویت کا موضوع اصحاب رسولؐ اور مسلمانوں کے درمیان مشہور تھا اور اس پر گفتگو ہوتی تھی۔ پیغمبر اسلامؐ کے اہل بیتؑ اور اسرار علم نبوت کے حامل افراد جو دوسرے افراد کی بہ نسبت پیغمبر اسلامؐ کی احادیث سے بہتر طور پر واقف تھے وہ مہدیؑ کے بارے میں گفتگو کرتے تھے اور اس عنوان پر لوگوں کے سوالات کے جوابات دیتے تھے۔ چند احادیث بطور نمونہ پیش ہیں۔

علی ابن ابی طالبؑ نے مہدیؑ کی اطلاع دی

علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا ہے: مہدی موعودؑ ہم میں سے وجود میں آئے گا اور آخری زمانہ میں ظہور کرے گا۔ اس کے علاوہ کسی اور قوم میں مہدیؑ منتظر نہ ہوگا۔ ☆ ۱۱۲ اس سلسلہ میں آپ سے پچاس اور حدیثیں منقول ہیں۔ ☆ ۱۱۳

فاطمہ علیہا السلام نے مہدیؑ کی خبردی

فاطمہ علیہا السلام نے امام حسینؑ سے فرمایا: جب تم پیدا ہوئے رسول خداؐ میرے پاس آئے تم کو گود میں لیا اس کے بعد فرمایا اے فاطمہؑ! اپنے حسینؑ کو لو اور یہ جان لو کہ یہ نو اماموں کا باپ ہے' اس کی نسل سے صالح امام وجود میں آئیں گے ان میں نواں قائم ہوگا اس کے علاوہ تین احادیث اور ہیں۔ ☆ ۱۱۴

حسن ابن علیؑ نے مہدیؑ کی اطلاع دی

حسن ابن علی علیہ السلام نے فرمایا ہے: رسولؐ خدا کے بعد امام بارہ ہیں ان میں سے نو میرے بھائی حسینؑ کی نسل سے ہوں گے اور اس امت کا مہدیؑ انہیں نو میں سے ہوگا۔ ☆ ۱۱۵ اس کے علاوہ چار حدیثیں اور ہیں۔

حسینؑ ابن علیؑ نے مہدیؑ کی خبردی

حسینؑ ابن علیؑ نے فرمایا: بارہ امام ہم میں سے ہیں۔ ان میں سے اول علی ابن ابی طالبؑ ہیں اور ان میں سب سے آخری میری نسل میں نواں امام حق کے لئے قیام کرے گا خدا اس کے وجود ذی جود کی برکت کے نتیجے میں زمین مردہ کو آباد کرتا ہے اور دین حق کو تمام دوسرے ادیان کے مقابلے میں کامیابی عطا کرے گا۔ اگرچہ مشرکین کراہت محسوس کریں گے۔ مہدیؑ ایک مدت تک نظروں سے پوشیدہ رہیں گے اس کی غیبت کے زمانہ میں ایک گروہ دین سے خارج ہوجائے گا۔ لیکن ایک اور گروہ قائم رہے گا اور اس سلسلہ میں تکلیفیں اٹھائے گا۔ ان سے سرزنش کے طور پر کہا جائے گا اگر تمہارا عقیدہ صحیح ہے تو تمہارا امام کب قیام کرے گا لیکن جان لو کہ ہر وہ شخص جو ایام غیبت میں دشمنوں کی تکذیب اور ان کے آزار کو برداشت کرے گا وہ اس شخص کی مانند ہوگا جس نے رسول خداؐ کے ہمراہ جہاد کیا ہو۔ ☆ ۱۱۹ سترہ حدیثیں اور ہیں۔

علی ابن الحسینؑ نے مہدیؑ کی خبردی ہے۔

علی بن الحسینؑ نے فرمایا: ہمارے قائم کی ولادت لوگوں سے اس طرح پوشیدہ رہے گی کہ لوگ کہیں گے کہ وہ پیدا ہی نہیں ہوئے۔ ان کے پوشیدہ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جس وقت ظہور و قیام فرمائیں گے تو ان کی گردن میں کسی کی بیعت کا قلادہ نہیں ہوگا۔ ☆ ۱۱۷ اس کے علاوہ دس حدیثیں اور ہیں۔

محمد باقرؑ نے مہدیؑ کی خبردی

حضرت امام باقرؑ نے ابان ابن تغلب سے فرمایا: خدا کی قسم امام ایک ایسا منصب ہے جو رسولؐ خدا سے ہم کو ملا ہے۔ رسول خداؐ کے بعد اماموں کی تعداد بارہ ہے۔ ان میں سے نو امام حسینؑ کی نسل سے ہوں گے۔ مہدیؑ بھی ہم میں سے ہوں گے۔ وہ

آخری زمانہ میں دین کی حفاظت فرمائیں گے۔ ☆ ۱۱۸ اس کے علاوہ ۶۲ حدیثیں اور ہیں۔

امام جعفر صادقؑ نے مہدیؑ کی اطلاع دی

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ہر وہ شخص جو تمام اماموں کا اقرار کرے لیکن مہدیؑ کے وجود سے انکار کردے وہ اس شخص کی طرح ہے جو تمام پیغمبروں کا اعتقاد رکھے لیکن نبوت سرکار دو عالمؐ کا انکار کر دے۔ آپؑ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اے فرزند رسولؐ مہدیؑ کس کی اولاد میں سے ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ساتویں امامؑ کی نسل میں سے پانچواں فرزند مہدیؑ ہے لیکن وہ خود غیبت میں ہوگا۔ اس کا نام لینا تمہارے لئے جائز نہیں ہے۔ ☆ ۱۱۹ اس کے علاوہ ۱۲۳ حدیثیں اور ہیں۔

موسیٰ ابن جعفرؑ نے بھی مہدیؑ کی اطلاع دی

یونس بن عبدالرحمٰن کے جواب میں امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا، انہوں نے سوال کیا تھا کہ کیا آپ قائم ہیں آپ نے فرمایا: میں حق پر قائم ہوں لیکن وہ حق پر قائم جو زمین کو دشمنان خدا کے وجود سے پاک کرے گا اور عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ وہ میری نسل میں سے پانچواں فرزند ہے چونکہ اسے اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوگا وہ طویل عرصہ تک غیبت میں رہے گا۔ اس کی غیبت کے زمانہ میں ایک گروہ دین سے خارج ہو جائے گا لیکن ایک طبقہ اپنے عقیدہ پر قائم رہے گا۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا خوش نصیب ہیں ہمارے وہ شیعہ جو امام زمانہؑ کی غیبت کے زمانہ میں ہماری ولایت کا دامن تھامے رہیں گے اور ہماری دوستی اور ہمارے دشمنوں کی دشمنی پر قائم رہیں گے۔ وہ ہم میں سے ہیں اور ہم ان میں سے ہیں۔ وہ ہماری امامت پر راضی ہیں ہم بھی ان کے تشیع سے راضی ہیں۔ پس خوش نصیب ہیں وہ۔ قسم خدا کی وہ جنت میں ہمارے درجات میں ہمارے ساتھ ہوں گے۔ ☆ ۱۲۰ اس کے علاوہ پانچ حدیثیں اور ہیں۔

امام رضاؑ نے بھی مہدیؑ کی خبر دی ہے

حضرت امام رضاؑ نے ریان ابن صلت کے جواب میں فرمایا، انہوں نے پوچھا تھا کہ کیا آپ صاحب الامر ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: میں صاحب الامر ہوں لیکن وہ صاحب الامر جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کرے گا وہ میں نہیں ہوں۔ اس کمزوری کے باوجود جو تو مجھ میں دیکھ رہا ہے کس طرح ممکن ہے کہ میں وہ صاحب الامر ہوں قائم معہود وہ ہے جو ضعیفی کے سن میں لیکن نوجوانوں کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ وہ اس قدر طاقتور و توانا ہوگا کہ اگر روئے زمین کے سب سے بڑے درخت پر ہاتھ ڈالے تو اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور اگر پہاڑوں کے درمیان آواز بلند کرے تو اس کے سخت پتھر بکھر جائیں۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا اور حضرت سلیمانؑ کی انگشتری اس کے پاس ہوگی وہ میری نسل میں سے چوتھا فرزند ہوگا۔ خدا جب تک چاہے گا اس کو لوگوں کی نظروں سے مخفی رکھے گا۔ اس کے بعد اس کو ظاہر کرے گا اور اس کے وسیلہ سے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جیسی کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ ☆ ۱۲۱ اس کے علاوہ اٹھارہ حدیثیں اور ہیں۔

امام محمد تقیؑ نے مہدیؑ کی خبر دی ہے

امام محمد تقیؑ نے عبدالعظیم حسنی سے فرمایا: ہمارا قائم وہی مہدی موعودؑ ہے کہ غیبت کے زمانہ میں چاہئے کہ اس کا انتظار کیا جائے اور اس کے ظہور کے زمانے میں چاہئے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ وہ میری نسل میں سے تیسرا فرزند ہوگا۔ اس خدا کی قسم جس نے محمدؐ کو نبی بنا کر بھیجا ہے اور ہم کو امامت کے اختصاص سے نوازا ہے کہ اگر دنیا کی عمر میں ایک دن بھی باقی بچا ہوگا تو خدا اس دن کو طویل کر دے گا تاکہ مہدیؑ کا ظہور ہو جائے اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے جیسی کہ وہ ظلم وجور

سے پر ہے۔ پروردگار عالم اس کے کام کو ایک ہی شب میں درست کر دے گا جیسا کہ اس نے اپنے کلیم موسیٰؑ کے کام کو ایک رات میں درست فرمادیا تھا۔ موسیٰؑ گئے تاکہ اپنی خاتون کے لئے آگ لے آئیں لیکن جب واپس آئے تو منصب نبوت و رسالت پر فائز تھے۔ پھر فرمایا کہ مہدیؑ کے ظہور کا انتظار شیعوں کا بہترین عمل ہے۔ ☆ ۱۲۲

اس کے علاوہ پانچ حدیثیں اور ہیں۔

امام علی نقیؑ نے مہدیؑ کے بارے میں اطلاع دی ہے

امام علی نقیؑ نے فرمایا: میرے بعد میرا فرزند حسنؑ امام ہے اور اس کے بعد اس کا فرزند مہدیؑ ہے وہی قائم ہے، جس کا عدل و انصاف تمام دنیا کا احاطہ کرے گا اس کے علاوہ پانچ حدیثیں اور ہیں۔

امام حسن عسکریؑ نے مہدیؑ کے بارے میں خبر دی ہے

امام حسن عسکریؑ نے موسیٰ ابن جعفر بغدادی سے فرمایا: میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے جانشین کے بارے میں اختلاف کر رہے ہو لیکن آگاہ رہو کہ ہر وہ شخص جو پیغمبر اسلامؐ کے بعد اماموں پر اعتقاد رکھتا ہو لیکن میرے فرزندؑ کی امامت کا انکار کر دے تو وہ ایسے شخص کی مانند ہے جو تمام پیغمبروں کی نبوت کو تسلیم کر لے لیکن پیغمبر اسلامؐ کی نبوت کا انکار کر دے جبکہ آنحضرتؐ کا منکر ایسے شخص کی مانند ہے جس نے تمام پیغمبروں کی نبوت کا انکار کر دیا ہو۔ اس لئے کہ ہمارے آخری امامؑ کی اطاعت پہلے امام کی اطاعت کی طرح ہے۔ پس وہ شخص جو ہمارے آخری فرد کا انکار کر دے وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے پہلے امامؑ کا انکار کر دیا ہو۔ جان لو کہ میرے فرزند کی غیبت اتنی طویل ہوگی کہ لوگ شک میں مبتلا ہو جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جن کے ایمان کا خدا نگہبان ہوگا۔ ☆ ۱۲۴

آیا احادیث مہدیؑ صحیح ہیں

انجینئر: آپ ان احادیث سے اسی صورت میں تمسک کر سکتے ہیں جب یہ قابل اعتبار اور مستند ہوں۔ کیا آپ مہدیؑ سے متعلق تمام احادیث کو مستند سمجھتے ہیں؟

ہوشیار: میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ مہدیؑ سے متعلق تمام حدیثیں صحیح و اعلیٰ ہیں اور ان کے تمام راوی عادل و موثق ہیں لیکن ان حدیثوں میں صحیح حدیثوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ ہاں البتہ ان حدیثوں میں تمام حدیثوں کی طرح صحیح بھی ہیں اور حسن بھی، موثق بھی ہیں ضعیف بھی لیکن اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے بارے میں اور ان کی روایتوں کے احوال کے بارے میں ہم بحث و تمحیص کریں اس لئے کہ جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا یہ احادیث اس قدر کثرت سے ہیں کہ ہر بے غرض اور انصاف پسند شخص جو ان کی طرف رجوع کرے گا۔ ☆ ۱۲۳ وہ اطمینان حاصل کر سکتا ہے کہ ان کا مشترکہ مدلول جو خود مہدیؑ کے وجود سے عبارت ہے اسلام کے تسلیم شدہ موضوعات میں سے ہے۔ جس کی تخم ریزی خود پیغمبر اسلامؐ نے فرمائی ہے اور آئمہ اطہار علیہ السلام نے اس کی آبیاری کی ہے۔ قطعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اسلام میں ایسا موضوع کم پایا جاتا ہے کہ وجود مہدیؑ سے متعلق جتنی حدیثیں ہیں اتنی حدیثیں اس کے بارے میں بھی ہوں۔ اس کے باوجود میں وضاحت کے لئے عرض کرتا ہوں کہ پیغمبر اسلامؐ نے بعثت کی ابتدا سے لے کر حجتہ الوداع تک مہدیؑ کے بارے میں سینکڑوں مرتبہ گفتگو کی ہے۔ علی ابن ابی طالبؑ نے آپ سے یہ خبر بہم پہنچوائی ہے، فاطمہ زہراؑ نے یہی خبر دی ہے۔ پیغمبرؐ کے خاندان اور اسرار نبوت کے حامل افراد مثال کے طور پر امام حسنؑ، امام حسینؑ، امام سجادؑ، امام باقرؑ، امام جعفر صادقؑ، امام موسیٰ کاظمؑ، امام رضاؑ، امام محمد تقیؑ، امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ سب ہی نے ایسے عظیم فرد کے وجود کی خبر دی ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کے عہد کے لوگ مہدیؑ کے انتظار میں تھے۔ رسول اللہؐ کے انتقال کے بعد لوگ ان کے ظہور کے انتظار میں دن گنا کرتے تھے حتیٰ کہ کبھی کبھی ان کے شبہ میں کچھ افراد کو

ان کا حقیقی مصداق سمجھ لیتے تھے۔ ان کے بارے میں سینوں نے حدیثیں نقل کی ہیں ' اشعری نے نقل کی ہے معتزلی نے نقل کی ہے ان حدیثوں کے راوی عرب ہیں ' عجم ' مکی ' مدنی 'کوفی ' بغدادی ' بصری ' قمی ' کرخی ' خراسانی ' نیشا پوری ہیں۔ کیا ان تمام حدیثوں کی موجودگی میں جو حقیقی طور پر ہزار حدیثوں سے زیادہ ہوں گی کوئی شخص مہدیؑ کے بارے میں از روئے انصاف یہ کہہ سکتا ہے کہ متعصب شیعوں نے یہ حدیثیں گھڑ کے پیغمبرؐ سے منسوب کر دی ہیں۔

رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا اور مذاکرات کے جاری رکھنے کے لئے مزید وقت کی گنجائش نہ تھی لہٰذا قرار پایا کہ باقی باتیں اس کے بعد کی نشست میں ہوں گی اور احباب آئندہ ہفتہ کی شب آقائے فہیمی کے در دولت پر جمع ہوں۔

عقیدہ مہدویت ' یہود اور ایرانی

ایک ایک کر کے تمام افراد آقائے فہیمی کے مکان پر تشریف لائے اور معمول کے مطابق مختصر سی تواضع کے بعد آٹھ بجے محفل کا آغاز ہوا اور اس مرتبہ انجینئر صاحب نے موضوع گفتگو متعین کیا۔

انجینئر: مجھے یہ بات پہلے سے معلوم ہے کہ کسی لکھنے والے نے لکھا ہے کہ مہدویت اور مصلح غیبی کا عقیدہ قدیم ایرانیوں اور یہودیوں کے ہاں عالم اسلام میں داخل ہوا ہے۔ ایرانیوں کا خیال تھا کہ ایک روز زردشت کی نسل میں سے ایک آدمی جس کا نام سا اوشیانت ہوگا وہ ظاہر ہوگا اور اہرمن کو قتل کر دے گا اور زمانے کو تمام برائیوں سے پاک کر دے گا۔ لیکن یہودی چوں کہ اپنے ملک کی آزادی کو گنوا بیٹھے تھے اور کلدہ و آشور کی بندگی کرنے لگے تھے ان کے پیغمبروں نے ان کو یہ نوید سنائی کہ آئندہ زمانہ میں ایک بادشاہ نمودار ہوگا اور وہ یہودیوں کو دوبارہ آزادی دلائے گا۔ اس لئے چوں کہ ہم عقیدہ مہدویت کی اصل کو ایرانیوں اور یہودیوں میں پاتے ہیں لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ تصور ان سے چل کر مسلمانوں تک آگیا ہے۔ اور اس کی ایک

افسانے سے زیادہ حقیقت نہیں ہے۔

ہوشیار: یہ ٹھیک ہے کہ یہ عقیدہ دوسری ملتوں اور قوموں میں بھی تھا اور اب بھی ہے لیکن صرف یہی ایک بات اس عقیدہ کے فضول ہونے کی دلیل نہیں ہے وہ اس لئے کہ پھر تو تمام اسلامی عقائد اور احکام گذشتہ لوگوں سے مختلف ہونے چاہئیں کیوں کہ وہ صرف اسی صورت میں صحیح ہو سکتے ہیں۔ وہ فرد جو اسلام کے موضوعات میں سے کسی موضوع کی تحقیق میں مصروف ہو جائے اور اس کی کوئی ذاتی غرض نہ ہو اسے چاہئے کہ پہلے وہ عقیدے کے اصلی ماخذوں کی طرف رجوع کرے تاکہ اس کا صحیح یا غلط ہونا اس پر ثابت ہو جائے نہ یہ کہ اصلی مازخوں کی طرف رجوع کرنے کی بجائے گذشتہ لوگوں کی کتابوں اور ان کے عقائد کی چھان بین کرے اور اس طرح ایک طوفان برپا کر دے کہ میں نے اس غلط عقیدہ کی جڑ تلاش کر لی ہے۔ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ چوں کہ قدیم ایرانی ' یزداں کا عقیدہ رکھتے تھے اور سچائی کو خلق نیک سمجھتے تھے۔ لہٰذا خدا پرستی جو ہے وہ محض ایک داستان ہے اور نیکی کو اخلاق حسنہ میں شمار نہیں کرنا چاہئے۔ لہٰذا صرف یہ خیال کہ دوسری ملتیں بھی ایک مصلح اور نجات دہندہ کے انتظار میں تھیں ' عقیدہ مہدویت کے بطلان کی دلیل نہیں ہے جیسا کہ صحیح ہونے کی دلیل بھی نہیں ہو سکتا۔

عقیدہ مہدویت کے وجود میں آنے کی وجوہات

فہیمی: لکھنے والوں میں سے ایک شخص نے عقیدہ مہدویت کے وجود میں آنے کے بارے میں خوب غور و فکر سے کام لیا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے مختصراً" عرض کروں۔

حاضرین: فرمایئے

فہیمی: اس کا مختصر سے تصرف کے ساتھ خلاصہ کرتا ہوں۔

مہدویت کے افسانے کی اصل شیعوں نے دوسرے مذاہب سے لی ہے پھر اس

میں اپنی طرف سے اس حد تک اضافہ کیا ہے کہ موجودہ صورت حال میں سامنے ہے۔
دو باتوں کو اس عقیدے کے ارتقا کے عوامل سمجھنا چاہئے۔

الف : یہ عقیدہ کہ ایک غیبی نجات دہندہ پیدا ہوگا اور وہ ظہور کرے گا، یہودیوں میں معروف تھا اور اب بھی ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت الیاسؑ آسمان پر تشریف لے گئے ہیں اور آخری زمانہ میں بنی اسرائیل کو نجات دلانے کے لئے زمین پر واپس آئیں گے۔ وہ کہتا ہے ملک صیدق اور فنحاس بن العاذار آج تک زندہ ہیں۔

اسلام کے آغاز میں یہودیوں کا ایک گروہ مادی منفعتوں کے حصول کے پیش نظر اور اسلام کی بنیاد کو منہدم کرنے کے لئے مسلمان ہوگیا۔ ان میں سے کچھ افراد نے مکرو فریب سے کام لے کر کہ یہ اس قوم کی ایک واضح صفت ہے۔ مسلمانوں کے درمیان اچھا خاصہ مرتبہ حاصل کر لیا، لیکن در حقیقت اختلاف پیدا کرنے، اپنے عقائد کے نشر کرنے اور مفاد حاصل کرنے کے علاوہ ان کا اور کوئی مقصد نہ تھا۔ عبداللہ ابن سبا ایسا تھا جس کو ان میں ایک مضبوط فرد سمجھنا چاہئے۔

ب : رسول اللہؐ کے انتقال کے بعد آپؐ کے خاندان اور اعزہ بالخصوص علی ابن ابی طالبؑ خود کو خلافت کا سب سے زیادہ مستحق سمجھتے تھے۔ اصحاب میں سے چند آپ کی حمایت کرتے تھے لیکن ان سب کی خواہش کے برخلاف، خلافت خاندان رسول اللہؐ سے باہر چلی گئی اور یہی واقعہ ان سب کی رنجش کا سبب بنا آخر کار ایک وقت ایسا آیا کہ خلافت علی ابن ابی طالبؑ کو منتقل ہوئی۔ آپؑ کے خیر خواہ خوش ہوگئے انہیں اس کی امید بندھ گئی کہ خلافت خاندان رسولؐ سے باہر نہیں جائے گی۔ لیکن چوں کہ علیؑ کو خانہ جنگی کا سامنا کرنا پڑا وہ اس میں ناکام ہو کر آخر کار ابن ملجم کے ہاتھ سے شہید ہوگئے۔ ان کے فرزند حسن ابن علیؑ کو بھی کامیابی نصیب نہ ہوئی اور آخر کار انہوں نے خلافت بنی امیہ کو سونپ دی۔ رسول خداؐ کے فرزند حسنؑ و حسینؑ خانہ نشین تھے اور اسلامی سلطنت پر دوسروں کا قبضہ تھا۔ رسولؐ خدا کی اولاد اور آپؐ کے رشتہ دار و طرفدار فقرو فاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے۔ جب کہ بے اندازہ مال غنیمت اور مسلمانوں

کا بیت المال بنی امیہ و بنی عباس کی خواہشات کی تکمیل میں صرف ہوتا تھا۔ یہ چیز اس بات کا سبب بنی کہ روز بروز ان کے طرفداروں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور ادھر ادھر سے اعتراضات بلند ہوئے لیکن وہ لوگ جو منصب خلافت پر قابض تھے وہ بجائے ان کی دلجوئی کرنے کے ان کو سزائیں دینے، شہربدر کرنے اور فنا کرنے پر تل گئے۔ مختصر یہ کہ رسول اللہؐ کے انتقال کے بعد اہل بیتؑ رسولؐ اور ان کے طرف داروں کو تکلیف دہ حوادث کا سامنا کرنا پڑا۔ فاطمہؑ اپنے والد کی میراث سے محروم ہوئیں، علیؑ کو خلافت تاخیر سے ملی، حسن ابن علیؑ کو زہر دے دیا گیا۔ حسین ابن علیؑ کو ان کے اصحاب اور جوانوں کے ہمراہ کربلا میں تہہ تیغ کر دیا گیا۔ ان کے خاندان کو قیدی بنا لیا گیا۔ مسلم بن عقیل اور ہانی کو امان دینے کے بعد قتل کر دیا گیا۔ ابوذر غفاریؓ کو ربذہ میں شہربدر کیا گیا۔ حجر ابن عدی، عمرو بن حمق، میثم تمار، سعید ابن جبیر، کمیل ابن زیاد اور سینکڑوں افراد کو انہی کی طرح قتل کر دیا گیا۔ یزید کے حکم کے نتیجے میں مدینہ میں قتل عام ہوا اور اسی جیسے سینکڑوں واقعات ہوئے جنہوں نے تاریخ اسلام کو سیاہ کر دیا ہے۔ تلخی ایام کے اس دور میں اہل بیتؑ اور ان کے ہم نوا تنگ آچکے تھے اور ہر روز وہ زمانہ کشائش کا انتظار کرتے تھے۔ کبھی علویین میں سے کوئی فرد اپنے حق کو حاصل کرنے اور غاصبوں سے جنگ کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا تھا اور بالآخر قتل ہوجاتا تھا اور اسے کامیابی نصیب نہیں ہوتی تھی۔ یہ حادثات اس امر کا سبب بن گئے کہ اہل بیتؑ کے طرف دار ہر طرف سے مایوس ہو جائیں اور کامیابی کے دروازے اپنے لئے بند دیکھیں اور ہر طرف سے تنگ آکر کسی ایسی جگہ جمع ہوں جہاں سے انہیں امید کی کوئی کرن نظر آئے۔ قدرتی طور پر یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس قسم کے حادثات و واقعات نے نجات دہندہ غیبی اور مہدویت کے عقیدہ کے لئے مکمل طور پر ایک بنیاد اور پس منظر فراہم کیا۔ یہ صورت حال تھی جب کہ یہودی نئے نئے مسلمان ہو رہے تھے انہوں نے اور دوسرے غرض پرست افراد نے صورت حال سے فائدہ اٹھا کر اپنے نجات دہندہ غیبی عقیدہ کی ترویج شروع کر دی۔ شیعہ جو ہر طرف

سے مایوس تھے ظاہری ناکامیوں کی تلافی کے طور پر اور روحانی تسکین کے لئے انہوں نے مہدویت کے عقیدے کو مناسب دیکھ کر دل و جان سے اس کو قبول کر لیا۔ انہوں نے اس میں تصرف کیا اور کہا کہ وہ مصلح جہاں صرف اور صرف اہل بیتؑ مظلوم میں سے ہوگا اس پر کچھ اور حاشیہ آرائی بھی کی یہاں تک کہ اس نے موجودہ عقیدہ مہدویت کی شکل اختیار کر لی۔ ☆ ۱۲۵

کسی توجیہہ کی ضرورت نہیں

ہوشیار: اہل بیتؑ اور ان کے طرف داروں کی وہ محرومیاں اور تکلیفیں جن کا آپ نے بھی ذکر کیا وہ اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہیں لیکن ان توجیہات کے محتاج تو ہم اس صورت میں ہوتے جب ہم مہدویت کے اصلی سرچشمے کو نہ جانتے ہوتے، لیکن جیسا کہ آپ کو یاد ہوگا کہ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ خود پیغمبر اسلامؐ نے اس عقیدہ کی مسلمانوں میں ترویج کی تھی اور آپؐ نے ایسے مصلح کی ولادت کی اطلاع دی تھی اور آپؐ کی حدیثوں کو نہ صرف شیعوں نے بلکہ سنیوں تک نے اپنے کتب صحاح میں جمع کیا ہے لہٰذا اس مقصد کے پایہ ثبوت تک پہنچ جانے کے بعد مذکورہ توجیح کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

پہلے حصہ میں آپ نے فرمایا یہ عقیدہ یہودیوں میں رائج رہا ہے۔ یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن جو آپ نے فرمایا کہ مذکورہ بالا عقیدہ عبداللہ ابن سبا یہودی کے وسیلے سے اور اسی قسم کے دوسرے افراد کے ذریعہ اسلام میں راہ پا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جو بے دلیل ہے۔ اس لئے کہ ہم نے کہا ہے کہ خود پیغمبر اسلامؐ اس عقیدے کے حامی اور ترویج دینے والے ہیں اور آپؐ ہی نے ایسے مصلح جہاں کی پیدائش کی بشارت دی ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ مسلمان جو اصلاً یہودی تھے انہوں نے اس عقیدے کی تصدیق کی ہو۔

عبداللہ ابن سبا کی داستان

رہا دوسرا موضوع اس کے لئے لازم ہے کہ میں آپ کو یاد دلاؤں کہ عبداللہ ابن سبا یہودی کا وجود اس نام و نشان کے ساتھ مسلمات تاریخ میں سے نہیں ہے۔ بعض ارباب دانش اس کے وجود کو محض خیالی اور شیعوں کے دشمنوں کا ساختہ و پرداختہ سمجھتے ہیں۔ بفرض محال اس کا وجود صحیح بھی ہو اور مصدقہ بھی تب بھی وہ باتیں اور کام جو اس سے منسوب کئے گئے ہیں ان کی کوئی دلیل اور برہان نہیں ہے۔ اس لئے کہ کوئی عقلمند یہ باور کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا کہ ایک نئے نئے مسلمان ہونے والے یہودی میں ایسی معجزانہ ذہانت ہو، وہ ایسی مخفی سیاست کا حامل ہو اور اسے ایسی حیثیت حاصل ہو جائے کہ وہ ایسی دم گھونٹ دینے والے ماحول میں جہاں کسی فرد میں اتنی جرات نہ ہو کہ اہل بیتؑ رسولؐ کے فضائل پر مبنی کوئی بات کر سکے وہ یک لخت بنیادی اقدامات کر ڈالے اور وہ پوشیدہ تبلیغ اور وسیع تنظیم کے وسیلہ سے لوگوں کو اہل بیتؑ سے رجوع کی دعوت دے خلیفہ وقت کے خلاف ان کو بھڑکائے اور اسی قسم کا ہنگامہ برپا کرے کہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں اور خلیفہ وقت کو قتل کر دیں اور خلیفہ کے مامور کئے ہوئے پوشیدہ اور ظاہر افراد اس کی تحریکوں اور اقدامات سے بے خبر رہیں اور انہیں حضرات کے بقول یہی ایک نو مسلم یہودی ان کے ذہن کی بنیاد کو منہدم کر دے مگر کسی میں دم مارنے کی جرات نہ ہو ایسے فرد کا وجود جس سے ایسے افعال وابستہ ہوں عالم خیال کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتا۔ ☆ ۲۶

مہدیؑ تمام ادیان عالم میں

انجینئر : مہدیؑ موعود کا عقیدہ مسلمانوں سے مختص ہے یا دنیا کے تمام دوسرے ادیان میں بھی ایسا ہی عقیدہ موجود ہے۔

ہوشیار : مذکورہ عقیدہ مسلمانوں ہی سے مختص نہیں ہے بلکہ وہ تمام ادیان اور مذاہب جن کا تعلق آسمانی ہدایات سے ہے اس عقیدہ میں باہم اشتراک رکھتے ہیں۔ تمام ادیان کے پیروکاروں کا یہ عقیدہ ہے کہ عالم کے ایک ایسے تاریک دور میں جبکہ فساد و ظلم ہر مقام کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ عالم میں ایک عظیم نجات دہندہ نمودار ہوگا اور معجزانہ غیبی طاقت کے وسیلہ سے وہ زمانے کے حالات کی اصلاح کرے گا اور مادہ پرستی و بے دینی پر خدا پرستی کو غلبہ دلائے گا۔

یہ نوید جاں فزا نہ صرف ان تمام کتابوں میں درج ہے جو کتب آسمانی میں سے اب باقی ہیں مثال کے طور "ژندوپاژند" اور کتاب "جاماسپنامہ" جو زرتشتیوں کی مقدس کتابوں میں سے ہیں، توریت اور اس کے ملحقات جو یہودیوں کی کتاب مقدس شمار کی جاتی ہیں اور عیسائیوں کی انجیل بلکہ برہمنوں اور بودھوں کی مقدس کتابوں میں بھی کم و بیش دیکھی جا سکتی ہے۔

تمام اہل دین و مذہب یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور وہ ایسے ہی غیبی طاقت رکھنے والے موعود فرد کے انتظار میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہر مذہب و ملت اس کو ایک مخصوص لقب سے ملقب کرتا ہے زرتشتی اس کو "سوشیانس" (نجات دہندہ) کہتے ہیں، یہود "سرور میکائیلی" کا نام دیتے ہیں، عیسائی "مسیح موعود" کہتے ہیں، مسلمان "مہدی منتظر" کہتے ہیں، لیکن ہر ملت اس غیبی نجات دہندہ کو خود سے منسوب کرتی ہے۔ زرتشتی اس کو ایران اور زرتشت کا پیروکار خیال کرتے ہیں۔ یہود اسے بنی اسرائیل میں سے سمجھتے ہیں اور حضرت موسیٰؑ کا ماننے والا بتاتے ہیں، عیسائی اسے اپنا ہم مذہب سمجھتے ہیں۔ اور مسلمان اسے فرزندان پیغمبرؐ میں سے سمجھتے ہیں اور بنی ہاشم میں سے جانتے ہیں۔ اسلام میں وہ مکمل طور پر روشناس ہے لیکن دوسرے مذاہب میں ایسا نہیں ہے۔

قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ وہ خصوصیات و علامات جو اس عظیم نجات دہندہ کے بارے میں تمام ادیان عالم میں مذکور ہیں، وہ اسلام کے مہدی موعودؑ یعنی حضرت امام حسن عسکریؑ کے بلا فصل فرزند پر ہی منطبق ہوتی ہیں۔ ان کو ایرانی شمار کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت امام زین العابدینؑ کی والدہ گرامی جو امام زمانہؑ کی جدہ ماجدہ ہیں وہ ایک ایرانی شہزادی ہیں ان کا نام نامی شہربانو ہے وہ ساسان کے یزدجرد کی صاحبزادی ہیں۔ وہ بنی اسرائیل کے خاندان کے فرد بھی شمار ہو سکتے ہیں اس لئے کہ بنی ہاشم و بنی اسرائیل دونوں نسل حضرت ابراہیمؑ میں سے ہیں۔ بنی ہاشم حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے ہیں اور بنی اسرائیل اولاد حضرت اسحاقؑ میں سے ہیں پس بنی ہاشم و بنی اسرائیل درحقیقت ایک ہی خاندان میں محسوب ہوتے ہیں۔ ان کا تعلق عیسائیوں سے بھی ہے۔ اس لئے بعض روایات کی بنا پر حضرت صاحب الامرؑ کی والدہ ماجدہ ایک رومی شہزادی تھی جن کا نام نرجس تھا۔ ایک خوبصورت واقعہ کی صورت میں یہ حقیقت کتابوں میں پائی جاتی ہے۔

اصولی طور پر یہ مفہوم درست نہیں ہے کہ زمانے کے نجات دینے والے مہدیؑ کو ہم ایک مذہب و ملت سے مختص سمجھیں۔ وہ ان اختلاف انگیز باتوں کے خلاف جنگ کرے گا۔ یہ نسل وہ نسل، یہ دین، وہ دین، یہ ملت وہ ملت اور یہ ملک وہ ملک اس بنا پر اسے تمام اہل جہاں کا مہدی موعودؑ شمار کرنا چاہئے۔

وہ خدا پرستوں کے گروہ کا حمایت کرنے والا اور نجات دہندہ ہوگا۔ اس کی کامیابی تمام پیغمبروں اور صالح افراد کی کامیابی ہے۔ وہ دین اسلام یعنی حضرت ابراہیمؑ و موسیٰؑ اور تمام آسمانی ادیان کی تکمیل یافتہ شکل کی حمایت کرے گا اور حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کے حقیقی دین جس میں حضرت محمد مصطفیٰؐ کے وجود اور ان کی نبوت کی بشارت دی گئی ہے کی طرف داری کرے گا۔

یہ بات کہنے سے نہ رہ جائے کہ ہم یہ نہیں چاہیں گے کہ مہدی موعودؑ کے اثبات کے لئے قدیم کتابوں میں درج بشارتوں سے استدلال کریں۔ ہمیں اصولی طور پر اس

کی ضرورت نہیں ہے ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم بتائیں کہ معجزانہ صفات رکھنے والے نجات دہندہ عالم کے ظہور کا عقیدہ ایک مشترک دینی عقیدہ ہے۔ جس کا سرچشمہ و مصدر وحی الٰہی ہے اور تمام پیغمبروں نے اس کی بشارت دی ہے اور تمام اقوام اس کے انتظار میں ہیں لیکن اس عقیدہ کو اس کے حقیقی مصداق پر منطبق کرنے میں ان سے غلطی ہوئی ہے۔

قرآن اور مہدویت

فہمی: مہدویت کے عقیدہ کی اگر کوئی حقیقت ہوتی تو اس کا قرآن کریم میں ضرور ذکر ہوتا۔ اس کتاب آسمانی میں تو لفظ مہدیؑ تک نظر نہیں آتا۔

ہوشیار: پہلی بات تو یہ کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر صحیح موضوع کا پوری علامات و خصوصیات کے ساتھ قرآن میں تذکرہ ہو۔ ایسی بہت سی درست اور صحیح جزئیات ہیں کہ اس کتاب آسمانی میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے دوسرے یہ کہ اس کتاب مقدس میں چند آیتیں موجود ہیں جو مختصر طور پر ایک ایسے دن کی خوشخبری دیتی ہیں جب حق پرست اور ان کا گروہ دین کی حمایت کرنے والے اور زمانے کے شائستہ افراد زمین کی حکومت اور اس کے اقتدار پر قابض ہوں گے اور دین اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے گا۔

بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں

اللہ تعالیٰ سورہ انبیاء میں فرماتا ہے: "اور ہم نے یقیناً" زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ دیا تھا کہ بے شک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے" ☆ ۱۲۷

سورہ نور میں فرماتا ہے: "خدا تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور اعمال صالح بجا لائے ہیں وعدہ کرتا ہے کہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے قبل کے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور وہ دین جو ان کا پسندیدہ ہے اسے پائیدار و طاقتور بنائے گا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کردے گا تاکہ میری

عبادت کریں اور کسی چیز کو میرا شریک قرار نہ دیں" ☆ ۱۲۸

سورہ قصص میں فرماتا ہے: "ہم نے ارادہ کرلیا ہے کہ زمین کے ضعیف افراد پر احسان کریں ان کو ان کی زمین کا وارث بنادیں اور پیشوا قرار دیں" ☆ ۱۲۹

سورہ صف میں فرماتا ہے: "وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ تمام ادیان پر غالب آئے اگرچہ مشرکین اس سے کراہت رکھتے ہوں" ☆ ۱۳۰

ان آیتوں سے مختصر طور پر یہ مستفاد ہوتا ہے کہ دنیا میں ایک دن ایسا آئے گا کہ عالم کا اقتدار و انتظام مومنین اور صالحین افراد کے ہاتھوں میں ہوگا۔ وہ تمدن بشریت کے پیشوا بھی ہوں گے اور پیشرو بھی اور دین اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے گا اور شرک کی جگہ توحید لے لے گی۔ وہ تابناک عہد اس دن شروع ہوگا جس دن انسانیت کے نجات دہندہ مصلح غیبی مہدی موعودؑ قیام فرمائیں گے اور وہ ہمہ گیر و ہمہ جہت انقلاب صالح مسلمانوں کے توسط سے انجام پائے گا۔

نبوت عامہ اور امامت

فہمی: مجھے نہیں معلوم کہ آپ شیعہ حضرات اس بات پر اصرار کیوں کرتے ہیں کہ امام کے وجود کو ضرور ثابت کریں۔ آپ حضرات اپنے اس عقیدہ میں اس قدر ثابت قدمی اور ضد کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ اگر امام بظاہر موجود نہ ہو تو آپ کہتے ہیں کہ وہ ہے۔ اس طرف توجہ کرتے ہوئے پیغمبروں نے خدا کے احکام لوگوں سے بیان کردیے ہیں، امام کے وجود کی بنیادی طور پر نظام تخلیق کی کیا ضرورت ہے۔

ہوشیار: وہی دلیل جو نبوت عامہ کو ثابت کرنے کے لئے قائم کی جاتی ہے اور احکام کا بھیجنا خدا کے لئے ضروری قرار دیتی ہے بالکل وہی دلیل وجود امام و حجت خدا و حافظ احکام الٰہی کی متقاضی ہے۔ مزید وضاحت اور موضوع کے اثبات کے لئے ہم مجبور ہیں کہ شروع میں نبوت عامہ کے دلائل کو مختصر طور پر بیان کریں۔ اس کے بعد

ہم امامت کے اثبات پر دلائل پیش کریں گے۔

(۱) خاص طور پر انسان کی تخلیق کچھ اس انداز کی ہے کہ وہ تنہا اپنی زندگی کی گاڑی نہیں چلا سکتا' بلکہ وہ اپنے ہم نوع افراد کے تعاون اور شرکت کا محتاج ہے۔ اصطلاح کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنی مدنی اور اجتماعی تخلیق کی وجہ سے اس بات پر مجبور ہے کہ اکٹھے زندگی گزارے۔ یہ بات بغیر کہے واضح ہے زندگی کے ثمرات کی منفعتوں کے حصول کی کوشش ایک اجتماعی عمل ہے اس لئے کہ معاشرہ کا ہر فرد اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ اس سے جہاں تک بھی ہو سکے وہ محدود مادی منفعتوں سے بہرہ ور ہو اور اس مقصد کے حصول کی راہ میں جو رکاوٹیں ہیں وہ اپنے راستے سے ہٹا دے۔ ایسی صورت میں کہ دوسرے بھی اس مقصد کے حصول کی خاطر کوشش میں لگے ہوئے ہیں' منفعتوں کے حصول کے سلسلے میں لوگوں کا ہجوم اپنی حدود سے تجاوز اور ایک دوسرے کے حقوق کے غصب کرنے میں سبقت کرتا ہے۔ یہ وہ صورت حال ہے کہ تمام افراد انسانی کے لئے قانون کا وجود ہونا ضروری ہوجاتا ہے تاکہ قانون کی برکت کی وجہ سے لوگوں کے حقوق محفوظ رہیں اور طاقتور لوگوں کے تجاوز سے بچا جا سکے اور اختلاف و انتشار ختم ہو۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ قانون کا وجود وہ بہترین خزانہ ہے جسے انسان اب تک حاصل کر سکا ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتاہے کہ انسان نے اپنی اجتماعی تنظیموں کے آغاز ہی سے کم یا زیادہ قانون کے وجود سے فائدہ اٹھایا ہے اور اس کا احترام کیا ہے۔

(۲) انسان اپنے کمال پر پہنچنے کی قوت سے بہرہ ور ہے اور کمال و سعادت کی طرف جو اس کی توجہ ہے وہ فطری ہے اور اس پر اس کا انحصار ہے۔ اپنی تمام مسلسل کاوشوں میں وہ حقیقی کمالات کے حصول کے سوا اور کوئی مقصد پیش نظر نہیں رکھتا۔ اس کے تمام افعال و اعمال اور اس کے تمام نہ تھکنے والی کوششیں اسی بلند مقصد کے اطراف میں چکر لگاتی ہیں۔

(۳) چونکہ انسان کا وجود راہ ارتقاء میں پایا جاتا ہے اور حقیقی کمالات کی طرف

متوجہ رہنا اس کی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے لہٰذا اس مقصد کے حصول تک اس کی رسائی ہونی چاہئے۔ وہ اس لئے کہ نظام تخلیق میں کوئی فضول اور بیکار کام نظر نہیں آتا۔

(۴) یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ انسان روح و جسم دو چیزوں کا مرکب ہے۔ جسم کے رخ کی طرف سے وہ مادی ہے لیکن اس کی روح عین اس حالت میں کہ اس کے بدن سے بہت شدید طور پر متصل ہے اور اس کے وسیلے سے حصول تکمیل کرتی ہے۔ وہ بذات خود عالم مجردات سے تعلق رکھتی ہے۔

(۵) چوں کہ انسان روح و بدن دو چیزوں کا مرکب ہے تو وہ مجبوراً" دو طرح کی زندگی رکھتا ہے ایک حیات دینوی جو بدن سے متعلق ہے دوسری روحانی و معنوی زندگی ہے جس کا تعلق اس کی روح سے ہے۔ لہٰذا دونوں زندگیوں سے تعلق کی وجہ سے اس کی سعادتیں اور شقاوتیں بھی ہیں۔

(۶) جس طرح بدن و روح کے درمیان تعلق کی شدت اور یگانگت برقرار ہے اسی طرح روحانی اور دنیاوی زندگی کے درمیان مکمل ارتباط ہے۔ یعنی دنیاوی زندگی کی کیفیت اور انسانی جسم کے افعال و اعمال اس کی روح پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی طرح روحانی صفتیں' ملکات اور حالات بھی ظاہری اعمال پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

(۷) انسان کا وجود چونکہ حصول کی تکمیل کی راہ میں واقع ہے اور حصول کمال کی طرف اس کی توجہ بالکل فطری ہے اور خدا کی تخلیق بھی فضول نہیں ہے۔ لہٰذا اپنے مقصود کا حصول اور انسانی کمالات کا اکتساب اس کی دسترس میں ہونا چاہئے۔

(۸) انسان فطری طور پر اپنی ذات کو چاہتا ہے اور اپنا نفع تلاش کرتا ہے اور وہ اپنی منفعتوں اور مصلحتوں کے علاوہ اور کسی شے کو پیش نظر نہیں رکھتا بلکہ وہ کوشش کرتا ہے کہ اپنے ہم نوع افراد سے بھی فائدہ اٹھائے اور ان کی کاوشوں کے نتائج سے بہرہ مند ہو۔

(۹) انسان عین اس حالت میں کہ اپنے حقیقی کمالات کے گرد گھومتا رہتا ہے۔ اور

اس حقیقت کی تلاش میں ہر دروازے پر دستک دیتا ہے وہ زیادہ تر اس کے سمجھنے سے عاجز رہتا ہے۔ وہ اس لئے کہ اس کے اندرونی احساسات اور روحانی خواہشات انسانیت کے صراط مستقیم اور حقیقت کو سمجھنے کے راستے کو اس کی عقل عملی کے سامنے تاریک صورت میں پیش کرتی ہیں اور وادی شقاوت و بدبختی کی طرف لے جاتی ہیں۔

وہ کونسا قانون ہے جو انسان کو سعادت مند بنائے ؟

چونکہ انسان مجبور ہے اور اجتماعی زندگی گزارتا ہے اور منفعتوں کے حصول کے لئے اس کا ہجوم اور اپنے ہم نوع پر ظلم اور اسے اپنا خدمت گار بنانا اس کی اجتماعی زندگی کے ضروری لوازمات میں سے ہے لہٰذا مناسب ہے کہ انسانوں پر ایک ایسا قانون حکومت کرے جو اس کے انتشار و اختلال کی راہ روک دے اور وہ قانون انسانی معاشرہ کا اسی صورت میں انتظام و انصرام کر سکتا ہے جب وہ درج ذیل شرائط کو پورا کرے۔

(۱) وہ قانون اس حد تک کامل اور جامع ہو جو لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی تمام حالتوں میں اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو اس میں انسان کے تمام اور اس کی تمام ضروریات کا لحاظ رکھا گیا ہو اور فطری ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر بنایا جائے۔

(۲) وہ قانون انسان کو حقیقی سعادت و کمالات کی طرف لے جائے محض خیالی اور تصوراتی سعادت و کمالات کی طرف نہیں۔

(۳) چاہئے کہ دنیائے انسانیت کی سعادت کا اس قانون میں خیال رکھا گیا ہو اور وہ محض محدود افراد کے مفاد کا ضامن نہ ہو۔

(۴) معاشرے کی بنیاد انسانی فضائل و کمالات پر رکھی جانی چاہئے اور وہ لوگوں کو اس بلند مقصد کی طرف اس طرح لے جائے کہ اس معاشرے کے افراد دنیوی زندگی کو انسانی کمالات و فضائل کے حاصل کرنے کا وسیلہ سمجھیں اور اس پر اس طرح نگاہ

نہ ڈالیں جیسے ان کا کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔

(۵) اس قانون میں یہ صلاحیت ہو کہ حد سے تجاوز ظلم اور انتشار کا سدباب کر سکے اور تمام افراد کے حقوق کی ضمانت دے۔

(۶) اس قانون کی ترتیب و تدوین میں معنوی زندگی اور معنوی روح ان دونوں کا اس طرح مکمل طور پر خیال رکھا گیا ہو کہ ان میں سے کوئی بھی روح و نفس سے متعلق نقصان کا باعث نہ ہو اور انسان کو تکامل و ارتقاء کے راستے سے منحرف نہ کرے۔

(۷) معاشرہ کو انسانیت کے صراط مستقیم سے روگرداں ہونے کے اسباب اور ہلاکت کی وادیوں میں بھٹکنے سے محفوظ رکھے۔

(۸) اس قانون کے بنانے والے کو چاہئے کہ وہ اس قانون کی مصلحتوں، خرابیوں اور تصادم کے تمام پہلوؤں پر نظر رکھے۔ وہ زمان و مکان کے تمام تقاضوں سے باخبر ہو۔

انسان قطعی طور پر اس قسم کے قانون کا محتاج ہے اور یہ اس کی زندگی کی ضرورتوں میں شمار ہوتا ہے اور بغیر قانون زندگی انسانیت کے فقدان کی صورت اختیار کر لیتی ہے لیکن یہ موضوع قابل بحث ہے کہ آیا انسان کا بنایا ہوا قانون اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے یا نہیں اور اس بات کی صلاحیت اس میں ہے یا نہیں کہ وہ معاشرہ کو صحیح خطوط پر چلا سکے۔ ہمار عقیدہ ہے کہ جو قانون انسانوں کی فکری صلاحیت کے نتیجے میں بنایا جائے گا وہ ناقص ہوگا اور اس میں معاشرہ کی تنظیم کی صلاحیت کامل نہیں ہوگی۔ چند باتیں بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) انسانی علوم ناقص اور محدود ہیں۔ انسان لوگوں کی مختلف ضرورتوں سے بے خبر ہے۔ وہ تخلیق کے قانون اور خیرو شر کی جہتوں اور ان کے تصادم کے مواقع سے ناواقف ہے اور ان کے تاثیر کرنے، متاثر ہونے، عمل رد عمل اور زمان و مکان کے تقاضوں سے بے خبر ہے اور وہ اس سے مکمل واقفیت نہیں رکھتا۔

(۲) بفرض محال اگر قانون ساز انسان ایسے قوانین بنانے میں کامیاب بھی ہوجائیں تو وہ بلاشبہ اس گہرے تعلق سے جو دنیاوی اور دینی زندگی کے مابین ہے اور وہ تاثرات جو ظاہر افعال و اعمال سے نفس پر مرتب ہوتے ہیں ان سے بے خبر ہیں۔ اگر مختصر اطلاعات ہوں بھی تو وہ ناقص ہیں اور بیکار ہیں۔ اصولی طور پر روحانی زندگی کی نگہداشت ان کے لائحہ عمل سے خارج ہے وہ انسانی سعادت کو مادی نقطہ نظر ہی سے دیکھ سکتے ہیں۔ جبکہ دینی و دنیاوی زندگی میں بہت زیادہ تعلق ہے اور ان دونوں کے درمیان ایک دوسرے سے بے تعلق ہونا ممکن نہیں۔

(۳) انسان چونکہ اپنے مفاد کو دیکھتا ہے اپنے ہم نوع سے خدمت لینا اور فائدہ اٹھانا اس کی فطرت میں داخل ہے اور انسانوں میں سے ہر فرد اپنی منفعتوں کو دوسروں کی مصلحتوں پر ترجیح دیتا ہے۔ لہٰذا اختلاف کے رفع کرنے اور خدمت لینے سے باز رہنے کی صلاحیت اس میں نہیں ہے۔ اور وہ اس لئے کہ قانون بنانے والے انسانوں کی خواہشات اس امر کی ہرگز اجازت نہیں دیتیں کہ وہ اپنے اور اپنے متعلقین کے فائدہ کو نظرانداز کریں اور پوری انسانیت کی مصلحتوں کو پیش نظر رکھیں۔

(۴) قانون بنانے والے انسان ہمیشہ اپنی محدود اور کوتاہ نظر سے قانون بناتے ہیں اور انہیں اپنے افکار و تعصّبات اور عادتوں کے سانچے میں ڈھالتے ہیں لہٰذا وہ قوانین ایک مختصر طبقہ کے لئے بناتے ہیں اور قانون سازی کے وقت دوسرے لوگوں کے مفاد و نقصان پر توجہ نہیں دیتے۔ ایسے قوانین کو عالم انسانیت کی خوش بختی منظور نہیں ہوتی۔ وہ صرف خدا کا قانون ہے جو تخلیق کی پاکیزگی و پارسائی اور انسان کی حقیقی ضرورتوں کے مطابق بنایا گیا ہے اور ہر قسم کی شخصی اغراض اور انحراف سے پاک و منزہ ہے اور دنیائے انسانیت کی خوش بختی اس کے پیش نظر ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان مکمل طور پر قوانین الٰہی کا ضرورتمند ہے اور لطف خداوندی کا یہ تقاضا ہے کہ انسان کے لئے پیغمبروں کی وساطت سے مکمل لائحہ عمل حیات ارسال کرے۔

سعادت اخروی

انسان خاص اس حالت میں کہ رات دن دنیوی زندگی بسر کرنے میں سرگرمی سے مصروف ہے وہ اپنے باطن اور نفس میں بھی ایک پوشیدہ زندگی بسر کرتا ہے اگرچہ بنیادی طور پر اس زندگی کی طرف توجہ نہ رکھتا ہو اور اسے مکمل طور پر فراموش کئے ہوئے ہو اس فراموش شدہ زندگی سے متعلق بھی خوش بختی و بدبختی اس کا مقدر ہے۔ یعنی صحیح عقائد و افکار پسندیدہ اخلاق اور اچھے اعمال روحانی ترقی و ارتقاء کا سبب بنتے ہیں اور اس کی خوش بختی و کمال کو مہیا کرتے ہیں۔ اسی طرح غلط عقائد اور خراب اعمال نفس کے انحراف، بدبختی اور نقصان کا باعث ہوتے ہیں۔ پس اگر انسان حصول کمال کے صراط مستقیم پر گامزن ہے تو اس کی ذات اور حقیقت کا جوہر ترقی پا کر اپنے عالم اصلی کی طرف جو عالم نورانیت و سرور ہے بلند ہوتا ہے اور رجوع کرتا ہے لیکن اگر وہ اپنے تمام پسندیدہ انسانی اخلاق اور کمالات روحانی کو قوائے حیوانی کے رضامند کرنے پر قربان کرے اور خواہشات نفسانی کا قیدی بن جائے اور حیوان کی طرح اپنی ہوس کو پورا کرنے والا اور اپنی خواہش کی تکمیل کرنے والا یا ایک پھاڑ کھانے والا اور خون پینے والا دیو بن جائے تو ایسا شخص حصول ارتقاء کے صراط مستقیم سے منحرف ہو کر وادی ہلاکت و بدبختی میں بھٹکنے لگے گا۔ لہٰذا انسان روحانی زندگی کے بارے میں بھی ایک لائحہ عمل اور رہنمائے کامل کی ضرورت رکھتا ہے اور اس کا محتاج ہے اور وہ بغیر کسی مدد کے اس پر خطر اور باریک راستے کو طے نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ حیوانی قوتیں اور نفسانی خواہشیں حقیقت بینی کے راستے اور صحیح فیصلوں کو اس کی عقل کے سامنے تاریک کر دیتی ہیں اور اسے وادی ہلاکت کی طرف لے جاتی ہیں اس کی نظروں میں اچھے کو برا اور برے کو اچھا بنا دیتی ہیں۔

وہ صرف اس دنیا اور انسان کا پیدا کرنے والا ہے جو انسان کی حقیقی سعادت اور اچھے اور برے اخلاق سے واقف ہے وہ یہ کر سکتا ہے کہ نفسانی خوش بختی کے حصول

کے لئے اور بدبختی کے اسباب و عوامل سے بچنے کے لئے ایک مکمل دستور انسان کے سپرد کرے لہٰذا انسان اخروی سعادت کی ضمانت حاصل کرنے میں بھی پروردگار عالم کا محتاج ہے۔

اس مقام پر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ پروردگار عالم نے اس نوع انسان کو جس کے ہر فرد کو خوش بختی و بدبختی کی راہ دکھانے کے لئے وہ مستعد ہے اس نے حیوانی قوتوں کے نفوذ اور نفسانی خواہشات کے ماتحت قرار نہیں دیا ہے اور اس نے نوع انسانی کو جہالت و سرگردانی کی وادی میں نہیں چھوڑا ہے بلکہ اس کے لا محدود کرم کا یہ تقاضا ہے کہ ان برگزیدہ پیغمبروں کی وساطت سے جو جنس بشر میں سے ہیں ایسے احکام' قوانین اور کامل دستور العمل جو انسانوں کی دنیوی اور اخروی خوش بختی کی ضمانت دیں' لوگوں کے لئے بھیجے اور غرض و غایت کے حاصل کرنے کے راستے کو ان کے لئے ہموار کر دے۔

حصول تکمیل کا راستہ

انسانی ارتقاء کا راستہ صراط مستقیم اور اللہ کی طرف توجہ وہی صحیح عقائد و اعمال ہیں جنہیں پروردگار عالم نے انبیاء کرامؑ کے پاکیزہ دلوں پر نازل کیا ہے اس غرض سے کہ وہ انہیں لوگوں تک پہنچائیں۔ لیکن جاننا چاہئے کہ یہ راستہ کوئی ایسا رسمی راستہ نہیں ہے جو مقصد سے کوئی بنیادی مناسبت نہ رکھتا ہو بلکہ وہ ایک حقیقی راستہ ہے جس کا سرچشمہ عالم ربوبیت ہے۔ وہ ہر شخص کے سامنے ہونا چاہئے تاکہ وہ اپنی ذات کے باطن میں ارتقاء و تکامل کی راہ پر چل کر بہشت رضواں کے عالم وسیع کی طرف صعود کرے۔

دوسرے لفظوں میں دین حق ایک ایسا صراط مستقیم ہے کہ اس پر گامزن ہو کر ہر شخص اپنے جوہر ذات اور انسانیت کو کامل کر کے انسانیت کے صراط مستقیم سے عالم سرور و منبع کمالات کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور ہر وہ فرد جو دیانت کے سیدھے

راستے سے منحرف ہو کر راہ فضائل انسانیت کو گم کر کے حیوانیت کے غیر مستقیم راستوں پر چلا جائے اور حیوانیت و درندگی کی خصوصیات کو تقویت پہنچا کر انسانیت کے باریک راستے پر چلنے سے عاجز ہوجائے اس شخص کے مقدر میں سوائے جہنم رسید ہونے وہ اس میں سخت تکلیف دہ زندگی گزارنے کے اور کچھ نہیں ہے۔

پیغمبروں کی عصمت

اللہ کے کرم کا یہ تقاضا ہے کہ وہ پیغمبروں کو بھیجے جو ضروری احکام و قوانین لوگوں تک پہنچائیں اور ان کی غرض و غایت تخلیق کی طرف راہنمائی کریں اور ان کی مدد کریں اور صرف اسی صورت میں مقصود پروردگار عالم کی ضمانت کامل ہوگی او ر ضروری احکام و قوانین تک لوگوں کی دسترس کسی کمی بیشی کے بغیر ممکن ہوگی اور ان کا عذر ختم ہوگا کہ پیغمبر خطا' بھول چوک اور شک و شبہ سے محفوظ ہو یعنی احکام کے اخذ کرنے' ان کو محفوظ رکھنے اور لوگوں تک پہنچانے میں خطا و نسیان سے محفوظ و مصئون ہو۔ اس کے علاوہ پیغمبر کو چاہئے کہ وہ خود ان احکام پر جو اس پر ثابت ہو چکے ہوں اپنے علم کے مطابق عمل کرے اور قول و فعل دونوں کے ذریعہ لوگوں کو کمالات حقیقی کی طرف بلائے تاکہ ان کا عذر ختم ہو اور وہ راہ حقیقت کے پہچاننے میں ضلالت و سرگردانی کا شکار نہ ہوں۔ اس لئے کہ اگر پیغمبر احکام دین کا پابند نہ ہوگا تو اس کی بات کا اعتبار جاتا رہے گا اور لوگ اس پر اعتماد نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ وہ اپنے قول کے خلاف عمل کر رہا ہے' وہ اپنے کردار کے ذریعہ لوگوں کو اپنے احکام کے خلاف دعوت دے رہا ہے اور ظاہر ہے کہ دعوت عملی اگر دعوت قولی سے زیادہ موثر نہ ہوگی تو کم اثر بھی نہ ہوگی۔ دوسرے الفاظ میں ہمارے علوم اور ہماری معلومات خطا و شبہ سے محفوظ نہیں ہیں اس لئے کہ واس اور ادراک کرنے والی قوتیں ان معلومات کے حصول میں دخل انداز ہوتی ہیں اور جو اس کی غلطیاں کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ لیکن وہ احکام اور علوم جو پروردگار عالم کی جانب سے انسانوں کی ہدایت کے واسطے

پیغمبروں پر وحی و الہام کی صورت میں نازل ہوتے ہیں اور اس طرح کے نہیں ہوتے ورنہ لازم ہے کہ ان کی معلومات میں بھی خطا و اشتباہ کا دخل ہو اور حقیقت پر مبنی احکام لوگوں تک نہ پہنچیں۔ اس کے برعکس ان کے علوم اس طرح ہیں کہ دنیائے غیب کے حقائق ان کے دل اور باطن ذات پر نزول ہوتے ہیں اور وہ ان علوم کی حقیقتوں کو اپنے علم حضوری سے مشاہدہ کرتے ہیں یعنی اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور جو کچھ وہ اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور جو کچھ ان پر عالم بالا سے نازل ہوا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں اور ان کے حوالے کر دیتے ہیں۔ چوں کہ حقائق کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں تو ان حقائق کے حصول، تحمل اور تحفظ میں وہ خطا اور اشتباہ کا شکار نہیں ہوتے۔ اسی بنا پر وہ ان قوانین کی مخالفت اور گناہ سے بچے ہوئے ہوتے ہیں اور محفوظ ہوتے ہیں۔ وہ اپنے علوم کے مطابق عمل کرتے ہیں اس لئے کہ وہ شخص جو اپنی خوش بختی کمالات اور کہنہ حقائق کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے وہ بلاشک و شبہ اپنے مشاہدات کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اور اس کی قطعاً خلاف ورزی نہیں کرتا اس لئے کہ نفس اور دیگر قوتوں کو شک و شبہ میں مبتلا کرنے والے تمام راستے اس پر بند ہوتے ہیں اور وہ اپنے حقیقی کمالات کو اپنی چشم دل سے دیکھتا ہے اور ایسا شخص اپنے کمال کو ہرگز ترک نہیں کرتا۔

امامت پر عقلی دلیل

نبوت عامہ کی دلیل کے واضح ہوجانے کے بعد اب آپ خود تصدیق فرمائیں کہ یہی دلیل ہمیں بتاتی ہے کہ پیغمبرؐ کے بعد ان کا جانشین ہو۔ وہ الٰہی احکام کا مثل پیغمبر خزانہ دار ہو اور ان احکام کی تبلیغ تکمیل اور نگہداشت کے سلسلہ میں کوشش کرے اس لئے پیغمبروں کے مبعوث فرمانے اور احکام کے بھیجنے سے پروردگار عالم کی غرض و منشا اسی صورت میں پوری ہوتی ہے اور اس کا لطف و کرم حد کمال کو پہنچتا ہے اور اپنے بندوں پر اس کی حجت تمام ہوتی ہے کہ اس کے تمام قوانین احکام بلا کم و کاست

لوگوں کے درمیان محفوظ رہیں۔ پس پیغمبروں کی غیر موجودگی کی صورت میں لطف و کرم خداوندی کا یہ تقاضا ہے کہ وہ لوگوں میں سے کسی ایک فرد کو اپنے احکام کی نگہداشت حفاظت اور تحمل کا ذمہ دار بنائے۔

وہ برگزیدہ فرد بھی احکام کے حصول ان کے تحمل اور تبلیغ میں خطا و اشتباہ سے محفوظ ہونا چاہئے۔ تاکہ مقصود پروردگار عالم کی حفاظت ہو سکے اور بندوں پر اتمام حجت ہو۔ چاہے وہ احکام دینی کی حقیقت سے کلی طور پر باخبر ہو اور خود ان کے مطابق عمل پیرا ہو تاکہ دوسرے افراد اپنے اقوال و اعمال و اخلاق کو اس کے اعمال اقوال و اخلاق کے مطابق کر سکیں۔ راہ حقیقت کے پانے میں حیرت اور شک و شبہ کا شکار نہ ہوں اور کوئی عذر یا بہانہ ان کے ہاتھ نہ آئے جبکہ امام کو بھی چاہئے کہ وہ اس عظیم ذمہ داری کے تحمل کے سلسلہ میں خطا و اشتباہ سے محفوظ و مصئون ہو۔ یوں کہنا چاہئے کہ امام کے اس قسم کے علوم بھی حواس اور قوائے مدرکہ کے ذریعہ حاصل نہیں ہوتے اور عام لوگوں کے علوم اور امام کے علوم میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے بلکہ پیغمبر کی رہنمائی کے ذریعہ اس کی چشم بصیرت روشن ہوجاتی ہے اور وہ انسانیت کے کمالات کا چشم دل سے مشاہدہ کرتا ہے۔ جب ایسا ہے تو وہ خطا و نسیان سے معصوم ہے اور حقائق و کمالات کا یہی مشاہدہ ہے جو اس کی عصمت کا سبب بنتا ہے اور اس بات کا باعث ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے علوم اور مشاہدات کے مطابق عمل کرے، اور اپنے علم و عمل کے ذریعہ امام وقت اور انسانیت کا پیشرو اور پیشوا ہو جائے۔

بہ الفاظ دیگر نوع انسانی میں ہمیشہ ایک فرد کامل موجود رہنا چاہئے کہ وہ خدا کی طرف سے عائد ہونے والے تمام صحیح عقائد کا پابند رہ کر، تمام اخلاق و صفات انسانی کو بروئے کار لاکر تمام احکام دین پر عمل کرے اور بلا کم و کاست تمام احکام دین سے واقف ہو۔ ان تمام مرحلوں میں خطا و اشتباہ و گناہ سے محفوظ ہو۔ علم و عمل کے ذریعہ تمام ممکن انسانی کمالات اس کی ذات سے عملی طور پر ظاہر ہوں اور اس صورت میں وہ قافلہ انسانیت کا پیشرو اور امام ہو۔

اگر نوع انسانی کچھ وقت کے لئے اس قسم کے فرد ممتاز سے خالی ہوجائے تو لازم آتا ہے کہ وہ احکام خداوندی جو انسانیت کی ہدایت کی غرض سے نازل ہوئے تھے محفوظ نہ رہیں۔ وہ لوگوں کے درمیان سے اٹھ جائیں اور غیبی فائدوں اور فیوض کا سلسلہ منقطع ہوجائے اور عالم ربوبیت و عالم انسانیت کے درمیان کوئی تعلق و ارتباط باقی نہ رہے۔

دوسرے لفظوں میں بنی نوع انسان میں ایک ایسا فرد موجود رہنا چاہئے جو ہمیشہ پروردگار عالم کے فیوض اس کی ہدایات اور تائیدوں کا مرکز رہے اور وہ معنوی اور باطنی مدد کے ذریعہ ہر فرد کو اس کی صلاحیت و استعداد کے مطابق کمال مطلوب تک پہنچائے۔ مزید برآں اس کی ذات احکام الٰہی کا خزانہ ہو تاکہ لوگ ضرورت کے وقت بغیر کسی رکاوٹ کے اس کے علوم سے بہرہ مند ہوں۔

امام کا پاک وجود حجت خدا ہے دین کا نمونہ ہے اور وہ ایک انسان کامل ہے وہ انسانی طاقتوں کی حد میں رہ کر خدا کو پہچان سکتا ہے اور اس کی عبادت کر سکتا ہے اگر وہ موجود نہ ہو تو خدا کی نہ توحد کمال تک عبادت ہو سکتی ہے اور نہ اس کی معرفت حاصل کی جا سکتی ہے۔ امام کا دل اور اس کا باطن علوم الٰہی کا خزینہ اور خداوندی اسرار کا گنجینہ ہوتا ہے۔ وہ ایک ایسے آئینے کی طرح ہوتا ہے جس کے اندر عالم ہستی کی حقیقتیں اپنا جلوہ دکھاتی ہیں تاکہ دوسرے افراد اس کے عکس سے فائدہ اٹھائیں۔

جلالی : دین کے قوانین اور احکام کی حفاظت اس پر منحصر نہیں ہے کہ صرف ایک فرد ان کو جانتا ہو اور ان پر عمل کرتا ہو بلکہ اگر جملہ احکام اور قوانین دیانت تمام افراد میں تقسیم ہو جائیں اور ان کا ہر گروہ احکام الٰہی کے ایک سلسلے سے واقف ہو اور اس پر عمل کرے تو اس صورت میں دین کے تمام احکام علم و عمل کے اعتبار سے لوگوں میں محفوظ رہ سکتے ہیں۔

ہوشیار : آپ کا نظریہ دو حیثیتوں سے قابل قبول نہیں ہے۔ پہلے یہ کہ گذشتہ بحث کے [illegible] یہ کہا گیا ہے کہ بنی نوع انسان میں ایک فرد ممتاز موجود رہنا چاہئے

جس پر تمام ممکن انسانی کمالات نہ صرف ثابت شدہ ہوں بلکہ اس کے وجود کے ذریعہ عملی طور پر بھی ثابت ہوں۔ وہ دیانت کے صراط مستقیم کے درمیان ہو اور تعلیم و تربیت کے اعتبار سے سوائے خدا کے اور کسی کا محتاج نہ ہو۔ اگر ایسا فرد کامل نوع انسان میں نہ ہو تو انسانیت بغیر حجت کے رہ جائے گی اور جو انسانیت بغیر حجت وغایت کے رہ جائے گی اور جو نوع کسی غایت کے بغیر ہو اس کے لئے خاتمہ یقینی ہے لیکن آپ کے موقف میں ایسا کوئی فرد کامل نہیں ہے اس لئے کہ ان افراد میں سے ہر ایک اگرچہ ایک سلسلہ احکام کو جانتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی دیانت کے صحیح راستے کے درمیان واقع نہیں ہے بلکہ وہ جادہ و حقیقت سے منحرف ہے، اس لئے کہ صراط مستقیم کے مراتب اور احکام دیانت کے درمیان ایک نہ ٹوٹنے والا تعلق اور گہرا رابطہ ہے جس کا منقطع ہوجانا ممکن نہیں ہے۔

دوسرے جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے کہ وہ احکام، قوانین جو انسانوں کی ہدایت کی غرض سے پروردگار عالم کی طرف سے نازل ہوئے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ لوگوں کے درمیان اس طرح محفوظ رہیں کہ ہر قسم کی تبدیلی اور تغیر و تبدیل کالعدم ہوجانے کی راہیں ان پر مسدود ہوں۔ وہ ہر خطرہ سے محفوظ ہوں تاکہ لوگوں کا ان کی صحت پر مکمل اعتماد ہو۔ اور یہ بات اسی صورت میں ممکن ہو سکتی ہے کہ ان قوانین کا خزینہ دار اور حفاظت کرنے والا معصوم عن الخطا ہو تاکہ وہ بھول چوک اور گناہ کے خطرات سے محفوظ ہو لیکن آپ کے لئے مفروضہ میں ایسا نہیں ہے۔ چونکہ خطا و نسیان و گناہ ان افراد میں سے ہر ایک کے لئے ممکن ہے لہٰذا اس کے نتیجے میں احکام خداوندی تغیر و تبدل سے محفوظ نہیں ہیں اور بندوں پر خدا کی حجت تمام نہیں ہوتی اور بندوں کا عذر باقی رہتا ہے۔

امامت روایات کی روشنی میں

ہوشیار : تمام وہ مطالب جو امامت کے بارے میں عرض کئے گئے وہ روایات اہل

بیتؑ میں منصوص طور پر موجود ہیں۔ اگر تحقیق مدنظر ہو تو آپ کتب احادیث کی طرف رجوع فرما سکتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند حدیثیں پیش خدمت ہیں۔

ابو حمزہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کیا زمین امام کے بغیر رہ سکتی ہے؟ فرمایا اگر زمین بے امام رہ جائے تو دھنس جائے گی۔ ☆ ۱۳۱

وشاء کہتا ہے میں نے حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا کیا زمین امام کے بغیر رہ سکتی ہے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ زمین ایسی صورت میں بغیر امام رہ سکتی ہے جب خدا بندوں پر غضب ناک ہو۔ پس آنجنابؑ نے فرمایا زمین بغیر امام کے نہیں رہتی ورنہ وہ دھنس کے رہ جائے۔ ☆ ۱۳۲

ابن ابطار کہتے ہیں میں نے صادق آل محمدؐ سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ اگر زمین میں صرف دو آدمی ہوں تو ان میں سے قطعی طور پر ایک حجت خدا ہو گا۔ ☆ ۱۳۳

حضرت ابو جعفرؑ نے فرمایا: قسم خدا کی خدا نے اس وقت سے جب آدم کی روح قبض کی گئی تھی اب تک زمین کو امام کے بغیر نہیں چھوڑا ہے جس کے ذریعہ سے لوگ ہدایت پائیں اور وہی اس کے بندوں پر حجت خدا ہے۔ زمین امام کے بغیر قطعاً نہیں رہتی تاکہ خدا اپنے بندوں پر حجت قائم رکھے۔ ☆ ۱۳۴

حضرت صادق آل محمدؐ نے فرمایا: خدا نے ہم کو سب سے زیادہ نیک خلقت عطا کی ہے اور آسمان و زمین میں اپنے علوم کا خزانے دار بنایا ہے۔ درخت نے ہم سے باتیں کیں، ہمارے عبادت کرنے سے خدا کی عبادت ہوتی ہے اگر ہم نہ ہوتے تو خدا کی عبادت نہ ہوتی۔ ☆ ۱۳۵

حضرت صادقؑ نے فرمایا ہے: اوصیاء علوم ربانی کے در ہیں۔ ان دروں سے دین میں داخل ہونا چاہیے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو خدا کی معرفت نہ ہوتی۔ ان کے وجود کی وجہ سے خدا اپنے بندوں پر دلیل قائم کرتا ہے۔ ☆ ۱۳۶

ابو خالد کہتا ہے میں نے اس آیت کی تفسیر **فامنو باللہ ورسولہ**

والنورالذی انزلنا۔ حضرت ابی جعفرؑ سے پوچھی آپ نے فرمایا اے اباخالد! بخدا نور سے مراد آئمہؑ ہیں۔ اے ابا خالد! امام کا نور مومنین کے دلوں میں سورج کی تنویر سے زیادہ چمکتا ہے۔ یہ امام ہی ہیں جو قلوب مومنین کو پرنور کرتے ہیں۔ خدا ان کے نور کو جس سے چاہتا ہے پوشیدہ رکھتا ہے۔ پس اس کا دل تاریک اور چھپا ہوا رہ جاتا ہے۔ ☆ ۱۳۷

حضرت امام رضاؑ نے فرمایا: جب خدا ارادہ کرتا ہے کہ کسی فرد کو اپنے بندوں کے لئے منتخب کرے تو اس کے قلب کو شرح صدر عطا کر کے حقائق و حکمت کا سرچشمہ بنا دیتا ہے اور اپنے علوم کا اس پر مسلسل الہام کرتا ہے اس کے بعد وہ فرد کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں رہتا اور بیان حقائق اور صحیح رہنمائی میں ضلالت و گمراہی کا شکار نہیں ہوتا۔ وہ خطا سے منزہ ہوتا ہے۔ ہمیشہ الٰہی توفیقات و تائیدات و راہنمائی سے بہرہ ور رہتا ہے اور خطاؤں اور لغزشوں سے مامون و مصئون ہوتا ہے۔ خدا نے اس کو اس مقام پر فائز کیا ہے تاکہ وہ اس کے بندوں پر گواہ اور حجت ہو۔ یہ عطیہ الٰہی ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور خدا کا فضل و کرم عظیم ہے۔ ☆ ۱۳۸

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں پس اگر میرے اہل بیتؑ نہ ہوں تو اہل زمین بھی ہلاک ہو جائیں۔ میرے اہل بیتؑ زمین کے ہے امان ہیں بس اگر میرے اہل بیت نہ ہوں تو اہل زمین بھی ہلاک ہو جائیں ☆ ۱۳۹

حضرت علیؑ نے فرمایا: زمین ایسے قائم سے جو خدا کے نام پر قیام کرے اور خدا کی طرف سے اتمام حجت کرے کبھی خالی نہیں ہوتی، کبھی وہ ظاہر و مشہور ہوتا ہے کبھی خائف و پوشیدہ اس لئے کہ خدا کی حجتیں بیکار نہ ہوجائیں۔ وہ تعداد کے اعتبار سے کم ہیں لیکن مقام و منزلت کے اعتبار سے عظیم ہیں ۔ خدا ان کے ذریعہ اپنی دلیلوں کی اس وقت تک حفاظت کرتا ہے جب وہ ان دلیلوں کو اپنے جیسے افراد کو ودیعت کر دیں اور ان کے دلوں میں ان کی تخم ریزی کر دیں۔

علم نے ان کو بینائی اور بصیرت کی حقیقت تک پہنچا دیا ہے۔ وہ روح یقین سے

بہرہ ور ہیں۔ جس شے کو مال و دولت کے پرستار سخت و دشوار سمجھتے ہیں ان کی نظر میں آسان ہے۔ جس چیز سے جاہل وحشت زدہ ہوتے ہیں، وہ اس سے مانوس ہیں۔ دنیا سے ان کا تعلق ان ابدان کے ذریعہ ہے جن کی روحیں محل اعلیٰ سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ زمین پر خدا کے خلفاء اور دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ☆ ۱۴۰

حضرت علیؑ نے فرمایا: قرآن کے بیش قیمت موتی اہل بیتؑ کے وجود میں رکھ دئے گئے ہیں وہ خدا کے خزانے ہیں۔ اگر بات کریں تو سچتے ہیں اور بات نہ کریں تو کوئی ان سے سبقت نہیں لے جا سکتا۔ ☆ ۱۴۱

حضرت علیؑ نے اہل بیتؑ کے بارے میں فرمایا: ان کے وجود ذی جود کی برکت سے حق اپنی جگہ برقرار ہے اور باطل زائل ہوتا ہے اور اس کی زبان جڑ سے کٹ جاتی ہے۔ انہوں نے دن کو تعقل سے ہمکنار کیا ہے ایسا تعقل جس میں حقیقی شعور ہے اور حفظ و عمل ہے۔ ایسا تعقل نہیں جس میں صرف سننا اور بیان کرنا ہو۔ علم کے روایت کرنے والے واقعی بہت ہیں لیکن اس کی رعایت کرنے والے بہت کم ہیں۔ ☆ ۱۴۲

بات کو مختصر کرتا ہوں۔ مذکورہ عقلی دلیل اور ان احادیث سے جو اس موضوع پر پیش کی گئیں استفادہ کرتا ہوں۔ جب تک نوع انسانی زمین پر باقی ہے ہمیشہ اس پر ایک کامل معصوم فرد موجود رہنا چاہئے تاکہ وہ تمام کمالات جو نوع انسان کے لئے ممکن ہیں اس میں عملی طور پر موجود ہوں۔ وہ علمی اور عملی طور پر انسانوں کی ہدایت کے منصب پر فائز ہو۔ ایسا ممتاز فرد انسانیت کا پیش رو اور امام ہوگا۔ وہ پاک وجود انسانی کمالات کی راہ میں بلندی کی طرف جاتا ہے اور اس کے وسیلہ سے ہمیشہ عالم غیبی اور عالم انسانی کے درمیان رابطہ رہتا ہے۔ دنیائے غیبی کے فیوض وبرکات پہلے اس کے وجود شریف کو مستفیض کرتے ہیں اور پھر اس کی برکت سے دوسرے افراد تک پہنچتے ہیں۔ اگر ایسا ممتاز اور کامل فرد لوگوں کے درمیان موجود نہ ہو تو ضروری ہوگا کہ نوع انسان بغیر غایت رہ جائے اور اس کا سلسلہ منقطع ہوجائے اور جس نوع میں غایت نہ

ہو اس کا فنا ہوجانا لازمی ہوتا ہے۔ پس دوسری دلیلوں سے قطع نظر یہ دلیل بھی ثابت کرتی ہے کوئی عہد اور زمانہ ہمارے زمانے سمیت وجود امام سے خالی نہ ہو گا اور جب ہمارے زمانہ میں امام ظاہری کا وجود نہیں ہے تو کہنا چاہئے کہ وہ حالت غیبت میں زندگی گزار رہے ہیں۔

بحث کافی طویل ہوگئی تھی اس خیال کے پیش نظر کہ لوگ تھک نہ جائیں یہ قرار پایا کہ بقیہ بحث دوسری نشست میں ہو۔

عالم بالا اور امام زمانہؑ

مصنف: محفل آقائے جلالی کے دولت کدہ پر منعقد ہوئی اور سب سے پہلے جس فرد نے گفتگو کی وہ آقائے جلالی تھے۔

جلالی: مسلمانوں میں سے کچھ افراد کا کہنا ہے کہ امام عصرؑ امام حسن عسکریؑ کے وہی فرزند ہیں جو ۲۵۶ ہجری میں متولد ہوئے لیکن وہ جناب اس دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں اور ترقی کر کے ایک دوسرے عالم میں پہنچ چکے ہیں۔ اس وقت کہ جب نوع انسان سن بلوغ کو پہنچے گی اور اس عالم کی کدورتوں کو چھوڑ دے گی اور امام عصرؑ کے دیدار اور ملاقات کی صلاحیت پیدا کرے گی تو ان حضرت کا دیدار کرے گی۔ ان بزرگوں میں سے ایک فرد نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ یہ دنیا تہہ زمین تک نازل شدہ تھی۔ آدم کے زمانہ میں اس سے کہا گیا کہ اوپر آجا ابھی اوپر آنے کا وقت ہے اور تو ان کثافتوں غلاظتوں اور غبار سے پاک نہیں ہوئی ہے اور ہوائے صاف میں نہیں پہنچی ہے۔ پس یہ مقام ظلمات ہے اور ظلمات میں ایک دین کی تلاش ہے اور یہاں کچھ عمل کیا جا رہا ہے اور یہاں عقائد ہیں۔ جب اس غبار سے گزر جائیں اور ہوائے صاف میں داخل ہوجائیں تو رخسار ولی کے آفتاب کو آنکھوں سے دیکھیں اور اس کے انوار کا مشاہدہ کریں اور اس کھلم کھلا اور بغیر کسی حجاب درمیاں کے استفادہ کریں اور احکام دوسری قسم کے احکام ہوجائیں اور دین دوسری طرح کا دین اور شکل

و ہیئت دوسری طرح کی شکل و ہیئت۔

پس ہم کو چاہئے کہ چلیں اور جہاں ولی ظاہر ہے وہاں پہنچیں نہ یہ کہ ولی ہمارے پاس آئے اگر ولی ہمارے پاس آئے تو ہم اس قابل نہیں ہیں کہ اس سے مستفیض ہو سکیں پس اگر وہ ہمارے سامنے آئے اور ہم اس حالت میں ہوں تو ہم اس کا دیدار نہیں کر سکتے اور اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور حکمت و دانائی کے بھی خلاف ہے اور اگر ہماری صلاحیت میں فرق آگیا ہے اور ہم بہتر ہوگئے ہیں تو ظاہر ہے کہ ہم زیادہ بلندی کی طرف نہیں گئے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ہمیں چاہئے کہ بلندی کی طرف جائیں یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچ جائیں۔ اس مقام کا نام حکمت کی زبان میں **"ہور قلیا"** ہے۔ پس جب دنیا اوپر جائے اور مقام **ہور قلیا** تک پہنچے تو ہاں اپنے امام کو دیکھے حق کو پھیلا ہوا اور ظلم کو برطرف دیکھے۔ ☆ ۱۴۳

ہوشیار: تحریر کرنے والے کا مقصد اچھی طرح واضح نہیں ہے۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ امام زمانہؑ اپنے اجزا اور مادی بدن کو خیرباد کہہ کر عالم مثال کی طرف چلے گئے ہیں اور اب ان کا شمار زمین سے تعلق رکھنے والے مادی موجودات سے نہیں ہے جو ان میں مادی لوازم اور اثرات تلاش کئے جائیں۔ یہ بات قطع نظر اس سے کہ اپنی ذاتی حدود کے اعتبار سے غیر معقول ہے اور امامت کے بارے میں جو عقلی اور علمی دلائل ہیں ان سے ساز گار نہیں ہے وہ اس لئے کہ وہ دلائل یہ ثابت کرتے ہیں کہ بنی نوع انسان میں ہمیشہ ایک ایسا فرد کامل موجود ہونا چاہئے جس میں تمام انسانی کمالات عملی طور پر موجود ہوں اور جو دیانت کے صراط مستقیم کے درمیان ہو اور تمام افراد کی راہنمائی و رہبری کے منصب پر فائز ہو تاکہ نوع انسان اپنی غایت کے بغیر نہ ہو اور احکام الٰہی ان کے درمیان محفوظ رہیں اور تمام بندوں پر اتمام حجت ہو جائے۔ وہ عظیم فرد امام کے پاک وجود سے عبارت ہے۔ بالفاظ دیگر اس جگہ جہاں افراد نوع تربیت پا رہے ہیں اور کمال و غایت انسانیت کی طرف بڑھ رہے ہیں ہادی و رہبرو مربی بھی وہی ہونا چاہئے۔ اور اگر اس کی مراد عالم **ہور قلیا** سے اسی جہان کا کوئی نقطہ مراد ہے تو

یہ بات ہمارے عقیدے سے مختلف نہیں ہے۔ لیکن اس احتمال سے اس کا کلام بظاہر سازگار نہیں ہے اور سننے والے کے لئے غیر معقول ہے۔

کیا مہدی موعودؑ آخری زمانہ میں پیدا ہوں گے

فہیمی: ہم اتنی بات آپ کی تسلیم کرتے ہیں کہ وجود مہدیؑ کا موضوع اسلام کے تسلیم شدہ موضوعات میں سے ہے اور پیغمبر اسلامؐ نے ان کے ظہور کی بشارت دی ہے لیکن اس راہ میں کونسی چیز حائل ہے کہ مہدی موعودؑ ابھی دنیا میں تشریف نہیں لائے ہیں۔ دنیا کے عام حالات ہر وقت اس بات سے سازگار ہیں کہ پروردگار عالم اولاد پیغمبر اکرمؐ میں سے ایک فرد کو مبعوث کرے اور اس کی تائید فرمائے تاکہ عمومی عدل و انصاف کو بروئے کار لانے کے لئے عقیدہ توحید کی تبلیغ کو وسعت دینے کے لئے اور ظلم وجبر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے وہ قیام کرے اور کامیاب ہو۔

ہوشیار: پہلے تو یہ کہ عقلی اور نقلی دلیلوں کے ذریعہ سے ہم نے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچا دی ہے کہ امام کے وجود سے کوئی زمانہ خالی نہیں ہوتا اور امام کا نہ ہونا نوع انسانی کے خاتمہ کے وقت ہوگا۔ اس بنا پر ہمارا زمانہ بھی وجود امام سے خالی نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ ہم نے مہدیؑ کے وجود کو پیغمبر اسلامؐ کی اور ان کے اہل بیتؑ کی حدیثیں اور ان کی دی ہوئی خبروں سے ثابت کر دیا ہے۔ پس ان کی تعریف و توصیف کو بھی احادیث و اخبار پیغمبرؐ ہی سے سمجھنا چاہئے۔ خوش قسمتی سے اس وجود مقدس کی تمام علامات اور نشانیاں احادیث میں موجود ہیں اور اس میں کسی قسم کا اشتباہ اور اختصار نہیں ہے لیکن چوں کہ ان سب کا پڑھنا اس قسم کی محفل کے مقررہ اوقات میں ممکن نہیں ہے اور آپ کی مصروفیتیں بھی اس کی اجازت نہیں دیتیں۔ ایک فہرست میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اگر آپ کو تفصیل درکار ہے تو آپ کتب حدیث و اخبار سے رجوع فرما سکتے ہیں۔

مہدیؑ کی تعریف

امام بارہ ہیں پہلے علی ابن ابی طالبؑ اور آخری مہدیؑ ہیں — ۹۱ حدیثیں

امام بارہ ہیں آخری امام مہدیؑ ہیں — ۹۴ حدیثیں

امام بارہ ہیں ان میں سے نو نسل حسینؑ میں سے ہیں اور ان میں کا نواں قائم ہے

مہدیؑ عترت پیغمبرؐ میں سے ہیں — ۱۰۷ حدیثیں

مہدیؑ اولاد علیؑ میں سے ہیں — ۳۸۹ حدیثیں

مہدیؑ اولاد فاطمہؑ میں سے ہیں — ۲۱۴ حدیثیں

مہدیؑ اولاد حسینؑ میں سے ہیں — ۱۹۲ حدیثیں

مہدیؑ اولاد حسینؑ میں نویں ہیں — ۱۸۵ حدیثیں

مہدیؑ اولاد علی ابن الحسینؑ میں سے ہے — ۱۴۸ حدیثیں

مہدیؑ اولاد محمد باقرؑ میں سے ہیں — ۱۸۵ حدیثیں

مہدیؑ اولاد امام جعفر صادقؑ میں سے ہیں — ۱۰۳ حدیثیں

مہدیؑ اولاد امام جعفر صادقؑ میں سے چھٹے ہیں — ۱۰۳ حدیثیں

مہدیؑ موسیٰ ابن جعفرؑ کی اولاد میں سے ہیں — ۹۹ حدیثیں

مہدیؑ موسیٰ ابن جعفرؑ کی اولاد میں سے پانچویں ہیں — ۱۰۱ حدیثیں

مہدیؑ اولاد علی ابن موسیٰ الرضاؑ میں سے چوتھے ہیں — ۹۸ حدیثیں

مہدیؑ امام محمد تقیؑ کی تیسری نسل میں ہیں — ۹۵ حدیثیں

مہدیؑ اولاد امام ہادیؑ میں سے ہیں — ۹۰ حدیثیں

مہدیؑ فرزند امام حسن عسکریؑ ہیں — ۹۰ حدیثیں

مہدیؑ کے والد کا نام حسنؑ ہے — ۱۴۵ حدیثیں

مہدی ہم نام و ہم کنیت رسول خداؐ ہیں — ۱۴۸ حدیثیں

۴۷ حدیثیں ☆ ۱۴۴

رسول خداؐ نے فرمایا: مہدی موعودؑ میری اولاد میں سے ہوگا میرا ہم نام و ہم کنیت ہوگا۔ اخلاق اور تخلیق کے اعتبار سے وہ مجھ سے مشابہ ترین فرد ہوگا۔ اس کا ایک زمانہ غیبت ہے جس میں لوگ پریشان ہوں گے اور گمراہ ہو جائیں گے اس کے بعد چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح ظاہر ہو کر وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسا کہ وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی ہے۔ ☆ ۱۴۵ جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں ان حدیثوں میں مہدی موعودؑ کی اتنی تعریف ہے کہ کسی قسم کے شک و شبہ اور مخالفت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس مقام پر یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ بعض احادیث نبویؐ اور بعض تاریخی شہادتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنی کنیت اور نام کو ایک شخص میں جمع کرنے سے منع فرمایا تھا اور یہ بات ایک حد تک محدود ہی رہی ہے۔ ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: میرے نام اور کنیت کو ایک فرد میں جمع مت کرو۔ ☆ ۱۴۶ اس ممانعت کے باوجود باوصف علی ابن ابی طالبؑ رسول خداؐ کا نام اور ان کی کنیت کو اپنے فرزند محمد حنفیہ کو تجویز کیا اور ان کا نام محمد رکھا اور ان کی کنیت ابوالقاسم تجویز فرمائی۔ اصحاب نے اعتراض کیا علی ابن ابی طالبؑ نے اعتراض کرنے والوں کے جواب میں فرمایا مجھے اس مسئلہ میں رسول اللہؐ سے خاص طور پر اجازت حاصل ہے۔ اصحاب میں سے بھی ایک گروہ نے حضرت علیؑ کے قول کی تائید کی۔ اگر اس مفہوم کو ان احادیث سے ملائیں جو یہ کہتی ہیں کہ مہدیؑ، رسول خداؐ کا ہم نام ہے اور اس کی کنیت بھی وہی ہے جو رسول خداؐ کی ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خداؐ کی خواہش یہ تھی کہ لوگ یہ بات سمجھ جائیں کہ نام محمدؐ اور کنیت ابوالقاسم کا ایک شخص میں جمع ہونا علامات مہدی میں سے ہے دوسرے افراد اس سے باز رہیں۔ یہی وجہ تھی کہ محمد حنفیہ نے اپنے مہدی ہونے کے بارے میں اپنے نام اور کنیت کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ ہاں میں مہدی ہوں۔ میرا نام رسول خداؐ کا نام ہے اور میری کنیت وہی ہے جو رسول خداؐ کی ہے۔ ☆ ۱۴۷

مہدیؑ اولاد حسینؑ میں سے ہیں

فہیمی: ہمارے علماء مہدیؑ کو اولاد امام حسنؑ میں سے سمجھتے ہیں ان کی معلومات کا سرچشمہ ایک حدیث ہے جو سنن ابو داؤد میں مرقوم ہے۔

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ جب اپنے فرزند کے چہرہ پر نگاہ ڈالتے تھے تو فرماتے تھے "میرا بیٹا سردار ہے جیسا کہ پیغمبرؐ نے اس کی سرداری کا اعلان فرمایا ہے۔ اس کی نسل سے ایک مرد ظاہر ہوگا جو پیغمبرؐ کا ہم نام ہوگا' اخلاق کے اعتبار سے وہ پیغمبرؐ کی شبیہ ہوگا لیکن صورت ایسی نہیں ہوگی ان سے مختلف ہوگی" ☆ ۱۴۸

ہوشیار: پہلے تو بات یہ ہے کہ ممکن ہے کتابت اور اشاعت کے دوران اس حدیث میں ایک اشتبہاہ کا پہلو نکل آیا ہو اور بجائے حسینؑ کے حسنؑ چھپ گیا ہو۔ ☆ ۱۴۹ اس لئے کہ بالکل یہی حدیث اسی متن اور سند کے ساتھ دوسری کتابوں میں موجود ہے اور بجائے حسنؑ کے حسینؑ تحریر ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ حدیث دوسری ان حدیثوں کے سامنے جو سنی شیعہ دونوں کی کتب میں موجود ہیں اور مہدیؑ کی نسل حسینؑ میں شمار کرتی ہیں۔ قابل اعتبار نہیں ہے۔ نمونہ کے طور پر چند حدیثیں اہل سنت کی کتب میں سے پیش کی جاتی ہیں۔

حذیفہؓ کہتے ہیں پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا "اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہا ہو گا تو خدا اس کو طویل کر دے گا تاکہ میری اولاد میں سے ایک مرد جو میرا ہم نام ہے وہ قیام کرے" مسلمانوں نے عرض کیا' یا رسول اللہؐ وہ آپؐ کے کس فرزند کی نسل میں سے ہوگا۔ پیغمبرؐ نے دست مبارک حسینؑ پر رکھ کر فرمایا "اس امت کا مہدیؑ میرے اس فرزند کی نسل میں سے ہوگا" ☆ ۱۵۰ ابو سعید خدری نے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فاطمہ الزہراؑ سے فرمایا: اس امت کا مہدیؑ جس کی اقتدا میں حضرت عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے ہم میں سے ہے اس کے بعد اپنا دست مبارک حسینؑ کے شانہ پر رکھ کر فرمایا اس امت کا مہدیؑ میرے اس فرزند کی نسل میں سے ہوگا۔ ☆ ۱۵۱

سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ میں رسول خداؐ ﷺ کی خدمت میں پہنچا اس وقت

کہ جب حسینؑ زانوئے مبارک رسولؐ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ انؑ کی پیشانی اور دہن مبارک کو چوم کر کہہ رہے تھے اور فرما رہے تھے تو عظیم ہے اور عظیم فرد کا فرزند ہے' تو سید کا بھائی ہے' تو امام بھی ہے' امام زادہ بھی ہے اور امام کا بھائی ہے' خود بھی حجت ہے' حجت کا بیٹا بھی ہے اور بھائی بھی' تو نو حجتوں کا باپ بھی ہوگا کہ ان میں سے نواں مہدیؑ ہوگا۔ ☆ ۱۵۲ حضرت علیؑ نے پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا "دنیا ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ ایک فرد اولاد حسینؑ میں سے ہوگا جو میری امت کی باگ ڈور سنبھال کر دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسی کہ وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی ہوگی۔ ☆ ۱۵۳

ان احادیث کے جو تقاضے ہیں ان کی رو سے مہدیؑ نسل حسینؑ میں سے ہوں گے۔ بفرض محال اگر حدیث سند و متن کے اعتبار سے صحیح بھی ہو تب بھی دوسرے مجموعہ احادیث سے مطابقت رکھتی ہے۔ اس لئے کہ امام حسینؑ اور امام حسنؑ دونوں امام زمانہؑ کے اجداد میں سے ہیں۔ اس لئے امام محمد باقرؑ کی والدہ امام حسنؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ حدیث ذیل کو بھی دونوں حدیثوں کے ایک جگہ جمع ہونے کا گواہ سمجھنا چاہئے۔

پیغمبر اسلامؐ نے جناب فاطمہ زہراءؑ سے فرمایا "اس امت کے دو سبط ہم میں سے ہیں وہ دونوں تیرے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ سے عبارت ہیں' جو جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ قسم خدا کی ان دونوں کا باپ ان سے افضل ہے۔ اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق پر مبعوث فرمایا ہے کہ اس امت کا مہدیؑ ان دونوں کی نسل سے وجود میں آئے گا۔ اس وقت جبکہ دنیا تہہ و بالا ہوگی۔ ☆ ۱۵۴

اگر مشہور تھا

جلالی: مہدی موعودؑ کی ممتاز شخصیت اگر اس قدر مشہور و معروف تھی اور ان کی مذکورہ تعریفیں صدر اسلام کے تمام مسلمانوں اور اصحاب و آئمہ اطہارؑ کے کانوں تک

پہنچی ہوئی تھی تو یہ بات بنیادی طور پر ہونی چاہئے تھی کہ شک و شبہ کا دروازہ بالکل بند ہو جاتا اور اصحاب، آئمہؑ اور علماء شک و شبہ میں نہ پڑیں۔ جبکہ صورت حال یہ ہے کہ بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ آئمہ اطہارؑ کی بعض اولادیں بھی حقیقت سے بے خبر رہی ہیں پس یہ اتنے جھوٹے دعویداران مہدویت جو صدر اسلام میں پیدا ہوئے ہیں وہ خود کو کس طرح مہدی موعود کے نام سے پیش کرتے رہے اور لوگوں کو دھوکہ دیتے رہے۔

ہوشیار: جیسا کہ میں نے اس سے قبل کہا ہے کہ اصل وجود مہدیؑ صدر اسلام میں مسلمانوں کے نزدیک ایک طے شدہ موضوع کی حیثیت، اس حد تک اختیار کئے ہوئے تھا کہ اس کے اصل وجود میں شک نہیں کرتے تھے۔ پیغمبر اسلامؐ اصل میں وجود مہدیؑ کی نشاندہی فرماتے تھے۔ مختصر طور پر ان کی صفات اور حکومت توحید، جو وہ قائم کریں گے اسے بتاتے تھے۔ مہدیؑ کے قیام انصاف، ظلم و ستم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور غلبہ دین اسلام کی اطلاع دیتے تھے اور بعض اصلاحات جو مہدیؑ کے ذریعہ عام مسلمانوں کے لئے انجام پائیں گی ان کو بیان فرماتے تھے مسلمانوں کو اس قسم کی خوش کرنے والی خبروں سے پرجوش فرماتے تھے لیکن مہدیؑ کی خصوصیات و علامات اور ان کے امتیازات کو عام مسلمانوں سے بیان نہیں فرماتے تھے بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ موضوع، اس حد تک منجملہ اسرار الٰہی تھا کہ آنحضرتؐ اس کو باوثوق اور معتبر اشخاص اور حاملین اسرار نبوت ہی کو بتاتے تھے اور پوشیدہ انداز میں اور اختصار کے ساتھ ہی بتاتے تھے۔ پیغمبر اسلامؐ علامت ظہور مہدیؑ کو علی ابن ابی طالبؑ، فاطمہ زہراءؑ اور ان موثق اصحاب کے ایک گروہ کو بتاتے تھے جو آپؐ کے راز دار تھے، لیکن عام اصحاب کو مختصر اور مجمل انداز میں بتاتے تھے۔ آئمہ اطہارؑ بھی سیرت پیغمبر اسلامؐ کی پیروی کرتے ہوئے مہدی کے موضوع کو عام مسلمانوں سے مختصر و مجمل انداز میں بیان فرماتے تھے۔ خاص اور نمایاں علامت ایک امام دوسرے کو بتاتا تھا۔ بعض قابل اعتبار و اطمینان اور راز دار اصحاب کو بھی یہ جاتی تھی لیکن عام لوگ حتی کہ آئمہؑ

کی اولاد بھی اس معاملہ کی تفصیل سے بے خبر تھی۔ پیغمبر اسلامؐ اور آئمہ اطہارؑ کے اس اختصار سے دو مقاصد وابستہ تھے ایک تو یہ کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ اس وسیلہ سے حکومت توحید کے دشمنوں اور ستمگروں کو حیرت میں ڈالے رکھیں تاکہ وہ مہدی موعودؑ کو واضح طور پر نہ پہچان سکیں۔ یہی ایک وسیلہ تھا جس کی وجہ سے مہدیؑ کی جان کو انہوں نے ہر خطرہ سے قطعی طور پر نجات دی۔ ہاں پیغمبر اسلامؐ اور آئمہ اطہارؑ یہ جانتے تھے کہ اگر ظالم افراد اس وقت کی حکومتیں اور خلفاء مہدیؑ کو ان کے نام کنیت، ماں باپ اور تمام خصوصیات کے حوالے سے جان لیں تو وہ یقینی طور پر ان کی ولادت ہی کے راستے میں روڑے اٹکائیں گے۔ چاہے ان کے والدین ہی کو کیوں نہ قتل کر دیں۔ بنی امیہ اور بنی عباس اپنی حکومتوں کے تحفظ کے لئے تمام وسائل سے فائدہ اٹھاتے تھے، خطرات کے تمام امکانات کو دور کرتے تھے۔ اور اس معاملہ میں قتل سے بالکل خائف نہیں ہوتے تھے۔ جس کسی کے بارے میں ان کو یہ امکان نظر آتا کہ وہ مقابلہ کرے گا اس کو قتل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ خواہ جس پر اتہام ہو وہ خاص الخاص افراد میں سے کیوں نہ ہو۔ ان کا کتنا ہی قریبی وفادار اور خدمت گزار کیوں نہ ہو۔ اپنے منصب کی حفاظت کے لئے اپنے باپ، بیٹے اور بھائی کے قتل سے بھی قطعی طور پر دریغ نہیں کرتے تھے۔ بنی امیہ اور بنی عباس باوجود اس کے کہ مہدیؑ کی نشانیوں اور علامات سے بالکل باخبر نہ تھے۔ پھر بھی احتمال کے خطرے کو دور کرنے کے لئے ہزاروں علویین کو اور اولاد فاطمہؑ کو انہوں نے اس امید میں قتل کرا دیا کہ یا تو وہ مہدیؑ کے قتل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے یا ان کی ولادت کے سلسلہ کو منقطع کر دیں گے۔

امام جعفر صادقؑ نے ایک حدیث میں مفضل، ابو بصیر اور ابان بن تغلب سے فرمایا "بنی امیہ اور بنی عباس نے چونکہ سن رکھا تھا کہ ظالموں کی حکومت ہمارے قائمؑ کے ذریعہ ختم ہوگی اس لئے انہوں نے ہم سے دشمنی شروع کی۔ انہوں نے تلوار لی اور وہ اولاد پیغمبرؐ کے قتل اور ان کی نسل کو ختم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو

گئے۔ اس امید پر کہ وہ قائمؑ کو قتل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن خدا نے اس غرض سے کہ اپنے مقصد کو عملی طور پر بروئے کار لائے حقائق کی اطلاع تک ظالموں کو نہیں ہونے دی" ☆ ۱۵۵

آئمہ اطہارؑ مہدیؑ کی خصوصیات کے انکشاف کے معاملہ میں اس قدر خائف رہتے کہ اپنے اصحاب اور بعض علویین سے بھی تقیہ برت کر حقائق کو پوشیدہ رکھتے۔ ابو خالد کابلی کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفرؑ سے خواہش کی کہ قائمؑ کا ٹھیک ٹھیک نام مجھے بتا دیں تاکہ میں ان کو مکمل طور پر پہچانوں۔ انہوں نے فرمایا "اے ابو خالد! تم نے ایک ایسی بات پوچھی ہے کہ اگر دشمن اولاد فاطمہؑ اس کو جان لیں تو ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں" ☆ ۱۵۶

دوسرا مقصد جو مختصر بیان کرنے سے تھا وہ یہ تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ کمزور ایمان رکھنے والے افراد غلبہ دین اسلام سے مایوس و نا امید نہ ہوں۔ توضیح مطلب : آغاز اسلام کے عہد کے لوگوں نے چوں کہ پیغمبر اسلامؐ اور حضرت علیؑ کی بے عیب زندگی اور غلبہ کی بشارتیں سنی تھیں اور وہ ظلم و ستم سے تنگ آچکے تھے اور ہزاروں آرزوئیں لے کر دین اسلام میں داخل ہوئے تھے لیکن چوں کہ ان کا ایمان نیا نیا تھا اور وہ عہد کفر کے قریب تھے اس لئے ایمان کامل نے ان کے دلوں میں جگہ نہیں بنائی تھی۔ وہ تاریخ کے ناگوار حادثوں سے جلدی متاثر ہوجاتے۔ دوسری طرف بنی امیہ و بنی عباس کے خلفاء کے طرز عمل کو بھی دیکھ رہے تھے اور اسلامی دنیا کی گڑبڑ بھی ان کی نگاہ میں تھی۔ ان حادثات اور انتشار کی کیفیت نے طبقہ مسلمین کو حیران و پریشان کر دیا تھا۔ اس امر کا خوف تھا کہ کمزور ایمان کے لوگ کہیں مکمل طور پر اسلام کو خیرباد نہ کہہ دیں۔ ایک ایسا موضوع جو کافی حد تک مسلمانوں کے ایمان کو باقی رکھنے کا سبب بنے اور اس سلسلہ میں موثر ثابت ہو اور ان کے دلوں کو مسرور و مطمئن رکھے یہی قیام مہدی موعودؑ کے عہد سازگار کا انتظار تھا۔ لوگ روز انتظار کرتے تھے کہ مہدی موعودؑ تحریک کی ابتدا کریں اور مسلمانوں کی بے سروسامانی کو ختم

کریں۔ ظلم و ستم کی بیخ کنی کریں اور آئین اسلام کو عالمگیر بنائیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت حال میں یہی فرض بنتا تھا اور لوگوں کے پر امید رہنے کی کیفیت اسی طرح محفوظ رہ سکتی تھی کہ مہدیؑ کے قیام کا حقیقی وقت اور ان کی صحیح علامات اور نشانیاں مکمل طور پر واضح نہ ہوں۔ اگر حضرتؑ کے ظہور کا وقت اور آپؑ کی کامل علامتیں واضح ہوجاتیں اور وہ یہ جانتے کہ آپؑ کس کے فرزند ہیں اور کس تاریخ کو قیام کریں گے۔ مثال کے طور پر کئی ہزار سال آپؑ کے قیام میں باقی ہیں تو پھر ان پر مختلف اثرات مرتب ہوتے۔ ہاں یہی اختصار کا کلام تھا جس نے صدر اسلام کے کمزور لوگوں کو پر امید رکھا تھا اور وہ تمام مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کرتے تھے۔ یقطین نے اپنے فرزند علی بن یقطین سے کہا جو پیشین گوئیاں ہماری بارے میں تھیں وہ کیوں پوری ہو رہی ہیں اور جو پیشین گوئیاں تم سے متعلق تھیں وہ پوری نہیں ہو رہی ہیں۔ علی بن یقطین نے جواب دیا وہ خبریں جو تمہارے اور ہمارے بارے میں ہم تک پہنچی ہیں دونوں ایک ہی سرچشمے سے حاصل ہوئی ہیں لیکن چوں کہ تمہاری حکومت کا وقت آن پہنچا ہے وہ پیشین گوئیاں جو تمہارے بارے میں تھیں یکے بعد دیگرے پوری ہو رہی ہیں لیکن چوں کہ حکومت آلؑ محمدؐ کا وقت ابھی نہیں آیا ہے اس لئے ہم کو دل خوش کن خبروں اور پسندیدہ آرزوؤں سے بہرہ ور کر دیا گیا ہے۔ اگر ہم سے کہا جاتا کہ حکومت آلؑ محمدؐ دو سو یا تین سو سال سے پہلے قائم نہیں ہوگی تو دل بجھ جاتے اور لوگوں کی کثرت اسلام سے خارج ہوجاتی لیکن معاملات ہم تک اس طرح پہنچائے گئے ہیں کہ ہم روز عہد کشائش اور حکومت حق کے بنانے کے انتظار میں محو رہتے ہیں۔ ☆ ۱۵۷

اہل بیتؑ کی حدیثیں عام مسلمانوں کے لئے حجت ہیں

فہمی : آپ کی حدیثوں نے واقعی مہدیؑ کی خوب تعریف و توصیف کی ہے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اس قسم کی حدیثیں میرے جیسے سنی المذہب کے لئے

آپ کے اماموں کو قابل اعتبار نہیں سمجھتا' کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔

ہوشیار : میں اس وقت ایسی صورت حال میں نہیں ہوں کہ موضوع ولایت و امامت کو آپ پر ثابت کروں لیکن میں چاہتا ہوں کہ ایک اور موضوع کی طرف آپ کو متوجہ کروں وہ یہ کہ پیغمبر اسلامؐ کی اولاد کے اقوال اور ان کی باتیں عام مسلمانوں کے لئے حجت اور قابل اعتبار و وثوق ہیں۔ کوئی ان کو امام مانے یا نہ مانے۔

بہت سی ایسی قطعی حدیثوں کی روشنی میں جو پیغمبر اسلامؐ سے منقول ہیں اور سنی شیعہ دونوں ان کی صحت پر متفق ہیں۔ آنحضرتؐ نے اپنے اہل بیتؑ کو مرجع علمی کی حیثیت سے مسلمانوں میں متعارف کر کے ان کے اقوال و اعمال کو صحیح قرار دیا ہے۔ نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمائیں۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا "میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑتا ہوں اگر ان دونوں سے تمسک رکھوگے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوں گے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے عظیم ہیں۔ ان میں سے ایک کتاب خدا ہے جو زمین و آسمان کے درمیان رابطہ کا وسیلہ ہے' دوسری میری اولاد میرے اہل بیتؑ ہیں۔ یہ دونوں امانتیں ایک دوسرے سے قیامت تک جدا نہیں ہوں گے۔ پس اس کا خیال رکھنا کہ ان دونوں سے کیا سلوک کرتے ہو" ☆ ۱۵۸

اس حدیث کو شیعہ سنی دونوں نے مختلف عبارتوں اور اسناد کے ساتھ اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور دونوں اس حدیث کی صحت کے معترف ہیں۔ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب صواعق محرقہ میں تحریر کیا ہے۔ یہ حدیث بہت سے طریقوں اور اسناد کے ساتھ نبی کریمؐ سے منقول ہے اور بیس سے زیادہ اصحاب نے اس کی روایت کی ہے۔ پیغمبرؐ قرآن اور اہل بیتؑ کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ کئی موقعوں پر مثلاً" حجتہ الوداع' غدیر خم' اور سفر طائف سے واپسی کے بعد آپؐ نے ان دونوں کی مسلمانوں سے سفارش کی ہے۔ ابوذرؓ نے پیغمبرؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوح کی ہے جو اس میں سوار ہوگیا اس نے نجات پائی اور جس نے انحراف کیا وہ غرق ہو گیا۔ ☆ ۱۵۹ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا : ہر وہ شخص جو یہ چاہتا ہو

کہ میری طرح زندگی بسر کرے اور میری طرح مرے اور بہشت میں درخت طوبیٰ کے نزدیک جسے خدا نے بویا ہے سکونت اختیار کرے اسے چاہئے کہ میرے بعد علیؑ کو اپنا ولی مانے اس کے دوستوں سے دوستی رکھے اور جو میرے بعد امام ہیں ان کی پیروی کرے۔ اس لئے کہ وہ میری اولاد ہیں جن کی تخلیق میری طینت سے ہوئی ہے اور علم و فہم میں جن کا بہت بڑا حصہ ہے وائے ہے اس شخص کے حال پر جو ان کی تکذیب کرے اور ان کے معاملے میں مجھ پر احسان کرنے کے سلسلہ کو منقطع کرے۔ میری شفاعت ان کو ہرگز نصیب نہ ہوگی۔ ☆ ۱۶۰

پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا : تمہاری اور تمہاری اولاد کے اماموں کی مثال کشتی نوحؑ کی سی ہے جو بھی اس میں بیٹھ گیا اس نے نجات پائی جو نہ بیٹھا وہ غرق ہو گیا۔ تمہاری مثال ستاروں کی سی ہے کہ ہر وقت اگر ایک ستارہ ڈوبتا ہے تو دوسرا طلوع ہوتا ہے اور یہ صورت حال قیامت تک باقی رہے گی۔ ☆ ۱۶۱

جابر ابن عبداللہ انصاریؓ نے پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی ہے کہ علیؑ کے دو فرزند جوانان بہشت کے سردار ہیں اور وہ میرے فرزند ہیں۔ علیؑ ان کے دونوں فرزند اور ان کے بعد جو امام ہیں وہ خدا کے بندوں پر اس کی طرف سے حجت ہیں۔ وہ میری امت کے درمیان علم و دانش کے دروازے ہیں۔ ہر وہ جو ان کی پیروی کرے آتش جہنم سے نجات پاجاتا ہے اور ہر وہ شخص جو ان کی اقتدا کرے اس کی صراط مستقیم کی طرف ہدایت ہوجاتی ہے۔ خدا ان کی محبت ایسے فرد کو نصیب کرتا ہے جسے اہل بہشت قرار دیتا ہے۔ ☆ ۱۶۲

علی ابن ابی طالبؑ نے لوگوں سے فرمایا : تمہیں خدا کی قسم جانتے ہو کہ رسول خداؐ نے اپنے آخری خطبے میں فرمایا ہے : اے لوگو! میں تمہارے درمیان کتاب خدا اور اپنے اہل بیتؑ کو چھوڑ رہا ہوں ان سے تمسک اختیار کرو تاکہ گمراہ نہ ہو۔ اس لئے کہ پروردگار عظیم و خبیر نے مجھے خبر دی ہے اور مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے قیامت تک جدا نہ ہوں گی۔ پس عمر ابن خطاب نے غصہ

کے عالم میں کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہؐ! یہ بات آپؐ کے تمام اہل بیتؑ کے بارے میں ہے؟ جواب دیا نہیں۔ یہ حکم میرے اوصیاء کے بارے میں ہے کہ ان میں پہلا علی ابن ابی طالبؑ ہیں جو میرے بھائی، وزیر، وارث اور جانشین ہیں اور مومنین کے مالک و مختار ہیں۔ علیؑ کے بعد میرا بیٹا حسنؑ ہے اور اس کے بعد میرا بیٹا حسینؑ ہے اور اس کے بعد حسینؑ کی اولاد میں سے نو افراد ہیں میرے اوصیاء ہیں جو قیامت تک ایک دوسرے کے بعد آئیں گے۔ وہ زمین پر لوگوں پر شاہد و حجت ہوں گے، وہ عقل و حکمت کے خزانے اور حکمت کی کان ہوں گے۔ ہروہ فرد جو ان کی اطاعت کرے اس نے گویا خدا کی اطاعت کی اور ہروہ فرد جو ان کی نا فرمانی کرے اس نے گویا خدا کا گناہ کیا ہے۔ جس وقت کلام علیؑ اس مقام پر پہنچا تو تمام حاضرین نے ان کے جواب میں عرض کیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول خداؐ نے اسی طرح فرمایا۔ ☆ ۱۶۳

اس قسم کی احادیث سے جو شیعہ و سنی دونوں کی کتابوں میں وافر تعداد میں موجود ہیں چند اہم مطالب مستفاد ہوتے ہیں۔

الف : جس طرح قرآن لوگوں کے درمیان قیامت تک باقی رہے گا پیغمبرؐ کی عترت اور ان کے اہل بیتؑ بھی باقی رہیں گے۔ پس اس قسم کی حدیثوں کو امام غائب کے وجود پر دلیلوں کی حیثیت سے شمار کیا جا سکتا ہے۔

ب : عترت سے مراد پیغمبرؐ کے بارہ اوصیاء ہیں۔

ج : پیغمبر اکرمؐ نے مسلمانوں کو اپنے بعد بلا و حیرت کی تکلیف سے رہا نہیں کیا ہے بلکہ اپنی عترت اور اہل بیتؑ کو مرجع علم و ہدایت قرار دیا ہے اور ان کے اقوال و اعمال کو حجت و معتبر قرار دے کر ان سے تمسک کی ہدایت، تاکید اور سفارش فرمائی ہے۔

د : امام ہرگز قرآن اور اس کے احکام سے جدا نہیں ہوتا اور اس کا لائحہ عمل احکام قرآن کی ترویج و توسیع ہوتا ہے۔ اس بنا پر اسے قرآن کے قوانین و احکام کا مکمل عالم ہونا چاہئے۔ جیسا کہ قرآن کسی فرد کو گمراہی کی راہ پر نہیں ڈالتا اور وہ شخص

جو اس سے متوسل ہو وہ بلاشک و شبہ کامیاب ہوجاتا ہے اس طرح امام بھی ہدایت کے راستے میں شبہ اور غلطی کا شکار نہیں ہوتا اور اگر لوگوں نے اپنے قول و فعل میں اس کی پیروی کی تو وہ بلا خوف تردید سعادت حقیقی حاصل کرلیں گے۔

حضرت علیؑ خزانہ علوم نبوت

احادیث سے بخوبی واضح ہے کہ پیغمبراسلامؐ جب یہ ارشاد فرماتے تھے کہ اصحاب میں علوم نبوت کے تحمل کی صلاحیت نہیں اور مسلمان بادل ناخواستہ ہی سہی ایک روز ان کے محتاج ہوجائیں گے لہٰذا آپؐ نے اس مقصد کے لئے علی ابن ابی طالبؑ کو منتخب فرمایا اور علوم نبوت اور معارف اسلام ان کو ودیعت فرما دیئے اور آپ شب و روز ان کی تعلیم و تربیت میں کوشاں رہتے تھے۔ اس مقام پر ضروری ہے کہ اس موضوع سے متعلق حدیثیں نقل ہوں تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔

علیؑ کی تربیت پیغمبرؐ نے کی اور وہ ہمیشہ ان کے ساتھ رہے۔ ☆ ۱۶۴

پیغمبرؐ علیؑ سے فرمایا کرتے تھے۔ خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ تجھ کو اپنے قریب کروں اور علوم کی تجھے تعلیم دوں۔ تجھے بھی چاہئے کہ ان کو حفظ کرنے اور سنبھال کر رکھنے کی کوشش کرے۔ اور خدا پر لازم ہے کہ وہ تیری تائید کرے۔ ☆ ۱۶۵ علیؑ فرمایا کرتے تھے جو کچھ میں نے رسول خداؐ سے سنا اسے فراموش نہیں کیا۔ ☆ ۱۶۶ آپ فرماتے تھے کہ پیغمبر اسلامؐ نے رات کی ایک ساعت اور دن کی ایک ساعت کے لئے مجھے یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ میں اس میں آپ کی خدمت سے شرف یاب ہوتا تھا۔ ☆ ۱۶۷

حضرت علی علیہ السلام سے کہا گیا آپ کے پاس باقی اصحاب کے مقابلہ میں احادیث کیوں زیادہ ہیں۔ آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ میں جس وقت پیغمبرؐ سے کوئی بات پوچھتا تھا تو وہ جواب دیتے تھے اور جب خاموش رہتا تھا تو گفتگو کی ابتداء فرماتے تھے۔ ☆ ۱۶۸ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں : رسول اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا :

میری باتوں کو لکھ لو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا خیال ہے کہ میں فراموش کر دوں گا فرمایا نہیں اس لئے کہ خدا سے میں نے دعا کی ہے کہ وہ تجھے حفاظت کرنے والا اور منضبط قرار دے لیکن تجھے چاہئے کہ تو مطالب کو اپنے شرکائے کار کے لئے اور اپنی اولاد میں سے ہونے والے اماموں کے لئے ضبط تحریر میں لے آئے۔ یہ اماموں کے وجود کی برکت ہے کہ آسمانوں سے لوگوں پر بارش ہوتی ہے ان کی دعا قبول ہوتی ہے اور ان کے سروں سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور آسمان سے رحمت کا نزول ہوتا ہے اس کے بعد حسنؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یا علیؑ یہ سب سے پہلا امام ہے پھر حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ اس کے بعد دوسرا ہے اس کے بعد فرمایا باقی آئمہؑ حسینؑ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ ☆ ۱۶۹

کتاب علیؑ

جی ہاں علی ابن ابی طالبؑ ذاتی صلاحیت، توفیق الٰہی اور پیغمبر اسلامؐ کی سعی و کاوش کی وجہ سے رسول خداؐ کے علوم و معارف کو حاصل کرتے تھے اور ان کو ایک کتاب میں تحریر کرتے جاتے تھے اس جامع کتاب کو آپ نے اپنے اوصیاء کی تحویل میں دیا تاکہ بوقت ضرورت لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچائیں۔ یہ موضوع احادیث اہل بیتؑ میں نصوص قطعی سے ثابت ہے۔ نمونہ کے طور پر چند حدیثیں۔

صادق آل محمدؑ نے فرمایا: ہمارے پاس ایک چیز ہے ہم اس کی وجہ سے لوگوں کے حاجت مند نہیں ہیں جبکہ لوگ ہمارے حاجت مند ہیں۔ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جسے رسول اللہؐ نے لکھوایا ہے اور جو حضرت علیؑ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے وہ ایک جامع کتاب اس میں تمام حرام و حلال موجود ہیں۔ ☆ ۱۷۰

حضرت ابو جعفرؑ نے جابر سے فرمایا: اے جابر! ہم اگر اپنی رائے اور نقطہ نظر سے تمہارے لئے کوئی حدیث بیان کرتے تو ہلاکت میں پڑ جاتے۔ لیکن ہم تم سے ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں جو ہم نے رسول خداؐ سے لے کر اس طرح جمع کی ہیں جیسے

لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں۔

عبداللہ سنان کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے: میرے پاس ایک کتاب ہے جس کا طول ستر ذراع ہے جس کے مطالب رسول خداؐ نے لکھوائے ہیں اور علی ابن ابی طالبؑ نے اسے اپنے دست مبارک سے تحریر کیا ہے۔ لوگوں کی تمام علمی ضروریات اس میں موجود ہیں۔ یہاں تک کہ بدن کو پہنچنے والی کسی تکلیف یا خراش کی دیت بھی اس میں موجود ہے۔ ☆ ۱۷۲

وارثان علوم نبوت

جناب آقائے فہمی: آپ اولاد رسولؐ کی امامت کو تسلیم نہیں کرتے لیکن بہر حال آپ کو چاہئے کہ ان کے اقوال کو اسی طرح حجت مانیں اور قابل اعتبار سمجھیں جس طرح آپ اور صحابہ اور تابعین کی حدیثوں کو حجت و معتبر سمجھتے ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ وہ حدیثیں جو ذریت و عترت رسولؐ کے وسیلہ سے آپ تک پہنچی ہیں۔ آپ ان کو بھی حجت مانیں اور اعتبار کے قابل سمجھیں۔ اس لئے کہ وہ بفرض محال امام نہ سہی لیکن ان کو روایت کرنے کا حق تو حاصل ہے۔ ان کے اقوال کی قدروقیمت ایک عام اور معمولی راوی کے مقابلہ میں قطعی طور پر زیادہ ہے۔ اہل سنت کے ارباب عقل و فہم نے بھی ان کے رتبہ، علم، تقدس اور پاکدامنی کا اقرار کیا ہے۔ ☆ ۱۷۳

آئمہؑ بار بار فرماتے تھے ہم اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے ہم تو علوم پیغمبرؐ کے وارث ہیں، ہم جو کچھ بھی کہتے ہیں اپنے آبا و اجداد کے وسیلہ سے پیغمبر اسلامؐ کے اقوال نقل کر رہے ہیں۔ چند احادیث بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت صادق علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: میری حدیث میرے والد کی حدیث ہوتی ہے اور میرے والد کی حدیث میرے جد کی حدیث ہے اور میرے جد کی حدیث حدیث حسینؑ ہے اور حدیث حسینؑ حدیث حسنؑ ہے اور حدیث حسنؑ حدیث امیرالمومنینؑ ہے اور حدیث امیرالمومنینؑ حدیث رسول اللہؐ اور حدیث رسولؐ خدا کا

قول ہے۔ ☆ ۱۷۴

جناب آقائے فہیمی میں آپ سے انصاف کا طلب گار ہوں آیا حسنؑ و حسینؑ کے اقوال جو جوانان جنت کے سردار ہیں اور قول علی ابن الحسینؑ اس تقوی اور ذوق عبادت کے ساتھ اور اقوال محمد ابن علی و جعفر ابن محمد علیم السلام اس مرتبہ علم و پرہیزگاری کے ساتھ جو ان کو حاصل تھا ابو ہریرہ، سمرہ بن جندب اور کعب الاحرار کی بیان کی ہوئی حدیثوں کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتے۔ بلاشک و شبہ پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ اور ان کی اولاد کو اپنے علوم کا خزانہ قرار دیا ہے اور وہ یہ بنیادی بات مسلمانوں سے بار بار فرماتے تھے اور مناسب مواقع پر لوگوں کو اس کی طرف ہدایت فرماتے تھے اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ راہ حقیقی اسلام سے انحراف ہوا اور مسلمان عوام اہل بیتؑ کے علوم سے محروم ہوگئے اور اس طرح ان کی پس ماندگی کے اسباب فراہم ہوئے۔

جلالی : میرے ذہن میں ابھی کافی سوال موجود ہیں لیکن چوں کہ وقت کافی ہوگیا ہے آئندہ نشست میں انہیں پیش کروں گا۔

انجینئر : اگر ہمارے بھائی متفق ہوں تو آئندہ نشست میرے غریب خانہ پر ہو۔ بحث کی تکمیل وہاں کے لئے باقی رہتی ہے۔

آیا امام حسن عسکریؑ کا کوئی فرزند تھا؟

ہفتہ کی رات کو تمام احباب انجینئر صاحب کے مکان پر جمع ہوئے اور آقائے جلالی کے ایک سوال سے محفل کی کاروائی کا آغاز ہوا۔

جلالی : میں نے سنا ہے کہ امام حسن عسکریؑ کا کوئی فرزند نہیں تھا۔

ہوشیار : یہ بات کئی طریقوں سے ثابت کی جاسکتی ہے کہ امام حسن عسکریؑ کے فرزند تھا۔

الف : بہت سی ایسی حدیثوں میں جو پیغمبر اسلامؐ اور آئمہ اطہارؑ سے مروی

ہیں۔ اس بات کی صراحت ہوتی ہے کہ حسنؑ ابن علیؑ بن محمد کا ایک بیٹا ہوگا جو ایک طویل غیبت کے بعد عالم کی اصلاح کے لئے نمودار ہوگا اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ یہ بات مختلف تعبیروں کے ساتھ روایات میں وارد ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر۔

مہدیؑ حسینؑ کی نویں نسل میں ہیں۔ مہدیؑ امام جعفر صادقؑ کی چھٹی نسل میں ہیں۔ مہدیؑ امام موسیٰ کاظمؑ کی پانچویں نسل میں ہیں۔ مہدیؑ امام رضاؑ کی چوتھی نسل میں ہیں۔ مہدیؑ امام محمد تقیؑ کی تیسری نسل میں ہیں۔

(ب) بہت سی حدیثوں میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ مہدی موعودؑ گیارویں امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہوں گے۔

صقر کہتے ہیں میں نے علیؑ بن محمدؑ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے بعد امام میرا بیٹا حسنؑ ہے حسنؑ کے بعد ان کا فرزند وہی قائمؑ ہے جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسی کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔ ☆ ۱۷۵

ج : امام حسن عسکریؑ نے کئی حدیثوں میں خبر دی ہے کہ قائم و مہدیؑ میرا فرزند ہے اور امامؑ و پیغمبرؐ دورغ و خطا سے مبرہ و منزہ ہوتے ہیں۔

محمد ابن عثمان نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں خدمت امام حسن عسکریؑ میں حاضر تھا کہ ان سے ایک سوال کیا گیا اس حدیث سے متعلق جو ان کے آباء سے نقل ہوئی ہے اور وہ یہ کہ زمین قیامت تک حجت خدا سے خالی نہ ہوگی۔ نیز ہر وہ شخص جو اس حالت میں مرے کہ اس نے اپنے امام زمانہ کی معرفت حاصل نہیں کی وہ ایسا ہے جیسے جاہلیت کے دور کی موت مرا۔ آنجنابؑ نے جواب میں فرمایا : ہاں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے اور حق ہے عرض کیا گیا کہ اے فرزند رسولؐ! آپ کے بعد حجت خدا اور امام کون ہے فرمایا میرے بعد میرا فرزند محمدؑ حجت خدا و امام ہے اور ہر وہ شخص جو مرجائے اور اس کی معرفت نہ رکھتا ہو وہ دنیا میں [illegible] جاہلیت کی موت مرے گا۔ باخبر رہو کہ میرے فرزند کی ایک غیبت ہوگی [illegible]

اس دور میں حیران و سرگرداں ہوجائیں گے اہل باطل ہلاک ہونگے اور کوئی اس کے ظہور کا تعین کرے گا تو اس کو جھوٹا کہیں گے۔ اس وقت کہ جب اس کی مدت غیبت ختم ہوگی وہ ظاہر ہوگا گویا سفید پرچم اس کے سر پر لہراتا ہوا میں نجف میں دیکھ رہا ہوں۔ ☆ ۱۷۶

امام حسن عسکریؑ نے اپنے فرزند کی ولادت کی بہت سے افراد کو خوش خبری دی ہے بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) فضل بن شاذان جس کی وفات حضرت حجتؑ کی ولادت کے بعد اور امام حسن عسکریؑ کی وفات سے قبل ہوئی ہے (غیبت) نامی کتاب میں محمد ابن علی بن حمزہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے امام حسن عسکریؑ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے: حجت خدا اور میرا جانشین نیمہ شعبان کی رات ۲۵۵ ہجری طلوع فجر کے وقت مختون حالت میں دنیا میں آیا۔ ☆ ۱۷۷

(۲) احمد بن اسحاق کہتے تھے میں نے امام حسن عسکریؑ سے سنا آپ فرماتے تھے شکر خدا ہے کہ اس نے مجھے دنیا سے نہیں اٹھایا اور میرے جانشین کو مجھے دکھادیا وہ اخلاق اور خلقت کے اعتبار سے رسول خداؐ سے مشابہ ترین فرد ہے۔ خدا اس کی ایک عرصہ تک غیبت کی حالت میں حفاظت کرے گا پھر اس کو ظاہر کرے گا تاکہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھردے۔ ☆ ۱۷۸

(۳) احمد بن حسن بن اسحاق قمی نے روایت کی ہے کہ جس وقت خلف نیک پیدا ہوا تو امام حسن عسکریؑ کا خط احمد بن اسحاق کے ذریعہ مجھ تک پہنچا جسے انہوں نے اپنے دست مبارک سے تحریر کیا تھا میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے' اس بات کو پوشیدہ رکھنا۔ اس لئے کہ میں صرف دوستوں اور اپنے عزیزوں کے علاوہ کسی پر یہ بات ظاہر نہیں کروں گا۔ ☆ ۱۷۹

(۴) احمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں ایک روز خدمت امام حسن عسکریؑ میں پہنچا۔ آپؑ نے فرمایا: احمد اس موضوع کے سلسلہ میں لوگ شک میں مبتلا ہیں تم کیا سوچتے

ہو۔ میں نے عرض کیا جس وقت آپ کا خط پہنچا جس میں آپ نے فرزند کی ولادت کی خوشخبری دی تھی ہم میں سے عورت 'مرد' بچے' جوان سب پر ایمان کے ساتھ حق آشکار ہوگیا اور ہم اس پر اعتقاد رکھنے لگے۔ فرمانے لگے کیا تم یہ نہیں جانتے کہ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہتی۔ ☆ ۱۸۰

(۵) ابو جعفر عمری نے روایت کی ہے کہ جس وقت صاحب الامرؑ پیدا ہوئے امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: ابو عمر کو بلاؤ جب وہ آیا تو فرمایا دس ہزار رطل نان اور دس ہزار رطل گوشت خریدو اور بنی ہاشم میں تقسیم کرو اور اتنے عدد گوسفند کا میرے بیٹے کے لئے عقیقہ بھی کرو۔ ☆ ۱۸۱

احادیث کے اس مجموعہ سے اور متواتر و مسلسل خبروں سے یہ اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ امام حسن عسکریؑ کا فرزند تھا۔

امام زمانہ ع کو بچپن میں دیکھا ہے

ڈاکٹر: کس طرح ممکن ہے کہ ایک شخص کے ہاں فرزند متولد ہو اور کسی کو پتہ نہ ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پانچ سال گزریں اور وہ پہچانا نہ جائے۔ کیا امام حسن عسکریؑ سامرہ میں زندگی نہیں گزار رہے تھے' کیا کسی کی ان کے گھر میں آمد و رفت نہیں تھی' کیا صرف عثمان بن سعید کے کہنے سے ایسی چیز کو باور کیا جا سکتا ہے۔

ہوشیار: عین اس صوت حال میں کہ یہ طے پایا تھا کہ امام حسن عسکریؑ کا فرزند پوشیدہ رہے پھر بھی آپ کے معتبر عزیزوں کی ایک جماعت نے اس بچے کو دیکھا تھا اور انہوں نے اس کے وجود کی گواہی دی۔ نمونہ کے طور پر چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ان لوگوں میں سے جو صاحب الامرؑ کی ولادت کے وقت موجود تھے اور جنہوں نے اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ایک امام محمد تقیؑ کی دختر حکیمہ

خاتون ہیں جو امام حسن عسکریؑ کی پھوپھی بھی تھیں۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے
کہ حکیمہ خاتون فرماتی ہیں میں ایک روز امام حسن عسکریؑ کے گھر گئی۔ رات کو
جو کہ نیمہ شعبان سال ۲۵۵ ہجری تھی میں نے چاہا کہ اپنے گھر واپس چلی جاؤں۔
امام حسن عسکریؑ نے فرمایا، پھوپھی آج رات میرے گھر قیام فرمایئے اس لئے کہ خدا
کا ولی اور میرا جانشین آج رات پیدا ہوگا۔ میں نے کہا کس کنیز کے بطن سے فرمانے
لگے سوسن کے بطن سے۔ پس میں نے کتنی ہی جستجو کی لیکن حمل کے آثار سوسن میں
نہ پائے۔ اور ادائے نماز کے بعد میں سوسن کے ساتھ ایک کمرہ میں سوگئی۔ زیادہ دیر
نہ ہوئی ہوگی جو میں جاگ اٹھی۔ میں امام حسن عسکریؑ کی باتوں کے بارے میں سوچ
رہی تھی۔ اس کے بعد میں نماز شب میں مشغول ہوگئی، سوسن بھی جاگ اٹھیں اور
انہوں نے بھی نماز شب ادا کی۔ صبح کی سپیدی کے نمودار ہونے کا وقت قریب ہوگیا
لیکن وضع حمل کی کوئی اطلاع نہ تھی۔ میں امام حسن عسکریؑ کے وعدہ کی تردید کے
بارے میں سوچ رہی تھی کہ انہوں نے اپنے کمرہ میں سے فرمایا پھوپھی شک نہ کیجئے
کہ میرے بیٹے کی ولادت کا وقت قریب آن پہنچا ہے۔ یک بیک میں نے سوسن کا حال
متغیر دیکھا میں نے اس امر واقعہ کی تکمیل کے بارے میں پوچھا، فرمانے لگیں میں
شدید تکلیف محسوس کر رہی ہوں۔ میں وضع حمل کے سلسلے میں جو ضروریات ہوتی
ہیں ان کی فراہمی میں مشغول ہوگئی اور میں نے قابلہ کا فریضہ انجام دینے کا ارادہ کر
لیا۔ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ خدا کا ولی پاک و پاکیزہ حالت میں دنیا میں آگیا اس وقت
امام حسن عسکریؑ نے فرمایا "پھوپھی اماں میرے فرزند کو لایئے۔ جس وقت میں بچے کو
آنجناب کے پاس لے گئی انہوں نے اس کو اپنی گود میں لیا اور اپنی زبان مبارک اس
بچے کی آنکھوں پر ملی اس بچے نے بغیر وقفہ کے آنکھیں کھول دیں۔ پھر اپنی زبان اس
نوزائیدہ کے دہن اور کانوں پر پھیری، پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، بس وہ بولنے لگا اور
تلاوت کلام پاک میں مشغول ہوگیا۔ اس کے بعد انہوں نے بچہ میرے حوالے کیا اور
فرمایا، اس کی ماں کے پاس لے جائیں۔ میں بچے کو اس کی ماں کے پاس لے گئی اور

اپنے گھر لوٹ آئی۔ تیسرے روز بھی امام حسن عسکریؑ کے خانہ اقدس میں گئی اور
سب سے پہلے نومولود کو دیکھنے کی غرض سے سوسن کے کمرے میں گئی لیکن وہاں مجھے
بچہ نظر نہ آیا۔ پس میں خدمت امام حسن عسکریؑ میں پہنچی لیکن مجھے شرم محسوس ہوئی
کہ میں بچے کے بارے میں کوئی سوال کروں۔ امام حسن عسکریؑ نے بات شروع کی
اور فرمایا: پھوپھی اماں میرا بیٹا پناہ خدا میں ہے اور غائب ہوگیا ہے اس وقت کہ جب
میں دنیا سے چلا جاؤں اور آپ دیکھیں کہ میرے شیعہ بچے کی ولادت کے بارے میں
اختلاف کا شکار ہیں تو آپ میرے شیعوں کو باوثوق طریقہ سے میرے فرزند کی ولادت
کی خبر دیجئے گا۔ لیکن یہ معاملہ پوشیدہ رہنا چاہئے اس لئے کہ میرا فرزند غائب ہوگا۔
☆ ۱۸۲

(۲) نسیم و ماریہ امام حسن عسکریؑ کی خدمتگاروں نے روایت کی ہے کہ جب
صاحب الامرؑ پیدا ہوئے تو اپنے دونوں زانوؤں پر بیٹھے، اپنی انگلیوں کو آسمان کی طرف
اٹھایا پھر چھینک لینے کے بعد آپ نے فرمایا: الحمد للہ رب العالمین۔ ☆ ۱۸۳

(۳) ابوغانم خادم کہتا ہے: جس وقت صاحب الامرؑ پیدا ہوئے ان کا نام نامی محمدؐ
رکھا گیا تیسرے روز امام حسن عسکریؑ نے اس بچے کو اپنے اصحاب کو دکھا کر فرمایا: یہ
بچہ میرے بعد تمہارا صاحب الامرؑ اور امام ہے اور وہی قائم ہے کہ سب جس کے
انتظار میں ہیں۔ جس وقت زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی یہ قیام کرے گا اور اسے
عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ ☆ ۱۸۴

(۴) ابو علی خیزرانی ایک کنیز سے جسے انہوں نے امام حسن عسکریؑ کو دے دیا تھا
نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں: وہ کہتی ہے کہ میں صاحب الامرؑ کی ولادت کے وقت موجود
تھی ان کی ماں کا نام صیقل ہے۔ ☆ ۱۸۵

(۵) حسن بن حسین علوی کہتے ہیں: میں شہر سامرہ میں امام حسن عسکریؑ کی
خدمت میں گیا۔ میں نے آپؑ کے فرزند کی ولادت کی آپؑ کو مبارک باد دی۔ ☆
۱۸۶

(۶) عبداللہ ابن عباس علوی کہتے ہیں : میں شہر سامرہ میں امام حسن عسکریؑ کی
خدمت میں گیا اور میں نے ان کے فرزند کی ولادت کی ان کو مبارک باد دی۔ ☆
۱۸۷

(۷) حسن بن منذر کہتے ہیں کہ ایک روز حمزہ بن ابی الفتح میرے پاس آئے اور
کہنے لگے تم کو مبارک ہو کہ کل رات پروردگار عالم نے امام حسن عسکریؑ کو ایک
فرزند عطا کیا ہے لیکن انہوں نے حکم دیا ہے کہ ہم اس معاملہ کو پوشیدہ رکھیں۔ میں
نے اس کا نام پوچھا تو فرمایا کہ اس کا نام محمدؐ ہے۔ ☆ ۱۸۸

(۸) احمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک روز میں امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں
پہنچ کر یہ ارادہ کر رہا تھا کہ ان کے جانشین کے بارے میں سوال کروں پس ان حضرت
نے گفتگو شروع کی اور فرمایا : اے احمد بن اسحاق! خدا نے اس وقت جب سے آدمؑ
کو پیدا کیا ہے قیامت تک نہ زمین کو کبھی حجت خدا سے خالی رکھا ہے اور نہ کبھی خالی
رکھے گا۔ اس کے وجود کی برکت ہے کہ زمین سے بلا دور ہوتی ہے اور بارش ہوتی
ہے اور برکتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ! امام اور آپ کا
جانشین کون ہے؟ وہ جناب اپنے گھر میں داخل ہوئے اس کے بعد ایک تین سال کا بچہ
جو چودھویں کے چاند کی طرح تھا اپنے کاندھے پر بٹھائے ہوئے باہر تشریف لائے اور
فرمایا : اے احمد! اگر تو خدا اور آئمہؑ کے نزدیک گرامی منزلت نہ ہوتا تو میں اپنے اس
فرزند کی زیارت تجھ کو نہ کراتا۔ جان لے کہ میرا یہ بچہ رسول خداؐ کا ہم نام و ہم
کنیت ہے اور وہی ہے جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ ☆ ۱۸۹

(۹) معاویہ بن حکیم، محمد بن ایوب اور محمد بن عثمان عمری نے روایت کی ہے کہ
ہم چالیس افراد تھے جو خانہ امام حسن عسکریؑ میں جمع تھے پس انہوں نے اپنے فرزند کو
دکھا کر کہا یہ تمہارا امام اور میرا جانشین ہے۔ تمہیں چاہئے کہ میرے بعد اس کی
اطاعت کرو اور اختلاف نہ کرنا ورنہ ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔ یہ بھی جان لو کہ آج کے
بعد تم اسے نہ دیکھو گے۔ ☆ ۱۹۰

(۱۰) جعفر بن محمد مالک شیعوں کی ایک جماعت سے کہ علی ابن بلال، احمد بن
ہلال، محمد بن معاویہ بن حکیم اور حسن ابن ایوب ان میں سے ہیں، روایت کرتے ہیں
کہ ہم سب خانہ امام حسن عسکریؑ میں جمع تھے تاکہ ان کے جانشین کے بارے میں
سوال کریں۔ اس وقت اس محفل میں چالیس افراد تھے۔ پس عثمان ابن سعید اٹھے اور
انہوں نے عرض کیا : فرزند رسولؐ! ہم اس لئے آئے ہیں کہ ایک ایسی بات پوچھیں
جسے آپؑ بہتر جانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا : بیٹھو پھر اپنی جگہ سے اٹھے اور فرمایا :
محفل میں سے کوئی شخص نہ جائے، ایک لمحے کے بعد لوٹ آئے۔ ایک بچہ جو بالکل
چاند کا ٹکڑا تھا اپنے ہمراہ لائے اور فرمایا : یہ تمہارا امام ہے اس کی اطاعت کرو لیکن
پھر اس کو نہ دیکھو گے۔ ☆ ۱۹۱

(۱۱) ابوہارون کہتے ہیں : میں نے صاحب الزمانؑ کو ایسی حالت میں دیکھا کہ ان کا
چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ ☆ ۱۹۲

(۱۲) یعقوب کہتے ہیں : میں ایک روز امام حسن عسکریؑ کے خانہ اقدس میں گیا
میں نے حضرت کے دائیں طرف ایک کمرہ دیکھا جس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے
عرض کیا میرے آقا! صاحب الامر کون ہے؟ فرمانے لگے پردہ اٹھاؤ۔ جس وقت میں نے
پردہ اٹھایا ایک بچہ دکھائی دیا وہ حضرت کے زانو پر بیٹھ گیا، پس آپؑ نے مجھ سے فرمایا :
یہ تمہارا امام ہے۔ ☆ ۱۹۳

(۱۳) عمر اہوازی کہتے ہیں کہ امام حسن عسکریؑ نے اپنا بچہ دکھا کر مجھ سے فرمایا :
میرے بعد میرا یہ بیٹا تمہارا امام ہے۔ ☆ ۱۹۴

(۱۴) خادم فارسی کہتے ہیں : میں امام حسن عسکریؑ کے خانہ اقدس میں تھا کہ ایک
کنیز گھر سے نکلی اس حالت میں کہ ایک پوشیدہ چیز اس کے پاس تھی۔ امامؑ نے اس
سے فرمایا : جو چیز تیرے ساتھ ہے اسے ظاہر کر۔ پس اس کنیز نے ایک پوشیدہ چیز کو
نمایاں کیا امامؑ نے مجھ سے فرمایا : یہ تمہارا امام ہے۔ خادم فارسی کہتے ہیں کہ اس کے
بعد میں نے دوبارہ اس بچے کو نہیں دیکھا۔ ☆ ۱۹۵

(۱۵) ابو نصر خادم کہتا ہے: میں نے صاحب الزماںؑ کو گہوارہ میں دیکھا۔ ☆ ۱۹۶

(۱۶) ابو علی بن مطہر کہتے ہیں: میں نے امام حسن عسکریؑ کے فرزند کو دیکھا۔ ☆ ۱۹۷

(۱۷) کامل ابن ابراہیم کہتے ہیں: میں نے صاحب الامرؑ کو خانہ امام حسن عسکریؑ میں دیکھا' آپؑ کا چار سال کا سن تھا اور آپؑ کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ وہ میری مشکلات کے بارے میں میرے سوال کرنے سے پہلے جواب دیتے تھے۔ ☆ ۱۹۸

(۱۸) سعد ابن عبداللہ کہتے ہیں میں نے صاحب الامرؑ کو دیکھا ان کی صورت چاند کے ٹکڑے کی طرح تھی۔ آپؑ اپنے پدر مبارک کے زانو پر بیٹھے ہوئے تھے اور وہ میرے سوالات کے جواب دیتے تھے۔ ☆ ۱۹۹

(۱۹) حمزہ بن نصیر غلام ابی الحسنؑ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ جس وقت حضرت صاحب الامرؑ کی ولادت ہوئی تو امام حسن عسکریؑ کے تمام اہل خانہ مبارک باد دے رہے تھے۔ جب وہ تھوڑے بڑے ہوئے تو میرے لئے ایک حکم صادر ہوا کہ میں ہر روز ایک استخوان جس کے ہمراہ کچھ گوشت ہو خریدوں اور مجھے بتایا گیا کہ یہ ہمارے چھوٹے آقا کے لئے ہے۔ ☆ ۲۰۰

(۲۰) ابراہیم بن محمد کہتے ہیں: ایک روز حاکم کے خوف سے میرا فرار کا ارادہ تھا میں رخصت آخر کے لئے امام حسن عسکریؑ کے خانہ اقدس پر گیا۔ میں نے ان کے پہلو میں ایک خوبصورت بچہ دیکھا۔ میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ! یہ بچہ کس کا ہے۔ فرمانے لگے یہ میرا بیٹا ہے اور میرا جانشین ہے۔ ☆ ۲۰۱

یہ جماعت امام حسن عسکریؑ کے متعمدین' اقربا' عزیزوں اور خادموں کی تھی جنہوں نے آپؑ کے فرزند کو دیکھا ہے اور اس کے وجود کی گواہی دی ہے۔ جب ہم اس گروہ کی گواہی کو اخبار و احادیث پیغمبرؐ و آئمہ اطہارؑ سے ملاتے ہیں تو امام حسن عسکریؑ کے فرزند کی موجودگی کا یقین ہو جاتا ہے۔

وصیت میں ذکر کیوں نہ ہوا

انجینئر: کہا گیا ہے کہ امام حسن عسکریؑ نے مرض الموت میں صاحب الامرؑ کی والدہ کو وصی مقرر کیا کہ وہ ان کے کام انجام دیں اور یہ بات اس وقت کے قاضیوں پر ثابت بھی ہوگئی۔ لیکن اپنے فرزند کا نام آپ نے بالکل نہیں لیا اور موت کے بعد آپ کا مال ان کی ماں اور بھائیوں میں تقسیم ہوا۔ اگر ایسا ہوتا کہ ان کا فرزند ہوتا تو وصیت کے سلسلہ میں اس کا نام بھی لیا جاتا تاکہ ورثہ سے محروم نہ ہو۔ ☆ ۲۰۲

ہوشیار: امام حسن عسکریؑ نے بیٹے کی بات کو وصیت میں جان بوجھ کر پوشیدہ رکھا تاکہ یہ صورت حال ان کو ان خطرات سے نجات دے جو بادشاہ وقت کی طرف سے ان کو لاحق ہے۔ وہ جناب اس سلسلہ میں اس قدر محتاط تھے اور بیٹے کی ولادت کی خبر کے انکشاف سے اتنے خائف تھے کہ کبھی کبھی اس قدر مجبور ہوتے تھے کہ اپنے خاص اصحاب سے بھی تقیہ برت کر اس امر کو چھپا لیتے تھے اور ان پر صورت حال کو مشتبہ بنا دیتے تھے۔

ابراہیم بن ادریس کہتے ہیں: امام حسن عسکریؑ نے ایک گوسفند میرے پاس بھیجا اور یہ پیغام بھیجا کہ اس گوسفند پر میرے بیٹے کا عقیقہ کر دو اور اس کا گوشت تمہارا خاندان کھا لے۔ میں نے آپ کے حکم پر عمل کیا لیکن جب میں ایک مرتبہ ان کے پاس گیا تو آپؑ نے فرمایا: میرے بیٹے کا انتقال ہوگیا۔ لیکن ایک مرتبہ آپؑ نے ایک خط کے ہمراہ دو گوسفند بھجوائے۔ اس خط کا مضمون یہ تھا **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** اس گوسفند پر اپنے مولا کا عقیقہ کر دو اور اپنے عزیزوں کے ہمراہ اس کا گوشت کھا لو۔ میں نے ان کے حکم پر عمل کیا لیکن جب میں آپ کی خدمت میں گیا تو آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ ☆ ۲۰۳

حضرت صادقؑ نے بھی اس قسم کی حفاظت پر اپنی وصیت میں عمل کیا ہے۔ آپ نے پانچ افراد کو اپنا وصی قرار دیا۔ منصور عباسی خلیفہ وقت' محمد بن سلیمان

حاکم مدینہ۔ عبداللہ اور موسیٰ آپ کے دو فرزند اور حمیدہ مادر امام موسیٰ کاظمؑ ☆ ۲۰۴

آپؑ کے اس عمل نے آپ کے فرزند امام موسیٰ کاظمؑ کی جان کو خطرہ سے محفوظ رکھا۔ اس لئے کہ آپ جانتے تھے کہ اگر امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت اور ان کا وصی ہونا خلیفہ پر ظاہر ہوگیا تو وہ ان کی زندگی کو ختم کرنے کے درپے ہوجائے گا۔ حسن اتفاق سے حضرت کی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی اور خلیفہ نے حکم دیا کہ اگر کوئی شخص آپ کے وصی کی حیثیت سے معین ہے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

دوسرے کیوں نہ باخبر ہوئے

فہیمی: کسی شخص کے ہاں اگر بیٹا ہو تو اس کے عزیز و اقارب ہمسائے اور دوست احباب اس سے باخبر ہوتے ہیں۔ علی الخصوص اگر کوئی باعزت فرد ہو تو بیٹے کی بات ہرگز اختلاف کا موضوع نہیں بنتی۔ یہ کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ امام حسن عسکریؑ کے ہاں اس مرتبہ کے ہوتے ہوئے جس پر وہ شیعوں کے نقطہ نظر کے مطابق فائز تھے، بیٹا پیدا ہو لیکن لوگ اس طرح بے خبر رہیں کہ اس کے وجود کی تردید اور اس موضوع پر اختلاف رائے ہو۔

ہوشیار: عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا لیکن امام حسن عسکریؑ خلاف معمول شروع ہی سے پکا ارادہ کئے ہوئے تھے کہ ولادت فرزند کو پوشیدہ رکھیں بلکہ زمانہ پیغمبر اسلامؐ اور آئمہ اطہار علیہ السلام سے ہی اس قسم کا عزم صمیم اس وجود مقدس کے بارے میں کیا گیا تھا کہ ولادت کا پوشیدہ رہنا آنجناب کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھا۔ نمونہ کے لئے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سجادؑ نے فرمایا: ہمارے قائمؑ کی ولادت لوگوں سے اس طرح پوشیدہ

رہے گی کہ لوگ کہیں گے کہ وہ پیدا ہی نہیں ہوئے ہیں یہاں تک کہ ان کے ظہور کے وقت کسی کی بیعت کا قلادہ ان کی گردن میں نہیں ہوگا۔ ☆ ۲۰۵

عبداللہ ابن عطا کہتے ہیں: میں نے امام باقرؑ کی خدمت میں عرض کیا آپ کے شیعہ عراق میں زیادہ ہیں قسم خدا کی آپ کے عزیزوں میں سے کسی کو بھی ایسا موقع حاصل نہیں ہے پس آپ کس لئے تلوار لے کر اٹھ کھڑے نہیں ہوتے۔ فرمانے لگے: عبداللہ تم نے فضول باتوں پر دھیان دیا ہے۔ قسم خدا کی میں مہدی موعودؑ نہیں ہوں۔ میں نے عرض کیا پھر صاحب الامر کون ہیں۔ آپؑ نے فرمایا ایسے شخص کا خیال رکھو جس کی ولادت لوگوں سے پوشیدہ ہو وہ ہے تمہارا صاحب الامرؑ۔ ☆ ۲۰۶

فہیمی: امام حسن عسکریؑ نے لوگوں سے اپنے فرزند کی ولادت کو کیوں پوشیدہ رکھا کہ وہ حیرت اور شک کا شکار رہیں اور گمراہ ہوجائیں۔

ہوشیار: جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے مہدی موعود کا مسئلہ صدر اسلام سے مسلمانوں کی توجہ کا مرکز تھا۔ وہ حدیثیں اور خبریں جو پیغمبر اسلامؐ نے ان کے بارے میں پیش کی تھیں اور آئمہ اطہارؑ کی تائیدیں، یہ سب لوگوں میں مشہور تھیں۔ بادشاہان وقت بھی ان اطلاعات سے بے خبر نہ تھے۔ انہوں نے سن رکھا تھا کہ مہدی موعودؑ نسل فاطمہؑ و حسینؑ سے وجود میں آئے گا اور اس کے ہاتھوں ظالموں کی حکومت ختم ہوگی اور وہ شرق و غرب عالم پر حکومت کرے گا اور ظالموں کو خاک و خون میں نہلائے گا۔ لہٰذا مہدی موعود کی ولادت اور ظہور سے وہ لوگ خائف تھے اور یہ پختہ ارادہ کئے ہوئے تھے کہ بہر حال اس احتمال کے خطرہ سے اپنی سلطنت کو محفوظ رکھیں۔ یہی وجہ تھی کہ بنی ہاشم کے گھروں کی عموماً اور خانہ امام حسن عسکریؑ بالخصوص حکومت کے مقرر کئے ہوئے کارندے شدید ور پر نگرانی کرتے معتمد خصوصی طور پر اس کام پر مامور کیا تھا کہ وقتاً فوقتاً بنی ہاشم کے گھروں میں اور خصوصی طور پر امام حسن عسکریؑ کے خانہ اقدس میں

آمد و رفت رکھیں اور صورت حال سے باخبر رکھیں۔ جب امام حسن عسکریؑ کی بیماری کی خبر سنی تو اس نے اپنے خاص افراد کی ایک جماعت کو مقرر کیا کہ وہ دن رات آپ کے گھر کی نگرانی کریں۔ جب انتقال کی خبر سنی تو ایک گروہ کو مقرر کیا تاکہ ان کے فرزند کی موجودگی کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ اس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مخصوص عورتوں کو آپ کے گھر بھیجا تاکہ وہ آپ کی تمام کنیزوں کا معائنہ کریں اگر ان میں سے کوئی حاملہ پائی جائے تو اسے زندان میں ڈال دیں۔ دائیوں نے ایک کنیز پر شبہ کر کے اطلاع بہم پہنچائی۔ خلیفہ نے اس کنیز کو ایک حجرہ میں قید کر دیا اور ایک خادم اس کی نگرانی پر مامور کر دیا وہ جب تک اس کے حاملہ ہونے سے مایوس نہیں ہوا اس کنیز کو قید سے رہا نہیں کیا۔ اس نے صرف خانہ امام حسن عسکریؑ تک یہ بات محدود نہیں رکھی بلکہ جس وقت وہ آپ کے دفن سے فارغ ہوا تو اس نے حکم دیا کہ شہر کے تمام گھروں کی بڑی باریک بینی سے تفتیش کی جائے۔ ☆ ۲۰۷

اب آپ خود تصدیق فرمائیں کہ امام حسن عسکریؑ کے پاس ان خطرناک حالات میں کوئی چارہ کار نہیں تھا سوائے اس کے کہ وہ اپنے فرزند کی ولادت کو لوگوں سے پوشیدہ رکھیں تاکہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہیں۔ پیغمبر اسلامؐ اور آئمہ اطہارؑ نے بھی جب ان حالات کی پیش بینی کی تھی تو ولادت کے مخفی رکھنے کی اطلاع لوگوں کو دے دی تھی۔ اس قسم کی مثالیں تاریخ میں پہلے بھی موجود ہیں۔ مثال کے طور پر فرعون نے جب سنا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا اور اس کی سلطنت اس بچے کے ہاتھوں ختم ہو جائے گی تو اس نے خطرہ کے سدباب کے لئے جاسوس مقرر کر دیئے تھے کہ تمام حاملہ عورتوں کو شدید نگرانی اور کنٹرول میں رکھیں اگر کوئی نوزائیدہ لڑکا ہو تو اسے قتل کر دیں لڑکی ہو تو اسے قید کر دیں۔ اس مقصد کے پیش نظر اس نے سینکڑوں بے گناہ ختم کر دیئے تاکہ وہ اپنے مقصد کو حاصل کر لے۔ لیکن اپنے ان تمام جرائم کے باوجود وہ انجام کار

اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور پروردگار عالم نے جناب موسیٰؑ کے حمل اور ان کی ولادت کو پوشیدہ رکھا تاکہ اپنی مشیت کو پورا کرے۔

امام حسن عسکریؑ نے ان خطرناک حالات کے باوجود بھی لوگوں کی ہدایت کے لئے اپنے فرزند کو اپنے معتمدین کے ایک گروہ کثیر کو دکھایا اور اس کی خبر ولادت ثقہ لوگوں کی ایک جماعت کو بہم پہنچائی۔ لیکن اس حالت میں یہ سفارش فرمائی کہ اس بات کو دشمنوں سے پوشیدہ رکھیں یہاں تک کہ بچے کا نام لینے سے بھی احتراز کریں۔

صاحب الامرؑ کی والدہ ماجدہ

جلالی: صاحب الامرؑ کی والدہ ماجدہ کا کیا نام ہے۔

ہوشیار: آپؑ کی والدہ ماجدہ کے کئی نام مشہور ہیں مثلاً" نرجس، سیقل، ریحانہ، سوسن، حمیط، حکیمہ اور مریم۔ آپ اگر دو باتوں پر توجہ فرمائیں تو مذکورہ اختلاف کی حقیقت کو آپ پالیں گے۔

الف: امام حسن عسکریؑ کی کئی کنیزیں تھیں جن کے مختلف نام تھے۔ کنیزوں کی کثیر تعداد کو حکیمہ خاتون نے دو موقعوں پر بیان کیا ہے۔ ایک جگہ وہ فرماتی ہیں: ایک روز میں امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں گئی۔ وہ گھر کے صحن میں تشریف فرما تھے اور کنیزیں ان کے گرد جمع تھیں۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ہو جاؤں آپ کا جانشین کس کنیز کے بطن سے جنم لے گا۔ آپ نے فرمایا سوسن کے بطن سے ایک اور حدیث میں یہی حکیم خافون فرمائی ہیں ایک روز میں امام حسین عسلکاے کے ساھ آپ کے گھر گئی۔ جب میں نے واپس آنا چاہا تو آپؑ نے فرمایا: آج شب میرے گھر پر رہیئے اس لئے کہ خدا آج رات کو مجھے ایک فرزند عطا کرے گا۔ میں نے عرض کیا کہ کونسی کنیز سے، آپؑ نے جواب میں فرمایا: نرجس سے۔ میں نے عرض کیا میرے مولا میں بھی نرجس کو تمام کنیزوں

میں سب سے زیادہ عزیز رکھتی ہوں۔ ان دونوں حدیثوں سے اور دوسری احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام حسن عسکریؑ کی متعدد کنیزیں تھیں۔

ب : جیسا کہ میں نے پہلے تذکرہ کیا ہے امام حسن عسکریؑ کے فرزند کی ولادت ایک ایسے ماحول میں ہوئی تھی جو بہت خطرناک تھا اور وحشت خیز تھا اس لئے بنی عباس کے خلفاء حتی کہ بعض بنی ہاشم کو بھی یہ احساس ہو گیا تھا کہ انصاف کرنے والے مہدیؑ یعنی ظالموں کی حکومت سے ٹکرلینے والے عظیم ترین فرد کی ولادت کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ اس وجہ سے اپنے خفیہ اور اعلانیہ مامورین کے وسیلہ سے امام حسن عسکریؑ کے گھر کی بلکہ تمام علو ییین کے گھروں کی مکمل نگرانی کی جاتی تھی۔ بنی عباس کے سخت گیر کارندے اس کوشش میں لگے رہتے کہ کوئی نومولود ان مکانوں میں تلاش کریں اور خلیفہ کے حوالے کر دیں۔

ان دو تمہیدوں کے بعد ہمیں کہنا چاہیے کہ خداوند بزرگ وبرتر کی طرف سے یہ طے کر دیا گیا تھا کہ ایسے مرعوب کن ماحول میں اور ایسے گھر میں جس کی نگرانی کی جاتی ہو امام حسن عسکریؑ کا ایک فرزند پیدا ہو اور اس کی جان خطرات سے محفوظ رہے۔ اسی وجہ سے تمام پیش بینیاں روبہ عمل آئیں سب سے پہلے جیسا کہ روایات میں وارد ہے حمل کے ان کی ماں میں بالکل ظاہر نہ ہوئے۔ دوسرے یہ کہ امام حسن عسکریؑ نے احتیاط کے پیش نظر امام مہدیؑ کی مادر گرامی کا نام کسی کو نہ بتایا۔ تیسرے یہ کہ ولادت کے موقع پر سوائے حکیمہ خاتون کے جو امام حسن عسکریؑ کی پھوپھی تھیں اور شاید کچھ کنیزوں کے اور کوئی موجود نہ تھا۔ باوجود اس کے کہ عام طور پر بچے کی ولادت کے وقت عورت، دائی اور کچھ مددگار عورتوں کی ضرورت مند ہوتی ہیں۔ بنیادی طور پر یہ کسی کو معلوم ہی نہ تھا کہ امام حسن عسکریؑ نے شادی کی ہے یا نہیں اور اگر شادی کی ہے تو آپ کی ہمسر عورتوں میں سے وہ کون عورت ہے۔

نیمہ شعبان کے عرتو رات جب اندھیرے نے ہر جگہ کا احاطہ کر لیا تو نہایت پوشیدہ طور پر خوف کے عالم میں ایک نومولود امام حسن عسکریؑ کے گھر آیا۔ گھر بھی وہ

جس میں چند کنیزیں موجود تھیں اور آثار حمل کسی میں ظاہر نہ تھے ولادت کے وقت سوائے حکیمہ خاتون کے کوئی اور موجود نہ تھا۔ اور کسی میں اتنی جرات نہ تھی جو بات کو ظاہر کرے۔ یہاں تک کہ یہ بات ایک مدت تک مکمل طور پر چھپی رہی۔ بعد میں امام حسن عسکریؑ نے اپنے خاص احباب سے گومگو کے عالم میں یہ بات کہی۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ خدا نے امام حسن عسکریؑ کو فرزند عطا کیا ہے کچھ اس کی تردید کرتے تھے۔ چونکہ کنیزیں سب مرتبہ میں برابر تھیں اور آثار حمل کسی میں ظاہر نہ تھے۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ کے بارے میں بھی اختلاف رونما ہو گیا۔ بعض صیقل کو ان کی ماں سمجھتے تھے، بعض سوسن کو، بعض ریحانہ کو، بعض ان کے علاوہ کسی اور کو۔ حقیقت حال کی کسی کو خبر ہی نہ تھی سوائے معدودے چند کے جن کو واقعہ کے اظہار کی اجازت نہ تھی۔ یہاں تک کہ حکیمہ خاتون کو بھی جو آپؑ کی ولادت کی گواہ تھیں اور اس وقت وہاں موجود تھیں۔ احتیاط کے پیش نظر کبھی نرجس کو آپؑ کی ماں مشہور کیا گیا، کبھی سوسن کو، کبھی ان مصلحتوں کے پیش نظر جن پر آپ کی نگاہ تھی امام مہدیؑ کے وجود اور ان کی ولادت کی خبر کو امام حسن عسکریؑ کی مادر گرامی سے متعلق کر دیا گیا۔

احمد ابن ابراہیم کہتے ہیں سن دو سو باسٹھ ہجری میں، میں حکیمہ خاتون دختر امام جوادؑ کی خدمت میں گیا اور میں نے پردے کی دوسری جانب سے ان سے باتیں کیں اور میں نے انکے عقائد معلوم کرنے چاہے۔ انہوں نے اپنے اماموں کا تعارف کرایا اور ان کے آخر میں محمد ابن حسن عسکریؑ کا ذکر کیا۔ میں نے کہا آپ خود واقعہ کی گواہ ہیں یا ادھر ادھر سے خبریں سن کر فرما رہی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ امام حسن عسکریؑ نے معاملہ اپنی مادر گرامی کو تحریر کر دیا ہے۔ میں نے عرض کیا اس صورت میں شیعوں کو کس شخص سے رجوع کرنا چاہئے۔ فرمانے لگیں امام حسن عسکریؑ کی مادر گرامی سے : میں نے کہا کیا اس وصیت میں مناسب ہے کہ ایک عورت کی پیروی کی جائے۔ فرمانے لگیں ہاں۔ امام حسن عسکریؑ نے اس وصیت میں اپنے جد امام حسین ابن علیؑ

کنیزوں میں سے ایک کنیز نے جس کا نام صیقل تھا حاملہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کنیز کو معتمد یعنی خلیفہ وقت کے گھر گرفتار کر کے لے گئے اور خلیفہ کی بیوی اور اس کی دوسری خدمت گزار عورتیں اور توفیق یافتہ عورتیں اور ان کی خدمت کرنے والیاں اور قاضی کی بیویاں، مستقل طور پر اس کی نگرانی کرتی تھیں تاکہ اس کے حاملہ ہونے کا معاملہ واضح ہوجائے۔ لیکن انہی دنوں خروج صفار، عبداللہ بن یحییٰ کی موت اور صاحب زنج کے خروج جیسے خطرناک واقعات پیش آئے۔ حادثات و واقعات اس کا سبب بنے کہ وہ لوگ سامرہ سے کہیں چلے جائیں۔ اس وجہ سے وہ اپنے ہی معاملات میں الجھ گئے اور صیقل کی نگرانی کے معاملے کو انہوں نے ترک کر دیا۔ ۲۱۲ ناموں کی کثرت اور اختلاف میں ایک اور احتمال کا بھی امکان ہے۔ ممکن ہے کوئی کہے کہ یہ تمام نام ایک ہی کنیز کے ہیں یعنی وہ کنیز جو صاحب الامرؑ کی ماں ہے اس کے یہ مختلف نام ہیں۔ اس معاملہ میں یہ کوئی خاص مشکل نہیں ہے اس لئے کہ عرب میں عام رسم ہے کہ جن افراد کی طرف توجہ زیادہ ہو ان کو کئی ناموں سے آواز دیتے ہیں۔

اس احتمال کی شاہد ایک روایت ہے کہ جو اکمال الدین نامی کتاب میں درج ہے۔ صدوق نے اپنی سند سے غیاث سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ امام حسن عسکریؑ کا جانشین جمعہ کے روز دنیا میں آیا۔ اس کی مادر گرامی کا نام ریحانہ تھا جن کو نرجس و سوسن و صیقل بھی کہتے تھے۔ چوں کہ حمل کے دوران ایک مخصوص نورانیت و تابناکی ان کے چہرہ پر تھی لہذا ان کو صیقل کہا جانے لگا۔ ☆ ۲۱۳

آخر میں ضروری ہے کہ میں یہ عرض کر دوں کہ اگرچہ صاحب الامر علیہ السلام کی والدہ گرامی کے نام کے طے کرنے میں معمولی سا اشتباہ ہے لیکن یہ اشتباہ آپ کے وجود کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ وہ اس لئے کہ جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ آئمہ اطہارؑ نے بھی اور امام حسن عسکریؑ نے بھی اپنے فرزند کے موجود ہونے کی خبر دی ہے اور جناب حکیمہ خاتون نے بھی جو دختر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ہیں اور معتمد و موثق خواتین میں سے ہیں امام مہدیؑ کی ولادت کے احوال کو تشریح کے ساتھ

کی پیروی کی ہے اس لئے کہ امام حسینؑ نے بھی کربلا میں جناب زینبؑ کو اپنا وصی قرار دیا تھا اور علی ابن الحسینؑ کے علوم کی جناب زینبؑ کی طرف نسبت دی جاتی ہے۔ امام حسینؑ نے یہ کام کیا تاکہ امام زین العابدینؑ کی امامت کا معاملہ پوشیدہ رہے اس کے بعد حکیمہ خاتون نے فرمایا: تم باخبر اصحاب ہو، کیا تم تک یہ روایت نہیں پہنچی کہ امام حسینؑ کی نویں نسل سے متعلق فرزند کی میراث تقسیم ہو گی حالانکہ وہ زندہ ہوں گے۔ لہذا آپ ملاحظہ فرمائیں حکیمہ خاتون نے اس حدیث میں جواب صریح سے پہلو تہی کر کے فرزند کے قضیہ کو امام حسن عسکریؑ کی والدہ سے متعلق کر دیا ہے یا یہ کہ سننے والے سے خائف ہو کر تقیہ کیا ہے یا وہ چاہتی تھیں کہ معاملہ کو دیدہ و دانستہ مشکوک بنائیں۔ لیکن یہی حکیمہ خاتون ایک مقام پر جناب نرجس خاتون کے ساتھ امام حسن عسکریؑ کے ازدواج کے مسئلہ کو بڑی تفصیل سے بیان کرتی ہیں اور مہدیؑ کی ولادت کے مسئلہ کو جس کی وہ خود گواہ تھیں مفصل انداز میں پیش کرتی ہیں۔ اس کے بعد فرماتی ہیں میں اب ان حضرت کو بلاناغہ دیکھتی ہوں اور ان سے باتیں کرتی ہوں۔ ☆ ۲۱

خلاصہ: وہ اختلافات جو حضرت صاحب الامرؑ کی والدہ گرامی کے بارے میں دکھائی دیتا ہے وہ کوئی عجیب و غریب مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس زمانہ کے وحشت ناک حالات امام حسن عسکریؑ کی کنیزوں کی کثرت اور ولادت کے معاملہ کو پوشیدہ رکھنے کے عمل کی شدت ان سب باتوں کا یہی نتیجہ برآمد ہونا تھا۔ یہ بات بعید نہیں ہے کہ میراث امام حسن عسکریؑ کے مسئلہ پر جو شدید اختلاف ان کی مادر گرامی اور بھائی جعفر کذاب کے مابین واقع ہوا اس کی داستان اس تحریک کا نتیجہ ہو جو خلیفہ وقت کی طرف سے اس لئے کی گئی ہو کہ شاید اس وسیلہ سے امام حسن عسکریؑ کے بیٹے کی اطلاع حاصل کر سکے۔

صدوق اکمال الدین میں تحریر کرتے ہیں کہ اس وقت جب جدہ ماجدہ نے میراث کے مسئلہ میں جعفر کے ساتھ جھگڑا کیا اور مقدمہ خلیفہ تک پہنچا تو امام حسن عسکریؑ کی

بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ امام حسن عسکریؑ کے کچھ خادموں اور معتبرین نے اس بچے کو دیکھا اور انہوں نے اس کی گواہی دی۔ ان کی والدہ کا نام کچھ بھی ہو۔

سنی علما اور ولادت مہدیؑ

فہیمی : اگر امام حسن عسکریؑ کا کوئی فرزند تھا تو اہل سنت کے علما و مورخین نے بھی ان کا نام اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہوگا۔

ہوشیار : اہل سنت کے ارباب دانش کی ایک جماعت نے بھی امام حسن عسکریؑ کے فرزند کی ولادت ان کی تاریخ ولادت اور والد مبارک کا نام اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے اور اس کا انہوں نے اقرار کیا ہے۔

(۱) محمد ابن طلحہ شافعی نے لکھا ہے ابوالقاسم محمد بن الحسنؑ ۲۵۸ ہجری میں سامرہ میں متولد ہوئے ان کے والد کا نام حسن خالص ہے۔ حجت، خلف صالح اور منتظر، ان کے القاب ہیں۔

اس کے بعد کچھ حدیثیں جو مہدیؑ کے موضوع سے متعلق ہیں نقل کر کے کہتے ہیں ان حدیثوں کے مصداق امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہیں جو اب غائب ہیں اور بعد میں ظاہر ہوں گے۔ ☆ ۲۱۴

(۲) محمد ابن یوسف امام حسن عسکریؑ کی وفات کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں محمدؑ کے علاوہ ان کا کوئی فرزند نہ تھا اور کہا گیا ہے کہ وہی امام منتظر ہیں۔ ☆ ۲۱۵

(۳) ابن صباغ مالکی لکھتے ہیں بارہویں فصل ابوالقاسم کے احوال میں محمد، حجت، خلف صالح ابو محمد حسن خالصؑ کے فرزند ہیں وہ جناب شیعوں کے بارہویں امام ہیں۔ اس کے بعد آپ کی تاریخ کو لکھ کر وہ خبریں جو مہدیؑ سے متعلق ہیں انہیں نقل کرتے ہیں۔ ☆ ۲۱۶

(۴) یوسف بن قزاد علی نے امام حسن عسکریؑ کے احوال کے بیان کے بعد لکھا ہے۔ ان کے فرزند کا نام محمد اس کی کنیت عبداللہ اور ابوالقاسم ہے۔ وہ

حجت، صاحب الزماں، قائم اور منتظر ہیں۔ امامت ان پر ختم ہو گئی۔ اس کے بعد انہوں نے مہدیؑ سے متعلق حدیثیں روایت کی ہیں۔ ☆ ۲۱۷

(۵) شبلنجی نے کتاب نورالابصار میں لکھا ہے محمدؑ حسن عسکریؑ کے فرزند ہیں۔ ان کی ماں کا نام نرجس، صیقل یا سوسن ہے۔ ان کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ امامیہ ان کو حجت، مہدی، خلف صالح، قائم منتظر اور صاحب الزمان کہتے ہیں۔ ☆ ۲۱۸

(۶) ابن حجر نے اپنی کتاب "صواعق محرقہ" میں امام حسن عسکریؑ کے حالات کے بیان کے بعد لکھا ہے۔ انہوں نے سوائے ایک فرزند ابوالقاسم کے جسے محمد و حجتؑ کہا جاتا ہے اپنے بعد کوئی اور فرزند نہیں چھوڑا۔ وہ بچہ باپ کی وفات کے وقت پانچ سال کا تھا۔ ☆ ۲۱۹

(۷) محمد امین بغدادی نے "سبائک الذہب" میں لکھا ہے : محمدؑ جن کو مہدیؑ بھی کہا جاتا ہے اپنے والد کی وفات کے وقت پانچ سال کے تھے۔ ☆ ۲۲۰

(۸) ابن خلکان نے "وفیات الاعیان" میں لکھا ہے : ابوالقاسم محمد بن الحسن العسکریؑ امامیہ کے بارہویں امام ہیں۔ شیعہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہی منتظر و قائم و مہدیؑ ہیں۔ ☆ ۲۲۱

(۹) امیر خواند نے "روضتہ الصفا" میں تحریر کیا ہے کہ محمدؑ حسنؑ کے بیٹے تھے ان کی کنیت ابوالقاسم ہے امامیہ ان کو حجت، قائم اور مہدیؑ کہتے ہیں۔ ☆ ۲۲۲

(۱۰) شعرانی نے اپنی کتاب "الیواقیت والجواہر" میں لکھا ہے : مہدیؑ امام حسن عسکریؑ کے بیٹے ہیں جو نیمہ شعبان ۲۵۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اس وقت تک زندہ و باقی رہیں گے جب حضرت عیسیٰؑ ظہور فرمائیں گے اور اب جبکہ ۹۵۸ ہجری ہے ان کی عمر شریف کے ۷۰۳ سال گزر چکے ہیں۔ ☆ ۲۲۳

(۱۱) شعرانی نے باب ۳۶۶ کتاب فتوحات مکیتہ جو ابن عربی کی تالیف ہے اس میں سے نقل کر کے تحریر کیا ہے کہ جس وقت ظلم و جور زمین کا احاطہ کر لے گا

تو مہدیؑ کا ظہور ہو گا اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ وہ جناب رسول خداؐ کی اولاد میں سے ہیں اور نسل جناب فاطمہؑ میں سے ہیں ان کے جد نامدار حسینؑ ہیں اور والد گرامی حسن عسکریؑ ابن امام علی نقیؑ ابن امام محمد تقی ابن امام علی رضاؑ ابن امام موسیٰ کاظم ابن امام محمد باقرؑ ابن امام زین العابدینؑ ابن امام حسینؑ ابن علی ابن ابی طالبؑ۔ ☆ ۲۲۴

(۱۲) خواجہ پارسا نے کتاب "فصل الخطاب" میں تحریر کیا ہے: **محمدؑ** حسن عسکریؑ کے فرزند نیمہ شعبان ۲۵۵ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام نرجس تھا۔ ان کی عمر پانچ سال تھی کہ والد کا انتقال ہو گیا اس وقت سے اب تک غائب ہیں وہ شیعوں کے امام منتظر ہیں ان کا وجود اصحاب خاص اور معتبرین خاندان کے نزدیک ثبوت کو پہنچا ہوا ہے۔ خدا ان کی عمر کو الیاسؑ اور خضرؑ کی طرح طولانی کرے گا۔ ☆ ۲۲۵

(۱۳) ابو الفلاح حنبلی کتاب "شذرات الذہب" میں اور ذہبی کتاب "العبر فی خبر من غبر" میں لکھتے ہیں محمدؑ فرزند حسن عسکریؑ ابن علی ہادیؑ ابن جوادؑ ابن علی رضاؑ ابن موسیٰ کاظمؑ ابن جعفر صادق علوی حسینیؑ ہیں ان کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ شیعہ ان کو خلف، حجت، مہدی، منتظر اور صاحب الزمان کہتے ہیں۔ ☆ ۲۲۶

(۱۴) محمد بن علی حموی لکھتے ہیں: ابوالقاسم محمد منتظرؑ ۲۵۹ ہجری میں شہر سامرہ میں پیدا ہوئے۔ ☆ ۲۲۷ دوسرے بہت سے اشخاص میں سے جن کا نام لیا گیا انہوں نے اور علمائے اہل سنت کے ایک گروہ نے امام حسن عسکریؑ کے فرزند کی ولادت کی تاریخ کتابوں میں تحریر کی ہے۔ ☆ ۲۲۸ اس وقت محفل ختم ہوئی اور طے پایا کہ آنے والے ہفتہ کی رات کو آقائے جلالی کے گھر محفل منعقد ہو۔

کیا پانچ سال کا بچہ امام ہو سکتا ہے

انعقاد محفل کے فوراً بعد آقائے فہیمی نے اپنے سوال کو اس طرح پیش کیا۔

فہیمی: بفرض محال امام حسن عسکریؑ کا اگر کوئی فرزند تھا بھی تو پھر بھی یہ یقین کیسے کیا جا سکتا ہے کہ ایک پانچ سال کا بچہ منصب امامت و ولایت پر فائز ہو۔ اور احکام الٰہی کی حفاظت اور اس کے تحمل کے لئے منتخب ہو جائے اور اس کم سنی میں علم و عمل کے اعتبار سے وہ لوگوں کا پیشوا اور حجت خدا ہو۔

ہوشیار: آپ نے نبوت و امامت کو ایک معمولی ظاہری مرتبہ و منصب سمجھا ہے جو کسی قید و شرط کے ساتھ مشروط نہیں ہے اور ہر شخص یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ حکم الٰہی کی حفاظت کر سکے اور اس کی صلاحیت اس میں اس طرح ہے کہ یہ ممکن ہے کہ محمد ابن عبداللہ کی جگہ ابوسفیان مقام نبوت کے لئے منتخب ہو جائے اور علی ابن ابی طالبؑ کی جگہ طلحہ و زبیر امام بن جائیں۔ لیکن اگر آپ ذرا سا غور فرمائیں اور احادیث و اخبار اہلبیتؑ کی طرف رجوع فرمائیں تو آپ تصدیق فرمائیں گے کہ معاملہ اتنا آسان نہیں ہے اس لئے کہ نبوت ایک بلند و برتر مقام ہے کہ اس منصب کا پانے والا پروردگار عالم سے تعلق رکھ کر جہان ہائے غیبی کے علوم فیوض سے متمتع ہوتا ہے۔ الٰہی احکام و قوانین اس کے قلب نورانی پر وحی والہام کی صورت میں اترتے ہیں اور وہ ان کو اس طرح پا لیتا ہے کہ وہ کسی قسم کی غلطی کا مرتکب نہیں ہوتا۔ اسی طرح ولایت و امامت ایک عظیم مرتبہ ہے اس مقام پر مرتبہ کا پانے والا خدائی احکام اور علم نبوت کو اس طرح برداشت کرتا ہے اور انہیں محفوظ رکھتا ہے کہ غلطی، بھول چوک اور گناہ کا اس کے وجود پاک میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اور وہ ہمیشہ غیبت کے جہانوں سے تعلق رکھ کر الٰہی فیوض و برکات سے بہرہ ور رہتا ہے۔ وہ اپنے علم و عمل کے ذریعہ پیشوا اور امام انسانیت کے لئے ایک نمونہ مظہر دین اور حجت الٰہی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص اس بلند منصب کے پانے کی قابلیت و صلاحیت نہیں رکھتا۔ بلکہ روحانی اعتبار سے یہ چاہئے کہ وہ انسانیت کے بلند ترین مرتبہ پر فائز ہو تاکہ غیب کے جہانوں سے تعلق رکھنے کی صلاحیت اور وہاں کے علوم کو دریافت کر لینے اور

محفوظ رکھنے کی قابلیت اس میں ہو اور جسمانی ساخت اور قوتوں کے اعتبار سے وہ اعتدال کے کمال کی منزل پر فائز ہو تاکہ وہ عالم ہستی کی حقیقتیں اور غیبی فیوضات کو بغیر کسی شک اور غلطی کے الفاظ و معانی کی دنیا میں منتقل کرے اور انہیں لوگوں تک پہنچائے۔ پس پیغمبر و امام اپنی خلقت کے اعتبار سے دوسروں سے ممتاز ہیں اور یہی ذاتی امتیاز و استعداد ہے جس کی بنا پر خدا وند عالم انہیں نبوت یا امامت کے بلند منصب کے لئے منتخب کرتا ہے۔ یہ امتیاز بچپن کے وقت سے ان میں موجود ہوتا ہے لیکن جس وقت کہ صلاح کار ہو اور شرائط مکمل ہوجائیں اور کوئی مانع سد راہ نہ ہو تو وہ آئینی طور پر نبوت و امامت کے مقام و منصب کے لئے متعارف ہوجاتے ہیں اور احکام الٰہی کے حفظ و تحمل پر مامور ہوجاتے ہیں۔

یہ انتخاب اور ظاہری طور پر منصب پر فائز ہونا جیسا کہ کبھی بلوغ کے بعد یا ضعیفی کے زمانے میں انجام پاتا ہے اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ بچپن میں واقع ہوجائے جس طرح حضرت عیسیٰؑ نے گہوارہ میں سے لوگوں سے باتیں کیں اور خود کو پیغمبر اور صاحب کتاب ہونے کی حیثیت سے متعارف کرایا۔ پروردگار عالم سورہ مریم میں ارشاد فرماتا ہے "عیسیٰؑ نے کہا میں خدا کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور پیغمبر بنایا ہے اور میں جہاں کہیں بھی رہوں اس نے مجھے مبارک قرار دیا ہے اور جب تک میں زندہ ہوں مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے۔ ☆ ۲۲۹

اس آیت سے اور دوسری آیتوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بچپن ہی میں پیغمبر صاحب کتاب تھے۔ یہ ذوق نظر ہے جس کی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ اس میں کوئی چیز مانع و حائل نہیں ہے کہ ایک پانچ سالہ بچہ غیب کے جہانوں سے ارتباط رکھتا ہو اور احکام الٰہی کے تحمل و ضبط اور علوم خداوندی کے خزانہ دار ہونے کے عظیم منصب پر فائز ہو اور اپنے کام کے انجام دینے اور اس عظیم بار امانت کے اٹھانے کی وہ مکمل طور پر قوت و استعداد رکھتا ہو۔ حسن اتفاق سے

حضرت جوادؑ بھی یعنی امام محمد تقیؑ بھی اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت سات سال یا نو سال کے تھے اور صغر سنی کی وجہ سے ان کی امامت بعض شیعوں کے لئے ناقابل قبول تھی۔ اس مشکل کو حل کرنے کی غرض سے شیعہ زعما کا ایک گروہ آپ کی خدمت اقدس میں پہنچا اور اس نے سینکڑوں مشکل مسئلے اور قصے ان سے پوچھے اور انہوں نے صحیح جوابات دیئے۔ ان شیعوں نے صحیح جوابات کے علاوہ کرامات کا بھی مشاہدہ کیا جس کی بنا پر ان کا شک رفع ہوگیا۔ ☆ ۲۳۰ امام رضاؑ ان کو امام اور جانشین کی حیثیت سے متعارف کراتے تھے اور سامعین کے تعجب کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ بھی بچپن میں پیغمبر اور حجت خدا تھے۔ ☆ ۲۳۱ امام علی نقیؑ کا بھی چھ سال اور پانچ ماہ کا سن تھا جب ان کے والدؑ نے رحلت فرمائی اور امامت ان کو منتقل ہوئی۔ جناب فہمی انبیاءؑ و آئمہؑ کی خلقت خاص ایسی ہے کہ ان کا عام انسانوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

بہت ذہین بچے

عام بچوں میں بھی کبھی کبھی نادر افراد دیکھنے میں آتے ہیں جو حافظہ اور صلاحیت کے اعتبار سے نابغہ روزگار ہوتے ہیں اور ان کے دماغ و ادراک کی قوتیں چالیس سال کی عمر کے آدمیوں سے بہتر ہوتی ہیں۔ بو علی سینا نام کے فلسفی کو ایسے ہی افراد میں شمار کیا گیا ہے۔ اس کی ایک بات منقول ہے کہ اس نے کہا جب میں سن شعور کو پہنچ گیا تو مجھ کو معلم قرآن کے پاس بٹھایا گیا اس کے بعد معلم ادب کے پاس، پس ادیب جو کچھ استاد کے سامنے پڑھتے تھے میں وہ سب حفظ کر لیتا تھا۔ اس کے علاوہ استاد نے میرے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ تجویز کیا۔ الصفات، غریب المنصف، ادب الکاتب، اصلاح المنطق، العین، شعر و حماسہ، دیوان ابن رومی، تصریف مازنی اور نحو سیبویہ۔ پس میں نے ان سب کو ڈیڑھ سال کی مدت میں ازبر کر لیا اور اگر استاد کی طرف سے کچھ دیر نہ کی گئی ہوتی تو میں ان کو اس سے بھی پہلے ازبر کر لیتا۔ جب میں

دس سال کا تھا تو اہل بخارا کے لئے باعث تعجب و حیرانی تھا۔ میں نے اس وقت سے فقہ ازبر کرنی شروع کر دی تھی اور جب میں بارہ سال کا ہوا تو ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق فتویٰ دے دیتا تھا۔ اسی وقت سے میں نے علم طب حاصل کرنا شروع کر دیا تھا اور میں نے اپنی کتاب "قانون" سولہ سال کی عمر میں تالیف کی ہے اور میں چوبیس سال کی عمر میں خود کو تمام علوم میں مخصوص منزل پر فائز سمجھتا تھا۔ ☆ ۲۳۳ فاضل ہندی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ سترہ سال کی عمر ہونے سے پہلے تمام معقول و منقول علوم کی تکمیل کر چکے تھے اور بارہ سال کی عمر میں انہوں نے ایک کتاب تصنیف کی تھی۔ ☆ ۲۳۴

ٹامس ینگ جسے انگلستان کا دانشمند ترین فرد سمجھنا چاہئے وہ بچپن میں عجوبہ روزگار تھا۔ وہ دو سال کی عمر میں تحریر پڑھ سکتا تھا۔ آٹھ سال کی عمر میں اس نے خود کو تنہائی میں ریاضیات کی تحصیل میں مصروف کرلیا تھا اور نو سال کی عمر سے لے کر چودہ سال کی عمر تک خود اپنی تعلیم کے مختصر وقفوں کے درمیان کی فراغت کو اس نے فرانسیسی، اطالوی، عبرانی، فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کرنے میں صرف کیا اور یہ تمام زبانیں اس نے اچھی طرح سیکھ لیں۔ بیس سال کی عمر میں ایک مقالہ فلسفہ رویت پر شافعی یونیورسٹی کو ارسال کیا اور اس میں تشریح کی کہ کس طرح آنکھ کی پتلی کے ٹیڑھے ہونے کی تبدیلی کے وسیلے سے مستقل طور پر تصویروں کو واضح دیکھا جا سکتا ہے۔ ☆ ۲۳۵

اگر غرب و شرق کی تاریخوں کی آپ ورق گردانی کریں تو ایسے نابغہ روزگار افراد کی بہت سی مثالیں آپ کو مل جائیں گی۔ جناب آقائے فہیمی! جبکہ نابغہ بچے اس قسم کے ذہن اور قوائے دماغ رکھتے ہیں کہ بچپن میں وہ ہزاروں اقسام کے مطالب کو یاد کر لیں، مشکلوں کو حل کر لیں اور علوم کی گتھیوں کو سلجھا لیں اور ان کی عقلوں کو حیران کر دینے والی قوتیں تعجب کا باعث بنیں تو اس میں کونسی مشکل نظر آتی ہے کہ پروردگار عالم حضرت بقیۃ اللہ و حجت حق، علت بقیہ انسانیت مہدی عدلؑ پرور کو پانچ

سال کی عمر میں منصب امامت پر فائز کر دے اور احکام کے تحمل و ضبط کا عہدہ ان کو عطا کر دے۔ آئمہ اطہارؑ نے بھی ان کے بچپن کے معاملہ کی پیش بینی کر لی تھی۔ حضرت محمد باقرؑ نے فرمایا تھا کہ حضرت صاحب الامرؑ کا سن مبارک (اعلان امامت کے وقت) ہم سب سے کم اور نامعلوم ہوگا۔ ☆ ۲۳۶

قائم کا نام لینا اور لوگوں کا کھڑا ہو جانا

جلالی: جیسا کہ آپ جانتے ہیں لوگوں میں یہ رسم عام ہے کہ جب قائمؑ کا لفظ زبان پر آئے تو وہ کھڑے ہوجاتے ہیں، آیا اس عمل کا کوئی جواز ہے۔

ہوشیار: یہ طریقہ شہروں کے تمام شیعوں میں رائج تھا اور اب بھی ہے۔ منقول ہے کہ امام رضاؑ خراسان کی کسی مجلس میں تشریف فرما تھے قائم کا لفظ بولا گیا پس آپؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنا دست مبارک سر اقدس پر رکھ کر فرمایا: **اللھم عجل فرجہ وسھل مخرجہ** ☆ ۲۳۷ پروردگار ان کے زمانہ کشائش کو جلد روبہ عمل لا اور ان کے ظہور کو آسان فرما۔ یہ عمل امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں بھی ہوتا تھا۔ آپؑ کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا اس بات کی کیا وجہ ہے کہ قائم کا لفظ سنتے ہی لوگوں کو کھڑا ہوجانا چاہئے۔ آپؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ صاحب الامرؑ کی غیبت بہت طولانی ہے اور اس کی کثرت لطف و محبت کی وجہ سے جو آپ اپنے محبوں سے رکھتے ہیں جو بھی انہیں قائم کے لقب سے جو ان کی حکومت کی خبر دیتا ہے اور ان کی غیبت کے ایک طرح کے تاثر کا اظہار کرتا ہے، یاد کرے گا تو وہ بھی اس پر نظر کرم فرمائیں گے چونکہ اس حال میں امامؑ کی توجہ کا مرکز بنتا ہے لہٰذا مناسب ہے کہ احترام کے پیش نظر کھڑا ہوجائے اور ان کے ظہور کی تعجیل کی خدا سے دعا کرے۔ ☆ ۲۳۸ پس شیعوں کا یہ طرز عمل ایک مذہبی پہلو رکھتا ہے اور ادب و احترام کا اظہار ہے اگرچہ اس کا واجب ہونا غیر معلوم ہے۔

غیبت کی داستان کس زمانہ میں شروع ہوئی

ڈاکٹر: میں نے سنا ہے کہ چوں کہ امام حسن عسکریؑ دنیا سے ایسی حالت میں تشریف لے گئے کہ ان کی کوئی اولاد نہ تھی تو ایک مفاد پرست گروہ نے مثل عثمان ابن سعید کے اپنے منصب و مرتبہ کی حفاظت کے لئے مہدی کی غیبت کی داستان گھڑی اور اس کو لوگوں میں مشہور کر دیا۔

ہوشیار: پیغمبر اکرمؐ اور آئمہ اطہار علیہم السلام نے غیبت مہدیؑ کی پیشین گوئی پہلے ہی کر دی تھی اور انہوں نے لوگوں کو باخبر کر دیا تھا۔

نمونہ کے طور پر چند احادیث

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: اس خدا کی قسم جس نے مجھے بشارت کے لئے مبعوث فرمایا ہے میری اولاد میں سے قائم ایک زمانہ میں جو اسے درپیش ہوگا اس طرح غائب ہوجائے گا کہ لوگ کہیں گے کہ خدا کو آلؑ محمدؐ کی ضرورت نہیں رہی اور دوسرے لوگ اس ولادت ہی میں شک کریں گے۔ پس ہر وہ شخص جسے زمانہ غیبت سے وابستہ ہو اسے چاہئے کہ اپنے دین کی نگہبانی کرے اور شیطان کو شک کی صورت میں اپنے تک پہنچنے کا راستہ نہ دے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس کو میرے دین کے راستے سے بھٹکا دے اور دین سے اسے خارج کر دے۔ جیسا کہ وہ اس سے پہلے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال چکا ہے۔ خدا نے شیطان کو کافروں کا دوست اور حاکم بنایا ہے۔ ☆ ۲۳۹

اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے حضرت قائمؑ کو یاد کر کے فرمایا: باخبر رہنا وہ جناب اس طرح پردہ غیب میں چلے جائیں گے کہ نادان لوگ کہیں گے کہ خدا کو آلؑ محمدؐ کی ضرورت نہیں رہی۔ ☆ ۲۴۰

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اگر اپنے امام کی غیبت کے بارے میں سنو تو انکار نہ کرنا۔ ☆ ۲۴۱ ۸۸ حدیثیں اور

ان احادیث کی وجہ سے مسلماں غیبت کو قائمؑ کے لئے ضروری اور ان کی خصوصیات میں سے جانتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر ان کو کسی کے بارے میں مہدی ہونے کا احتمال ہوتا تھا تو وہ اسے غیبت پر آمادہ کرتے تھے۔ ابو الفرج اصفہانی نے لکھا ہے کہ عیسیٰ ابن عبداللہ نے بیان کیا کہ محمد بن عبد اللہ بن حسن بچپن ہی سے غیبت کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے اور ان کا نام مہدی پڑ گیا تھا۔ ☆ ۲۴۲

سید محمد حمیری کہتے ہیں: مجھے محمد حنفیہ کے بارے میں غلو تھا اور میرا عقیدہ تھا کہ وہ غائب ہیں یہاں تک کہ میں ایک عرصہ تک اس غلط عقیدے پر قائم رہا حتیٰ کہ خدا نے مجھ پر احسان کیا اور جعفر بن محمد صادقؑ کے ذریعہ اس نے مجھے آتش جہنم سے نجات دی اور مجھے سیدھے راستے کی ہدایت کی۔ صورت حال یہ تھی کہ ایک مرتبہ جعفر بن محمدؑ کی امامت مجھ پر دلیل و برہان کے ذریعہ ثابت ہوئی میں نے آں جناب سے عرض کیا فرزند رسولؐ! غیبت کے معاملہ میں آپ کے اجداد سے ہم تک حدیثیں پہنچتی ہیں اور اس کے وقوع کو حتمی اور قطعی شمار کیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ فرمائیں کہ مذکورہ غیبت کس شخص سے متعلق ہے اور کس کے لئے وقوع پذیر ہوگی۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: وہ غیبت میری چھٹی نسل کے ایک فرد سے متعلق ہے اور وہ رسول خداؐ کے بعد بارہواں امام ہے۔ اول امام علی ابن ابی طالبؑ ہیں اور آخری امام حق کے لئے قیام کرنے والا بقیۃ اللہ و صاحب الزمانؑ ہے۔ قسم خدا کی اگر اس کی غیبت عمر نوحؑ کے برابر طویل ہو تو وہ دنیا سے نہیں اٹھے گا یہاں تک کہ اس کا ظہور ہوگا اور وہ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

سید حمیری کہتے ہیں: ایک دفعہ میں نے یہ مفہوم اپنے مولا جعفر ابن محمدؑ سے سنا تو حق مجھ پر واضح ہو گیا اور آں جنابؑ کی وجہ سے میں نے اپنے سابقہ عقیدہ سے توبہ کی اور اس موضوع پر میں نے اشعار کہے۔ ☆ ۲۴۳

پس غیبت مہدیؑ کے موضوع کی بنیاد عثمان بن سعید نے نہیں رکھی بلکہ خدا وند متعال نے غیبت ان کے لئے مقدر فرمایا تھا اور پیغمبر اکرمؐ اور آئمہ اطہار علیہم السلام

نے ان کے والد کی ولادت سے پہلے اس بات سے لوگوں کو آگاہ کر دیا تھا۔

طبری علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں: ولی عصر کی غیبت کی خبریں ان کی اپنی ولادت، ان کے والد کی ولادت اور ان کے جد امجد کی ولادت سے پہلے مل چکی تھیں اور ان خبروں کو شیعہ محدثین نے اپنی کتابوں میں جو امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے عہد میں تالیف ہوئیں تحریر کر دیا تھا۔ تمام موثق محدثین میں سے ایک حسن بن محبوب ہیں انہوں نے زمانہ غیبت سے سو سال پہلے "مشیخہ" نامی کتاب تالیف کی ہے اور غیبت کی خبریں اس میں تحریر کی ہیں۔ ان حدیثوں میں سے ایک حدیث یہ ہے۔

ابوبصیر کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت ابو جعفر فرمایا کرتے تھے کہ قائم آل محمدؑ کی دو غیبتیں ہیں ایک مختصر اور ایک طویل۔ پس حضرت صادقؑ نے فرمایا: ہاں ان دونوں غیبتوں میں سے ایک مختصر اور ایک طویل۔ پس حضرت صادقؑ نے فرمایا: ہاں ان دونوں غیبتوں میں سے ایک دوسرے سے طویل ہوگی۔ پھر وہ تحریر کرتے ہیں کہ پس ملاحظہ کیجئے۔ امام حسن عسکریؑ کے فرزند کی دو غیبتیں کس طرح ان حدیثوں کی سچائی کو ظاہر کرتی ہیں۔ ☆ ۲۴۴

محمد بن ابراہیم بن جعفر نعمانی جو غیبت صغریٰ کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے اور "غیبت" نامی کتاب کی تالیف کے وقت اسی اور کچھ سال امام زمانہؑ کی عمر شریف کے گزر چکے تھے۔ وہ کتاب مذکور کے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں "آئمہ اطہارؑ نے امام زمانہؑ کی غیبت کے واقع ہونے کی خبر پہلے ہی دے دی تھی۔ اگر ان کی غیبت واقع نہ ہوتی تو یہ معاملہ خود امامیہ عقیدے کے غلط ہونے کا گواہ ہوتا لیکن پروردگار عالم نے آں جناب کو غائب کر کے آئمہ اطہارؑ کی خبروں کو واضح کر دیا۔

امام عصرؑ کی ولادت سے قبل غیبت سے متعلق کتابیں

غیبت مہدی موعودؑ و امام دوازدہم کے واقعہ سے حضرت علیؑ اور تمام اماموںؑ نے مسلمانوں کو باخبر کر دیا تھا اور یہ واقعہ صدر اسلام ہی سے مشہور و معروف تھا اور اس

قدر مشہور تھا کہ حدیث کے راویوں، علما کے ایک گروہ اور اصحاب آئمہ اطہارؑ نے امام زمانہؑ کی ولادت سے پہلے ہی حتیٰ کہ ان کے والد ماجد اور جد نامدار کی ولادت سے پہلے غیبت کی خصوصیات کے عنوان پر کتابیں تالیف کیں اور مہدی موعودؑ اور ان کی غیبت سے متعلق مربوط احادیث ان کتابوں میں درج کیں۔ آپ ان کے اسمائے گرامی کتب رجال میں دیکھ سکتے ہیں۔

(۱) علی بن حسن بن محمد طائی طاہری جو اصحاب موسیٰ بن جعفرؑ میں سے تھے۔ انہوں نے غیبت پر ایک کتاب لکھی ہے۔ وہ فقیہ تھے اور معتمد حیثیت کے حامل تھے۔ ☆ ۲۴۵

(۲) علی ابن عمر اعرج کوفی وہ موسیٰ ابن جعفرؑ کے اصحاب میں سے تھے انہوں نے بھی غیبت پر ایک کتاب تحریر کی ہے۔ ☆ ۲۴۶

(۳) ابراھیم بن صالح انماطی یہ موسیٰ بن جعفرؑ کے اصحاب میں سے تھے انہوں نے بھی غیبت پر ایک کتاب تحریر کی ہے۔ ☆ ۲۴۷

(۴) حسن بن علی بن ابی حمزہ امام رضاؑ کے زمانہ میں زندہ تھے انہوں نے غیبت پر ایک کتاب لکھی ہے۔ ☆ ۲۴۸

(۵) عباس ابن ہشام ناشری اسدی ایک جلیل القدر فرد تھے اور قابل وثوق شخصیت کے حامل تھے جو امام رضاؑ کے اصحاب میں سے تھے۔ ۲۲۰ ہجری میں ان کی وفات ہوئی ہے انہوں نے بھی غیبت پر ایک کتاب تالیف کی ہے۔ ☆ ۲۴۹

(۶) علی بن حسن بن فضال ایک عالم فرد تھے اور قابل اعتماد تھے۔ حضرت ہادیؑ اور امام حسن عسکریؑ کے اصحاب میں سے تھے انہوں نے غیبت پر ایک کتاب تالیف کی ہے۔ ۲۵۰

(۷) فضل بن شاذان نیشاپوری یہ حضرت ہادیؑ اور امام حسن عسکریؑ کے اصحاب میں سے تھے فقیہ و متکلم تھے۔ امام زمانہؑ اور ان کی غیبت کے عنوان پر انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے انہوں نے ۲۶۰ ہجری میں وفات پائی۔ ☆ ۲۵۱

اگر مذکورہ مفہوم پر آپ توجہ فرمائیں تو آپ پر یہ بات واضح ہوجائے گی کہ امام زمانہؑ کی غیبت کا مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ دین کے اعتبار سے اس کی جڑیں گہری ہیں اور وہ رسول اللہؐ کے زمانے سے اب تک ہمیشہ توجہ کا مرکز اور بحث کا موضوع رہا ہے۔ اس بنا پر یہ احتمال کہ یہ واقعہ عثمان نے گھڑا ہے مکمل طور پر بے بنیاد ہے اور سوائے غرض پرست افراد کے اور کوئی یہ بات نہیں کہتا۔ علاوہ اس کے اگر ہم تین باتوں کو ساتھ ملائیں تو غیبت امام زمانہؑ قطعی طور پر ثابت ہوجاتی ہے۔

(الف) عقلی دلائل کے مطابق اور ان کثیر روایتوں کے پیش نظر جو معصومینؑ سے مروی ہیں امام اور حجت کا وجود مقدسؑ نوع انسانی کی بقا کے لئے لازمی ہے اور کوئی عصر ان کے وجود مقدس سے خالی نہ ہوگا۔ ☆ ۲۵۲

(ب) بہت سی احادیث کے مطابق اماموں کی تعداد بارہ سے تجاوز نہیں کرتی۔

(ج) تاریخ کی شہادت اور حدیثوں کے تقاضے کے مطابق ان میں سے گیارہ افراد زندگی گزار چکے ہیں۔

ان تین باتوں کے انضمام سے حضرت مہدیؑ کی زندگی قطعی طور پر ثابت ہوجاتی ہے اور چونکہ وہ ظاہر نہیں ہیں لہٰذا وہ غیبت کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

غیبت صغریٰ و کبریٰ

جلالی : غیبت صغریٰ و کبریٰ سے کیا مراد ہے؟

ہوشیار : بارہویں امامؑ لوگوں کی نظروں سے دو مرتبہ پوشیدہ ہوئے۔ پہلی غیبت ولادت کے سال ۲۵۵ ہجری یا ۲۵۶ ہجری یا پدر عالی قدر کی وفات کے ۲۶۰ ہجری سے شروع ہوئی اور یہ سلسلہ ۳۲۹ ہجری تک چلا۔ اس طویل مدت میں اگرچہ عام لوگوں کی نظروں سے آپ غائب تھے لیکن رابطہ مکمل طور پر منقطع نہ تھا بلکہ آپ کے نائب خدمت اقدس میں پہنچتے اور لوگوں کی ضرورتوں کو آپ کے سامنے پیش کرتے یہ جو ۶۹ یا ۷۴ سال کی غیبت ہے اسے غیبت صغریٰ کہتے ہیں۔

غیبت دوئم ۳۲۹ ہجری جو نائبوں کی نیابت کے ختم ہونے کا سال تھا شروع ہوئی اور یہ غیبت آپ کے ظہور کے وقت تک جاری رہے گی۔ اسے غیبت کبریٰ کہتے ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ اور آئمہ اطہارؑ نے پہلے ہی ان دونوں غیبتوں کی خبر دی تھی۔ نمونہ کے طور پر چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں

اسحاق بن عمار کہتے ہیں : میں نے حضرت صادقؑ سے سنا کہ آپؑ فرماتے تھے کہ قائم کی دو غیبتیں ہوں گی۔ ایک مختصر لیکن دوسری طویل ہوگی غیبت اول میں مخصوص شیعہ آپؑ کی جائے سکونت کو جانتے ہوں گے لیکن دوسری غیبت میں خاص دینی دوستوں کے سوا کسی کو ان کی جائے قیام کا پتہ نہ ہوگا۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا : حضرت صاحب الامرؑ کی دو غیبتیں ہیں ان میں سے ایک اس قدر طویل ہوگی کہ ایک گروہ کہے گا وہ مرگئے ہیں دوسرا کہے گا وہ قتل ہوچکے ہیں ایک اور گروہ کہے گا وہ چلے گئے ہیں۔ فقط معدودے چند باقی رہیں گے۔ جو آپؑ کے وجود کے قائل ہوں گے اور ان کا ایمان محکم و ثابت ہوگا۔ اس زمانہ میں کسی کو آپ کی جائے قیام کی اطلاع نہ ہوگی سوائے آپ کے مخصوص خدمت گار کے۔ ☆ ۲۵۳ اس کے علاوہ آٹھ حدیثیں اور ہیں۔

غیبت صغریٰ اور شیعوں کا رابطہ

فہمی : میں نے سنا ہے کہ غیبت صغریٰ شروع ہونے کے بعد بعض دھوکہ بازوں نے لوگوں کی جہالت سے فائدہ اٹھا کر امام غائب کی نیابت کا دعویٰ کر کے سادہ لوح عوام کو دھوکہ دیا اور اس وسیلے سے انہوں نے خوب فائدہ اٹھایا اور لوگوں کے مال سے اپنی جیبیں بھریں۔ یہ ضروری ہے کہ جناب اس کی وضاحت فرمائیں کہ نائبین کون لوگ ہوئے ہیں اور امام زمانہؑ سے لوگوں کا تعلق وارتباط کسی طرح اور کس وسیلہ سے رہا ہے۔

ہوشیار : غیبت صغریٰ کے زمانے میں عام لوگ امام زمانہؑ کی ملاقات سے محروم

تھے لیکن مکمل تعلق ختم نہیں ہوا تھا۔ وہ معدودے چند لوگوں کے وسیلہ سے جو نائب اور وکیل کہلاتے تھے' اپنے امام سے تعلق پیدا کر کے اپنی دینی مشکلات کو حل کرتے تھے۔ سہم امام جو انکے اموال سے متعلق تھا انہیں نائبین کے ذریعہ امامؑ تک بھیجا جاتا تھا۔ کبھی وہ آپ کی بارگاہ پاک سے مادی مدد طلب کرتے تھے اور کبھی سفرحج یا کسی دوسرے سفر کے لئے اجازت مانگتے تھے۔ کبھی مریض کی شفا یا بیٹے کی ولادت کے لئے دعا کرنے کی التجا کرتے تھے۔ شروع میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ امامؑ کی بارگاہ مقدس سے لوگوں کے لئے روپیہ لباس یا کفن بھیجا جاتا تھا اور انہی کاموں کی طرح کے اور کام ہوتے تھے۔ ایسے تمام مواقع پر معین افراد وسیلہ بنتے تھے۔ مطالبے خطوط کے ذریعہ بھیجے جاتے تھے۔ ان کے جوابات بھی بارگاہ پاک سے تحریری طور پر جاری ہوتے تھے۔ انہیں اصطلاح میں توقیع کہتے ہیں۔

کیا توقیعات امامؑ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہوتی ہیں؟

جلالی: توقیعات لکھنے والے امام تھے یا دوسرے افراد؟

ہوشیار: کہا گیا ہے کہ امامؑ خود توقیعات تحریر فرماتے تھے حتیٰ کہ آپ کا خط مبارک مخصوص اصحاب اور علمائے وقت کے مابین معروف تھا وہ اسے خوب پہچانتے تھے اس بات کے گواہ بھی ہیں۔

محمد ابن عثمان عمری کا کہنا ہے کہ بارگاہ پاکؑ سے ایک توقیع آئی جس کی تحریر کو میں نے اچھی طرح پہچانا۔ ☆ ۲۵۴

اسحاق ابن یعقوبؒ کہتے ہیں: محمد ابن عثمان کے ذریعہ میں نے مشکل مسئلے امامؑ کی بارگاہ پاک میں بھیجے۔ ان کا جواب مجھے امام زمانہؑ کے مبارک دستخط کے ساتھ ملا۔ ☆ ۲۵۵

شیخ ابو عمر عامری کہتے ہیں: ابن ابی غانم قزوینی کا شیعوں کے ایک گروہ کے ساتھ کسی بات پر اختلاف اور جھگڑا تھا۔ اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے امامؑ کی بارگاہ

مقدس کی طرف ایک خط لکھا گیا جس میں صورت حال عرض کی گئی پس ان کے نامہ کا جواب امامؑ کے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا آیا۔ ☆ ۲۵۶

صدوقؒ کہتے ہیں: وہ توقیع جو امامؑ کے دست مبارک سے لکھی ہوئی میرے والد کے بارے میں آئی تھی وہ ابھی میرے پاس موجود ہے۔ ☆ ۲۵۷

مذکورہ افراد نے گواہی دی ہے کہ امامؑ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خطوط آئے ہیں لیکن یہ نہیں معلوم کہ وہ حضرت کے خط تحریر کو کس طرح پہچانتے تھے اس لئے کہ غیبت کی وجہ سے آنکھوں سے دیکھنے کا امکان نہیں تھا۔ اس کے علاوہ کچھ لوگوں نے اس بات کے خلاف رائے دی ہے مثلاً" ابو نصر ھبتہ اللہ نے روایت کی ہے کہ توقیعات صاحب الامرؑ اسی طرز تحریر میں جو امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں استعمال ہوتا تھا صادر ہوتی تھیں۔ ☆ ۲۵۸ یہ توقیعات عثمان بن سعید اور محمد ابن عثمان کے ذریعہ شیعوں کے لئے صادر ہوتی تھیں۔ پھر یہی شخص کہتا ہے کہ ابو جعفر عمری نے ۳۰۴ ہجری میں وفات پائی۔ وہ تقریباً" پچاس برس تک امام زمانہؑ کے وکیل رہے لوگ اپنے اموال ان کے پاس لے جاتے تھے اور حضرت کی توقیعات اس طرز تحریر میں جو امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں استعمال ہوتا تھا ان کے ذریعہ شیعوں کے لئے صادر ہوتی تھیں۔ ☆ ۲۵۹ ایک دوسری جگہ کہتا ہے صاحب الامرؑ کی توقیعات محمد ابن عثمان کے ہاتھوں اسی طرز تحریر میں پہنچتی تھیں جس میں ان کے والد عثمان ابن سعید کے زمانے میں صادر ہوتی تھیں۔ ☆ ۲۶۰

عبداللہ ابن جعفر حمیری کہتے ہیں: جس وقت عثمان بن سعید کی وفات ہوئی تو صاحب الامرؑ کی توقیعات اسی طرز تحریر میں صادر ہوتی تھیں جس میں اس سے پہلے ہم سے خط و کتابت ہوئی تھی۔ ☆ ۲۶۱

ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ توقیعات جو عثمان بن سعید اور ان کے بیٹے محمد ابن عثمان کے ذریعہ لوگوں تک پہنچتی تھیں' طرز تحریر کے اعتبار سے من و عن ان توقیعات کی مانند تھیں جو امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں صادر ہوتی تھیں۔ اس

جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ توقیعات امامؑ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں ہوتی تھیں بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ امام حسن عسکریؑ کا کوئی کاتب تھا جو عثمان بن سعید اور محمد بن عثمان کے زمانہ تک زندہ تھے اور توقیعات لکھنے کا کام اس کے سپرد تھا اور ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ بعض توقیعات امامؑ خود تحریر فرماتے تھے اور بعض کو دوسرے تحریر کرتے تھے لیکن قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ زمانہ غیبت صغریٰ کے علما اور شیعوں کے حالات کے مطالعہ سے اور متن توقیعات کو دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان خطوط کے مندرجات اور تحریریں شیعوں کے لئے قابل اعتماد تھیں۔ وہ ان تحریروں کو امامؑ کی بارگاہ مقدس کی جانب سے سمجھتے تھے اور وہ ان کے لئے قابل قبول تھیں۔ وہ اختلافات کی صورت میں خط و کتابت کرتے تھے اور جواب آجانے پر اس کو تسلیم کر لیتے تھے حتیٰ کہ بعض توقیعات کے صدور کی صحت پر شک بھی کرتے تھے۔ اس کے بعد اس اختلاف کا حل بھی بذریعہ خط و کتابت طلب کرتے تھے۔ ☆ ۲۶۲

علی بن حسین بن بابویہ نے بارگاہ مقدس میں خط لکھا اور فرزند کی ولادت کی استدعا کی اور انہوں نے اس کا جواب پایا۔ ☆ ۲۶۳

ایک عالم جو غیبت صغریٰ اور نائبین کے زمانہ میں تھے وہ محمد بن ابراہیم بن جعفر نعمانی ہیں انہوں نے اپنی کتاب "غیبت" میں نائبین کی نیابت کی تائید کی ہے۔ وہ غیبت کی حدیثیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: غیبت صغریٰ کے زمانہ میں معروف اور معین افراد امامؑ اور لوگوں کے درمیان وسیلہ بنے ہوئے تھے۔ ان کے ذریعہ مریض شفا حاصل کرتے تھے شیعوں کی مشکلات کا جواب آتا تھا لیکن غیبت صغریٰ کا زمانہ اب ختم ہوچکا ہے اور غیبت کبریٰ کا عہد آپہنچا ہے۔ ☆ ۲۶۴

معلوم ہوتا ہے کہ توقیعات سچائی کے ایسے قرائن و شواہد لئے ہوئے ہوتی تھیں جن کی وجہ سے علمائے وقت اور شیعوں کے لئے قابل قبول ہوتی تھیں۔ شیخ حر عاملیؒ لکھتے ہیں: ابن ابی غانم قزوینی شیعوں سے جھگڑتے تھے اور کہتے تھے کہ امام حسن عسکریؑ کا کوئی فرزند نہیں ہے۔ شیعوں نے بارگاہ مقدس کی طرف خطوط لکھے اور ان

کے خطوط اس روش کے تھے کہ وہ سفید کاغذ پر قلم سے بغیر سیاہی کے لکھتے تھے تاکہ ایک معجزہ اور علامت بن جائے پس ان کے جوابات بارگاہ مقدس سے آتے تھے۔ ☆ ۲۶۵

نائبین کی تعداد

نائبین کی تعداد میں اختلاف ہے۔ سید ابن طاؤس نے "ربیع الشیعہ" نامی کتاب میں ان کے ناموں کا اس طرح ذکر کیا ہے۔ ابو ہاشم داؤد بن قاسم، محمد بن علی بن بلال، عثمان بن سعید، محمد بن عثمان، عمرالاہوازی، احمد بن اسحاق، ابو محمد الوجناسی، ابراھیم بن مہریار، محمد بن ابراھیم۔ ☆ ۲۶۶

شیخ طوسی علیہ الرحمۃ نے وکلا کے یہ نام تحریر کئے ہیں: بغداد سے عمری اور اس کا بیٹا اور حاجز وبلالی و عطار، کوفہ سے عاصمی، اہواز سے محمد بن ابراھیم بن مہریار، قم سے احمد بن اسحاق، ہمدان سے محمد بن صالح، رے سے شامی و اسدی، آذربائیجان سے قاسم بن العلاء، نیشاپور سے محمد بن شاذان۔ ☆ ۲۶۷

لیکن چار افراد کی وکالت شیعوں میں مشہور و معروف ہے۔ پہلے عثمان بن سعید دوسرے محمد بن عثمان تیسرے حسین بن روح، چوتھے علی بن محمد سمری ان میں سے ہر ایک مختلف شہروں کی نمائندگی کرتا تھا۔ ☆ ۲۶۸

عثمان بن سعید

یہ امام حسن عسکریؑ کے بزرگ و معتمد اصحاب میں سے تھے اور آپؑ کے وکیل تھے۔

مامقانی اور بو علی نے ان کے بارے میں لکھا ہے: عثمان بن سعید قابل اعتماد اور جلیل القدر تھے۔ ان کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ وہ امام ہادیؑ امام حسن عسکریؑ اور صاحب الامرؑ کے وکیل رہے ہیں۔ ☆ ۲۶۹ علامہ بہبہانی نے لکھا ہے:

عثمان ابن سعید ثقہ تھے اور جلیل القدر تھے۔ امام ہادیؑ و امام حسن عسکریؑ نے ان کی توثیق و تصدیق کی ہے۔ احمد بن اسحاق کہتے ہیں: میں نے امام ہادیؑ سے عرض کیا کس کے ساتھ میل جول رکھوں اور اپنے دین کے احکام کس سے حاصل کروں اور کس کی بات قبول کروں۔ آپ نے فرمایا: عثمان ابن سعید عمری میرے معتمد ہیں۔ اگر انہوں نے کوئی بات تمہارے لئے نقل کی ہے تو وہ ٹھیک کہتے ہیں ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ اس لئے کہ مجھے ان پر اعتماد ہے۔ ابو علی نے نقل کیا ہے کہ امام حسن عسکریؑ سے بھی اسی قسم کا سوال کیا گیا جواب دیا عثمان ابن سعید اور ان کے لڑکے محمد میرے معتمدین ہیں اور وہ تم سے جو کچھ بھی کہیں گے درست کہیں گے ان کی بات سنو' اطاعت کرو اس لئے کہ مجھے ان پر اعتماد ہے۔

یہ حدیث اصحاب میں اس حد تک مشہور تھی کہ ابوالعباس حمیری کہتے ہیں کہ یہ بات ہمارے درمیان اکثر ہوتی تھی اور ہم عثمان بن سعید کے بلند مرتبہ کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ☆ ۲۷۱ محمد بن اسماعیل اور علی بن عبداللہ کہتے ہیں ایک روز میں شہر سامرہ میں امام حسن عسکریؑ کے پاس گیا۔ اس وقت وہاں شیعوں کا ایک گروہ موجود تھا۔ اچانک دروازے پر آکر ایک خادم کہنے لگا: ایک ایسا گروہ جس کے بال الجھے ہوئے ہیں اور خاک میں اٹے ہوئے ہیں وہ گھر کے اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: یمن کے شیعہ ہیں۔ اس کے بعد آپؑ نے دروازہ والے خادم سے کہا: عثمان بن سعید کو بلاؤ۔ تھوڑی دیر میں عثمان آگئے آپؑ نے ان سے فرمایا: عثمان! تم ہمارے وکیل ہو اور معتمد ہو' خدا کا جو مال یہ لوگ لائے ہیں اسے اپنی تحویل میں لے لو۔ راوی کہتا ہے ہم نے عرض کیا ہمیں معلوم تھا کہ عثمان اچھے شیعوں میں سے ہیں لیکن آپ نے اپنی اس بات سے ان کا مقام و مرتبہ اور بھی بلند کر دیا اور آپ نے ان کے وکیل و معتبر و موثق ہونے کی تصدیق کر دی۔ حضرتؑ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے یاد رکھو کہ عثمان بن سعید میرا وکیل ہے اس کا بیٹا میرے بیٹے مہدیؑ کا وکیل ہو گا۔ ☆ ۲۷۲

امام حسن عسکریؑ نے اپنے فرزند کو ایک ایسے گروہ کو دکھا کر جو چالیس افراد پر مشتمل تھا اور علی بن بلال' احمد بن ہلال' محمد بن معاویہ اور حسن بن ایوب ان میں تھے۔ فرمایا: یہ تمہارا امام ہے اور میرا جانشین ہے۔ اس کی اطاعت کرو اور یاد رکھو اس کے بعد ایک مدت تک تم اسے نہیں دیکھوگے۔ عثمان بن سعید کی باتوں کو ماننا اور ان کے احکامات کو تسلیم کرنا اس لیے کہ وہ تمہارے امام کا جانشین ہے اور شیعوں کی مشکلات اس کے ہاتھوں حل ہوں گی۔ ☆ ۲۷۳

ان کی کرامات

اس کے علاوہ ان سے کرامات بھی منسوب ہیں جو ان کی سچائی کو ثابت کرتی ہے۔ نمونہ کے طور پر چند حوالے۔

شیخ طوسی نے "غیب" نامی کتاب میں بنی نو بخت کی ایک جماعت سے کہ ابوالحسن کثیری جن میں سے ہیں روایت کی ہے کہ قم اور اس کے گردونواح سے عثمان بن سعید کے پاس کچھ اموال لائے گئے۔ جب اموال لانے والے نے چاہا کہ وہ واپس لوٹے تو عثمان نے کہا ایک اور امانت بھی تیرے سپرد کی گئی تھی وہ تو نے میری تحویل میں کیوں نہ دی۔ اس نے کہا اب کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ انہوں نے کہا واپس جاؤ اور تلاش کرو۔ وہ آدمی چند روز بعد تلاش کرکے واپس آیا اور کہا مجھے کوئی چیز نہیں ملی۔ عثمان نے کہا: دو سوڈانی کپڑے کے پارچے جو فلاں ابن فلاں نے تجھے دئے تھے یہ کہہ کر کہ ہم تک پہنچانے ہیں' وہ کیا ہوئے۔ اس نے کہا خدا کی قسم آپ کا فرمانا بجا ہے' لیکن میں بھول گیا اور اب مجھے قطعی طور پر معلوم نہیں کہ وہ پارچے کہاں ہیں پھر وہ اپنے گھر گیا اس نے بہتیرا ڈھونڈا لیکن وہ پارچے اس کو نہ ملے۔ اس نے عثمان بن سعید کے پاس آکر تمام صورت حال بیان کی۔ عثمان نے کہا جا فلاں ابن فلاں روئی بیچنے والے کے پاس جا' تو روئی کا بنڈل اس کے پاس لے گیا تھا۔ اس کپڑے کو جس پر یہ لکھا ہوا ہے کھول کر دیکھ۔ امانت والے پارچے تجھے اس میں ملیں گے۔ اس شخص

نے ان کے حکم کے مطابق عمل کیا اور وہاں سے پارچے حاصل کر کے عثمان کی خدمت میں پہنچا دیے۔ ☆ ۲۷۴

محمد ابن علی اسود کہتے ہیں: ایک عورت نے ایک پارچہ مجھے دیا کہ میں اسے عثمان بن سعید کے پاس پہنچا دوں۔ میں انہیں دو کپڑوں کے ساتھ لے گیا۔ عثمان نے مجھے حکم دیا کہ میں انہیں محمد بن عباس قمی کو دے دوں۔

میں نے ان کے کہنے پر عمل کیا۔ اس کے بعد عثمان بن سعید نے پیغام بھجوایا کہ تم نے مجھے اس عورت کا دیا ہوا پارچہ کیوں نہ دیا۔ پس اس عورت کا پارچہ مجھے یاد آگیا۔ بڑی تلاش کے بعد میں نے اسے پا کر ان کی تحویل میں دیا۔ ☆ ۲۷۵

صدوقؒ نے "اکمال الدین" میں تحریر کیا ہے: اہل عراق میں سے ایک آدمی کچھ سہم امامؑ عثمان بن سعید کے پاس لایا۔ عثمان نے مال قبول نہ کر کے کہا: اپنے چچا زاد بھائیوں کا حق جو چار سو درھم ہے اس میں سے نکالو۔ مرد عراقی کو تعجب ہوا۔ جب اس نے اپنے مال کا حساب لگایا تو اسے معلوم ہوا کہ اس نے ابھی اپنے چچا زاد بھائیوں کی اس زراعت والی زمین کا حصہ جو اس کے قبضہ میں تھی ادا نہیں کیا۔ جب خوب حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ ان کا حصہ چار سو درھم تھا۔ پس اس نے اتنی رقم اپنے اموال میں سے علیحدہ کی اور باقی عثمان بن سعید کے پاس لے گیا اس مرتبہ وہ مال قبول کر لیا گیا۔ ☆ ۲۷۶

اب میں اپنے احباب کی ذہانت کو بطور گواہ طلب کرتا ہوں۔ ان خبروں کے باوجود جو عثمان بن سعید کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور اس مقام کے پیش نظر جو امام ہادیؑ اور امام حسن عسکریؑ کی نگاہ میں ان کا تھا اور شیعوں کا اتفاق ان کی عدالت پر اور اصحاب امام حسن عسکریؑ کا اس کو تسلیم کرنا کیا آپ اس کے مقابلے میں اب بھی ان کے دعوے کی صحت کی تردید کر سکتے ہیں اور یہ احتمال پیش کر سکتے ہیں کہ وہ لوگوں کو فریب دیتے ہوں گے۔

محمد بن عثمان

عثمان بن سعید کی وفات کے بعد ان کے لڑکے محمد بن عثمان اپنے والد کی جگہ بیٹھے اور بارگاہ مقدس امام کی وکالت پر مامور ہوئے۔

ان کے بارے میں شیخ طوسی نے کہا ہے: محمد بن عثمان اور انکے والد صاحب الامرؑ کے وکیل تھے اور ان کی نگاہ میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ ☆ ۲۷۷

مامقانی نے لکھا ہے: محمد بن عثمان کی عظمت و جلالت امامیہ حضرات کی نظر میں پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی اور طے شدہ ہے اور کسی دلیل و برہان کی محتاج نہیں ہے۔ شیعوں کا اجماع ہے کہ اپنے والد کی وفات تک وہ امام حسن عسکریؑ کے وکیل تھے اور حضرت حجتؑ کی سفارش کے عہدے پر بھی مامور تھے۔ ☆ ۲۷۸ عثمان بن سعید نے وضاحت کر دی تھی کہ میرے بعد میرا بیٹا میرا جانشین اور نائب امام ہوگا۔ ☆ ۲۷۹

یعقوب ابن اسحاق کہتے ہیں: محمد بن عثمان کے ذریعہ میں نے ایک خط امام زمانہؑ کی خدمت میں بھجوایا اور میں نے اس میں اپنی مشکلات کے بارے میں سوال کئے تھے۔ خط کا جواب امام زمانہؑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا میرے پاس آیا۔ اس کے ضمن میں تحریر تھا محمد بن عثمان میرا معتمد ہے اس کے لکھے ہوئے خطوط گویا میرے لکھے ہوئے ہیں۔ ☆ ۲۸۰

اس کی کرامات

محمد ابن شاذان کہتے ہیں: میرے پاس ۴۸۰ درہم سہم امامؑ کے تھے۔ چوں کہ مجھے یہ اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ میں اس کو غیر مکمل صورت میں امامؑ کے پاس بھیجوں میں نے بیس درہم اپنے مال میں سے اس میں ملا کر محمد بن عثمان کے ذریعہ امامؑ کے پاس بھیجے لیکن میں نے ۲۰ درھم کے اضافہ کی بات تحریر نہ کی۔ اس مال کی رسید امامؑ کی جانب سے مجھے موصول ہوئی۔ اس میں تحریر تھا' پانچ سو درہم جس میں سے بیس تمہاری ملکیت تھے وصول پائے۔ ☆ ۲۸۱

جعفر بن احمد بن متیل کا کہنا ہے : محمد بن عثمان نے مجھے بلایا چند پارچے اور ایک بٹوہ جس میں کچھ درھم تھے میرے حوالے کیا اور فرمایا کہ "واسطہ" جاؤ اور جو شخص بھی تم سے سب سے پہلے ملے اسے یہ بٹوہ اور پارچے دے دینا۔ میں واسطہ کی طرف چل پڑا۔ سب سے پہلے جس سے ملاقات ہوئی وہ حسن بن محمد بن قطاۃ تھے۔ پس میں نے ان سے اپنا تعارف کرایا انہوں نے مجھے پہچانا۔ ہم ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔ میں نے ان سے کہا کہ محمد بن عثمان نے تمہیں سلام کہا ہے اور یہ امانت تمہارے لئے بھجوائی ہے۔ جب انہوں نے یہ بات سنی تو خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا : محمد بن عبداللہ عامری کا انتقال ہو گیا ہے میں ان کا کفن خریدنے کے لئے گھر سے نکلا ہوں۔ جب ہم نے امانت کو کھول کر دیکھا تو ہم نے مردے کے کفن کی تمام چیزیں اس میں پائیں۔ حمالوں کی اجرت اور گورکن کی مزدوری کے مطابق درھم اس میں تھے۔ پس ہم جنازے کے ساتھ گئے اور اسے ہم نے دفن کر دیا۔ ☆ ۲۸۲

محمد ابن علی بن الاسود قمی کہتے ہیں : محمد ابن عثمان نے اپنے لئے ایک قبر تیار کرا رکھی تھی میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو جواب دیا مجھے امامؑ نے حکم دیا ہے کہ میں اپنے کام مکمل کر لوں۔ اس واقعہ کے دو ماہ کے بعد انہوں نے جہان فانی کو خیر باد کہا۔ ☆ ۲۸۳ محمد بن عثمان پچاس سال تک منصب نیابت امامؑ پر فائز رہے اور انہوں نے ۳۰۴ ہجری میں انتقال کیا۔ ☆ ۲۸۴

حسین بن روح

وہ امامؑ کے تیسرے وکیل ہیں۔ وہ اپنے زمانہ کے عقلمند ترین آدمی تھے۔ محمد ابن عثمان نے ان کو اپنی جانشینی اور امام عصرؑ کی نیابت کے لئے مقرر کیا تھا۔

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں تحریر کیا ہے کہ جب محمد ابن عثمان کا مرض شدت پکڑ گیا تو بزرگ اور معروف شیعوں کا ایک گروہ ان کی خدمت میں پہنچا۔ اس گروہ میں ابو علی بن ہمام، ابو عبداللہ بن محمد کاتب، ابو عبداللہ یا قطانی، ابو سہل اسمٰعیل بن علی

نوبختی اور ابو عبداللہ وجنا وغیرہ شامل تھے۔ اس گروہ نے محمد سے ان کے جانشین کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا : حسین ابن روح میرے جانشین ہیں اور وہ حضرت صاحب الامرؑ کے وکیل اور معتمد ہیں۔ اپنے کاموں کے سلسلہ میں ان سے رجوع کرنا۔ میں امامؑ کی طرف سے مامور ہوں کہ حسین بن روح کو نائب مقرر کروں۔ ☆ ۲۸۵

جعفر ابن موسیٰ مدائنی کہتے ہیں کہ امامؑ کے اموال محمد بن عثمان کے پاس لے جایا کرتا تھا۔ ایک روز چار صد دینار ان کی خدمت میں لے کر گیا فرمانے لگے یہ رقم حسین بن روح کے پاس لے جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میری خواہش یہ ہے کہ آپ خود قبول فرما لیں۔ انہوں نے فرمایا : حسین ابن روح کے پاس لے جاؤ اور یہ بات سمجھ لو کہ میں نے ان کو اپنا جانشین مقرر کر دیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کام آپ امامؑ کے حکم سے انجام دے رہے ہیں؟ فرمانے لگے ہاں۔ پس میں وہ مال حسین بن روح کے پاس لے گیا۔ اس کے بعد میں سہم امام ان کے پاس لے جایا کرتا تھا۔ ☆ ۲۸۶

محمد بن عثمان کے اصحاب اور خاص احباب میں ایسے افراد تھے جو مرتبہ کے اعتبار سے حسین بن روح سے زیادہ وقعت اور صاحب عزت دار تھے۔ مثال کے طور پر حسن بن احمد بن متیل۔ سب کو یقین تھا کہ نیابت کا منصب انکے سپرد کیا جائے گا لیکن ان کی پیش بینی کے برخلاف حسین بن روح اس منصب پر فائز ہوئے اور تمام اصحاب نے حتیٰ کہ احمد بن متیل نے بھی ان کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ ☆ ۲۸۷

ابو سہل نوبختی سے پوچھا گیا یہ کس طرح ہوا کہ حسین بن روح نیابت کے لئے منتخب ہو گئے جبکہ تم اس منصب کے زیادہ مستحق تھے۔ انہوں نے کہا کہ امامؑ بہتر جانتے ہیں کہ اس کام کے لئے کس کو منتخب کریں۔ میرا ہمیشہ مخالفین سے مناظرہ رہتا ہے۔ اگر میں وکیل بنتا تو شاید بحث کے مواقع پر اپنے مدعا کے اثبات کے لئے امامؑ کی جائے سکونت کی نشاندہی کر دیتا۔ لیکن حسین ابن روح میری طرح کے آدمی نہیں ہیں۔ اگر

امامؑ ان کے لباس میں بھی چھپے ہوئے ہوں اور ان کو قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے تو بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنا دامن ہٹا دیں تاکہ امامؑ دیکھے جا سکیں۔☆ ۲۸۸

صدوقؒ تحریر کرتے ہیں: محمد ابن علی اسود سے منقول ہے کہ علی ابن حسین بن بابویہ نے میرے ذریعہ حسین ابن روح کو پیغام بھجوایا کہ حضرت صاحب الامرؑ سے ان کے لئے دعا کی استدعا کریں شاید ان کی دعا کے نتیجے میں خدا مجھے فرزند عطا کر دے۔ میں نے ان کی خواہش سے حسین ابن روح کو آگاہ کر دیا۔ تین دن کے بعد انہوں نے اطلاع دی کہ امامؑ نے ان کے لئے دعا فرمائی ہے۔ جلد ہی خدا ان کو ایک ایسا بیٹا عنایت کرے گا جو بابرکت ہوگا اور اس کا نفع لوگوں کو پہنچے گا۔ اسی سال محمد ان کے ہاں پیدا ہوئے اور ان کے بعد اور بیٹے بھی پیدا ہوئے۔ صدوقؒ اس واقعہ کے بعد تحریر کرتے ہیں محمد بن علی اسود جب بھی مجھے دیکھتے تھے کہ میں محمد بن حسن بن احمد کی مجالس درس میں آمد و رفت رکھتا ہوں اور حصول تعلیم و حفظ کتب علمی کا مجھے بہت زیادہ شوق ہے تو کہا کرتے تھے کہ یہ بات زیادہ تعجب خیز نہیں ہے کہ تم تحصیل علم کا اتنا شوق رکھتے ہو اس لئے کہ تم امام زمانہؑ کی برکت دعا کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہو۔ ☆ ۲۸۹

ایک شخص کو حسین بن روحؒ کی نیابت میں شک تھا انہوں نے معاملہ کی وضاحت کی خاطر ایک خط امامؑ کی خدمت میں قلم خشک سے بغیر سیاہی کے تحریر کیا۔ چند روز کے بعد امامؑ کا جواب حسین بن روحؒ کی وساطت سے امامؑ کی بارگاہ مقدس سے ان کو موصول ہوا۔ ☆ ۲۹۰ حسین بن روحؒ نے ماہ شعبان میں ۳۲۶ ہجری میں دار دنیا سے رحلت فرمائی۔ ☆ ۲۹۱

چوتھے نائب شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری

امام عصرؑ کے چوتھے نائب شیخ ابوالحسن علی بن محمد سمری ہوئے ہیں۔ ابن طاوس

ان کے بارے میں لکھتے ہیں: انہوں نے امام ہادیؑ اور امام حسن عسکریؑ کی خدمت کی اور ان دونوں اماموں کی ان سے خط و کتابت تھی اور امامؑ ان کے لئے زیادہ توقیعات تحریر فرماتے تھے اور وہ شیعوں کے معتمدین و موثقین میں سے تھے۔☆ ۲۹۲ احمد بن محمد صفوانی کا کہنا ہے کہ حسین بن روح نے علی بن محمد سمری کو اپنی جگہ مقرر کیا تاکہ ان کے امور انجام دیں لیکن جب علی بن محمد کی وفات نزدیک ہوئی تو شیعوں کی ایک جماعت ان کی خدمت میں پہنچی تاکہ ان کے جانشین کے بارے میں ان سے پوچھا جائے۔ وہ فرمانے لگے کہ مجھے کسی کے جانشین بنانے کا حکم نہیں ہے۔ ☆ ۲۹۳

احمد بن ابراھیم بن مخلد کہتے ہیں: ایک روز علی بن محمد سمری نے بغیر کسی تمہید کے فرمایا: خدا علی بن بابویہ قمی پر رحمت کرے۔ حاضرین نے وہ تاریخ یاد رکھی جس کو یہ بات ہوئی تھی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ علی بن بابویہ قمی نے اسی روز انتقال فرمایا تھا۔ خود سمری کا ۳۲۹ ہجری میں انتقال ہو گیا۔ ☆ ۲۹۴

حسن ابن احمد کہتے ہیں: علی بن محمد سمری کی وفات سے چند روز قبل میں ان کی خدمت میں حاضر تھا' ایک خط جو بارگاہ امامؑ سے جاری ہوا تھا انہوں نے لوگوں کے سامنے پڑھا جس کا مضمون یہ تھا۔ اے علی بن محمد سمری خدا تیری موت کے سلسلے میں تیرے بھائیوں کے اجر میں اضافہ کرے اس لئے کہ تو چھ دن کے اندر دنیا کو خیرباد کہہ دے گا۔ اپنے کام مکمل کر لیکن کسی کو اپنا جانشین نہ بنائیو اس لئے کہ اس کے بعد کامل غیبت شروع ہوگی۔ میں اس وقت تک جب تک خدا حکم نہ فرمائے گا اور طویل زمانہ نہ گزر جائے گا اور دلوں میں قساوت نہ پیدا ہوجائے گی اور زمین ظلم و جور سے پر نہ ہوجائے گی ظاہر نہیں ہوں گا۔ تم میں ایسے لوگ پیدا ہوجائیں گے جو میری رویت کے مدعی ہوں گے لیکن خبردار رہو کہ سفیانی کے خروج اور صیحہ آسمانی سے پہلے جو کوئی بھی مجھے دیکھنے کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہوگا۔ ☆ ۲۹۵

مذکورہ چار افراد کی نیابت شیعوں میں مشہور و معروف ہے۔ ایک گروہ نے اس منصب کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے لیکن چوں کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی ان کا

جھوٹ ثابت ہوگیا اور وہ رسوا ہو گئے۔ مثال کے طور پر حسن شریعی، محمد ابن نصیر نمیری، احمد بن ہلال کرخی، محمد بن علی بن بلال، محمد ابن علی شلمغانی اور ابوبکر بغدادی۔

نائبین کے بارے میں میری یہ معلومات تھیں۔ مذکورہ تمام ماخذوں سے ان کے دعوے کی صحت کے بارے میں اطمینان حاصل ہوجاتا ہے۔

ڈاکٹر: میرے اس سلسلہ میں کچھ سوال ہیں لیکن مجھے اجازت عطا فرمایئے کہ اس کے بعد کی نشست میں انہیں پیش کیا جائے اس لئے کہ آج شب کی ہماری بحث کافی طویل ہو چکی ہے۔

غیبت کامل شروع ہی میں کیوں نہ واقع ہوئی

تمام بھائیوں کی حاضری کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کے ہاں محفل منعقد ہوئی۔

ڈاکٹر: بنیادی طور پر غیبت صغریٰ کا کیا فائدہ تھا۔ اگر یہ بات طے تھی کہ امام زمانہؑ غائب ہوجائیں تو امام حسن عسکریؑ کی وفات کے وقت ہی سے غیبت اور مکمل بے تعلقی کی ابتدا کیوں نہ ہوئی۔

ہوشیار: عوام الناس کے امام اور رہبر کا نظروں سے اوجھل ہوجانا اور وہ بھی طویل مدت کے لئے ایک ایسا معاملہ ہے جو نہایت عجیب و غریب اور غیرمانوس ہے اور اس پر لوگوں کا یقین کرنا مشکل ہے۔ اس وجہ سے پیغمبر اسلامؐ اور آئمہ اطہار علیہم السلام نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ اس بات سے لوگوں کو رفتہ رفتہ آشنا کریں اور اس کے قبول کرنے کے لئے ان کے افکار کو آمادہ کریں لہٰذا وہ وقتاً فوقتاً غیبت کی خبر دے کر زمانہ غیبت کے دوران لوگوں کی تکلیفوں، غیبت سے انکار، منکرین کی سزا، ثبات قدم کے ثواب اور زمانہ ظہور کے انتظار کی باتیں لوگوں کو سناتے تھے۔ کبھی اپنی رفتار و گفتار سے عملی طور پر غیبت کی شبیہ فراہم کرتے تھے۔ مسعودی نے "اثبات الوصیۃ" میں تحریر کیا ہے: امام ہادیؑ لوگوں سے بہت کم ملتے جلتے تھے اور سوائے اصحاب خاص کے اور کسی سے ملاقات نہیں کرتے تھے۔ جب امام حسن عسکریؑ ان کی

جگہ تشریف فرما ہوئے تو وہ اکثر اوقات پردہ کے پیچھے سے لوگوں سے کلام کرتے تھے تاکہ شیعہ افراد بارہویں امامؑ کی غیبت کو قبول کرنے پر آمادہ ہوجائیں۔ ☆ ۲۹۶ اگر امام حسن عسکریؑ کی وفات کے فوراً بعد غیبت کامل شروع ہوجاتی تو ممکن تھا کہ امام زمانہؑ کا وجود مقدس فراموش کر دیا جاتا۔ اس وجہ سے شروع میں غیبت صغریٰ کی ابتدا ہوئی تاکہ شیعہ ان دنوں میں نائبین کے وسیلہ سے اپنے امامؑ سے تعلق پیدا کر کے علامتوں اور کرامتوں کا مشاہدہ کر لیں اور ان کا ایمان کامل ہوجائے۔ لیکن جب افکار ساتھ دینے لگے اور رجحان زیادہ ہوگیا غیبت کبریٰ شروع ہوگئی۔

کیا غیبت کبریٰ کی کوئی حد ہے؟

مہندس: کیا غیبت کبریٰ کے لئے کوئی حد مقرر ہوئی ہے؟

ہوشیار: کوئی حد مقرر نہیں ہے لیکن حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس غیبت کا زمانہ اس قدر طولانی ہوگا کہ ایک طبقہ شک میں مبتلا ہوجائے گا۔

چند حدیثیں بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

امیرالمومنینؑ نے حضرت قائمؑ کے بارے میں فرمایا: ان کی غیبت اس قدر طولانی ہوگی کہ جاہل شخص کہے گا کہ خدا کو اہل بیتؑ پیغمبرؐ کی ضرورت نہیں رہی۔ ☆ ۲۹۷

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں: قائمؑ میں نوحؑ کی ایک خصوصیت ہوگی اور وہ ہے ان کا طول عمر۔ ☆ ۲۹۸

غیبت کا فلسفہ

مہندس: امام زمانہؑ اگر دنیا میں لوگوں کے درمیان ظاہر تھے تو لوگ اپنی ضرورتوں کے وقت ان کی خدمت میں پہنچ سکتے تھے اور اس طرح اپنی مشکلات حل کر سکتے تھے ان کے دین و دنیا کے لئے یہ بہتر تھا پس غائب کیوں ہو گئے۔

ہوشیار: اگر موانع نہ ہوتے تو آپ کا ظہور [illegible] بخش اور بہتر تھا لیکن چوں کہ

میں دیکھتا ہوں کہ خداوند متعال نے اس پاک وجود کو لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رکھا ہے اور خدا کے کام بڑے استحکام کے ساتھ مصلحتوں کے مطابق اور قطعی و واقعی حکمتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے انجام پاتے ہیں۔ صاحب الامرؑ کی غیبت کی بھی کوئی نہ کوئی علت و حکمت ہوگی اگرچہ اس کی تفصیل ہمیں معلوم نہیں ہے۔ درج ذیل حدیث اس بات کا ثبوت بہم پہنچاتی ہے کہ غیبت کی بنیادی علت اور اس کا سبب لوگوں کو نہیں بتایا گیا ہے اور آئمہ اطہارؑ کے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں ہے۔

عبداللہ ابن فضل ہاشمی کہتا ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: حضرت صاحب الامرؑ کی غیبت مجبوراً" ہوگی اور وہ اس طرح ہوگی کہ گمراہ لوگ اس میں شک کریں گے۔ میں نے عرض کیا کیوں؟ آپؑ نے فرمایا: مجھے سبب کے بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے پوچھا اس کی حکمت کیا ہے؟ فرمانے لگے: وہی حکمت جو سابقہ حجتوں کی غیبتوں میں تھی حضرت صاحب الامرؑ کی غیبت میں بھی کارفرما ہے۔ لیکن ان کی حکمت ان کے ظہور سے پہلے واضح نہیں ہوگی۔ جس طرح کشتی میں سوراخ کرنا، جوان کو قتل کرنا اور خضرؑ کے ہاتھ سے دیوار کی اصلاح حضرت موسیٰؑ پر سوائے اس وقت کے جب دونوں نے ایک دوسرے سے جدا ہونا چاہا واضح نہ تھی۔ اے فرزند فضل! غیبت کا موضوع خدا کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور غیوب الٰہی میں سے ایک غیب ہے۔ جب ہم خدا کو صاحب حکمت جانتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ ہم اعتراف کریں کہ اس کے کاموں میں کوئی نہ کوئی حکمت کارفرما ہوتی ہے چاہے اس کی تفصیل ہمیں معلوم نہ ہو۔ ☆ ۲۹۹ مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غیبت کی بنیادی اور حقیقی وجہ بیان نہیں ہوئی ہے۔ یا اس وجہ سے کہ اس کی اطلاع لوگوں کے لئے مفید نہ تھی یا اس لئے کہ وہ اس کے فہم کی استعداد نہیں رکھتے لیکن احادیث میں تین حکمتیں بیان ہوئی ہیں۔

پہلا فائدہ امتحان و آزمائش

وہ گروہ جو ایمان محکم نہیں رکھتے ان کا باطن کھل کر سامنے آجاتا ہے اور وہ جن

کے دلوں کی گہرائی میں ایمان نے جڑ پکڑ رکھی ہے عہد کشائش کے انتظار، مصیبتوں پر صبر اور ایمان بالغیب کی وجہ سے ان کی قدر و قیمت معلوم ہوجاتی ہے اور وہ حصول ثواب کے درجات پر فائز ہوجاتے ہیں۔ موسیٰ ابن جعفرؑ نے فرمایا: جس وقت امام ہفتمؑ کی پانچویں نسل کا فرزند غائب ہو تو اپنے دین کی حفاظت کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی تمہیں دین سے خارج کر دے۔ اے فرزند! صاحب الامرؑ کی غیبت مجبوراً" واقع ہوگی، اس انداز سے کہ مومنین کا ایک گروہ اپنے عقیدہ سے منحرف ہوجائے گا اور خدا غیبت کے ذریعہ مومنین کا امتحان لیتا ہے۔ ☆ ۳۰۰

دوسرا فائدہ: غیبت کی وجہ سے ظالموں کی بیعت سے محفوظ رہتا ہے

حسن ابن فضال کہتے ہیں: علی ابن موسیٰ رضاؑ نے فرمایا: گویا میں اپنے شیعوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ میری تیسری نسل کے فرزند یعنی حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد اپنے امامؑ کی تلاش میں جگہ جگہ مارے مارے پھر رہے ہیں، لیکن اس کو نہیں پا رہے۔ میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ! کیوں؟ اس وجہ سے کہ ان کا امام غائب ہوجائے گا۔ میں نے عرض کیا کیوں غائب ہوجائے گا؟ فرمانے لگے: اس لئے کہ ایک وقت شمشیر بکف ہو کر قیام کرے گا اور کسی کی بیعت اس کی گردن میں نہ ہوگی۔ ☆ ۳۰۱

تیسرا فائدہ: غیبت کی وجہ سے قتل کے خطرہ سے محفوظ رہے گا

زرارہ کہتے ہیں: حضرت صادقؑ نے فرمایا: قائمؑ کو چاہئے کہ غیبت اختیار کرے۔ میں نے عرض کیا کیوں؟ فرمانے لگے: اسے قتل کا خوف ہے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنے شکم کی طرف اشارہ کیا۔ ☆ ۳۰۲

مذکورہ تین حکمتیں احادیث اہل بیتؑ میں بہ اعتبار نص ثابت ہیں۔

امام زمانہؑ اگر ظاہر ہوتے تو ان کے لئے کیا خطرہ تھا؟

مہندس : اگر امام زمانہؑ لوگوں کے سامنے ہوتے تو دنیا کے کسی شہر میں زندگی گزارتے اور مسلمانوں کی دینی رہبری ان کے ذمہ ہوتی اور وہ اپنے اسی انداز سے اپنی زندگی اس وقت تک گزارتے رہتے۔ جب تک زمانے کے حالات سازگار ہوتے، شمشیر بکف ہو کر اٹھ کھڑے ہوتے اور کفر و ظلم کے نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے اس مفروضہ میں کیا خرابی ہے۔

ہوشیار : یہ ایک عمدہ مفروضہ ہے لیکن یہ اندازہ لگانا چاہئے کہ اس میں کس طرح کے عواقب و نتائج ہیں۔ میں اس بات کی ایک امر فطری کی طرح آپ کے لئے تشریح کرتا ہوں۔ جبکہ پیغمبر اسلامؐ اور آئمہ اطہارؑ نے بار بار لوگوں کو بتا دیا تھا کہ ظلم و ستم کے نظام کا خاتمہ مہدی موعودؑ کے ہاتھوں ہوگا اور وہ ظلم و جور کے ایوانوں کو زمین بوس کر دے گا اس وجہ سے امام زمانہؑ کا وجود مقدس ہمیشہ دو طرح کے افراد کی توجہ کا مرکز تھا۔ ایک تو مظلوم اور ظلم برداشت کرنے والے کہ افسوس ناک طور پر ہمیشہ ان کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ وہ حمایت و دفاع کی امید میں اور داد خواہی کے مقصد کے پیش نظر وجود امام زمانہؑ کے گرد اکٹھے ہو کر تحریک چلانے اور دفاع کرنے کا مطالبہ کرتے اور ہمیشہ ایک گروہ کثیر ان کے چاروں طرف گھیرا ڈال کر انقلاب اور شور و غوغا برپا کرتا۔

دوسرا گروہ

دوسرا گروہ خونخوار جلادوں اور ستمگروں کا جو ملت محروم پر تسلط پا کر ذاتی مفاد کے حصول اور اپنے مقام و منصب کی حفاظت کے لئے کسی عمل بد کی پرواہ نہیں کرتے اور وہ اس پر آمادہ رہتے ہیں کہ تمام ملت کو اپنی ذاتی غرض پر قربان کر دیں۔ یہ گروہ امامؑ

کے وجود مقدس کو جب اپنی منحوس منفعتوں اور برے مقاصد کے راستے میں رکاوٹ کی حیثیت سے دیکھتا اور اپنی سلطنت و حکومت کو خطرہ میں دیکھتا تو اس پر مجبور ہوتا کہ آنجناب کے وجود مقدس کو ختم کر دے اور خود کو اس سب سے بڑے خطرہ سے محفوظ کر لے۔ اس بنیادی عزم صمیم کے ساتھ کہ اس کی زندگی اسی بات سے وابستہ ہے کہ جب تک عدالت و داد خواہی کے درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر نہ پھینک دے ہرگز باز نہ آئے۔

موت سے کیوں ڈرتا ہے

جلالی : امام زمانہؑ اگر معاشرہ کی اصلاح اور مظلوموں کے دفاع کے سلسلہ میں قتل ہوجاتے تو اس میں کیا خرابی تھی۔ کیا ان کا خون اپنے آبا و اجداد کے خون سے زیادہ قیمتی ہے۔ بنیادی طور پر وہ موت سے کیوں خائف ہیں۔

ہوشیار : امام غائب بھی اپنے آباء و اجداد کی طرح دین کے راستے میں فنا ہونے سے کوئی خوف نہ کھاتے تھے نہ کھاتے ہیں لیکن اس حال میں ان کا قتل ہونا معاشرہ اور دین کے لئے مفید نہیں ہے اس لئے کہ اس کے اجداد میں سے ہر فرد جب دنیا سے رحلت کرتا تھا تو ان کی جگہ کوئی اور امام جانشین ہوجاتا تھا لیکن امام زمانہؑ اگر قتل ہوجائیں تو ان کا کوئی جانشین نہیں ہے اور ان کے قتل سے زمین حجت خدا سے خالی ہوجاتی ہے اور وہ بھی ایسی صورت میں کہ جب یہ طے شدہ ہے کہ آخر کار حق غالب آئے گا اور بارہویں امامؑ کے وجود مقدس کے وسیلے سے دنیا حق پرستوں کی خواہش کے مطابق ہوجائے گی۔

کیا خدا امامؑ کی حفاظت کی طاقت نہیں رکھتا

جلالی : کیا خدا یہ طاقت نہیں رکھتا کہ امامؑ کے وجود کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے؟

ہوشیار: اس کے باوجود کہ قدرت پروردگار محدود نہیں ہے لیکن وہ اپنے کام اسباب کے نتیجے کے طور پر اور فطری روش کے ساتھ انجام دیتا ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ انبیاءؑ و آئمہؑ کے مقدس وجود اور ترویج دین کی حفاظت کے لئے اسباب و علل کی عام روش سے ہٹ جائے اور عام حالات کے بر خلاف عمل کرے۔ اگر ایسا ہوتا تو دنیا دار التکلیف اور اختیار و امتحان کی منزل نہ ہوتی۔

ظالم ان کے آگے سر تسلیم خم کردیتے

اگر وہ جناب ظاہر ہوتے تو کفار اور ظالم آپ کو اپنی دسترس میں پاتے اور ان کی حق و صداقت پر مبنی باتیں غور سے سنتے تو اس بات کا احتمال تھا کہ وہ ان کے قتل کے درپے نہ ہوتے بلکہ ان پر ایمان لے آتے۔

ہوشیار: حق کے سامنے ہر شخص سر نہیں جھکاتا بلکہ ابتدائے دنیا سے آج تک ہمیشہ ایسے گروہ لوگوں کے سامنے موجود رہے ہیں جو حق و صداقت کے دشمن تھے اور ان کے پامال کرنے کے لئے اپنی پوری قوتوں کے ساتھ کوشاں رہتے تھے۔ کیا پیغمبر اسلامؐ اور آئمہ اطہارؑ سچ بات نہیں کہتے تھے؟ کیا ان کی سچی باتیں اور معجزات ظالموں کی نگاہ کے سامنے نہیں تھے؟ ان سب کے باوجود انہوں نے ان کو ختم کرنے اور چراغ ہدایت کے بجھانے کے سلسلہ میں کسی اقدام سے گریز نہیں کیا۔ حضرت صاحب الامرؑ بھی اگر ظالموں کے خوف سے غیبت اختیار نہ کرتے تو ان کا بھی وہی انجام ہوتا۔

خاموش رہیں تاکہ محفوظ رہیں

ڈاکٹر: میری نظر میں اگر وہ جناب سیاست سے کلی طور پر کنارہ کش ہوجاتے اور کفار و ظالمین سے کوئی تعلق نہ رکھتے اور ان کے اعمال کے مقابلہ میں خاموشی اختیار کرتے اور صرف اپنی دینی اور اخلاقی رہنمائی میں مصروف رہتے تو دشمنوں کے شر سے محفوظ رہتے۔

ہوشیار: ظالموں نے چونکہ سن رکھا تھا کہ مہدی موعودؑ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کے ہاتھوں ظلم و جور کے کاشانے سرنگوں ہوں گے مسلمہ طور پر وہ ان کی خاموشی پر صبر نہ کرتے اور خطرہ کو ضرور اپنے سے دور کرتے۔ اس کے علاوہ جب مومن یہ دیکھتے کہ آنجناب تمام ظلم و جور و ستم اور جرائم کے مقابلہ میں خاموش ہیں اور وہ بھی سال دو سال نہیں بلکہ سینکڑوں برس تو وہ رفتہ رفتہ جہان کی اصلاح اور حق کے غلبہ کی طرف سے مایوس ہوجاتے اور پیغمبرؐ کی دی ہوئی خوشخبریوں اور قرآن شریف کے بارے میں شک کرنے لگتے۔ اس سب کے علاوہ بنیادی طور پر مظلومین آپ کو خاموشی کی اجازت نہ دیتے۔

عدم مداخلت کا عہد کرے

انجینئر: ممکن تھا کہ وہ ظالمان وقت کے ساتھ عدم مداخلت کا معاہدہ کر لیتے کہ وہ ان کے کاموں میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کریں گے اور چونکہ وہ امانت اور صحت فکر و عمل کے بارے میں معروف تھے تو ان کے معاہدوں کا احترام بھی کیا جاتا اور لوگ امام سے کوئی تعرض نہ کرتے۔

ہوشیار: مہدی موعودؑ کا لائحہ عمل باقی تمام اماموں سے مختلف ہے۔ دیگر آئمہؑ کو یہ حکم تھا کہ وہ دین کی تبلیغ' آخرت کا خوف دلانے' امربالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاحد امکان کوشش کریں لیکن انہیں جنگ کی اجازت نہیں تھی۔ اس کے برعکس یہ اول سے طے تھا کہ انصاف کو عام کرنے والے مہدی موعودؑ کی راہ عمل ان سے مختلف ہو۔ یہ طے تھا کہ وہ باطل اور ظلم کے مقابلہ میں خاموش نہیں رہیں گے اور جنگ و جہاد کے ذریعہ بے دینی اور ظلم و جور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ جلادوں اور ستمگروں کو خود سری کے محل سے نکال کر سر کے بل زمین پر گرا دیں گے۔ اصولی طور پر اس قسم کا طرز عمل مہدی موعود کی علامات اور ان کی نشانیوں میں شمار ہونا تھا۔ ہر امام سے کہا جاتا تھا کہ ظالموں کے مقابلہ میں آپ تلوار لے کر کیوں نہیں اٹھ کھڑے

ہوتے۔ وہ جواب دیتے تھے کہ یہ ہمارے مہدیؑ کا فریضہ ہے۔ اماموں سے یہ بھی کہا جاتا تھا کہ کیا آپ مہدی ہیں۔ وہ جواب دیتے تھے مہدیؑ تیغ بکف ہو کر جنگ کرے گا اور ظلم کے مقابلہ میں ڈٹ کر کھڑا ہو گا لیکن ہم ایسے نہیں ہیں اور اس کی طاقت بھی ہم میں نہیں ہے۔ کسی امام سے کہا جاتا تھا کہ کیا آپ قائم ہیں تو جواب میں کہتے تھے کہ میں حق کے ساتھ قائم ہوں لیکن وہ قائم معہود جو زمین کو دشمنان خدا سے پاک کر دے گا میں وہ نہیں ہوں۔ کسی سے کہا جاتا تھا کہ ہمیں امید ہے کہ آپ قائم ہوں گے۔ وہ فرماتے تھے میں قائم ہوں مگر وہ قائم جو زمین کو ظلم و ستم سے پاک کرے گا۔ وہ میرے علاوہ ہے۔ زمانے کے پریشان کن حالات ظالموں کی ڈکٹیٹری اور مومنین کی محرومی کی شکایت کی جاتی تھی تو وہ فرماتے تھے: مہدیؑ کا قیام طے شدہ ہے اس وقت زمانے کے حالات کی اصلاح ہو گی اور ظالموں سے انتقام لیا جائے گا۔ مومنین کی قلت، کافروں کی کثرت اور ان کی قوت و طاقت کی بات کی جاتی تھی تو آئمہؑ شیعوں کی دلداری کر کے فرمایا کرتے تھے۔ آلؑ محمدؐ کی حکومت ضرور قائم ہوگی۔ حق پرستی کا غلبہ ضرور ہوگا اور اسے ضرور کامیابی نصیب ہوگی۔ صبر کرو آلؑ محمدؐ کے پرسکون عہد کا انتظار کرو اور دعا کرو۔ مومنین اور شیعہ بھی ان اچھی خبروں سے خوش ہوجاتے اور ہر قسم کے غم اور محرومی کو برداشت کر لیتے۔

اب میں آپ سے تصدیق کا طلب گار ہوں ان تمام امیدوں کے ہوتے ہوئے جو مومنین ہی کو نہیں بلکہ تمام عالم بشریت کو مہدی موعودؑ سے تھیں کیا یہ ممکن تھا کہ وہ جناب ظالمان عصر کے ساتھ معاہدہ دوستی کرتے؟ اور اگر وہ ایسا قدم اٹھاتے تو کیا مومنین پر مایوسی و نا امیدی مسلط نہ ہوتی اور کیا وہ آنجناب پر اتہام نہ لگاتے کہ انہوں نے ظالموں سے سازش کر لی ہے اور وہ اصلاح کا ارادہ نہیں رکھتے۔

میری نگاہ میں اس طرز عمل کا کوئی امکان ہی نہیں تھا اور اگر ایسا کیا جاتا تو مومنین کی وہ قلیل جماعت بھی مایوسی اور بے دینی کے زیر اثر اسلام اور صحت فکر و عمل سے علیحدہ ہو کر کفر و ظلم کا راستہ اختیار کر لیتی۔ اس کے علاوہ اگر آپ ظالموں

سے دوستی اور عدم مداخلت کا معاہدہ کرتے تو اپنے معاہدہ پر کاربند رہنے پر مجبور ہوتے اور اس کے نتیجے میں کسی وقت بھی جنگ کا اقدام نہ کر سکتے۔ اس لئے کہ اسلام نے عہدو پیمان کو قابل احترام شمار کیا ہے اور اس پر عمل کرنے کو لازم قرار دیا ہے ☆ ۳۰۳ یہی وجہ ہے کہ حدیثوں میں اس کی صراحت ہے کہ حضرت صاحب الامرؑ کی ولادت کو پوشیدہ رکھنے کے اسرار میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ظالموں کی بیعت کرنے پر مجبور نہ ہوں۔ ان کی گردن میں کسی کی بیعت کا قلادہ نہ ہو تاکہ جس وقت چاہیں شمشیر بکف ہو کر صف آرا ہو جائیں۔ بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت صادق آل محمدؐ نے فرمایا ہے: ولادت صاحب الامرؑ پوشیدہ رہے گی یہاں تک کہ جس وقت وہ ظاہر ہوں تو کسی کی بیعت کا قلادہ اس کی گردن میں نہ ہو۔ خدا ان کے کام کو ایک رات میں بنا دے گا۔ ☆ ۳۰۴

اس سب کے علاوہ ظالم اور مفاد پرست افراد جب اپنی حکومت اور منفعتوں کو دیکھتے کہ وہ خطرے میں ہیں تو وہ ان معاہدوں سے مطمئن نہ ہوتے اور چارہ کار اسی میں دیکھتے کہ حضرت کو قتل کر دیں اور اس طرح وہ زمین کو حجت خدا سے خالی کر دیتے۔

خصوصی نائبین کیوں مقرر نہ کئے؟

جلالی: ہم غیبت کے لوازم کی اصل کو تسلیم کرتے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ غیبت صغریٰ کی طرح غیبت کبریٰ میں بھی امامؑ نے اپنے لئے نائبین مقرر نہ کئے تاکہ ان کے وسیلہ سے شیعہ ان سے رابطہ پیدا کر کے اپنی مشکلیں حل کراتے۔

ہوشیار: دشمن نائبین کو آزاد نہ چھوڑتے بلکہ ان کو گرفت میں لیتے اور آزار پہنچاتے تاکہ وہ امام کی جائے قیام کی نشان دہی کریں یا گرفتاری کی حالت میں زندان میں مرجائیں۔

جلالی: اس بات کا امکان تھا کہ معین افراد کو وکالت پر مامور نہ کریں لیکن کبھی

کبھی کچھ مومنین کے سامنے آتے اور ان کے وسیلے سے ضروری احکامات شیعوں کے لئے ظاہر کرتے۔

ہوشیار: یہ کام بھی مناسب نہ تھا اس لئے کہ یہ ممکن تھا کہ وہ شخص امامؑ اور ان کے مکان کی نشاندہی کردے اور ان کی گرفتاری و قتل کا سامان فراہم کردے۔

جلالی: خطرہ کا احتمال تو اس صورت میں تھا کہ وہ ہر غیر معروف شخص کے سامنے آتے لیکن اگر وہ صرف قابل اعتبار و وثوق مومنین و علما کے سامنے آتے تو کسی خطرہ کا احتمال نہ رہتا۔

ہوشیار: اس مفروضہ کا بھی چند پہلوؤں سے جواب دیا جا سکتا ہے۔

اول: ہر اس شخص کے لئے جس کے سامنے امامؑ ظاہر ہونا چاہتے وہ مجبور تھے کہ اپنے تعارف کے لئے اسے کوئی معجزہ دکھائیں بلکہ دیر میں یقین کرنے والے افراد کو اتنے معجزے دکھائیں کہ وہ ان کے دعوے کی صحت پر یقین کریں۔ اس دوران میں جادوگر اور فریب کار قسم کے افراد پیدا ہوجاتے جو لوگوں کو دھوکہ دیتے اور امامت کے دعوے اور جادو کے مظاہرہ سے عوام الناس کو گمراہ کرتے۔ جادو اور معجزہ کے درمیان امتیاز کرنا بھی ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے اور یہ صورت حال بھی عوام کے لئے مشکلات اور خرابیاں پیدا کرتی۔

دوسرے: نیکی کو ظاہری طور پر قبول کرنے والے افراد اور فریب کار اس صورت حال سے غلط فائدہ اٹھاتے۔ جاہلوں اور عوام کے درمیان پہنچ کر وہ امامؑ کے دیدار سے مشرف ہونے کا دعویٰ کرتے اور خلاف شرع احکام کو امامؑ سے نسبت دیتے تاکہ اپنے مذموم مقاصد کے حصول میں کامیاب ہوجائیں۔ ہر شخص ہر خلاف شرع کام کو انجام دینا چاہتا۔ وہ اپنے کام کی ترقی اور اس کو حق ثابت کرنے کے لئے کہتا: میں خدمت امام زمانہؑ میں گیا تھا یا کل رات وہ میرے گھر تشریف لائے تھے اور مجھ سے فرما رہے تھے فلاں فلاں کام انجام دے اور انہوں نے فلاں فلاں کام میں میری تائید اور حمایت فرمائی ہے۔ اس صورت حال کی خرابیاں کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

تیسرے: ہمارے پاس اس کی دلیل قطعی نہیں ہے کہ امام زمانہؑ ہر کسی کے سامنے یہاں تک کہ صالح افراد اور قابل اعتماد اشخاص کے سامنے نہیں آتے بلکہ ممکن ہے کہ بہت سے صلحا اور اولیا ان کی خدمت میں پہنچتے ہوں لیکن وہ اخفائے حال پر مامور ہوں اور کسی پر اس بات کا اظہار نہ کرتے ہوں۔ اس معاملہ میں وہ صرف اپنے حال کی اطلاع رکھتے ہوں اور دوسروں سے رجوع کے فیصلہ کا حق نہ رکھتے ہوں۔

امام غائب کا فائدہ کیا ہے؟

انجینئر: امام اگر لوگوں کا پیشوا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ظاہر ہو۔ غیر حاضر امام کے وجود سے کیا فائدے وابستہ ہیں۔ وہ امام جو سینکڑوں برس غائب رہے۔ نہ دین کی تبلیغ کرے نہ معاشرہ کی مشکلات کو حل کرے نہ مخالفوں کا جواب دے نہ امربالمعروف ونہی عن المنکر کرے نہ مظلوموں کی حمایت کرے نہ احکام و حدود الٰہی کو جاری کرے نہ لوگوں کے مسائل حلال و حرام کو واضح کرے ایسے امام کے وجود سے کیا فائدہ ہے؟

ہوشیار: لوگ زمانہ غیبت میں وہ بھی اپنے افعال و اعمال کی وجہ سے ان فوائد سے جو آپ نے گنوائے ہیں محروم ہیں لیکن امام کے وجود کے فائدے ان پر منحصر نہیں ہیں۔ بلکہ دوسرے فائدے بھی زمانہ غیبت ہی سے متعلق ہیں۔ ان فوائد میں سے درج ذیل دو فائدوں کو شمار کیا جا سکتا ہے۔

اول: گذشتہ باتوں اور ان دلائل کے مطابق جو عقلمندوں اور علما کی کتابوں میں درج ہیں اور ان حدیثوں کے مطابق جو امامت کے متعلق و دہوئی ہیں امامؑ کا وجود مقدس انسانیت کی غایت نوع اور فرد کامل ہے اور عالم مادی و عالم ربوبی کے درمیان واسطہ ہے۔ اگر امام روئے زمین پر نہ ہو تو نوع انسانی کا اختتام ہوجائے، اگر امام نہ ہو تو خدا کی معرفت کاملہ نہ ہو اور اس کی عبادت نہ کی جائے اگر امام نہ ہو تو عالم مادی اور نظام آفرینش کے درمیان جو تعلق ہے وہ منقطع ہوجائے۔ امام کا دل پاک ٹرانسفارمر کی طرح ہے جو کارخانے کی بجلی کو ہزاروں بلبوں تک پہنچاتا ہے۔ دنیائے

غیب کے فیوض و برکات پہلے امامؑ کے دل پاک کے آئینہ پر اور اس کے ذریعہ تمام
افراد کے دلوں پر نازل ہوتے ہیں۔ امامؑ دنیائے وجود کا دل ہے۔ اور نوع انسانی کا رہبر
اور پرورش کنندہ ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ اس کا ظہور و غیبت ان اثرات کے
ترتیب دینے میں ایک ہی طرح ہے۔ کیا پھر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ امامؑ غائب سے کیا
فائدہ ہے؟ میرا خیال ہے کہ آپ یہ اعتراض جو کر رہے ہیں وہ کسی ایسے فرد کی زبان
سے لیا گیا ہے جو امامت و ولایت کے معنی سے آشنا نہیں ہے اور امامؑ کو ایک مسئلہ گو
اور حدود کے جاری کرنے والے کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا۔ حالانکہ امامت و
ولایت کا مقام ان ظاہری مقامات سے بہت زیادہ بلند ہے۔

امام زین العابدینؑ نے فرمایا ہے: ہم مسلمانوں کے پیشوا' اہل عالم اور سادات و
مومنین کے لئے حجت' نیک افراد کے لئے رہبر اور اہل اسلام کے معاملہ میں صاحب
اختیار ہیں۔ ہم اہل زمین کے لئے اسی طرح امان ہیں جس طرح ستارے اہل آسمان
کے لئے امان ہیں۔ یہ ہماری وجہ سے ہے کہ آسمان زمین پر گر نہیں پڑتا لیکن اس
وقت جب خدا چاہے۔ ہماری وجہ سے باران رحمت حق نازل ہوتا ہے اور زمین کی
برکتیں باہر آتی ہیں۔ اگر ہم روئے زمین پر نہ ہوتے تو وہ اپنے اوپر بسنے والوں کو نگل
لیتی۔ پھر فرمایا: اس دن سے جب خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا تھا آج تک ایک لمحے کے
لئے بھی زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہی۔ لیکن وہ حجت کبھی ظاہر اور مشہور و
معروف اور کبھی غائب اور پوشیدہ ہوتی ہے۔ زمین قیامت تک حجت سے خالی نہیں
رہے گی اور اگر امام نہ ہو تو خدا کی عبادت نہ ہو۔ سلیمان کہتے ہیں میں نے عرض کیا
امام غائب سے لوگ کس طرح فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ فرمایا: اسی طرح جس طرح سورج
سے جو پس پردہ ابر ہو۔ ☆ ۳۰۵

اس حدیث میں اور ایسی کئی دوسری حدیثوں میں صاحب الامرؑ کے وجود مقدس
اور ان سے استفادہ کرنے کو پردۂ ابر کے پیچھے پوشیدہ آفتاب سے تشبیہ دی گئی ہے وہ
تشبیہ اس وجہ سے ہے کہ علوم طبیعی اور فلکیات میں یہ چیز ثابت ہے کہ خورشید نظام

شمسی کا مرکز ہے۔ اس کی کشش زمین کی محافظ ہے اس کو گرنے سے روکتی ہے اور
اس کو اپنے دور کے مطابق گردش کراتی ہے۔ دن رات اور مختلف فصلوں کو وجود
بخشتی ہے۔ اس کی حرارت انسانوں جانوروں اور پودوں کے لئے زندگی کا باعث ہے
اس کا نور زمین کے لئے روشنی بخشنے والا ہے۔ ان آثار کے ترتیب دینے میں اس
سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ ظاہر ہے یا پس پردہ ابر ہے یعنی اس کی کشش' نور اور
حرارت دونوں صورتوں میں موجود ہے اگرچہ زیادہ یا کم ہے۔ اس وقت کہ جب سورج
کالے بادل کے پیچھے پوشیدہ ہو یا رات کے وقت' جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ موجودات عالم
سورج کے نور و حرارت سے مستفید نہیں ہو رہے حالانکہ وہ بہت بڑے شک میں مبتلا
ہیں۔ اس لئے کہ اس کا نور اور حرارت اگر ایک لمحے کے لئے بھی جانداروں کو میسر
نہ آئے تو وہ سردی سے ٹھٹھر کر مر جائیں۔ اسی سورج کی تاثیر کی برکت ہے کہ کالے
بادل ادھر ادھر بکھر جاتے ہیں اور اس کا حقیقی چہرہ نمایاں ہو جاتا ہے امامؑ کا وجود پاک
بھی عالم انسانیت کا قلب اور مربی ہے اور اس کا ہادی تکوینی ہے اور ان آثار کے
ترتیب پانے میں اس کے حضور و غیب سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

میں اپنے عزیزوں اور احباب سے استدعا کرتا ہوں کہ چند روز قبل والی وہ بحث
جو نبوت عامہ و امامت سے متعلق تھی ☆ ۳۰۶ اس کو پیش نظر رکھیں اور ایک مرتبہ
اور بڑی باریک بینی اور غور و فکر کے ساتھ اس کو ذہن میں لائیں تاکہ ولایت کے
حقیقی معانی تک پہنچ سکیں اور امامؑ کے اہم ترین فائدہ سے آگاہ ہوں اور یہ سمجھ سکیں
کہ نوع بشر کے پاس جو کچھ بھی ہے اسی امامؑ غائب کے وجود کی برکت کی وجہ سے
ہے۔ لیکن ان فوائد کی طرف رجوع کرتے ہوئے جن کا آپ نے تذکرہ کیا اس کے
باوجود کہ عام افراد زمانہ غیبت میں ان سے محروم ہیں پھر بھی خداوند عالم کی طرف سے
اور امامؑ کے وجود مقدس کی طرف سے فیوض و برکات کے انقطاع کی کوئی صورت
نہیں ہے بلکہ یہ خود انسان کی اپنی کوتاہیوں اور تقصیروں کا نتیجہ ہے۔ اگر ظہور کے
راستے میں جو رکاوٹیں ہیں لوگ ان کو دور کرتے' حکومت توحید و عدل و انصاف کے

اسباب و مقدمات کو مہیا کرتے اور عام افکار و خیالات کو آمادہ و سازگار بناتے تو امام زمانہؑ ظاہر ہو جاتے اور انسانی معاشرہ کو بے شمار فائدہ پہنچاتے۔

ممکن ہے کوئی کہے کہ ایسی صورت میں کہ امام زمانہؑ کے ظہور کی عام سازگار شرطیں چونکہ فراہم نہیں ہیں لہٰذا اس کے لئے کوشش کرنا اور اس سخت و دشوار راستے پر چلنا ہمارے لئے کیا فائدہ رکھتا ہے۔ لیکن جاننا چاہئے کہ مسلمانوں کی ہمت اور ان کے ارادوں کو ذاتی مفاد کے حصول تک محدود نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہر مسلمان کا یہ فریضہ ہے کہ تمام مسلمانوں کے اجتماعی کاموں کی اصلاح کے لئے حتی کہ عام اہل جہاں کے کاموں کی اصلاح کے لئے کوشاں ہو۔ عوامی فلاح و بہبود کے لئے کوشش کرنا اور ظلم کا مقابلہ کرنا عمدہ ترین عبادت شمار ہوتا ہے۔

اس کے بعد بھی ممکن ہے کہ کوئی کہے کہ ایک فرد یا چند افراد کا کوشش کرنا کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔ اور اصولی طور پر میں نے کیا گناہ کیا ہے کہ میں امام زمانہؑ کے دیدار سے محروم ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اگر عوام کے خیالات کی ہدایت کے لئے اور اہل جہان کو حقائق اسلام سے آگاہ کرنے کے لئے اور امام زمانہؑ کی قربت حاصل کرنے کے لئے، مقدس مقصد کے لئے سعی و کوشش کریں تو اپنا فرض ادا کریں گے اور اس کے بدلے ہمیں عظیم ثواب حاصل ہوگا اور ہم انسانی معاشرہ کو چاہے ایک قدم ہی سہی منزل مقصود کی طرف لے جائیں گے جس کا ثواب اہل عقل سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اسی لئے روایات میں بہت زیادہ ایسی حدیثیں ملتی ہیں کہ عہد ظہور امام زمانہؑ کا انتظار عظیم عبادتوں میں سے ایک عبادت ہے۔ ☆ ۳۰۷

دوسرا فائدہ: مہدی غائب پر ایمان رکھنا، کے عہد پر سکون اور ان کے ظہور کا انتظار کرنا پر امید رہنے کا سبب اور مسلمانوں کے دلوں کو آرام بخشنے کا باعث ہے۔ اور یہ پر امید ہونا منزل کی طرف بڑھنے اور کامیابی حاصل کرنے کا سبب ہے۔ ہر وہ جس [illegible] کے دل کو مایوسی و بددلی نے تاریک کر دیا ہے اور امید و آرزو کا چراغ اس میں روشن نہیں ہے وہ ہرگز کامیاب نہ ہوگا۔ ہاں البتہ زمانے کے افسوسناک اور

خراب حالات، بنیاد کو ہلا دینے والا مادیت کا سیلاب، عوام و معارف کی بے قدری، کمزور طبقہ کی روز افزوں محرومی، استعماری طاقتوں اور ان کے حربوں کی وسعت، سرد و گرم جنگیں اور شرق و غرب کے اسلحہ کی دوڑ میں جو مقابلے ہیں اس نے دنیائے انسانیت کے روشن فکر اور خیر خواہ افراد کو اس طرح پریشان کیا ہے کہ وہ کبھی کبھی بشر کی صلاحیت اصلاح ہی سے انکار کر دیتے ہیں۔ امید کا واحد روزن جو انسان کے لئے موجود ہے اور امید کی تنہا کرن جو اس تاریک جہان میں پھوٹتی نظر آتی ہے وہ صرف امام کے عہد کشائش، حکومت توحید کے تابناک عہد کے پہنچ جانے اور الٰہی قوانین کے نفوذ کا انتظار ہے۔ یہ امام کے عہد پر سعادت ہی کا انتظار ہے جو تڑپتے ہوئے مایوس دلوں کو سکون بخشتا ہے اور محروم طبقے کے زخمی دلوں کے لئے مرہم کا کام کرتا ہے۔ حکومت توحید کی مسرت بخش خوشخبریاں ہیں جو مومنین کے عقائد کی نگہبانی کر کے دین کے سلسلہ میں ان کو استقامت بخش رہی ہیں اور پائیدار کر رہی ہیں۔ یہ غلبہ حق کے بارے میں ایمان ہی ہے جس نے انسان کے بہی خواہوں کو جدوجہد پر آمادہ کیا ہے۔ اس غیبی طاقت سے امداد چاہنے کا شوق ہی ہے جو انسانیت کو یاس و ناامیدی کی ہولناک وادی میں گرنے سے بچا رہا ہے اور امید و آرزو کی روشن شاہراہ پر لا رہا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ نے توحید کی عالمی حکومت کے پروگرام اور رہبر اصلاحات زمانہ کے تعین و تقرر سے نا امیدی و مایوسی کے دیو کو دنیائے اسلام سے خارج کر دیا ہے۔ اور شکست و نا امیدی کے دروازوں کو بند کر دیا ہے۔ اب اس امر کا انتظار ہے کہ عالم اسلام اس گراں قدر اسلامی پروگرام کے ذریعہ دنیا کی منتشر قوموں کو اپنی طرف متوجہ کر کے حکومت توحید کے قیام کے لئے ان کو اپنے ساتھ ملائے گا۔

حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا ہے: امام کے عہد باسعادت کا انتظار بجائے خود ایک عظیم قسم کی سعادت و خوبی ہے۔ ☆ ۳۰۸

خلاصہ: مہدی موعودؑ پر ایمان نے فرحت بخش اور روشن مستقبل کو شیعوں کی نگاہوں میں مجسم کر رکھا ہے اور وہ اس دن کی آمد کے خیال سے مسرور ہیں۔ اس

ایمان نے یاس و ناامیدی و شکست کی روح کو ان سے دور کر کے ان کو حصول مقصود اور تہذیب اخلاق کے لئے جدوجہد کرنے اور علوم و معارف اسلامی سے رابطہ رکھنے پر آمادہ رکھا ہے۔ شیعہ مادیت، شہوت پرستی، ظلم و ستم، کفروبے دینی اور جنگ و استعمار کے تاریک عہد میں حکومت توحید کے زمان روشن، ارتقائے عقول انسانی، کارخانہ ظلم و جور کے انہدام، صلح حقیقی کے قیام اور علوم و معارف کے بازار کے رواج کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں اور ان کے اسباب و مقدمات کو فراہم کر رہے ہیں۔ اسی لئے احادیث اہل بیتؑ میں امامؑ کے عہد باسعادت کے انتظار کو بہترین عبادت بتایا گیا ہے اور اسے راہ حق میں شہادت کا ہم پلہ قرار دیا گیا ہے۔ ☆ ۳۰۹

اسلام کے دفاع کی کوشش کرتا ہے

نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ کا ایک خطبہ یہ ثبوت بہم پہنچاتا ہے کہ حضرت ولی عصرؑ زمانہ غیبت میں بھی عظمت اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کے ضروری امور کے حل و انصرام کی مقدور بھر کوشش کرتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا : لوگ راہ حقیقت سے انحراف کر کے دائیں بائیں جا رہے ہیں اور جادہ ضلالت و گمراہی پر قدم رکھ رہے ہیں۔ انہوں نے راہ ہدایت کو خیرباد کہہ دیا ہے پس جو کچھ ہونا ہے اس کے بارے میں تم انتظار کی حالت میں ہو لہٰذا جلدی نہ کرو اور وہ بات جو جلد واقع ہوتی ہے اس کے وقوع کی عجلت کو تاخیر شمار نہ کرو اس لئے کہ جو کوئی کسی معاملہ میں عجلت سے کام لیتا ہے اور اس چیز کو حاصل کر لیتا ہے تو کہتا ہے کہ کاش میں نے اس کو حاصل نہ کیا ہوتا۔ مستقبل کی بشارتیں کس قدر نزدیک ہوچکی ہیں۔ اب وعدوں کی تکمیل اور اس چیز کے نمایاں ہونے کا وقت ہے۔ جسے تم نہیں جانتے۔ خبردار ہم اہل بیتؑ میں سے ہر وہ شخص جو اس زمانے کو پائے گا اور اس زمانے کا امام ہوگا وہ روشن چراغ کے ہمراہ قدم اٹھائے گا اور صالحین کی طرح اپنی رفتار رکھے گا تاکہ اس وقت لوگوں کی گرہ کشائی کرے،

قیدی کو آزاد کرے، باطل اور نقصان دہ گروہ کو منتشر کرے اور مفید اجتماع کو برقرار رکھے۔ وہ اس تمام کام کو پوشیدہ طور پر اس طرح انجام دے گا کہ قیافہ شناس تک بڑی باریک بینی کے بعد بھی اس کا کوئی نشان نہیں پائے گا۔ اس زمانہ کے امام کی برکت سے لوگوں کا ایک طبقہ دین کے دفاع پر اس طرح آمادہ ہوگا۔ جس طرح تیر تلوار لوہار کے ہاتھوں میں تیز ہوتے ہیں۔ ان کی چشم باطن قرآن کے ذریعہ روشن ہوگی۔ قرآن کی تفسیر اور اس کے معانی ان کے کانوں میں کہے جائیں گے اور وہ دن رات الٰہی علوم و حکمت سے بہرہ ور ہونگے۔ ☆ ۳۱۰

اس خطبہ سے یہ ہویدا ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ کے زمانہ میں لوگ ایسے حوادث کے واقع ہونے کے انتظار میں تھے جو جناب رسول خداؐ کی جانب سے ان تک پہنچے تھے۔ بعید نہیں کہ وہ حوادث غیبت ہی ہوں۔ خطبہ کے ظاہر سے مستفاد ہوتا ہے کہ غیبت میں رہنے والے امام عصرؑ نہایت پوشیدہ انداز میں زندگی گزارتے ہیں لیکن کامل بینائی اور بصیرت کے ساتھ لوگوں کے ضروری کاموں کے مسائل کو حل کرنے میں اور اسلام کے حوزہ مقدسہ کے ساتھ لوگوں کے ضروری دفاع کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ مسلمانوں کی مشکلوں کو حل کرتے ہیں۔ قیدیوں کی فریاد رسی کرتے ہیں۔ ایسے اجتماعات جو بنیاد اسلام کو منہدم کرنے کے لئے معرض وجود میں آئے ہوں ان کو منتشر کرتے ہیں۔ جن تنظیموں کو نقصان دہ سمجھتے ہیں ان کو درہم برہم کرتے ہیں اور ضروری و مفید اجتماعات کی بنیاد رکھنے کے اسباب فراہم کرتے ہیں۔ امام عصرؑ کے وجود مقدس کی برکت سے لوگوں کا ایک طبقہ دین کے دفاع کے لئے مسلح ہوتا ہے اور اپنے پختہ ارادوں میں علوم و معارف قرآن کا الہام حاصل کرتا ہے۔

فہیمی : میری خواہش تھی کہ آپ ہم پر واضح کریں کہ ہم اہل سنت کی حدیثوں میں وجود مہدی پر (خصوصیت کے ساتھ ان کے دوسرے ناموں کے بارے میں مثلاً" قائم یا صاحب الامرؑ) اس وضاحت کے ساتھ اشارہ کیوں نہیں ہوا۔ ویسے میرے خیال میں اب مناسب ہے کہ اس موضوع کو آئندہ نشست میں زیر بحث

لائیں۔ تمام بھائیوں نے ان کی اس رائے سے اتفاق کیا کہ آئندہ محفل ڈاکٹر صاحب کے ہاں منعقد ہو۔

عام کتابیں اور مہدیؑ کی خصوصیات

چند منٹ کی رسمی گفتگو کے بعد محفل شروع ہوئی اور آقائے فہیمی نے اپنا سوال اس طرح پیش کیا۔ مہدی موعودؑ کا وجود شیعوں کی حدیثوں میں ایک واضح اور ممتاز شخصیت کا حامل ہے لیکن اہل سنت کی حدیثوں میں اس کا ذکر مختصر مبہم انداز میں ہوا ہے۔ مثلاً" آنجناب کی غیبت کی داستان آپ کی اکثر احادیث میں نظر آتی ہے اور اصولی طور پر آپ کی نشانیوں اور خصوصیتوں میں شمار ہوتی ہے۔ ہماری حدیثوں میں اس کا وجود کہیں نظر نہیں آتا اور وہ مکمل طور پر خاموش ہیں۔ مہدی موعودؑ آپ کی حدیثوں دوسرے ناموں کے ساتھ بھی موسوم ہے مثال کے طور پر قائم اور صاحب الامرؑ وغیرہ لیکن ہماری حدیثوں میں مہدی کے علاوہ دوسرا نام ان کے لئے استعمال ہی نہیں ہوا ۔ خصوصیت کے ساتھ قائم ہماری حدیثوں میں قطعاً" اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ کیا آپ کے نقطہ نظر سے یہ صورت حال طبعی و فطری ہے اور اس سے کسی قسم کی مشکل پیدا نہیں ہوتی۔

ہوشیار : بظاہر اس بات کا سبب یہ ہے کہ مہدویت کے موضوع نے بنی امیہ و بنی عباس کے زمانے میں مکمل طور پر ایک سیاسی پہلو اس انداز سے اختیار کر لیا تھا کہ مہدی موعودؑ سے متعلق ایسی حدیثوں کا ضبط تحریر میں آنا' جن میں ان کی خصوصیات اور علامتیں ہوں' خصوصیت کے ساتھ غیبت کے موضوعات' یہ کام مکمل طور پر آزادانہ انجام نہیں دیا جا سکتا تھا۔ خلفائے عصر حدیثوں کی جمع و تدوین سے متعلق' خاص طور پر ایسی حدیثیں جن میں مہدی موعودؑ کے غائب ہونے اور ان کے قیام کا ذکر ہو ان کے بارے میں مکمل طور حساس تھے اور یہ حساسیت اس حد تک تھی کہ غیبت و قیام و خروج کے الفاظ تک کے بارے میں بھی کارفرما تھی۔ آپ بھی اگر تاریخ سے رجوع کریں اور عہد بنی عباس و بنی امیہ کے سیاسی حادثات اور بحرانی

حالات کو اپنی نگاہوں میں مجسم کریں تو آپ میرے خیال کی تائید کریں گے۔ ہم اس کم وقت اور مختصر فرصت میں ان ادوار کے قابل توجہ اور اہم حادثات و واقعات کی تحقیق و تفتیش نہیں کر سکتے لیکن اثبات مدعا کے لئے دو مطالب کی طرف اشارہ کرنے پر مجبور ہیں۔

مقصد اول : مہدویت کے موضوع کی چونکہ گہری دینی جڑیں تھیں اور خود پیغمبر اکرمؐ نے خبر دی تھی کہ اس زمانہ میں جب کفر اور بے دینی عام ہوجائے اور ظلم و ستم کی فراوانی ہو تو اس وقت مہدیؑ قیام کریں گے اور جہان کے خراب حالات کی اصلاح کریں گے۔ اسی وجہ سے مسلمان ہمیشہ اس بات کو ایک طاقتور پشت پناہ اور تسلی بخش اہم واقعہ سمجھتے تھے اور ہمیشہ اس کے انتظار میں دن گزارتے تھے' خصوصیت کے ساتھ اس زمانہ میں جب کوئی بحران واقع ہوتا تھا یا ظلم و ستم کا سیلاب آتا تھا۔ وہ ہر جگہ سے مایوس ہوجاتے تھے تو اس وقت ان کا قدیم عقیدہ زندہ ہو جاتا تھا اور لوگوں میں عام ہو جاتا تھا اور اصلاح احوال کے طلب گار اور مفاد پرست دونوں اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

سب سے پہلے شخص جنہوں نے دینی جڑیں رکھنے والے عقیدہ مہدویت سے فائدہ اٹھایا وہ مختار تھے۔ کربلا کے دل سوز واقعہ کے بعد مختار کا ارادہ تھا کہ وہ قاتلان امام حسینؑ سے انتقام لیں اور ان کی حکومت کو ختم کر دیں لیکن انہوں نے یہ دیکھا کہ بنی ہاشم اور شیعہ اسلامی خلافت پر قبضہ کرنے سے مایوس ہیں تو انہوں نے چارہ کار اسی میں دیکھا کہ مہدویت کے عقیدہ سے فائدہ اٹھائیں اور اس تصور کے زندہ کرنے کے ذریعہ ملت کو پر امید بنائیں۔ چونکہ محمد حنفیہ رسول اللہ ﷺ کے ہم نام اور ہم کنیت تھے یعنی مہدی کی ایک علامت ان میں موجود تھی مختار نے اس ایک مناسب صورت حال سے فائدہ اٹھایا۔ محمد حنفیہ کو مہدی موعود اور خود کو ان کے نمائندے اور وزیر کی حیثیت سے مشہور کیا۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ محمد حنفیہ ہی مہدی موعود اسلام ہیں۔ اس زمانہ میں کہ ظلم و ستم اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہے اور حسین ابن علیؑ اور

ان کے رفقا و اصحاب کربلا میں پیاسے شہید کر دیئے گئے ہیں وہ انقلاب برپا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تاکہ قاتلان حسینؑ سے انتقام لیں اور جہان فاسد کی اصلاح کریں۔ میں ان کی طرف سے مامور ہوں اور انکا وزیر ہوں۔ مختار نے اس وسیلہ سے انقلاب برپا کیا اور قاتلوں کے ایک گروہ کو موت کے گھاٹ اتارا۔ فی الحقیقت یہ پہلا انقلاب تھا جو اس عنوان کے ماتحت برپا ہوا اور جس نے جاہ و جلال خلافت کے مقابل قدم جمائے۔

دوسرے شخص جنہوں نے عقیدہ مہدویت سے فائدہ اٹھانا چاہا وہ ابو مسلم خراسانی تھے ابو مسلم نے ایک بڑا اور ہمہ گیر انقلاب خراسان میں برپا کیا اور امام حسینؑ اور ان کے انصار و یاور جو کربلا کے حادثہ جاں سوز میں قتل ہوگئے تھے ان کا انتقام لینے کے عنوان کے ماتحت، زید بن علی بن حسینؑ جو ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں بہت تکلیف دہ حالات میں قتل ہوئے تھے ان کے انتقام کے نام پر اور یحییٰ بن زید جو خلافت ولید کے زمانہ میں قتل ہوئے تھے ان کے انتقام کے نام پر وہ خلافت بنی امیہ کے ظالمانہ نظام کے خلاف سینہ سپر ہوئے۔ لوگوں کا ایک گروہ خود ابو مسلم کو مہدی موعود سمجھتا تھا اور کچھ لوگ انہیں صاحب الامرؑ کے ظہور کی تمہید اور علامت سمجھتے تھے جیسا کہ مشہور تھا کہ وہ سیاہ پرچم اٹھائے ہوئے خراسان کی جانب سے نمودار ہوں گے۔ اس عام جنگ میں علویین و بنی عباس اور تمام مسلمان ایک صف میں تھے، ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے اور مکمل اتحاد و اتفاق کے ساتھ بنی امیہ کے خاندان اور ان کے عمال کو انہوں نے مسند خلافت سے اتار دیا۔

یہ گہری جڑیں رکھنے والی تحریک اگرچہ اس عنوان پر چلی تھی کہ خاندان پیغمبر اسلامؐ کے غصب شدہ حقوق حاصل کئے جائیں گے اور بے گناہ علوی مقتولین کا انتقام لیا جائے گا اور انقلاب کے چند سربراہ بھی شاید یہ ارادہ رکھتے تھے کہ خلافت علویین کی تحویل میں دے دیں لیکن بنی عباس اور ان کے عمال نے بڑی عجیب پھرتی اور چالاکی سے اور پرکشش فریب سے انقلاب کو حقیقی راستہ سے ہٹا دیا اور علویین کی

حکومت جو بالکل ان کے ہاتھ آچکی تھی اس پر قبضہ کر لیا۔ خود اہل بیت پیغمبر بن گئے اور خلافت اسلامی کی مسند پر جلوہ گر ہوگئے۔ اس عظیم انقلاب میں ملت کامیاب ہوئی اور اس قابل ہو سکی کہ بنی امیہ کے ظالم خلفا کے ہاتھ خلافت اسلامی تک نہ پہنچیں۔ لوگ خوش تھے کہ اموی ظالم خلفا کے شر سے انہوں نے خود کو بچا لیا ہے اس کے علاوہ انہوں نے حق دار کو اس کا حق پہنچا دیا ہے اور خلافت اسلامی کو خاندان پیغمبرؐ کی طرف لوٹا دیا ہے۔ علویین بھی اس حد تک خوش تھے کہ اگرچہ وہ خود حصول خلافت میں کامیاب نہ ہوئے لیکن کم از کم اموی خاندان کے ظلم و ستم سے محفوظ ہوگئے۔ افراد ملت اس عظیم کامیابی پر خوش تھے اور مملکت کے عام حالات کی اصلاح، اسلام کی ترقی اور اپنی فلاح و بہبود کے سنہرے خواب دیکھنے لگے تھے اور ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے تھے لیکن جلد ہی وہ اپنے خواب سے بیدار ہو گئے انہوں نے دیکھا کہ حالات میں کوئی خاص فرق نہ آیا اور حکومت بنی عباس، بنی امیہ ہی کی طرح ہے۔ وہ سراپا خواہش حکومت، عیش و عشرت، عام اموال کی خرد برد ہے، اور عدل و انصاف، اصلاحات اور احکام خداوندی کے اجرا کی اس کو خبر نہیں۔ رفتہ رفتہ لوگ خواب غفلت سے بیدار ہو رہے تھے اور گذشتہ فریب اور بنی عباس کی فریب دہی کو سمجھ رہے تھے۔ علوی سادات نے بھی دیکھا کہ مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ اور خود ان کے ساتھ بنی عباس کا رویہ بنی امیہ کے رویئے سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہ تھا کہ جنگ از سر نو شروع کی جائے اور خلفائے بنی عباس سے بھی لڑا جائے۔ وہ بہترین افراد جن کے وسیلہ سے انقلاب برپا کرنا ممکن تھا وہ اولاد علیؑ و فاطمہؑ اس لئے کہ ان میں اول تو عقلمند، جان قربان کرنے والے، پاکدامن اور شائستہ افراد پیدا ہوتے تھے جو خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے دوسرے یہ کہ وہ پیغمبر اسلامؐ کی حقیقی اولاد تھے اور آنحضرتؐ سے منسوب ہونے کی وجہ سے مقام محبوبیت پر فائز تھے۔ تیسرے یہ کہ مظلوم تھے اور ان کے جائز حقوق پامال ہوئے تھے۔ لوگوں کی اکثریت رفتہ رفتہ خاندان پیغمبرؐ کی طرف متوجہ ہوتی گئی۔ جتنی

جتنی بنی عباس کی ڈکٹیٹری بڑھتی گئی اور ان کا ظلم و ستم زیادہ ہوتا گیا اسی مقدار سے اہل بیتؑ کے ساتھ ہمدردی میں اضافہ ہوتا گیا۔ لوگوں میں ظلم و فساد کے خلاف نبرد آزما ہونے کا ولولہ اور شوق بڑھتا گیا۔ ملت کے انقلاب اور علویین کے قیام کا آغاز ہوا۔ کبھی تو وہ اپنے کسی ایک فرد کی طرف ہو کر انقلاب برپا کرتے تھے۔ کبھی بہتری اس میں دیکھتے تھے کہ مہدویت کا عقیدہ جو زمانہ پیغمبر اسلامؐ سے چلا آرہا تھا اور جو مسلمانوں کے ذہنوں میں جاگزیں ہو چکا تھا اس سے فائدہ اٹھائیں اور انقلاب کے رہبر کو مہدی موعودؑ کی حیثیت سے متعارف کرائیں۔ یہ وہ مقام تھا کہ بنی عباس کی خلافت کا سخت جان، دلیر، عقلمند اور محبوبیت کے حامل افراد سے ٹکراؤ ہوا۔ بنی عباس کے خلفا علوی سادات کو اچھی طرح جانتے تھے۔ ان کی ذاتی لیاقت، قربان ہونے کی صلاحیت، قومی عزت اور خاندانی شرافت سے وہ باخبر تھے۔ اس کے علاوہ ان بشارتوں سے بھی آگاہ تھے جو پیغمبر اسلامؐ نے مہدی موعودؑ کے بارے میں بہم پہنچائی تھیں۔ وہ جانتے تھے کہ ان خبروں کے مطابق جو پیغمبر اسلامؐ سے پہنچتی ہیں مہدی موعودؑ جو فرزندان زہراؑ میں سے ہیں آخر کار خروج کریں گے اور ظالموں سے جنگ کریں گے اور ان کی کامیابی کا بھی قطعی طور پر ان کو علم تھا۔ مہدی کا معاملہ، اس کی تاثیر کی مقدار اور اس عقیدے کا لوگوں کے ذہن میں جاگزیں ہونا بھی ان کے علم میں تھا۔ اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ سب سے بڑا خطرہ جو بنی عباس کے نظام خلافت کو درپیش تھا وہ سادات علوی ہی کی طرف سے تھا۔ یہ وہی تھے جنہوں نے خلفا اور ان کے عمال کی نیندیں حرام کر دی تھیں اور ان کی روحانی تسکین چھین لی تھی۔ خلفا اس سلسلہ میں بھی بہت کوشش کرتے تھے کہ علویین سے لوگوں کو بہت دور رکھیں اور اس طرح ہر قسم کے انقلاب اجتماع اور خروج کا راستہ روکیں۔ علی الخصوص علویین کے نمایاں افراد کی بطور خاص نگرانی کی جاتی تھی۔

یعقوبی نے لکھا ہے: موسیٰ ہادی طالبیین کی تلاش اور ان کی گرفتاری کے لئے بہت کوشش کرتا تھا۔ ان کو اس نے خوف زدہ کر رکھا تھا اور وحشت سے دوچار

کر رکھا تھا۔ اس نے تمام صوبوں میں ان احکام پر مبنی خطوط بھیجے تھے کہ جہاں کہیں بھی طالبیین میں سے کوئی فرد نظر آئے اس کو فوراً پکڑ لیا جائے اور میرے پاس بھیج دیا جائے۔ ☆ ۳۱۱

ابوالفرج لکھتا ہے: جس وقت منصور تخت خلافت پر بیٹھا اس کی پوری کوشش تھی کہ محمد بن عبداللہ بن حسن کو گرفتار کرے اور ان کے مقاصد کے بارے میں اس کو اطلاع ملے۔ ☆ ۳۱۲

علویین کی غیبت

اس زمانے کے بہت ہی حساس اور قابل توجہ موضوعات میں سے ایک موضوع علوی سادات کی غیبت کا تھا۔ ان میں سے ہر وہ فرد جس میں ذاتی طور پر شائستگی موجود تھی اور اس میں قیادت کی صلاحیت تھی ملت کی اکثریت کی توجہ فوراً اس کی طرف ہوجاتی تھی اور دل اس کی طرف مائل ہوجاتے تھے۔ بالخصوص اس صورت میں کہ اگر مہدی موعودؑ کی کوئی علامت یا نشانی اس میں پائی جاتی تھی۔ دوسری جانب جیسے ہی کوئی فرد پوری ملت کی توجہ کا مرکز بنتا تھا تو خلافت کے پورے جاہ و جلال کو خوف و ہراس دامن گیر ہوجاتا تھا اور اس کی طرف سے پوشیدہ اور علانیہ طور پر مامور افراد اس کی نگرانی کرنے میں زیادہ فعال ہوجاتے تھے۔ اس لئے اپنی جان کی حفاظت کی خاطر وہ شخص مجبور ہوجاتا تھا کہ نگاہ خلافت سے پوشیدہ ہوجائے یعنی غیبت کی حالت میں زندگی گزارے۔ سادات علوی کی ایک جماعت نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ غیبت کی حالت میں بسر کیا۔ بطور نمونہ چند واقعات جو ابوالفرج نے اپنی کتاب مقاتل الطالبیین میں درج کئے ہیں پیش کئے جاتے ہیں۔

محمد ابن عبداللہ بن حسن اور ان کے بھائی ابراہیم، منصور عباسی کے عہد خلافت میں غیبت کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے۔ منصور بھی اس بات کی بہت کوشش کرتا تھا کہ ان کو گرفتار کر لے۔ اس وجہ سے اس نے بنی ہاشم کی ایک جماعت کو قید

زندان میں ڈلوا دیا۔ اور ان سے محمد کا مطالبہ کیا یہاں تک کہ ان بے گناہ قیدیوں نے گوشہ زندان میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھا کر جان دے دی۔ ☆ ۳۱۳

عیسیٰ ابن زید' منصور کی خلافت کے زمانہ میں روپوش تھے۔ منصور نے کتنی ہی کوششیں کیں کہ ان کو گرفتار کر لے مگر اس کو کامیابی نہ ہوئی۔ منصور کے بعد اس کے بیٹے مہدی نے بھی بہت کوشش کی لیکن وہ بھی ان کو گرفتار نہ کر سکا۔ ☆ ۳۱۴

محمد بن قاسم علوی معتصم اور واثق کی خلافت کے زمانہ میں نگاہ خلافت سے پوشیدہ تھے متوکل کے زمانہ میں گرفتار ہوئے اور انہوں نے زندان میں وفات پائی۔ ☆ ۳۱۵

یحییٰ بن عبداللہ بن حسن رشید کی خلافت کے زمانہ میں پوشیدہ اور غائب تھے لیکن آخر کار رشید کے جاسوسوں نے ان کا سراغ لگا لیا۔ شروع میں ان کو امان دے دی گئی لیکن بعد میں انہیں زندان میں مقید کر دیا۔ رشید کے قید خانہ میں انہوں نے بہت تکلیفیں برداشت کیں اور بھوک وغیرہ کے نتیجے میں وفات پائی۔ ☆ ۳۱۶

عبداللہ بن موسیٰ مامون کی خلافت کے زمانہ میں پوشیدہ تھے اور مامون اسی وجہ سے نہایت وحشت و پریشانی میں مبتلا رہتا تھا۔ ☆ ۳۱۷

موسیٰ ہادی نے عمر ابن خطابؓ کی اولاد میں سے ایک فرد جس کا نام عبدالعزیز تھا اسے مدینہ کا حاکم قرار دیا۔ عبدالعزیز طالبیین پر سختی کرتا تھا اور ان سے بری طرح پیش آتا تھا ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھتا تھا۔ ان سے کہا گیا تھا تمہیں روز میرے پاس آنا چاہئے تا۔ تمہاری موجودگی کی خبر مجھے ہو اور میں یہ جان لوں کہ تم غائب نہیں ہوئے ہو۔ اس نے ان سے یہ عہد لیا تھا اور ایک کو دوسرے کا ضامن بنایا تھا۔ مثلاً" حسین ابن علی اور یحییٰ ابن عبداللہ کو حسن بن محمد بن عبداللہ بن حسن کا ضامن بنایا تھا۔ ایک جمعہ کو جبکہ تمام علویین اس کے سامنے حاضر تھے اس نے واپس جانے کی اجازت نہیں دی حتیٰ کہ نماز جمعہ کا وقت ہوگیا۔ اس وقت اس نے ان کو اجازت دی کہ وضو کرکے نماز کے لئے حاضر ہوجائیں۔ نماز کے بعد حکم دیا کہ سب کو گرفتار

کر لیا جائے۔ عصر کے وقت سب کی حاضری لی۔ اس نے دیکھا کہ حسن بن محمد بن عبداللہ بن حسن موجود نہیں ہیں۔ پس حسین ابن علی اور یحییٰ جنہوں نے ان کی ضمانت دی تھی ان سے کہا کہ تین دن سے حسن بن محمد میرے سامنے حاضر نہیں ہوا ہے۔ یا اس نے خروج کیا ہے یا وہ مخفی ہوگیا ہے تمہیں اس کو حاضر کرنا چاہئے ورنہ میں تم کو قید میں ڈال دوں گا۔ یحییٰ نے جواب دیا اس کو ضرور کوئی کام ہوگا جو وہ نہ آ سکا اور ہم میں بھی یہ طاقت نہیں ہے کہ ہم اس کو حاضر کریں۔ انصاف ایک اچھی چیز ہے تو جس طرح ہماری حاضری لیتا ہے عمر ابن خطابؓ کے گروہ کو بھی اپنے سامنے بلا اس کے بعد ان کی حاضری لے اگر ان کے پوشیدہ افراد کی تعداد ہم سے زیادہ نہ ہو تو ہم کچھ نہیں کہیں گے اور جو ہمارے بارے میں تو چاہتا ہے وہ کر لینا لیکن حاکم اس جواب سے مطمئن نہیں ہوا۔ اس نے قسم کھائی کہ اگر چوبیس گھنٹے میں تم نے حسن کو حاضر نہ کیا تو میں تمہارے گھر کو برباد کر دوں گا ان میں آگ لگوا دوں گا اور حسین ابن علی کے ہزار تازیانے لگاؤں گا۔ ☆ ۳۱۸

اس قسم کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض سادات علوی کے زندگی گزارنے کا مسئلہ خلفائے بنی عباس کے زمانے کے روز مرہ کے واقعات میں سے تھا۔ جیسے ہی ان میں سے کوئی نگاہوں سے غائب ہوتا تھا وہ دونوں جانب سے توجہ کا مرکز بن جاتا تھا ایک طرف تو ملت کی اکثریت اس کی طرف متوجہ ہوجاتی تھی خصوصیت کے ساتھ اس بنا پر کہ مہدی موعودؑ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی جو غیبت سے عبارت تھی وہ اس میں پائی جاتی تھی۔ دوسری طرف خلافت کا جاہ و جلال اس کے متعلق خاصا حساس ہوجاتا تھا اور وحشت اور بے چینی کا شکار ہوجاتا تھا۔ خصوصیت کے ساتھ اس بنا پر کہ وہ دیکھتا تھا کہ مہدی کی ایک خصوصیت اس میں پیدا ہوگئی ہے اور لوگوں کو اس کے مہدی ہونے کا احتمال ہو رہا ہے اور ممکن ہے کہ اس کے وسیلہ سے کوئی انقلاب برپا ہو جائے جس کا استیصال کرنا خلافت کے لئے کوئی آسان کام نہ تھا۔

اب آپ اس قابل ہیں کہ بنی عباس کے بحرانی اور منقلب دور یعنی کتابوں کی تالیف اور حدیثوں کی تدوین و تحریر کے زمانے کو اپنی نگاہوں میں مجسم کر کے تصدیق فرمائیں کہ حدیث کے راویوں، عالموں اور تحریر کرنے والوں کو اتنی آزادی حاصل نہ تھی کہ وہ مہدی موعود سے مربوط احادیث، علی الخصوص وہ حدیثیں جو مہدی منتظرؑ کے قیام و غیبت سے متعلق ہوں، اپنی کتابوں میں لکھیں یا نقل کریں۔ کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ بنی عباس کے خلفا نے مہدویت کے مقابلہ میں جس نے اس زمانہ میں ایک سیاسی رخ اختیار کر لیا تھا۔ کسی قسم کی مداخلت و دخل اندازی نہ کی ہوگی اور راویان حدیث کو آزادی مطلق دے دی ہوگی کہ وہ مہدی منتظرؑ ان کی غیبت اور قیام سے متعلق احادیث جو مکمل طور پر ان کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتی تھیں اپنی کتابوں میں تحریر کریں یا انہیں نقل کریں۔ ممکن ہے کہ آپ اپنے آپ سے یہ کہیں کہ خلفائے بنی عباس یقیناً" اس قدر واقفیت رکھتے تھے کہ علما کی تحدید کرنا اور ان کے کام میں مداخلت کرنا پورے معاشرے کے مفاد میں نہیں ہے لہٰذا علما و راویان حدیث کو آزاد چھوڑ دینا چاہئے تاکہ وہ حقائق تحریر کریں اور لوگوں کو بیدار و خبردار

اس بنا پر میں مجبور ہوں کہ بنی امیہ و بنی عباس بلکہ سابق خلفا کی بے جا مداخلتوں کا بطور گواہ ذکر کروں تاکہ حقیقت واضح ہوجائے اور آپ یہ جان لیں کہ شروع سے لے کر آخر تک صورت حال بالکل خراب تھی۔

خلفا کے زمانے میں آزادی کا چھن جانا

ابن عساکر نے عبدالرحمٰن ابن عوف سے روایت کی ہے کہ عمر ابن خطاب نے اصحاب رسولؐ کو مثلاً" عبداللہ ابن حذیفہ، ابودردا، ابوذر غفاری اور عقبہ بن عامر وغیرہ کو تمام بلاد اسلامی سے بلا کر ان پر غضبناک ہو کر انہیں یہ سرزنش کی تھی اور کہا تھا کہ یہ کون سی حدیثیں ہیں جنہیں تم پیغمبر اسلامؐ سے نقل کرتے ہو اور لوگوں میں انہیں عام کرتے ہو۔ اصحاب نے جواب دیا آپ یقیناً" ہمیں حدیثوں کے نقل

کرنے سے منع کرتے ہیں۔ عمرؓ نے کہا تمہیں یہ حق نہیں ہے کہ تم مدینہ سے باہر جاؤ اور جب تک میں زندہ ہوں تم مجھ سے دور رہو۔ میں بہتر سمجھتا ہوں کہ کونسی حدیث کو قبول کروں اور کونسی کو رد کروں۔ اصحاب رسولؐ مجبور ہو گئے کہ جب تک عمر زندہ رہیں وہ ان کے قریب رہیں۔ ☆ ۳۱۹

محمد ابن سعد اور ابن عساکر نے محمود بن عبید سے روایت کی ہے کہ میں نے عثمان بن عفان سے سنا کہ وہ برسر منبر کہہ رہے تھے کہ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسی حدیث نقل کرے جس کی عمر اور ابوبکر کے زمانہ میں روایت نہیں کی گئی ہے۔ ☆ ۳۲۰۔ معاویہ نے تمام عاملوں کو شاہی فرمان بھیجا کہ جو کوئی علیؑ و اولاد علیؑ کے فضائل پر مبنی حدیث کی روایت کرے وہ میری امان سے خارج ہے۔ ☆ ۳۲۱ معاویہ نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ لوگوں کو حکم دو کہ صحابہ اور خلفا کی فضیلت پر مبنی حدیثیں بیان کریں اور انہیں آمادہ کرو کہ علیؑ کی فضیلت پر مبنی حدیث کے مقابلہ میں ویسی ہی حدیث خلفا کے بارے میں بیان کریں۔ ☆ ۳۲۲

مامون نے ۲۱۸ ہجری میں حکم دیا اور عراق اور تمام شہروں کے علما و فقہا کو حاضر کیا گیا۔ اس وقت اس نے ان کے اعتقادات کی تفتیش کی اور ان سے باز پرس کہ وہ قرآن کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس کو حادث سمجھتے ہیں یا قدیم پس ان میں سے جو کوئی یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ قران حادث نہیں ہے اس کو وہ کافر کہتا تھا اور اس نے مختلف شہروں میں لکھا کہ ان کی گواہی کو قبول نہ کیا جائے۔ اس وجہ سے سوائے چند علما کے باقی تمام علما مجبور ہوگئے۔ کہ قرآن کے بارے میں خلیفہ کے عقیدہ کو قبول کرلیں۔ ☆ ۳۲۳۔

مالک بن انس حجاز کے عظیم فقیہ نے جعفر بن سلیمان حاکم مدینہ کی مرضی کے خلاف ایک فتویٰ دیا۔ حاکم مدینہ نے ان کو برے احوال کے ساتھ اپنے سامنے حاضر کیا اور حکم دیا کہ ستر تازیانے ان کو لگائے جائیں۔ وہ تازیانے لگائے گئے کہ وہ ایک عرصہ تک صاحب فراش رہے۔ بعد میں منصور نے مالک کو بلایا۔ شروع میں جعفر بن

سلیمان نے تازیانے لگانے پر افسوس کا اظہار کیا اور معذرت چاہی۔ اس کے بعد کہا ایک کتاب آپ فقہ و حدیث کے موضوع پر تحریر کریں لیکن اس بات کا خیال رکھیں کہ عبداللہ ابن عمر کی دشوار حدیثیں اور عبداللہ ابن عباس کے آسان مطالب اور شاذ بن مسعود کی حدیثیں اپنی کتاب میں تحریر نہ کریں۔ صرف ایسے مطالب لکھیں جس پر صحابہ اور خلفا کا اتفاق ہو۔ یہ کتاب آپ لکھیں تاکہ میں اسے تمام شہروں میں بھیجوں اور لوگوں پر یہ ذمہ داری عائد کردوں کہ اس کے علاوہ کسی اور چیز پر عمل نہ کریں۔ مالک کہنے لگے کہ میں نے عرض کیا عراق کے لوگ فقہ و علوم کے بارے میں کچھ اور عقیدہ رکھتے ہیں اور ہمارے پیش کردہ مطالب کو قبول نہیں کرتے۔ منصور نے جواب دیا تم کتاب لکھ دو میں اس کا عراق کو پابند بنا دوں گا۔ اگر انہوں نے قبول نہ کیا تو ان کی گردنیں اڑا دوں گا اور تازیانوں سے ان کے بدن کالے کردوں گا۔ جلدی کرو اور کتاب فوراً" تالیف کرو اس لئے کہ آئندہ سال میرا بیٹا مہدی اس کتاب کو لینے تمہارے پاس آئے گا۔ ☆ ۳۲۴

معتصم عباسی نے احمد بن حنبل کو اپنے سامنے حاضر کیا اور قرآن کے مخلوق ہونے کے مسئلہ کے بارے میں ان کا امتحان لیا پھر حکم دیا کہ ان کے تازیانے لگائے جائیں۔ ☆ ۳۲۵

منصور نے ابو حنیفہ کو بغداد بلایا اور ان کو زہر دے دیا۔ ☆ ۳۲۶

ہارون رشید نے عباد بن عوام کے گھر کو برباد کر دیا اور حدیثیں بیان کرنے سے ان کو منع کر دیا۔ ☆ ۳۲۷

خالد بن احمد حاکم و امیر بخاری نے محمد ابن اسماعیل بخاری جو ایک عظیم عالم حدیث تھے ان سے کہا اپنی کتاب میرے سامنے لاؤ اور اس کو پڑھو' بخاری نے پیغام بھیجا کہ اگر صورت حال یہ ہے تو مجھے حدیثوں کے روایت کرنے سے منع کردو تاکہ میں خدا کی بارگاہ میں مجبور و معذور ہوجاؤں یہی واقعہ اس بات کا سبب بنا کہ اس عالم کو دیس سے نکالا دے دیا گیا۔ وہ سمرقند کے ایک قریہ میں گئے جس کا نام خرتنگ

تھا اور باقی تمام عمر وہیں بسر کی۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے بخاری سے سنا کہ وہ نماز شب کے بعد خدا کی بارگاہ میں دعا کرتے تھے اور کہتے پروردگار اگر زمین مجھ پر تنگ ہوگئی ہے تو مجھے اٹھا لے۔ اسی مہینے ان کا انتقال ہوگیا۔ ☆ ۳۲۸

جس وقت نسائی نے کتاب خصائص تالیف کی اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کے فضائل سے متعلق حدیثیں اس میں درج کیں تو ان کو دمشق بلا کر کہا گیا تم کو چاہئے کہ ایک ایسی کتاب فضائل معاویہ کے بارے میں بھی تحریر کرو۔ انہوں نے جواب دیا مجھے معاویہ کی کوئی فضیلت سوائے اس کے معلوم نہیں کہ پیغمبرؐ نے اس کے بارے میں یہ کہا تھا کہ خدا اس کا شکم سیر نہ کرے۔ پس اتنے جوتے اس عالم کے مارے گئے کہ اس کے خصیے کچل دیئے گئے اور وہ جاں بحق ہوگئے۔ ☆ ۳۲۹

فیصلہ کیجئے

خلفا کے بحران اور انقلاب سے دوچار زمانہ پر توجہ کر کے اور اس امر پر توجہ کر کے کہ غیبت کے موضوع علی الخصوص ان کی غیبت و قیام کے موضوع نے ایک سیاسی شکل اختیار کر لی تھی۔ ذہن اس موضوع کی طرف متوجہ تھے اور اس صورت حال سے فائدے اٹھائے جاتے تھے اور ان قدغنوں پر توجہ کر کے جو راویان احادیث اور کتب نویسوں پر عائد کی جاتی تھیں۔ آپ فیصلہ فرمائیں کہ کیا راویان حدیث اور کتابوں کے تحریر کرنے والے مہدی موعودؑ سے متعلق ان کی علامتوں اور نشانیوں اور غیبت و قیام کے بارے میں حدیثیں نقل کر سکتے تھے اور کتابیں تحریر کر سکتے تھے؟ کیا خلفائے عصر نے کتابیں تحریر کرنے والوں کو اتنی آزادی دی تھی کہ جو کچھ انہوں نے سنا تھا یا پڑھا تھا اسے نقل کر دیں اور کتابوں میں لکھ دیں؟ چہ جائیکہ وہ حدیثیں جو سیاسی رنگ اختیار کر چکی تھیں اور جو خلافت کے لئے خطرے کا باعث بن سکتی تھیں

کیا مالک ابن انس اور ابو حنیفہ جیسے علما یہ کر سکتے تھے کہ علویین کی مہدویت اور غیبت سے متعلق احادیث اپنی ان کتابوں میں جو منصور عباسی کے حکم کے مطابق لکھی

جا رہی تھیں تحریر کر سکیں۔ ایسی صورت حال میں کہ اس عہد میں محمد بن عبداللہ بن حسن اور ان کے بھائی پوشیدہ تھے اور بہت سے لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ محمد وہی مہدی موعود ہیں جو انقلاب برپا کریں گے اور ظلم و جور کا قلع قمع کریں گے اور زمانہ کے حالات کی اصلاح کریں گے۔ اس کے باوجود کہ منصور، محمد کی غیبت و قیام کے معاملہ سے خوف و ہراس میں مبتلا تھا اور اس نے ان کی گرفتاری کے لئے علویین کی ایک جماعت کو قید خانہ میں ڈال رکھا تھا، کیا یہی منصور نہ تھا جس نے ابو حنیفہ کو زہر دیا؟ کیا جعفر ابن سلیمان جو اس کا عامل تھا اس نے مالک بن انس کے تازیانے نہیں لگائے؟ کیا اسی منصور نے ایک وقت مالک بن انس کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ کتاب تحریر کریں اور اس نے ان کے کام میں مداخلت بے جا نہیں کی اور صاف طور پر نہیں کہا کہ عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس اور ابن مسعود کی حدیثیں اس میں نقل نہ کریں اور جس وقت مالک نے کہا کہ اہل عراق بھی علوم و احادیث کے حامل ہیں ممکن ہے وہ ہماری احادیث کو قبول نہ کریں تو کیا منصور نے یہ جواب نہیں دیا تھا کہ تیری کتاب کو نیزوں، تازیانوں اور تیغوں کی ضربوں کے ساتھ ان پر مسلط کروں گا؟ کیا کسی میں جرات تھی کہ منصور سے کہے کہ لوگوں کے دینی معاملات سے تیرا کیا تعلق ہے تو نے یہ کہاں سے سمجھ لیا کہ عراقیوں کی حدیثیں اور ان کے علوم باطل ہیں؟ عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس اور ابن مسعود کا کیا جرم ہے کہ ان کی حدیثیں تیرے نزدیک قابل قبول نہیں ہیں؟ میں تدوین احادیث کے سلسلہ میں منصور جیسوں کی مداخلت بے جا کا سوائے اس کے اور کوئی مقصد نہیں بتا سکتا کہ یہ کہا جائے کہ اہل عراق اور عبداللہ ابن عباس و عبداللہ ابن عمرو ابن مسعود کے پاس ایسی حدیثیں موجود تھیں جو نظام سیاست و خلافت کے لئے مفید مطلب نہیں تھیں۔ اسی وجہ سے ان کے نقل کرنے پر قدغن لگائی گئی۔ مالک کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایک لاکھ حدیثیں سنی تھیں لیکن انہوں نے موطا نامی کتاب میں صرف پانچ سو سے کچھ زیادہ حدیثیں تحریر کیں۔ ☆ ۳۳۰

کیا احمد بن حنبل جنہوں نے معتصم کے حکم سے تازیانے کھائے اور بخاری جو وطن سے نکالے گئے یا نسائی جنہوں نے مضروبیت کے نتیجے میں جان دی اپنی کتابوں میں وہ حدیثیں درج کر سکتے تھے جو علویین کے لئے مفید اور نظام خلافت کے لئے مضر ہوں۔

نتیجہ

گزشتہ باتوں کے مجموعہ سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ چونکہ احادیث مہدویت نے بالخصوص احادیث قیام و غیبت نے ایک سیاسی رخ اختیار کر لیا تھا اور وہ کاروبار خلافت کے لئے مضر اور اس کے رقیبوں یعنی علویین کے لئے مفید تھیں اس لئے عام علماء ان قدغنوں کی وجہ سے جو ان پر عائد تھیں مذکورہ احادیث کو اپنی کتابوں میں نہیں لکھ سکے اور اگر انہوں نے لکھا بھی ہوگا تو وقت کے سیاست دانوں کے جرائم پسند ہاتھوں نے ان کو مٹا دیا ہوگا۔ شاید مہدی کا اصلی وجود جو مبہم اور مجمل طور پر خلفا کے لئے کچھ نقصان دہ نہ تھا وہ حادثوں کی دست برد سے محفوظ رہا، لیکن مہدی موعودؑ کے کامل آثار و علامات خاندان نبوت اور آئمہ اطہارؑ کے وسیلے سے جو علوم پیغمبرؐ کی حفاظت کرنے والے تھے۔ محفوظ و مصئون رہے اور شیعوں کے درمیان باقی رہے۔

اس صورت حال کے باوجود عام کتابیں غیبت کے موضوع سے خالی نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر ایک روز حذیفہ سے کہا گیا۔ مہدی نے خروج کیا ہے، حذیفہ نے کہا واقعی بہت بڑی سعادت تمہیں نصیب ہوئی ہے۔ اگر مہدی کا ظہور ہو گیا ہے ایسی حالت میں کہ محمد کے اصحاب ابھی زندہ ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ مہدیؑ اس وقت تک خروج نہیں کریں گے جب تک لوگوں کی نگاہ میں کوئی غائب ان سے زیادہ محبوب نہیں ہوگا۔ ☆ ۳۳۱۔ یہاں حذیفہ نے مہدی موعودؑ کی غیبت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حذیفہ وہ شخص ہیں جو زمانے کے حوادث اور اسرار پیغمبرؐ سے واقف تھے۔ وہ کہتے تھے

میں آئندہ کے تمام حوادث اور فتنوں سے تم سب سے زیادہ با خبر ہوں اس لئے کہ پیغمبر اسلامؐ نے وہ ایک محفل میں بیان کئے اور اس محفل کے حاضرین میں سے میرے علاوہ کوئی زندہ نہیں ہے۔ ☆ ۳۳۲

جلالی: امام زمانہؑ کی عمر کتنی ہوگی؟

ہوشیار: آنجنابؑ کی زندگی کی مقدار اور عمر معین نہیں ہوئی ہے لیکن اہل بیتؑ کی حدیثیں ان کو طویل العمر بتاتی ہیں۔ نمونے کے لئے چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: میرے بعد میرے فرزند قائم ہیں، وہی ہیں کہ پیغمبروںؑ کی دو سنتیں، عمر طویل اور غیبت ان کے لئے جاری ہوں گی۔ ان کی غیبت اتنی طولانی ہوگی کہ دل سخت اور تاریک ہوجائیں گے۔ ان پر ایمان اور عقیدہ کے سلسلہ میں صرف وہی لوگ ثابت قدم رہیں گے کہ خدا جن کے دلوں میں ایمان کو پائیدار کرے گا اور روح غیبی سے ان کی تائید کرے گا۔ ☆ ۳۳۳ (۴۶ دوسری حدیثیں)

ڈاکٹر: اب تک امام زمانہؑ کے بارے میں جو باتیں آپ نے کیں وہ تمام کی تمام مدلل اور قابل توجہ تھیں لیکن ایک عجیب الجھن جس نے میرے اور تمام احباب کے دلوں کو تکلیف میں مبتلا کر دیا ہے اور جس کی وجہ سے ہم اب بھی امام غائب کے وجود کو نہیں مانتے وہ ان کا طویل عمر کا مسئلہ ہے۔ صاحبان عقل و فہم اور پڑھے لکھے لوگ اتنی لمبی غیر طبعی عمر کا یقین نہیں کر سکتے اس لئے کہ بدن کے جو سیل ہیں ان کی زندگی محدود ہے۔ جسم کے اعضائے رئیسہ مثلاً" دل، دماغ، گردے، جگر وغیرہ اپنے فرض کو انجام دینے کے لئے ایک معین و مقرر صلاحیت رکھتے ہیں۔ میرے لئے یہ بات قابل قبول نہیں ہے کہ ایک شخص طبیعی کا دل ہزار سال سے زیادہ دیر تک کام کرے۔ میں واضح طور پر آپ سے کہتا ہوں کہ اس قسم کی باتیں موجودہ علمی اور فضا کی تسخیر کے دور میں اہل دنیا کے سامنے پیش نہیں کی جا سکتیں۔

ہوشیار: جناب آقائے ڈاکٹر! مجھے اقرار ہے کہ حضرت ولی عصرؑ کے طول عمر کی

بات مشکلات میں سے ہے۔ مجھے علم طب اور حقائق حیات جاننے والے علم سے آگاہی نہیں ہے لیکن حق کے قبول کرنے کے لئے میں آمادہ ہوں لہٰذا جناب سے میری یہ استدعا ہے کہ آپ طول عمر کے بارے میں جو آپ کی معلومات ہیں وہ ہمیں بہم پہنچائیں۔

ڈاکٹر: مجھے بھی اس بات کا اقرار ہے کہ میری علمی معلومات اتنی نہیں ہیں جو ہماری مشکل کو حل کر سکیں لہٰذا بہتر ہے کہ ہم کسی عالم کی معلومات سے استفادہ کریں۔ میرا خیال ہے کہ اگر ہم یہ مشکل کام جناب آقائے ڈاکٹر نفیسی جو اصفہان کے طیبہ کالج کے استاد اور پرنسپل ہیں ان کے سپرد کریں تو ہم ان کی عالمانہ مدد سے اس سلسلہ میں کامیابی حاصل کر لیں گے۔ وہ ادبی علوم کے علاوہ صاحب مطالعہ و تحقیق بھی ہیں اور اس قسم کے علوم سے بھی بہرہ ور ہیں۔

ہوشیار: اس میں کوئی حرج نہیں۔ میں پہلے کچھ سوالات بحث کے لئے پیش کرتا ہوں اور بذریعہ خط آقائے ڈاکٹر نفیسی کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں اور ان سے جواب دینے کی زحمت کا طلبگار ہوتاہوں۔ میرا خیال ہے بہتر یہ ہے کہ اس علمی نشست کو ہم معطل کر دیں۔ ممکن ہے اس فرصت کے درمیان طول عمر کے بارے میں کچھ معلومات ہمارے ہاتھ لگ جائیں اور ہم پوری بصیرت اور بینائی کے ساتھ پھر بحث میں حصہ لیں گے۔ جناب آقائے ڈاکٹر نفیسی خط کا جواب ارسال فرمائیں گے تو آقائے جلالی آپ حضرات کو بذریعہ ٹیلی فون خبر کر دیں گے۔

طول عمر کے بارے میں تحقیقات

جلسہ ایک ماہ تک معطل رہا۔ یہاں تک کہ آقائے جلالی نے بذریعہ ٹیلی فون تمام بھائیوں کو مطلع کیا اور ہفتہ کی رات کو سب کے سب ان کے در دولت پر جمع ہوئے اور ایک مختصر سی تواضع کے بعد جلسہ کی کاروائی کا آغاز ہوا۔

ہوشیار: خوش قسمتی سے جناب ڈاکٹر نفیسی نے خط کا جواب ارسال کر دیا ہے۔

میں ان کے کرم فرمائی کے سلسلہ میں اظہار تشکر کے طور پر آقائے جلالی سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ مذکورہ خط پڑھ کر سنا دیں۔

ڈاکٹر جلالی: اس میں کوئی قباحت نہیں۔

جناب آقا ———— آپ کا خط پہنچا۔ میں اس مہربانی کا جو آپ نے مجھ پر فرمائی ہے شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن ان مطالب کے بارے میں جن کو آپ نے تحریر فرمایا ہے، باوجود اس کے کہ مصروفیت بہت زیادہ اور تھکا دینے والی ہے پھر بھی اس بنا پر کہ میرا طبیعی آفاقی اور انفسی مسائل کی تحقیق سے خصوصیت کے ساتھ کافی تعلق ہے، میں نے خود پر یہ لازم جانا ہے کہ فرصت کے اوقات میں چاہے وہ مختصر ہی کیوں نہ ہوں آپ کے سوالات کے جوابات دوں۔ امید ہے کہ وہ دلچسپی رکھنے والے افراد کے لئے قابل قبول ہونگے۔

کیا انسان کے لئے عمر کی کوئی حد مقرر ہوئی ہے؟

ہوشیار: کیا علم طب اور حیاتیات میں انسانی عمر کے لئے کوئی حد مقرر ہوئی ہے کہ اس سے آگے بڑھنے کا کوئی امکان نہیں ہے؟

ڈاکٹر نفیسی: انسانی زندگی کی مدت کے لئے ایسی حد جس سے آگے بڑھنا محال ہو معین نہیں ہوئی ہے۔ لیکن انسانی افراد کی طویل ترین مدت معمول کے حساب سے کم و بیش سو سال ہوتی ہے۔ وہ زمانے جن کی تاریخ مدون ہو چکی ہے اور ان میں اس بات سے کوئی خاص اختلاف نظر نہیں آتا لیکن اوسط عمر کی حد ملک، آب و ہوا، نسل، وارث اور نوع زندگی کے اعتبار سے مختلف ہے۔ اور مختلف زمانوں کے اعتبار سے اس میں فرق ہوتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ صدی میں پہلے کے مقابلہ میں ایک قابل توجہ تبدیلی ظاہر ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر انگلستان میں ۱۸۳۸ء سے ۱۸۵۴ء کے درمیان اوسط عمر مردوں میں ۳۹/۹۱ اور عورتوں میں ۴۱/۸۵ سال رہی ہے۔ لیکن سال ۱۹۳۷ء میں مردوں میں ۶۰/۱۸ اور عورتوں میں ۶۴/۴۰ سال رہی ہے۔ امریکہ میں ۱۹۰۱ء میں

مردوں کی اوسط عمر ۴۸/۲۳ سال اور عورتوں کی ۵۱/۸۰، حالانکہ ۱۹۴۴ء میں مردوں کی اوسط عمر ۶۳/۵۰ اور عورتوں کی اوسط عمر ۶۸/۹۵ تک بڑھ گئی ہے۔

یہ افزائش زیادہ تر بچپن کے دور سے تعلق رکھتی ہے اور وہ بھی تندرستی، علاج اور پرہیز کی مرہون منت ہے۔ لیکن بڑھاپے کی بیماریاں جنہیں استحالہ کی بیماریاں کہتے ہیں مثال کے طور پر شریانوں کا سکڑ جانا وغیرہ انہیں صحت کے مواقع حاصل نہیں ہوتے۔

ہوشیار: کیا جاندار موجودات کی مدت حیات کے تعین کے لئے کوئی قاعدہ کلیہ ہے۔

ڈاکٹر نفیسی: عام نقطہ نظر یہ ہے کہ بدن کے حجم اور مدت عمر کے مابین نسبت مستقیمی ہے۔ مثال کے طور پر مچھر یا پروانے کی جلد گزر جانے والی زندگی یا کچھوے کی زندگی ممکن ہے کہ دو سو سال ہو۔ یہ قابل توجہ ہے لیکن جاننا چاہئے کہ یہ نسبت ہمیشہ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی اس لئے کہ طوطا، کوا اور غاز زیادہ بڑے پرندوں سے حتیٰ کہ پستان رکھنے والوں سے زیادہ زندگی گزارتے ہیں۔ بعض مچھلیاں جیسے "سامن" سو سال تک "کراپ" ڈیڑھ سو سال تک اور "پیک" دو سو سال تک زندہ رہتی ہیں۔ اس کے برعکس گھوڑا تیس سال سے زیادہ زندہ نہیں رہتا۔ ارسطو کے زمانہ سے یہ نظریہ ہے کہ ہر موجود کی زندگی کی مدت اس کے عہد نمو کی کارکردگی پر منحصر ہوتی ہے۔ یہ کارکردگی "فرانسک بیکن" کے بقول حیوانوں میں آٹھ گنی ہے۔ "فلورنس" کے مطابق اس مدت سے جو انسان کے بلوغ کے لئے کافی ہے پانچ گنی ہے۔

"بوفن" اور "فلورنس" نے انسان کے لئے سو سال کی طبعی زندگی شمار کی ہے اور اب بھی عام نظریہ یہی ہے لیکن داؤد علیہ السلام نے عمر طبعی ستر سال سمجھی ہے۔ اس زمانے میں معمرین کی اچھی خاصی تعداد کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی ہے۔ اگرچہ ان عمروں کا اندازہ مبالغہ سے خالی نہیں ہے۔ ان سب میں سے "ہنری جینکنز" کی عمر ۱۶۹ سال تھی۔ "ٹامس پار" کی ۲۰۷ سال اور

"لیتھرین ڈیسمنڈ" کی عمر ۱۴۰ سال ہوئی ہے اور دوسرے لوگوں کی بھی جن کے نام ایران اور بیرون ایران کی کتابوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

طول عمر کی وجوہات

ہوشیار: طول عمر کے لئے کون سے اسباب موثر ہیں؟
ڈاکٹر: عمر کے طویل ہونے کے اسباب ذیل کے مطابق ہیں۔

سبب وراثت: طول عمر کے سلسلہ میں ورثہ کا موثر ہونا واضح ہے۔ ایسے خاندان دیکھے گئے ہیں جن کے افراد کی عام طور پر جو اوسط عمر ہے اس سے زیادہ عمر ہوئی ہے۔ مگر یہ کہ ان کی موت زیادہ تر یک لخت واقعہ ہوئی ہے۔ ان تمام پرکشش معلومات میں سے جو اس عنوان پر حاصل ہوئی ہیں "ریمنڈ پرل" کی معلومات بھی ہیں۔ اس نے اپنی کتاب میں جو اس نے اپنی لڑکی کے ساتھ مل کر تالیف کی ہے ایک طویل عمر خاندان کا نام ہے۔ اس خاندان کے ایک فرد کی سات پشتوں کی عمر کا مجموعہ ۶۹۹ سال تھا۔ پردادا، دادا، پوتا، پروتا، پڑپوتا وغیرہ۔ ان میں سے دو افراد مرگ ناگہانی کا شکار ہوئے تھے۔ جدید ترین اعداد و شمار کے مطابق جو بیمہ کمپنیوں کے ریکارڈ کے مطالعہ سے "لوئی دوبلین" اور "ہربرٹ مارکس" نے تیار کئے ہیں۔ آباء و اجداد کی طوالت عمر ان کی نئی نسلوں کے طول عمر کا باعث ہے۔ یہ سبب ممکن ہے کہ کبھی دوسرے اسباب کو مثال کے طور پر ماحول بری عادت وغیرہ کو بے اثر کر دے۔ اس اعتبار سے بعض ایسے افراد کے طول عمر کا سبب دریافت کیا جا سکتا ہے جو تنگ حالی میں بسر کر رہے ہوں۔ سالم اور طاقتور قوی اور اعضاء جو طول عمر کے لئے موثر ترین ہیں بچے اپنے ماں باپ سے ورثہ میں پاتے ہیں۔ اور سب سے پہلے نظام اعصاب اور دوران خون کا نام لیا جانا چاہئے۔ جیسا کہ "کازالیس" کی ایک ضرب المثل اس عنوان کو پیش کرتی ہے۔ "انسانوں کے سن کا اس کی شریانوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے" یعنی لوگوں کی ایک تعداد کی سرخ رگیں قبل اس کے کہ وہ بوڑھے ہوں موروثی طور پر سخت ہو کر

اپنی حالت تبدیل کر لیتی ہیں۔ اور ایسے خاندان بہت ہیں جن کے افراد نوے سال کی عمر سے پہلے دل یا دماغ کی بے ہوشی کی وجہ سے انتقال کرتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اس بے ہوشی کا سب سے بڑا سبب رگوں کا سکڑنا ہے۔

دوسرا سبب ماحول ہے: ایسا ماحول جس کی ہوا معتدل اور پاک ہو اور ہر قسم کے جراثیم اور زہریلے اثرات سے صاف ہو۔ اس میں شور و غوغا نہ ہو اور سورج کی حیات بخش شعاعیں اس ماحول پر کافی مقدار میں پڑتی ہوں۔ وہ اپنے ساکنوں کے لئے صحت اور طوالت عمر کے سلسلہ میں کافی موثر ہوتی ہیں۔

تیسرا سبب کام کی نوعیت اور مقدار ہے: کارکردگی خصوصاً" اعصابی اور روحانی کارکردگی طول عمر کے لئے بہت مفید ہوتی ہے۔ اور یہ نظر آتا ہے کہ جسم اگر صحیح ہو اور فکر پر سکون ہو تو روح اور بدن کے کام کرنے کے نتیجے میں عام طور پر جو زنگ لگتا ہے وہ عمر کو اس کہنگی و فرسودگی کے مقابلہ میں زیادہ کم کرتا ہے جو روحانی و جسمانی کارکردگی کی زیادتی کے نتیجے میں رونما ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے طویل عمر رکھنے والے افراد کی تعداد مذہبی پیشواؤں اور وزرائے اعظم میں معمولی افراد کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ طویل عمران کے اسی تسلسل کار اور جدوجہد کی وجہ سے ہے۔ اور اس وجہ سے کہا جا سکتا ہے کہ جوانی اور بیکاری کے زمانہ میں کام نہ کرنا اور تساہل سے کام لینا عمر کو کم کرتا ہے۔

چوتھا سبب غذا کی کیفیت ہے: غذا بھی نوعیت و مقدار دونوں اعتبار سے طویل عمر کے لئے بہت زیادہ پر تاثیر ہے۔ بہت سے افراد جن کی عمر سو سے تجاوز کر گئی وہ کم خوراک تھے۔ پر خوری کے نقصان کے بارے میں بہت زیادہ ضرب الامثال کہی گئی ہیں۔ "مون تین" کہتا ہے: انسان مرتا نہیں ہے بلکہ خود کشی کرتا ہے۔ اسی طرح ایک اور ضرب المثل ہے: تم اپنی قبریں اپنے دانتوں سے کھودتے ہو۔ زیادہ کھانا بدن کے مختلف نظاموں کے کام کو زیاہ کرتا ہے اس طرح وہ ذیابیطس یعنی شوگر اور دل گردہ

اور رگوں کی بیماریاں پیدا کرتا ہے۔ قابل افسوس حد تک ایسے افراد کے قویٰ اور جسمانی طاقتیں بیماری کے آثار کے ظاہر ہونے سے پہلے بہت زیادہ ہوتی ہیں اور وہ اپنی اس جھوٹی طاقت پر فخر کرتے ہیں۔ جنگ عظیم کے زمانہ میں مشاہدہ ہوا کہ بعض ملکوں میں شوگر کے مرض سے مرنے والوں کی تعداد قابل توجہ حد تک کم ہوگئی۔ اس کا سبب جنگ کے زمانہ میں غذا کی کمیابی ہی کو سمجھا جا سکتا ہے۔ اس بنا پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ فقر اس حد تک کہ خوراک کی مقدار کو معتدل رکھے یا کم حد تک مہیا کرے خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور خصوصاً چالیس سال کی عمر کے بعد گوشت کا زیادہ کھانا زیادہ نقصان دہ ہے۔ "کورنل نیویارک" کے ڈاکٹر (Mccay) کے وہ تجربات جو انہوں نے چوہوں پر کئے ان سے ثابت ہوا کہ کمزور چوہے تندرست چوہوں کو مارتے ہیں۔ چوہا عموماً چار مہینے کی مدت میں مکمل بالغ ہوجاتا ہے۔ دو سال میں بوڑھا ہوجاتا ہے اور تین سال کا ہونے سے پہلے مرجاتا ہے۔ ڈاکٹر "میکے" نے چوہوں کی کچھ تعداد کو کم طاقت کی غذا کے ذریعہ زیر نگرانی رکھا لیکن یہ غذا وٹامن اور معدنی مواد کے اعتبار سے بھرپور تھی۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ ان کے بلوغ کا زمانہ چار مہینے کے بدلے ہزار دن تک پہنچ سکتا ہے۔ ان تجربات میں سے ایک میں اس نے دیکھا کہ ضعیف ترین چوہے جنہوں نے معمولی غذا پر زندگی بسر کی ہے وہ ۹۶۵ دن کی عمر میں مرے لیکن وہ چوہے جنہوں نے کم طاقت کی غذا پر گزر کی تھی کافی مدت تک جوان و شاداب رہے۔ اس حد تک کہ اگر ان چوہوں کا انسانوں پر قیاس کریں تو انہوں نے ایک ایسے انسان کی زندگی گزاری جو سو ڈیڑھ سو سال تک زندہ رہے۔ اس کے علاوہ یہ چوہے شاذونادر ہی بیمار ہوئے اور ان چوہوں کے برعکس جنہوں نے معمول کے مطابق غذا استعمال کی تھی زیادہ ہوشیار واقع ہوئے ہیں۔ اس نے اس قسم کے تجربے مچھلیوں اور دیگر جانوروں (Rmphibien) پر بھی کئے اور وہ اسی نتیجے پر پہنچا۔

جس طرح پر خوری عمر کی کمی کا سبب بنتی ہے اسی طرح غذا کی کمی بھی امراض کے پیدا کرنے اور عمر کے کم کرنے کی بہت زیادہ تاثیر رکھتی ہے یعنی اگر غذا میں ضروری اجزا نہیں ہیں تو وہ امراض پیدا کرتی ہیں۔

بڑھاپا اور اس کے اسباب

ہوشیار: بڑھاپا کیا ہے؟

ڈاکٹر: جس وقت بدن کے اعضائے رئیسہ' داخلی غدود' دماغ' جگر' گردہ اور دل وغیرہ پرانے ہوجائیں تو اپنے کام انجام دینے کے سلسلے میں کمزور ہوجاتے ہیں اور بافتوں کی ضرورتوں کی ضمانت' ضروری ترشح اور خون کو مواد زائد سے صاف کرنے سے معذور ہوجاتے ہیں تو کمزوری اور ناتوانی کے آثار بدن میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس طرح بڑھاپا آجاتا ہے۔

ہوشیار: بڑھاپے کا بنیادی سبب کیا ہے؟

ڈاکٹر: بڑھاپے کے آثار عام طور پر ایک مقررہ وقت پر کسی شخص میں ظاہر ہوتے ہیں لیکن یہ بات تسلیم شدہ نہیں ہے کہ بڑھاپے کا اصلی سبب صرف یہی عمر کی مقدار اور اعضائے بدن پر اس زمانے کا گزر جانا ہے اس طرح کہ جو بھی اس عمر کو پہنچے گا اس کے لئے ضروری ہوگا بلکہ بڑھاپے کے آنے کی بنیادی وجہ کو اس اختلال و انتشار سے معلوم کیا جا سکتا ہے جو اس زمانے میں عام طور پر پیدا ہوجاتا ہے۔ اس بنا پر زمانے کا گزرنا بڑھاپے کا سبب نہیں ہے بلکہ اس کا سبب وہ انتشار ہے جو اس عمر میں بدن کے اعضا میں نمودار ہوتا ہے۔ اس دور عمر میں بدن کی مختلف فیکٹریوں کی قوت کارکردگی کم ہوجاتی ہے۔ اور علم الاعضا کے نقطہ نظر سے بھی ان کے مختلف ٹشو کم ہوجاتے ہیں اور چھوٹی رگوں کی تعداد کم ہوجاتی ہے۔ نظام انہضام اپنا کام کرنے سے اور غذا کا ضروری مواد فراہم کرنے سے کمزوری کے باعث معذور ہوجاتا ہے اور ضعف و ناتوانی کے نتیجے میں تمام اعضائے جسم کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ افزائش نسل کی قوت کم ہوجاتی ہے۔ دماغ زیادہ سست ہوجاتا ہے اکثر افراد میں حافظہ کمزور ہو جاتا ہے اور قوت ارادی بھی کم ہوجاتی ہے۔ لیکن اس کا امکان ہے کہ جسمانی کارکردگی کے کم ہونے کے نتیجے میں روحانی قوت میں اضافہ ہوجائے۔ ترشح کرنے والے اندرونی غدود بھی ممکن ہے کہ دوسرے اعضا کی طرح سکڑ جائیں اور ضروری

ترشح فراہم کرنے کے سلسلہ میں کمزور ہوجائیں۔ لیکن ان تمام مذکورہ حادثوں اور ناتوانیوں کا سبب وہ انتشارات ہیں۔ جو واقع ہوجاتے ہیں پس یہ کہنا چاہئے کہ ضعیفی علت نہیں ہے بلکہ نتیجہ علت ہے یہاں تک کہ اگر کوئی ایسا فرد ہو کہ عمر کے طویل ہونے کے باوجود اس کے اعضائے بدن میں اختلال و انتشار واقع نہ ہو تو اس بات کا امکان ہے کہ وہ بہت عرصہ تک صحیح و سالم جسم کے ساتھ اپنی زندگی کو جاری رکھ سکے۔ چنانچہ ایسے افراد دیکھنے میں آتے ہیں جو لمبی عمر کے باوجود طبعی تقاضے سے بہت پہلے بوڑھے ہوجاتے ہیں اور جلد پہنچنے والی ضعیفی ان کا گریبان پکڑ لیتی ہے۔

ہوشیار : جسمانی ضرورتوں کا انتظام کرنے والے نظام کے کمزور اور فرسودہ ہوجانے کا سرچشمہ اور سبب کیا ہے؟

ڈاکٹر : بدن کے تمام اعضا پیدائش کے وقت اپنا فرض انجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو ماں باپ کی جسمانی ساخت' غذا کی کیفیت' زندگی گزارنے کے ماحول اور آب و ہوا کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس کے بعد یہ نظر آتا ہے کہ ان اعضا کو اس وقت تک جب تک کوئی اختلال و انتشار پیدا نہ ہوا انتہائی فطری صلاحیت کی حد تک اپنا فرض ادا کرنے میں مشغول رہنا چاہئے اور انسانی زندگی کو طوالت ملنی چاہئے۔ لیکن جیسے ہی تمام اعضا میں یا کسی عضو میں کوئی اختلال یا انتشار رونما ہو تو وہ اپنا فرض ادا کرنے کے سلسلہ میں کمزوری کی وجہ سے معذور ہوجاتا ہے۔ انسانی جسم کے کارخانے کی یہ کیفیت ہوجاتی ہے جیسے نصف تعطیل ہوگئی ہو۔ اس طرح ضعیفی کے آثار ظاہر ہونے شروع ہوجاتے ہیں۔ بات کو مختصر کروں۔ انسانی جسم ہمیشہ انواع و اقسام کے وائرسوں' بکٹیریوں' جرثوموں اور زہریلے اثرات سے گھرا ہوا رہتا ہے۔ جو مختلف حدود اور راستوں سے مسلسل اس پر حملہ کرتے ہیں اور جسم کے اندرونی ماحول میں زہریلے مواد کا ترشح کرتے ہیں اور بے قصور Cells کو نقصان پہنچا کر ان کی زندگی کے دوام کے راستے میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اس دوران میں انسانی جسم کا ایک بہت بڑا اہم فریضہ تو یہ ہے کہ وہ غذائی ضروریات کی ضمانت فراہم کرے۔ دوسرے نقصان دہ جرثوموں اور

وائرسوں کی کارکردگی کو کنٹرول کرنے اور ان کو فنا کرنے کی کوشش کرے۔ تیسرے نقصان زدہ اعضا کے نقص کی تلافی اور فاضل مواد اور زہریلے اثرات کو دفع کرنے کے لئے جدوجہد کرے نیز کمزور اعضا کو مدد ارسال کرے۔ لیکن ابھی اس دشمن کو دفع نہیں کیا ہو تاکہ ایک دوسرا نیا دشمن اپنے حملے کا آغاز کرتا ہے لہٰذا اس وجہ سے بدن کی اندرونی توانائیوں کو مستقل طور پر لڑنے کے لئے آمادہ رہنا چاہئے۔ انسانی جسم جنگ کے وسائل کے مہیا کرنے اور آذوقہ کی ضمانت حاصل کرنے کے سلسلے میں اس قوت غذائی سے مدد حاصل کرنے پر مجبور ہے جو باہر سے انسانی جسم میں داخل ہوتی ہے۔ افسوسناک طور پر ہم کو اپنے وجود کی ساخت اور اندرونی ضرورتوں کی کافی معلومات نہیں ہیں اور اس جہاد میں نہ صرف یہ کہ ہم اپنے جسم کا ساتھ نہیں دیتے بلکہ جہالت کی وجہ سے دشمن کے ساتھ مل کر نقصان دہ غذائیں کھانے کے ذریعہ غنیم کے لئے راستہ ہموار کرتے ہیں اور اپنے شجر زندگی کی جڑ پر کلہاڑی چلاتے ہیں اور یہ خوب واضح ہے کہ باقتیں باہر سے اپنی ضرورتیں مہیا کر رفتہ رفتہ جراثیم کے ہجوم کے مقابلہ میں اپنی قوت مقابلہ گم کر دیتی ہیں اور کمزوری کی وجہ سے اپنا فرض انجام نہیں دیتیں۔ جسم کا میدان دشمنوں کے حملے سہنے کے لئے آمادہ اور ان کے حملوں کو روکنے والی کسی بھی چیز کے بغیر رہ جاتا ہے اور ناتوانی و شکست کے آثار ہویدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بدن کبھی تو کثرت کار کی وجہ سے دام ضعیفی میں اسیر ہوجاتا ہے اور کبھی ناگہانی آفتوں کی وجہ سے طبعی وقت سے پہلے اس بلا میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ جلد پہنچنے والی ضعیفی اس کا پیچھا کرنے لگتی ہے علما کے گروہ کا یہ نظریہ ہے کہ جلد پہنچنے والی ضعیفی بعض بیماریوں یا بری عادتوں کے نتیجے میں وارد ہوتی ہے۔ "مچنکوف" کا یہ نقطہ نظر تھا کہ انتڑیوں کے جراثیم کی تخمیر سے پیدا ہونے والے جو زہریلے اثرات ہیں ان سے اور خشکی سے اس بات کا امکان ہے کہ ضعیفی وارد ہوجائے۔ اور اگر مذکورہ چیزوں کو ختم کر دیا جائے تو ممکن ہے کو طول عمر میں اضافہ ہوجائے۔ اس نظریئے کی بنیاد اس تجربہ پر تھی کہ چونکہ بلقان کے ممالک میں علی الخصوص بلغارستان' ترکی' قفقاز میں

بوڑھے سو سال سے زیادہ عمر کے کافی تعداد میں ہیں لہٰذا دہی کے استعمال کو طوالت عمر کا سبب سمجھنا چاہئے۔ اس کا خیال تھا کہ دہی (Lactic Acid) **لیکٹک** ایسڈ ہونے کی وجہ سے انتڑیوں کے جراثیم کو فنا کرتا ہے اور عمر کے طول ہونے میں مدد دیتا ہے۔ لیکن یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ پہاڑوں میں رہنے والے لوگوں کی طوالت عمر ان کی خوراک کی نوعیت کی وجہ سے نہیں بلکہ آرام دہ زندگی، آب و ہوا، مستقل کام اور غالباً" موروثی اثرات، کم و بیش سب کے سب اس معاملہ میں دخل انداز ہیں۔ ہم ان مشاہدات کی مثال ایران کے پہاڑی علاقوں میں بھی دیکھتے ہیں۔

ہوشیار: کیا موت کا اور کارخانہ بدن کے تعطل کا اصلی سبب وہی طول عمر اور اعضائے بدن کا اس طرح کام کرنا ہے کہ پیری کے زمانہ میں قضا حتمی اور قطعی ہوجائے یا موت کا بنیادی سبب کچھ اور ہے؟

ڈاکٹر: موت کا اصلی سبب اختلال و انتشار کا وقوع ہے جو بدن کے تمام اعضائے رئیسہ میں یا ان میں سے کسی ایک میں واقع ہوجاتا ہے اور جب تک وہ اختلال و انتشار پیدا نہ ہو موت نہیں آتی۔ وہ اختلال و انتشار اگر ضعیفی کے زمانہ اور عمر طبعی سے پہلے رونما ہوجائے تو جوان فرد مر سکتا ہے لیکن اگر حادثوں کی گزند سے محفوظ رہے تو ایسا نہیں ہوگا عام صورت حال کے مطابق ان حادثوں کی گزند سے محفوظ رہے تو ایسا نہیں ہوگا عام صورت حال کے مطابق ان حادثوں کا ہونا ضعیفی کے زمانہ میں حتمی اور قطعی ہے اور کوئی ممتاز شخص ایسا پیدا ہو جس کی عمر طویل ہوگئی ہو لیکن خصوصیت کے ساتھ اپنی جسمانی ساخت کی وجہ سے اور تمام شرائط کے جمع ہو جانے کی وجہ سے اس کے کسی عضو بدن میں اختلال واقع نہ ہو تو اس کا طول عمر اس کی موت کا سبب نہیں بنے گا۔

ہوشیار: کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان آئندہ کوئی ایسی دوا ایجاد کر لے جس کے ذریعہ بدن کی صلاحیت کو زندگی کے واسطے بڑھالے اور ضعیفی و اختلال جسمانی سے محفوظ رہے۔

ڈاکٹر: یہ بات ایسی ہے جو بالکل ممکن ہے اور آج کل کے ناقص علم کی موجودگی میں اس کو محض خیالی طور پر رد نہیں کیا جا سکتا۔ اہل علم و تحقیق بھی مکمل جدوجہد اور امید کے ساتھ اس ضمن میں تحقیق میں مشغول رہے ہیں اور اب بھی مصروف ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ جلد ہی طول حیات کا راز منکشف ہوجائے گا اور انسان ضعیفی و کوتاہی پر قابو پالے گا۔

حضرت صاحب الامرؑ کا طول عمر

ہوشیار: جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ شیعوں کا یہ اعتقاد ہے مہدی موعودؑ وہی ہیں جو امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہیں اور جو ۲۵۵ یا ۲۵۶ ہجری میں متولد ہوئے تھے۔ وہ جب سے اب تک زندہ ہیں اور غیبت کی حالت میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اور شاید اسی نہج پر وہ مزید سینکڑوں سال زندہ رہیں گے۔ کیا علم طب ایسی غیر معمولی درازی عمر کو محال جانتا ہے؟

ڈاکٹر: وہ مسئلہ جو ابھی ہمارے لئے اور جہاں تک مجھے خبر ہے اور میں نے کتابوں میں پڑھا ہے سب کے لئے پوشیدہ حیثیت رکھتا ہے حضرت قائم آلؑ محمدؐ عجل اللہ فرجہ کا طول حیات ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ترقی جو علوم کو حاصل ہوئی ہے اور ہو رہی ہے اس کی وجہ سے اور پروردگار عالم کی تائیدوں کی وجہ سے یہ مشکل جلد حل ہوجائے گی اور دلچسپی رکھنے والوں کی دسترس میں آجائے گی۔ جو میں فی الحال عرض کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ آج کل کی ناقص فہم اور محض قیاس کے ذریعہ اس کو رد نہیں کیا جا سکتا اور باطل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے کہ اصل امکان کے علاوہ طویل اور غیر معمولی زندگی کے اتنے نمونے ہمارے پاس ہیں کہ مکمل طور پر جن کا ثبوت بہم پہنچ چکا ہے اور جن کی تردید کا کوئی امکان نہیں ہے۔

الف: نباتات میں ایسے طویل العمر درخت موجود ہیں جو زمین کے قدیم ترین

موجودات میں شمار ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک Sequoia ہے جو کیلیفورنیا میں موجود ہے۔ ان میں سے بعض درختوں کی بلندی 300 فٹ ہے اور ان کا 110 فٹ موٹا تنا ہے۔

ان میں سے بعض کی عمر پانچ ہزار سال سے تجاوز کر چکی ہے۔ اس طرح کہ محسوس ہوتا ہے اس زمانہ میں جب فرعون بزرگ (Khorfu) نے اہرام مصر کی تعمیر شروع کی تھی تو یہ درخت سر سبز و شاداب و جوان تھے اور حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی وقت اس کی چھال کی ضخامت ایک فٹ تھی۔ مثال کے طور پر ایک درخت کے تنے کا ایک حصہ Sequetagigentea کی نوع میں سے کنسنگٹون جنوبی S.Kensingtan کے تاریخ طبیعی کے میوزیم میں موجود ہے جو ۱۳۳۵ سال پرانا ہے۔ ☆ ۳۳۴۔ سب سے زیادہ عمر کا ایک وجود ہے جو ابھی تک زندہ ہے اور جس کی عمر چار ہزار چھ سو سال ہے۔ وہ ایک قسم کا درخت ہے اس کا نام Pinus Aristata ہے جو مشرقی و مرکزی کیلیفورنیا میں ہے۔ حیوانات میں سب سے زیادہ عمر کا حیوان ایک کچھوے کی نوع میں سے ہے جو جزائر گالا پاگس میں موجود ہے جس کی عمر ۱۷۷ سال ہے اس کا وزن ۴۵۰ پونڈ ہے اور اس کی جلد چار فٹ موٹی ہے۔ ☆ ۳۳۵

ب : وہ کھدائی جو قدیم مصر میں ہوئی تھی اس میں مصر کے مشہور و معروف جوان مرنے والے فرعون کے مقبرہ میں سے جس کا نام (توتنخ آمون) تھا گیہوں پائے گئے ہیں میں نے خود وہ گیہوں مذکورہ مقبرے میں دیکھے ہیں اور میں نے رسالوں میں پڑھا ہے کہ ان گیہوں کے دانوں کی بعض علاقوں میں کاشت کی گئی اور وہ مکمل طور پر سرسبز و شاداب ہوئے اور ان کے بالوں میں دانے لگے۔ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ گیہوں کی زندگی کا علب تین چار ہزار سال تک زندہ رہا ہے۔

ج : وائرسوں کو قدیم ترین موجودات میں سمجھا جا سکتا ہے۔ وائرس زندہ

موجودات کی ایک نوع میں سے ہے۔ اس کی زندگی کا مطالعہ ممکن ہے کہ راز حیات کو فاش کر دے۔ یہی وائرس ہیں جو پودوں، جانوروں اور انسانوں کی بہت سی بیماریاں پیدا کرتے ہیں۔ جیسے عام طور پر زکام، انفلوائنزا، کھسرا، چیچک، پرندوں کی چیچک اور دوسری بیماریاں۔ قدیم اشیا کے پہچاننے کا جو علم ہے اس کی تحقیق کے نتیجے نے ان وائرسوں کے، جو ما قبل تاریخ کے زمانوں سے تعلق رکھتی ہیں اور شاید سو ہزار سال سے موجود ہیں، انکشاف کی اور ان کو خاص ماحول میں ختم کرنے کی صلاحیت حاصل کی ہے۔ یعنی ان موجودات نے سو ہزار سال گزر جانے کے باوجود زندگی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے۔ اگرچہ اس عرصہ میں یہ پوشیدہ اور خوابیدہ حالت میں زندہ رہے ہیں اور ظاہر بظاہر مردہ موجودات میں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ☆ ۳۳۶

حال ہی میں میں نے اخبارات میں پڑھا ہے کہ سائبیریا کے نواح کی کھدائی میں عظیم جانور ہاتھ آئے ہیں اور ان کو معاون حالات میں رکھنے کے بعد ان کے وجود میں زندگی کے آثار پیدا ہوگئے۔ یہ جانور بالکل منجمد تھے۔

ایک طریقہ، جس کے ذریعہ ایک زندہ موجود کی عمر کو طویل بنایا جا سکتا ہے اور اس کا نیم زندہ کی حالت میں اور اس صورت حال میں کہ وہ زندہ ہے مطالعہ کیا سکتا ہے، وہ ہائبرنیشن ہے۔ یعنی اس کو موسم سرما میں بند جگہ پر بے حس و حرکت رکھنا ہے۔ اس کو سرمائی خواب کہتے ہیں۔ بعض جانوروں میں یہ خواب تمام موسم سرما میں جاری رہتا ہے اور ان میں سے بعض کے اندر تمام موسم گرما میں رہتا ہے۔ جب حیوان اس خواب میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کو غذا کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کے بدن کی حرارت تین فیصد رہ جاتی ہے۔ اس کی حرارت کا انتظام کرنے والی مشینری وقتی طور پر ختم ہو جاتی ہے اور ماحول کی حرارت کم ہو جانے کی صورت میں اس کی کھال اور بال سخت نہیں ہوتے اور اس پر کپکپی طاری نہیں ہوتی اور اس کے جسم کی حرارت ماحول کی حرارت کے

برابر ہوجاتی ہے یہاں تک کہ نقطہ انجماد سے بھی چند درجہ نیچے چلی جاتی ہے۔ (۳۹۔۴۱ فارن ہائٹ) وہ سانس لیتا ہے غیر منظم ہو جاتا ہے اور دل کبھی کبھی دھڑکتا ہے۔ (ایک گلہری کا دل ایک منٹ میں ۷ تا ۱۰ مرتبہ دھڑکتا ہے جبکہ عام طور پر ایک منٹ میں ۳۰۰ مرتبہ دھڑکتا ہے۔) مختلف رگوں کے اضطراری عمل ٹھہر جاتے ہیں اور دماغ کی برقی لہریں ۵۲۔۶۶ درجہ فارن ہائٹ کے بعد نظر نہیں آتیں۔ بعض حیوانات ایسے ہیں کہ نہایت سرد پانی میں مدت دراز تک ان کا زندہ رہنا ممکن ہے اور بعض مچھلیاں ناروے کی طویل تنگ خلیجوں میں اس حال میں زندگی کا عمل جاری رکھتی ہیں۔ بہت سے زندہ سیل (Cell) مثال کے طور پر نطفہ حیوان و انسان کو مصنوعی نسل کشی کے لئے اور سرخ ننھے بلبلوں (Glibules) کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل کرنے کے لئے منجمد کر کے ان کو متوقف کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح بہت سے چھوٹے اور بے نقش و نگار جانوروں کو بغیر اس کے انہیں کوئی نقصان پہنچے دوبارہ منجمد کیا جا سکتا ہے اور پھر گرم کیا جا سکتا ہے۔

خواب سرمائی کا مطالعہ اس لحاظ سے قابل توجہ ہے، ممکن ہے کہ اس کے ذریعہ طویل عمر کا راز کھل جائے اور انسان کو طول عمر کے حصول میں کامیاب کر دے۔ لمبی عمر کے درختوں کے حالات کا مطالعہ، نباتات کے کئی ہزار سال پرانے نطفہ حیات کا زندہ رہنا، وائرسوں کی کئی ہزار سالہ زندگی، سرمائی اور گرمائی خوابوں کے تعجب انگیز حالات، حیات شناسی اور علم طب کی حیرت انگیز ترقیاں اور اسی قسم کی دوسری چیزوں نے انسان کو عمر کے طویل کرنے اور ضعیفی پر غلب آنے کی امید دلا دی ہے۔ اور تحقیق، تفحص حال اور کوشش کی ان کو ترغیب دی ہے۔ امید ہے کہ اہل علم اس پاکیزہ مقصد اور آرزوئے بشریت کی تکمیل کے سلسلہ میں کامیاب ہو جائیں گے اور اس کے نتیجے میں قائم آل محمدؐ کے طول عمر کا راز طالبان حقیقت پر کھل جائے گا۔ اس دن کے لئے چشم براہ

ڈاکٹر ابوتراب نفیسی

استاد و پرنسپل طبیہ کالج اصفہان

ہوشیار: اس عرصہ میں ایک جاذب توجہ مقالہ ملا ہے جو فرانس کے کسی رسالہ کا ترجمہ ہے۔ یہ چونکہ ہماری بحث سے مناسبت رکھتا تھا میں اس کے متن کو نقل کر کے لایا ہوں اور دوستوں کی اجازت سے اس کو پڑھتا ہوں۔

جسٹین گلاس کا مقالہ

زیست شناسی نے زندہ موجودات کی طوالت عمر کا چند برس سے لے کر سینکڑوں سال تک کے لئے تعین کیا ہے۔ بعض حشرات الارض صرف ایک دن زندہ رہتے ہیں اور بعض دوسرے، سال بھر تک۔ لیکن ہر نوع حیات میں ایسے افراد دیکھے گئے ہیں جن کی عمر عام قاعدے سے تجاوز کر کے اپنے قریبی ساتھیوں کے مقابلہ میں دو تین گنا زیادہ ہوتی ہے۔ جرمنی میں ایک گل سرخ کا درخت ہے جس کی عمر اپنے ہم نوع درختوں کے مقابلہ میں سینکڑوں سال زیادہ ہے۔ میکسیکو میں ایک سرو کا درخت ہے جس کی عمر دو ہزار سال ہے۔ بعض مگرمچھ دیکھے گئے ہیں جن کی عمر ۱۷۰۰ سال ہے۔ سولہویں صدی میں لندن میں ایک شخص جس کا نام (ٹامس پار) تھا ۲۰۷ سال تک زندہ رہا ہے۔ آج کل شمالی ایران کے گاؤں میں سید علی نام کا ایک شخص ہے جس کی عمر ۱۹۵ سال ہے۔ اس کا بیٹا ایک سو بیس سال کا ہے۔ روس میں لوئی پوف پوژاک ہے جو ایک سو تیس سال کا ہے اور میکوخوپولوف قفقازی کی عمر ایک سو اکتالیس سال ہے۔ ماہرین حیات کا خیال ہے کہ ان غیر معمولی عمروں کا کسی اندرونی سبب سے تعلق ہے جس نے کسی کے سن کو معمول کی حد سے بڑھایا ہے۔ سو سال کی عمر رکھنے والے افراد برگزیدہ مزاج لوگوں کی اولاد ہیں۔ خواص جسم پر بحث کرنیوالے علم کی رو سے ان کے بدن کے ترکیب مکمل طور پر مناسب اور اپنے کمال کی منزل پر ہے۔ ماہرین حیات کے نظریہ کے مطابق ہر قسم کے زندہ وجود کی عمر اس کے ایک فرد کی مدت بلوغ سے، سات سے لے کر چودہ گنی ہونی چاہیے۔ اور چونکہ انسان کی مدت بلوغ پچیس

سال ہے للذا اس کی عمر طبعی ۲۸۰ سال ہونی چاہئے ۔ مناسب غذا اختیار کرنے کے ذریعہ بھی قاعدہ طبعی کو تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اس امر کی گواہ شہد کی مکھی ہے کہ وہ معمولاً" چار پانچ مہینے زندہ رہتی ہے۔ جبکہ شہد کی مکھیوں کی ملکہ جو اور سب کی طرح ایک کیڑے کی مانند ہوتی ہے لیکن میوہ سے بنی ہوئی شاہانہ غذا کے ذریعہ آٹھ برس تک زندہ رہتی ہے پھر بھی انسان کا معاملہ اتنا آسان نہیں ہے۔ ہم شہد کی مکھیوں کی طرح ایک خاص ایسے مقام پر زندگی نہیں گزار سکتے جس کا درجہ حرارت بہت ہی کم ہو۔ اور ہماری غذا ایک معین صورت تک محدود ہو اور سینکڑوں پرستار اور نگہبان ہر وقت ہماری دیکھ بھال کریں۔ ہم تو سینکڑوں خطرات کی زد پر ہیں۔ جن میں سے ماہرین حیات کی نگاہ میں بعض یہ ہیں۔ خود بخود پیدا ہو جانے والی مسمومیت' وٹامن کی کمی شریانوں کا سکڑنا' لیکن ایک لندن کے ماہر کی نگاہ میں لوہے' تانبے' میگنیشیم اور پوٹاشیم کے ذخیرہ کا انسانی جسم میں نقطہ اعتدال سے ہٹ جانا ہے۔ ان عناصر میں سے جب کوئی عنصر دوسرے پر غالب آجاتا ہے تو انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ان تمام خطروں کے درمیان خصوصیت کے ساتھ بڑھاپے کا کہیں نام نہیں ہے اور وہ اس لئے کہ خصوصیت کے ساتھ موت کا ضعیفی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ایک سویڈش ڈاکٹر (طول عمر سے متعلق امریکی انجمن علمی کے سربراہ) کا یہ اعتقاد ہے کہ بڑھاپہ اس وجہ سے آتا ہے کہ پروٹین کے مالیکول جسم کے سیلوں (Cells) کو پکڑ کر ان کی کارکردگی کو رفتہ رفتہ ختم کر دیتے ہیں اور موت کا باعث بن جاتے ہیں مذکورہ ڈاکٹر ایک ایسے مادہ کے انکشاف کی جستجو میں ہے جو اس گرفت کو ختم کر دے اور کارخانہ جسم کو از سرنو متحرک کر دے اور اس وسیلہ سے ضعیفی کا خاتمہ ہو جائے۔ ماہرین تجربہ گاہوں میں اس سلسلے میں کامیابی حاصل کر چکے ہیں کہ تجربے کے مراحل سے گزرنے والے بعض جانوروں مثال کے طور پر ہندوستانی سور کی مدت حیات کو وٹامن بی 6 اور ایسڈ نیو کلیسک اور مانتو مکیک ایسڈ کے' ان کی غذاؤں میں اضافہ

سے 46.4 فیصد تک بڑھایا جا سکتا ہے۔ روسی ماہر حیات فیلاتوف کو امید ہے کہ فاسد بافتیں عجیب و غریب طاقت رکھتی ہیں وہ بدن کے لئے اس طرح ہیں جیسے کھیت کے لئے کھاد ہوتی ہے۔ وہ ہمارے بدن کے کھیت کو از سرنو اس قابل بنا سکتی ہے کہ وہ تازہ فصل دے سکے۔ اس سے قطع نظر پھر بھی کچھ ایسے طریقے دستیاب ہونے چاہئیں جن کے ذریعہ عمر طویل ہو۔ یہ طریقے غذائی اور بایو کیمسٹری سے متعلق احکامات' سست ہونے اور ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑنے کے انداز سانس لینے کے قاعدے حتی کہ اشارے وغیرہ کرنے سے عبارت ہوں۔ بعض ماہرین غذا کا خیال ہے کہ غذا کی نگہداشت کے ذریعہ عمر کو سو سال سے آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ ہم جو کچھ کھاتے ہیں اسی سے بنے ہوئے ہیں۔ ☆ ۳۳۷

طول عمر کے سلسلہ میں ایک تحقیق

ایک اور مقالہ میں نے عربی رسالہ میں پڑھا ہے چونکہ وہ بھی ہماری بحث سے متعلق ہے اس لئے اس کے ایک حصہ کا ترجمہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ قابل اعتماد علما کا کہنا ہے کہ بدن انسانی کے ہر عضو رئیس میں یہ استعداد ہے کہ وہ غیر محدود مدت تک زندہ رہ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں کہ اس کو حادثات پیش نہ آئیں اور اس کی زندگی کا خاتمہ نہ کریں وہ ہزاروں سال زندہ رہ سکتا ہے۔ ان اہل علم کی یہ بات کسی تصور یا محض احساس پر مبنی نہیں ہے بلکہ ان کے عملی تجربات کا نتیجہ ہے۔ ایک سرجن نے اس میں کامیابی حاصل کی ہے کہ کسی حیوان کے ایک کٹے ہوئے حصہ جسم کو اس زندہ حیوان کی معمول کی زندگی سے زیادہ دیر تک محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ اور وہ اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ کٹے ہوئے حصہ کی زندگی اس غذا سے تعلق رکھتی ہے جو اسے بہم پہنچاتی ہے۔ جب تک اسے کافی غذا ملتی رہے گی وہ اپنی زندگی کو جاری رکھ سکے گا۔ وہ سرجن ڈاکٹر الکسس کارل تھا جو نیویارک میں روک فیلر کے علمی ادارہ میں مصروف تحقیق تھا۔ اس نے مذکورہ تجربہ ایک مرغ کے چوزہ کے کٹے ہوئے

جسم کے حصے پر کیا تھا۔ مذکورہ ٹکڑا آٹھ سال سے زیادہ عرصہ تک خود کو زندگی سے ہمکنار کئے رہا۔ مذکورہ ڈاکٹر اور دوسرے افراد نے یہی تجربات جسم انسانی کے اجزائے مقطوع دل، کھال، پٹھے اور گردے وغیرہ پر کئے۔ انہوں نے دیکھا کہ جب تک ضروری غذا ان اجزا تک پہنچتی رہی وہ زندہ رہے حتی کہ "ری منڈ" اور "برل" جو جان ہاپکنز یونیورسٹی کے پروفیسر تھے وہ کہتے ہیں کہ انسانی جسم کے اعضائے رئیسہ ہمیشہ زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ بات تجربوں سے ثابت ہو چکی ہے اور یہ کم از کم قابل ترجیح احتمال و احساس ہے اور وہ اس لئے کہ تجربے کے مراحل سے گزرنے والے اجزا کی زندگی ابھی تک باقی ہے۔ مذکورہ نظریہ نہایت مدلل اور قیمتی ہے اور علمی ہے اور علمی کاوش کا نتیجہ ہے۔ بظاہر وہ پہلا شخص جس نے مذکورہ تجربہ جانور کے اجزائے جسم پر کیا ڈاکٹر جاک لوب تھا وہ روک فیلر کے ادارہ علمی میں مصروف تحقیق تھا۔ اس وقت جب مینڈک کی تولید ٹیکے کے ذریعہ حمل ٹھہرانے کے نتیجے میں نہیں ہوئی تھی وہ تجربہ کر رہا تھا۔ یک بیک اس نے دیکھا کہ بعض تخم طویل مدت تک زندہ رہتے ہیں اس کے برعکس ان میں سے بعض جلد مرجاتے ہیں۔ یہ معاملہ اس امر کا باعث تھا کہ اس نے اپنا تجربہ مینڈک کے اجزائے جسم پر کیا۔ انہی تجربوں کے دوران وہ اس میں کامیاب ہوا وہ ان کو طویل عرصہ تک محفوظ رکھے۔ اس کے بعد ڈاکٹر وارن لوئیس نے اپنی بیوی کی رفاقت میں اس بات کا ثبوت بہم پہنچایا کہ یہ ممکن ہے کہ کسی پرندے کے جنین کے اجزا کو اس طرح نمکین پانی میں محفوظ رکھا جائے کہ وہ زندہ رہے اور اس میں تھوڑا سا زندہ مواد شامل کر دیا جائے تو ان کی نشوونما کی تجدید ہوجاتی ہے۔ یہ تجربے باقاعدہ طور پر کئے جاتے تھے اور یہ ثابت کرتے تھے کہ حیوان کے زندہ سیل ایسے مائع میں جس میں ضروری غذائی مواد ہو وہ ہمیشہ اپنی زندگی اور نشو نما کو جاری رکھتے ہیں۔ لیکن اس وقت ایسی دلیل دستیاب نہیں تھی کہ ان کی موت کی نفی کی جائے۔ پس ڈاکٹر کارل نے مستقل تجربات کے ذریعہ یہ ثابت کیا کہ جن اجزا پر تجربہ کیا جائے وہ بوڑھے نہیں ہوتے اور خود بخود زیادہ

طویل زندگی کے حامل ہوتے ہیں۔ اس نے ماہ جنوری ۱۹۱۲ء میں کام شروع کیا تھا۔ اس راہ میں اس کو بہت سی مشکلات پیش آئیں لیکن اس نے اور اس کے ساتھیوں نے آخر کار ان مشکلات پر قابو پا لیا اور درج ذیل راز ان پر کھلے۔

الف: اگر تجربہ سے گزرنے والے زندہ خلیوں (Cells) کو ایسا عارضہ لاحق نہ ہو جو ان کی موت کا باعث ہو مثلاً غذائی مواد کا کم ہونا یا ان میں جراثیم کا داخل ہوجانا تو وہ مستقل طور پر اپنی زندگی کو جاری رکھیں گے۔

ب: مذکورہ اجزا نہ صرف خود زندہ ہوتے ہیں بلکہ وہ نشوونما کی اور کثیر ہونے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگر وہ حیوان کے جسم کا جزو رہتے تو ان میں کثرت پیدا ہوجاتی۔

ج: ان کے نمو اور تکاثر کا اندازہ اس غذا سے لگایا جا سکتا ہے جو ان کو دی جاتی ہے۔

د: وقت کا گزرنا ان پر اثر انداز نہیں ہوتا اور وہ بوڑھے نہیں ہوتے بلکہ بڑھاپے کا تھوڑا سا اثر بھی ان میں نظر نہیں آتا۔ وہ ہر سال گذشتہ برسوں کی طرح نمود تکاثر کے حامل ہوتے ہیں۔ اس امر کے ظواہر سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب تک تجربے کرنے والے ان اجزا کی نگرانی کریں اور انہیں کافی مقدار میں غذا بہم پہنچاتے رہیں وہ اپنی زندگی اور نشوونما کو جاری رکھیں گے۔

اس مقام پر یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ضعیفی سبب نہیں نتیجہ ہے۔ پس انسان کیوں فوت ہوتا ہے اور اس کی مدت حیات کیوں اس طرح محدود ہے کہ چند افراد کے سوا وہ سو سال سے آگے نہیں بڑھتا اور اکثریت کی عمر تو ستر یا اسی سال رہتی ہے۔ ان سوالات کا جواب یہ ہے کہ صاحب حیات کے اجزائے جسم زیادہ ہیں اور مختلف ہیں۔ ان کے درمیان ربط و تعلق کا کماں برقرار ہے، ایک کی زندگی کا دوسرے پر انحصار ہے۔ اگر ان میں سے ایک کسی وجہ سے کمزور ہو اور اس کو موت آجائے تو اس جزو کے فوت ہونے سے باقی اجزاء کی بھی موت واقع ہوتی ہے۔ مثال کے لئے وہ اتفاقی

موت کافی ہے جو جراثیم کے حملے کے نتیجے میں واقع ہوتی ہے۔ یہی بات اس کا سبب بنی کہ عمر کی اوسط ستر اور اسی سال سے کم ہو اس خصوصیت کے باوصف کہ بہت سے بچے بچپن ہی میں فوت ہوجاتے ہیں۔

اس چیز کی انتہا جو اب تک پایہ ثبوت کو پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی موت کا سبب یہ نہیں ہے کہ وہ ستر' اسی سو سال یا اس سے زیادہ دیر تک زندگی گزار چکا ہے۔ بلکہ اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ امراض اس اعضائے جسم پر حملہ آور ہوتے ہیں اور آخر کار اس کو بیکار کر دیتے ہیں اور اس تعلق کی وجہ سے جو اعضا کے مابین ہوتا ہے اس عضو کی موت کی وجہ سے تمام اعضا کو موت آجاتی ہے۔ پس اس وقت کہ جب علم کی قوت امراض کی روک تھام پر حاوی آجائے گی یا ان امراض کی تاثیر کو قطع کر دے گی تو پھر چند صدیوں کی زندگی گزارنے کے راستے میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہے گی۔ جس طرح بعض درخت طویل زندگی سے بہرہ مند ہیں لیکن علم طب کا اس بلند غایت و مقصد تک اتنی جلدی رسائی حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ پھر بھی یہ امر بعید نہیں ہے کہ اس مقصود کے نزدیک ہوجائے اور اوسط عمر کو موجودہ اوسط عمر سے دو گنا یا تین گنا کر دے۔ ☆ ۳۳۸

طویل عمر کی گفتگوئے مزید

ایک انگریز ڈاکٹر نے ایک مفصل مقالہ میں تحریر کیا ہے کہ بعض دانش مند اس میں کامیاب ہوئے ہیں کہ پھل اور درختوں کے کیڑوں کو اس نوع کے افراد کی عمر طبیعی سے نو سو گنا کر دیں۔ یہ کامیابی اس کا نتیجہ ہے اس حیوان کو جراثیم اور دشمنوں سے محفوظ رکھا گیا اور ان کے لئے مناسب ماحول فراہم کیا گیا۔ ☆ ۳۳۹

انجینئر: مطالعہ کے دوران چند علمی اور جاذب توجہ مقالے میری نظر سے بھی گزرے جن میں علما و ماہرین نے طول عمر کے راز' موت اور ضعیفی کے اسباب

اور ان کے مقابلہ میں صف آرا ہونے کے امکان پر بحث کی ہے لیکن چونکہ وقت کافی ہوگیا ہے بہتر یہی ہے کہ ان مقالات کے مطالعہ اور جائزہ کو دوسری نشست کے لئے رہنے دیا جائے۔

ایک ہفتہ کے بعد آقائے فہیمی کے در دولت پر محفل منعقد ہوئی اور ہوشیار صاحب نے انجینئر صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے نکات کو عنوان کلام بنا کر گفتگو کا آغاز کریں۔

انجینئر: بہتر یہی ہے کہ میں وہ مقالہ بعینہ پڑھوں شاید حل مشکل میں مددگار ہو۔

طول عمر کی گفتگوئے مزید

پرفیسر متلنکوف: جو مسائل موت کا ماہر ہے وہ تحریر کرتا ہے کہ انسان کا جسم تین کھرب سیلوں (Cells) سے مرکب ہے جو سب کے سب ایک بار فوت نہیں ہو سکتے۔ اس بنا پر اس وقت موت کا آنا قطعی اور طے شدہ ہوتا ہے۔ جب انسانی دماغ میں جسمانی خواص کا ناقابل اصلاح انقلاب پیدا ہو۔ تین اگست ۱۹۵۹ء شہر مونٹریال کینیڈا میں ڈاکٹر ہانس سیلے نے جو موت کے عنوان پر تحقیق کر رہے تھے اپنی لائبریری کی کچھ مطبوعات میں حیوانی سیل کی ایک بافت کی نشاندہی کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ یہ حیوانی سیل کی بافت متحرک ہے اور ہرگز فوت نہیں ہوتی۔ مذکورہ ڈاکٹر کا دعویٰ تھا کہ حیوانی سیل کی وہ بافت ہرگز نہیں مرتی اور اصطلاحا" ازلی ہے۔ اس ڈاکٹر نے ضمنی طور پر دعویٰ کیا کہ اگر انسانی سیل کی بافت کو اس نہج پر لے آئیں تو انسان ہزار سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔

پروفیسر سیلے کے نقطہ نظر اور ان کی تھیوری کے مطابق موت ایک تدریجی بیماری ہے اسی پروفیسر کے عقیدے کی رو سے کوئی شخص بھی بیماری کے نتیجے میں فوت نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر کوئی بوڑھے ہونے کے نتیجے میں مرے تو چاہئے کہ اس کے بدن

کے تمام سیل کہنہ و فرسودہ ہوجائیں اور اس کے بدن کے تمام اجزا بیکار ہوجائیں حالانکہ ایسا نہیں ہے اور بہت سے بوڑھوں کے موت سے پہلے مختلف اجزا و اعضائے بدن سالم، بے عیب اور بے نقص ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کی اکثریت جو ناگہانی موت سے دوچار ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اعضا بدن کا کوئی حصہ ناگہانی طور پر بیکار ہوجاتا ہے۔ اور چونکہ تمام اعضائے بدن مشین کی طرح ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ایک عضو کے بیکار ہوجانے کی وجہ سے باقی تمام اعضا مفلوج ہوجاتے ہیں۔ پروفیسر نے اعلان کیا کہ جس روز علم طب اس درجہ تک ترقی کرلے گا کہ نئے سیلوں کا ٹیکہ لگا کر انسانی جسم کے اعضائے فرسودہ کے سیلوں کو زندہ کر لے تو وہ اپنی مرضی کے مطابق عمر انسان کو کئی گنا کرلے گا۔ ☆ ۳۴۰

ای ای مچنیکوف کے نظریہ کے مطابق علم الابدان کو چاہئے کہ بڑھاپا جو ایک فطری ارتقا ہے اور جلد رونما ہونے والی ضعیفی جو انسانی جسم کی اساس پر مختلف اثرات کا نتیجہ ہے۔ (زہریلے اثرات، امراض اور دیگر اسباب) ان دونوں کی تشخیص و تمیز کرے۔ اس کے نظریات کی بنیاد یہ ہے کہ انسان کا بڑھاپا ایک بیماری ہے جس کا دوسری بیماریوں کی طرح علاج کیا جانا چاہئے۔ اس کا نقطہ نظر یہ تھا کہ انسانی زندگی زیادہ طویل ہوسکتی ہے اور مزید جاری رہ سکتی ہے۔ انسانی زندگی آدھے راستے میں راہ گم کر بیٹھتی ہے اور ضروری محسوس ہوتا ہے کہ عام قوتیں بروئے کار لائی جائیں تاکہ بشر کے لئے یہ ممکن ہوجائے کہ وہ بغیر زوال و انحطاط کے اپنے اعضا کے معمول کے مطابق افعال کو ادا کرتا رہے۔ ☆ ۳۴۱

طول عمر

پروفیسر سیلہ اور اس کے شرکائے کار طویل تجربوں کے ایک نئے سلسلہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کیلشیم کا نقل و انتقال بڑھاپے اور اس سے پیدا ہونے والی تبدیلیوں کا سبب ہے۔ آیا کوئی ایسا مادہ ہے یا نہیں جو ضعیفی کی بیماریوں کا سد باب

کرے۔ پروفیسر سلیہ نے مزید تجربات کے نتیجے میں آئرون ڈکسٹرن نامی مادہ دریافت کر لیا جو کیلشیم کے تہہ میں بیٹھ جانے کی وجہ سے بافتوں کی کارکردگی کو روکتا ہے۔ اسی بنا پر ضعیفی کی علامتیں انسانی ہاتھ پر اور تجربہ گاہ میں موجود جانوروں پر مرتب ہوئیں جس کے نتیجے میں امتناعی عمل شروع ہوگیا۔ پروفیسر سلیہ کا نقطہ نظر ہے کہ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ نوے سال کے شخص کو پورے ساٹھ سال کا شخص بنایا جاسکے لیکن اس امر کا مکمل امکان ہے کہ ساٹھ سال کے شخص کو نوے سال والی بیماریوں کے نقصان سے بچایا جاسکے۔ ☆ ۳۴۲

پروفیسر ائنگر نے اپنی ایک گفتگو کے دوران کہا کہ نوجوان نسل ایک روز اس حقیقت سے آشنا ہوجائے گی کہ انسان کے ناقابل فنا اور جاوداں ہونے کو اس طرح تسلیم کرلے جس طرح آج کل کے لوگوں نے فضائی سفر کو تسلیم کر لیا ہے۔ میرے خیال میں طریق کار کی ترقی اور اس کام کے نتیجے میں جو ہم نے شروع کیا ہے، انسان آئندہ صدی میں کم از کم اس قابل ہوجائے گا کہ ہزاروں سال زندہ رہ سکے۔ ☆ ۳۴۳

ایک روسی کتاب کا خلاصہ

مشہور روسی عالم مچنیکوف کے خیال کے مطابق عمر طویل انسان کی قدیم زمانے سے ایک بڑی خواہش ہے۔ لیکن اب تک عملی طور پر عمر میں اضافہ کا کوئی قطعی طریقہ معلوم نہیں ہوا ظاہر ہے کہ موت عمر طبعی کی انتہا ہوتی ہے اور کسی زندہ وجود کو اس سے فرار نہیں ہے۔

(۱) ضعیفی کا سبب

بدن انسانی اربوں خلیات سے بنا ہوا ہے۔ یہ خلیات ایک خاص وقت پر بوڑھے ہوجاتے ہیں۔ اس حالت میں یہ خلئے بمشکل اس قابل ہوتے ہیں کہ اپنی حیاتی

ضرورتوں کو پورا کر سکیں۔ ان کے بڑھنے کی رفتار میں فرق آجاتا ہے اس کے بعد یہ مرجاتے ہیں۔ وہ خلئے جن کا تعلق اعصاب سے یا پٹھوں سے ہو اور وہ مردہ ہوں رفتہ رفتہ زیادہ ہوجاتے ہیں اور کسی عضو کی بافتوں میں سخت شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اس سختی کے باعث پٹھے اور مچھلیاں سیلوں کی زیادتی کی بنا پر اس مرض میں مبتلا ہوجاتے ہیں جسے انگریزی میں (تحجر) Soclerose کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر دل کا رگوں کا اور پٹھوں کا سخت ہوجانا۔

ایلیا مچنیکوف مشہور روسی طبیب اور ماہر اعضائے بدن کا خیال تھا کہ یہ مظہر ترکسین کے زہروں کا نتیجہ ہے جو مائیکروب کے ذریعہ انسانی آنتوں میں پیدا ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ زندہ بافتوں کو زہر کا نشانہ بناتے ہیں۔

پاولوف کا خیال تھا کہ اعصاب کا سلسلہ علی الخصوص مغز کا بیرونی فشار ضعیفی کے معاملے میں بنیادی نقش کی حیثیت رکھتا ہے۔ روحانی اثرات غصہ، دل کی تنگی، مایوسی اور وحشت، بدن کے اعصابی سلسلے کو کہنہ اور کمزور کرتے ہیں۔ یہ اعصابی کہنگی ایسی بیماریاں پیدا کرتی ہے جو اپنے پیچھے بڑھاپے اور موت لاتی ہیں۔ ابدی زندگی کا تصور خیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا لیکن عمر انسانی کے طول میں اضافہ اور بڑھاپے پر غلبہ پانا عملی طور پر ممکن شمار ہوتا ہے۔

(۲) ضعیفی اور موت کے جاننے کا علم

تقریباً" تین سو سال پہلے حیات شناسی کی ایک نئی شاخ کا ضعف شناسی کے نام سے اضافہ ہوا ہے اس علم کا مقصد یہ ہے کہ ضعیفی کے قوانین کی عملی شناخت کی جائے اس کا مطالعہ کیا جائے اور بڑھاپے پر غلبہ حاصل کرنے کے معاملے کو سمجھا جائے یہ علم ایک دوسرے علم کے ساتھ نزدیکی تعلق رکھتا ہے۔ جس کو مرگ شناسی کہتے ہیں۔ موت سے تعلق رکھنے والے قوانین کا مطالعہ اور ان کا جاننا اور سمجھنا اور موت کو ممکن حد تک پیچھے دھکیلنا ایسے مسائل ہیں کہ جو اس جدید علم کے دائرہ کار

میں آتے ہیں۔ اہل علم کی نظر میں موت ہمیشہ سلسلہ زندگی کے تسلسل میں اختلال کے نتیجے میں واقع ہوتی ہے اس صورت میں زندگی کے اختتام کو جسمانی موت کہا جاتا ہے۔اہل علم کی کوشش یہ ہے کہ مدت عمر میں اضافہ کے لئے منطقی اور طبعی حد کے اندر کوئی راستہ معلوم کریں۔ اہل علم کی نظر میں زندگی کی حد فرق رکھتی ہے ۔ پاولوف انسانی عمر کی حد سو سال جانتا تھا۔ مچنیکوف اس کو ایک سو پچاس سال سے لے کر ایک سو ساٹھ سال بتاتا تھا۔ مشہور جرمن عالم و طبیب جس کا نام گوفلاند تھا اس کا نقطہ نظر تھا کہ انسانی زندگی کی قدرتی حدود دو سو سال ہے۔ انیسویں صدی کا مشہور ماہر علم الابدان فیلوگل اس کو چھ سو سال بتاتا تھا اور روجر بیکن (انگریز) اس کو ایک ہزار سال تک سمجھتا تھا لیکن ان عالموں اور ماہروں میں سے کسی نے بھی اپنے نظریہ کے ثبوت میں کوئی اطمینان بخش دلیل فراہم نہیں کی ہے۔

(۳) فرانس کے بوفون کا مفروضہ

بوفون جو فرانس کا مشہور ماہر طبیعات تھا اس کے نظریئے کے مطابق ہر جاندار کی زندگی اس کی مدت بلوغ سے پانچ گنا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر شترمرغ کی مدت بلوغ آٹھ سال تک ہے اور اس کی اوسط عمر چالیس سال ہے۔ گھوڑے کی مدت بلوغ دو سال ہے اور اس کی اوسط عمر پندرہ بیس سال کی ہے۔ بوفون اس سے یہ نتیجہ نکالتا تھا کہ انسان کی اوسط عمر سو سال ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ انسان کی مدت بلوغ بیس سال ہے۔ لیکن بوفون کے موقف میں مستثنیات بہت ہیں اس لئے اس کا یہ فارمولا فراموش کر دیا گیا۔ مثال کے طور پر بھیڑ کی مدت بلوغ پانچ سال ہے لیکن وہ دس پندرہ سال تک زندہ رہتی ہے۔ طوطے کی مدت بلوغ دو سال ہے لیکن وہ سو سال تک زندہ رہتا ہے۔ شترمرغ تین سال میں بلوغ حاصل کرتا ہے لیکن وہ تیس چالیس سال تک زندہ رہتا ہے۔ ماہرین ابھی تک انسان کی طبیعی زندگی کی قطعی حد معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی غالب اکثریت کا یہ نظریہ ہے کہ ان حادثوں اور

رکاوٹوں کو دور کرنے سے جو عمر کے کم ہونے کا سبب بنتی ہیں انسانی زندگی کو دو سو سال تک طویل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ علمی نظریہ ابھی تک صرف ایک نظریہ ہی ہے۔ اس صورت حال میں اسے غیر حقیقی اور توہم پر مبنی بھی نہیں بتایا جا سکتا۔

(۴) انسان کی اوسط عمر

قدیم یونان میں انسان کی عمر طبعی انتیس سال تھی اور قدیم روم میں اس سے کچھ کم و بیش تھی۔ سولہویں صدی کے یورپ میں انسان کی طبعی عمر اکیس سال تھی۔ اور اٹھارہویں صدی میں چھبیس ۲۶ سال تھی۔ انیسویں صدی میں چونتیس ۳۴ سال اور بیسویں صدی کی ابتدا میں یہ ہندسہ ایک دم پینتالیس ۴۵ سے پچاس سال تک پہنچ گیا۔ مندرجہ بالا اندازوں کا تعلق براعظم یورپ سے ہے۔ موجودہ دنیا میں متناسب عمر میں عمدہ اضافے کی دلیل بچوں کی شرح اموات میں کمی ہے لیکن گزشتہ اور پس ماندہ مملکتوں میں اس اعتبار سے زیادہ فرق ہے مثال کے طور پر روس کے وسط میں اوسط عمر اکہتر ۷۱ سال ہے اور ہندوستان میں اکتیس سال سے کم ہے۔ حیوانوں کے درمیان انسانوں کی اوسط عمر کچھ زیادہ نہیں ہے۔ انسان کی متناسب عمر (۶۰ تا ۸۰ سال) کا تمام حیوانات کے ساتھ تخمینہ لگانے کے لئے درج ذیل فہرست پر توجہ کیجئے۔

بطخ	۳۰۰ سال	ماہی گول	۱۵۰ سال
کچھوا	۱۷۰ سال	مینڈک (قورباغہ)	۱۶ سال
مینڈک (وزغ)	۳۶ سال	طوطی	۹۰ سال
کوا	۷۰ سال	غازوحشی	۸۰ سال
عقاب	۱۰۴ سال	جالاقان پرندہ کی ایک قسم	۱۱۸ سال
گھوڑا	۲۰-۳۰ سال	شاہین	۱۶۲ سال
بھیڑ	۱۲-۱۴ سال	گائے	۲۵-۳۰ سال
کتا	۱۶-۲۲ سال	بکری	۱۸-۲۷ سال

بلی	۱۰-۱۲ سال

انسان حیوانات میں سب سے زیادہ مکمل اور ترقی یافتہ وجود رکھتا ہے لیکن اس حساب سے جس طرح فہرست میں درج ہے بہت سے حیوانوں سے پست اور کمتر ہے۔

(۵) روسی عالم مچنیکوف کا نقطہ نظر

لیکن اگر ہم ایلیا **مچنیکوف** کے نقطہ نظر کا باریک بینی سے مطالعہ کریں تو چند جانوروں کے مقابلہ میں انسان کی متناسب عمر کے واضح اختلاف کا سبب نمایاں ہوجاتا ہے۔ **مچنیکوف** بڑھاپے اور قبل از وقت موت کو بدن انسانی کی بافتوں اور سیلوں کی وہ مسمومیت بتاتا ہے جو آنتوں کے جراثیم سے مترشح ہوتی ہے۔ جاننا چاہئے کہ کشادہ آنت بدن انسانی کے دوسرے حصے کی بہ نسبت جراثیم کی زیادہ آماجگاہ ہوتی ہے۔

روزانہ اندازاً ۱۳۰ کھرب جراثیم اس جگہ پیدا ہوتے ہیں آنت کے اکثر جراثیم جسم انسانی کو نقصان نہیں پہنچاتے لیکن ان میں سے بعض زہریلے ہوتے ہیں۔ وہ جسم کو اندر ہی اندر اس سمیت کے ذریعہ جو وہ پیدا کرتے ہیں مسموم کردیتے ہیں۔

احتمال اس بات کا ہے کہ بدن کے کار آمد سیل اور بافتیں اس سمیت سے متاثر ہو کر انسان کو جلد بوڑھا کر دیتی ہیں۔ مندرجہ بالا فہرست پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مچھلیاں، رینگنے والے جانور اور پرندے، پستان رکھنے والے جانوروں سے زیادہ دیر تک زندہ رہتے ہیں۔ ان جانوروں کی کشادہ آنت نہیں ہوتی اور اگر ہو بھی تو ان کا دور بلوغ بہت کم ہوتا ہے۔ پرندوں میں صرف شتر مرغ کی بڑی پھیلی ہوئی اور وسیع آنت ہوتی ہے اور جس طرح فہرست میں نظر آتا ہے اس کی عمر کم ہے اور وہ تیس چالیس سال سے زیادہ زندہ نہیں رہتا۔ ان سب میں سے جگالی کرنے والے جانور سب سے کم زندگی کے مالک ہیں۔ اس کا سبب شاید ان میں کشادہ آنت کے پھیلاؤ کا زیادہ ہونا اور ان کا دور رشد ہے۔ چمگادڑ کی کشادہ آنت بھی چھوٹی ہوتی ہے اور اس کا طول عمر دوسرے کرم خوروں سے زیادہ ہے جو مدت بلوغ کے اعتبار سے چمگادڑ ہی کی طرح

ہیں۔ خیال یہی ہے کہ انسانی زندگی میں کشادہ آنت اور طول عمر طے شدہ طور پر دخل رکھتے ہیں۔ لیکن ان کی اہمیت اتنی ہے جو میچنیکوف نے ظاہر کی ہے۔ بعض افراد عمل جراحی کے بعد کشادہ آنت نکلوا کر مدت مدید تک زندہ رہے ہیں۔ اس عضو کا وجود' انسانی بدن کے لئے مسلمہ طور پر ضروری نہیں ہے لیکن ایسے افراد بھی ہیں جنہوں نے کشادہ آنت کے ہوتے ہوئے بھی طویل عمر بسر کی ہے۔ ایسے افراد ضعیفی پر تحقیق کرنے والے علما و ماہرین کا عنوان تحقیق ہونے چاہئیں۔

(۶) آئندہ کے لئے انسان کی عمر زیادہ ہوگی

وہ لوگ جن کی عمر ۱۵۰ سال سے زیادہ ہوتی ہے وہ دنیا میں منفرد ہیں اور معدودے چند ہیں۔ ان میں سے کچھ افراد جن کا نام کتابوں میں آیا ہے ذیل کی ترتیب کے مطابق ہیں۔ ۱۷۲۴ء میں ایک دہقان نے ۱۸۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ مذکورہ شخص اپنی زندگی کے آخری دن تک جوانوں کی طرح کام کرتا تھا۔ ایک اور شخص جان راول نے ۱۷۰ سال عمر پائی۔ انہی دنوں میں اس کا ایک ہم عصر ۱۶۴ سال کا تھا۔ ان دونوں نے ۱۳۰ سال تک ایک ساتھ زندگی گزاری۔ ایک البانی جس کا نام خودہ تھا وہ ۱۷۰ سال تک زندہ رہا۔ مرنے کے وقت اس کے دو سو کے قریب بیٹے' بہویں' پوتے' پروتے اور پڑپوتے وغیرہ تھے۔ چند سال پہلے اخبار میں خبر چھپی کہ جنوبی امریکہ میں ایک ۲۰۷ سال کے شخص کا انتقال ہوا ہے۔

ایسے افراد کی تعداد جو عمر کے اعتبار سے دوسری صدی میں داخل ہو چکے ہیں ۳۰ ہزار کے قریب ہے۔ اب روسی علما و ماہرین اسباب پیری اور طول عمر کا راز معلوم کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ یہ طے شدہ ہے کہ آئندہ دنیا میں علم انسانی بڑھاپے کو مغلوب کرلے گا۔ اس بنا پر آئندہ کاانسان اپنے اجداد کی بہ نسبت زیادہ عمر کا مالک ہوگا۔ ☆ ۳۴۴

موت کے سبب کا ایک غیر معروف مفروضہ

آخر میں آپ کا یہ جان لینا مناسب ہوگا کہ موت روح اور بدن کے افتراق سے عبارت ہے لیکن دوسرا موضوع بحث کے قابل ہے کہ کیا بدن اور اس کی بیماریاں روح کی مفارقت کا اصل سبب ہیں۔ اور یہ بدن ہے جو موت کے اسباب فراہم کرتا ہے یا یہ کہ روح موت کا اصل سبب ہے اور یہ وہ ہے کہ جو سفر کے ارادہ کے وقت بدن کو خیر باد کہنا شروع کر دیتی ہے جس کے نتیجے میں اسے بڑھاپا اور مختلف قسم کے امراض لاحق ہوجاتے ہیں۔ اکثر علما و ماہرین و اطبا پہلے نظریہ کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ جس وقت جسم کی حرارت غریزی ختم ہوجاتی ہے'مزاج کا نظام عمومی درہم برہم ہوجاتا ہے اس کے آلات و قویٰ اپنا فرض انجام دینے کے سلسلہ میں کمزور ہوجاتے ہیں بدن کے اعضائے رئیسہ فرسودہ ہوجاتے ہیں اور باقی رہنے کی صلاحیت گنوا بیٹھتے ہیں۔ جب اس کہنہ و فرسودہ مرکب کی زندگی کے انتظام و انصرام سے روح عاجز ہوجاتی ہے تو مجبوراً" راہ افتراق اختیار کر لیتی ہے اور اس طرح موت واقع ہوجاتی ہے۔

روح نے سفر کا ارادہ کیا تو میں نے کہا کہ مت جا اس نے کہا کیا کروں مکان سر پر گر رہا ہے لیکن اس گروہ کے بالمقابل اسلام کے فلسفی عظیم مرحوم ملا صدرا نے دوسرا نظریہ پیش کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے وہ "اسفار" نامی کتاب میں تحریر کرتے ہیں' جسم کی نگہداشت کا فرض روح پر عائد ہے۔ یہ وہی ہے جو اپنی خواہش سے جسم کے نظام کو اس وقت تک چلاتی رہتی ہے جب بدن کی اس کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہ اس کی حفاظت کی بہت زیادہ کوشش کرتی ہے اور پوری پوری نگہداشت کرتی ہے لیکن جب زیادہ استقلال حاصل کرلیتی ہے اور جسم کی ضرورت اسے کم رہ جاتی ہے تو اس سے اس کا تعلق کم رہ جاتا ہے اور وہ جسم کی زیادہ پرواہ نہیں کرتی۔ اس کے نتیجے کے طور پر کمزوری سستی اور اختلال پیدا ہوتے ہیں اور کہنگی اور بڑھاپا آن موجود ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ بدن کے انتظام و انصرام سے مکمل طور پر جدا ہوجاتی ہے اور اس طرح طبعی موت واقع ہوجاتی ہے۔

اب دوستوں کو اس طرح توجہ کرنی چاہئے کہ اگر دوسرا نظریہ ثابت ہوجائے اور یہ طے ہوجائے کہ موت کا اختیار روح کے ہاتھ میں ہے تو حضرت صاحب الامرؑ کی طوالت عمر کی راہ ہموار ہوجاتی ہے اور یہ کہاجا سکتا ہے کہ آنجناب کی روح چونکہ یہ محسوس کرتی ہے کہ ان کا وجود اصلاح عالم اور جہان انسانیت کے لئے لازمی و ضروری ہے تو وہ ہمیشہ ان کے جسم کی حفاظت میں منہمک رہتی ہے اور اپنی جوانی اور شگفتگی برقرار رکھتی ہے۔

آخر میں ضروری ہے کہ میں یہ یاد دلا دوں کہ میں اس وقت اس مقصد کا ثبوت بہم پہنچانے کی فکر میں نہیں ہوں نہ اس کا دفاع کرنا چاہتا ہوں۔ فی الحال اس کو ایک غیر معروف مفروضہ کے طور پر پیش کر رہا ہوں اور تصدیق کرتا ہوں کہ یہ ایک غیر مانوس اور نیا مفہوم ہے لیکن ہمیں ابھی جلدی نہیں کرنی چاہئے اور سطحی اور ابتدائی نظر سے اس کو غلط قرار نہیں دینا چاہئے۔ اس کے بارے میں محتاط فیصلہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ روح کی حقیقت اور اس کی بدن میں اثر کی مقدار اور اس کی تاثیر کرنے اور اثر پذیر ہونے کی اور تعلق کی کیفیت کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ اور یہ معاملہ بہت مشکل ہے کہ جو ایک طویل، روحانی، فلسفیانہ اور مفصل سلسلہ بحث کا متقاضی ہے اور علم الابدان کے ایک عمیق اور وسیع سلسلہ تجربات کا طلبگار ہے۔ ابھی انسانی معلومات اس حد تک بہم نہیں ہوئیں ہیں کہ وہ اس سلسلہ میں کوئی اہم فیصلہ کر سکیں۔ روح کی معرفت اور شناخت کی تحقیق ابھی ابتدائی مرحلے طے کر رہی ہے۔ اگر علم کی توجہ آدمی کے جسم اور روح کی طرف ہوگئی ہوتی تو آج ہماری دنیا کی حالت کچھ اور ہوتی۔ ڈاکٹر "الکسس کارل" اپنی کتاب "موجودہ نہ پہچانا ہوا انسان" میں تحریر کرتا ہے کہ ہم اپنے وجود کی ساخت کے بارے میں ناقص معلومات کے علاوہ اور کچھ نہیں رکھتے۔ اگر گلیلیو نیوٹن اور لوازیہ Lovoisiew اور انہی جیسے افراد اپنی فکر کی طاقت آدمی کے جسم و روح کے مسئلہ پر صرف کر کے تحقیق کرتے تو ہماری آج کل کی دنیا کا احوال نسبتاً بہتر ہوتا۔

نتیجہ

ہوشیار: مذکورہ مطالب سے درج ذیل نکات حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ انسانی عمر کی کوئی معین و مقرر حد نہیں ہے کہ اس حد سے تجاوز غیر ممکن ہو۔ علما و ماہرین میں سے کسی نے اب تک یہ نہیں کہا کہ اتنی مدت آخری ہے جس کے حصول میں انسان کامیاب ہوجائے گا اور اس کے بعد اسے موت آجائے گی بلکہ مشرق و مغرب کے جدید و قدیم ماہرین کے ایک گروہ نے وضاحت کی ہے کہ انسانی عمر کی کوئی حد نہیں ہے اور مستقبل میں انسان موت پر غلبہ پا سکتا ہے یا مدت دراز تک اس کو دور رکھ سکتا ہے اور بہت طویل عمر کے حصول میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ یہی علمی امکان اور کامیابی کی امید ہے جس نے ماہرین و علما کو تلاش و کوشش میں مصروف رکھا ہوا ہے کہ وہ رات دن تحقیق و تجربات میں مشغول ہیں۔ اور اس سلسلہ میں جو اکثر تجربات ہوئے ہیں وہ کامیابی کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔ یہ تجربات ثابت کرتے ہیں کہ موت بھی دوسری تمام بیماریوں کی طرح علتوں کا معلول ہے اور وہ فطری اسباب میں سے ہے کہ اگر ان کو سمجھ لیا جائے اور ان کے اثرانداز ہونے کا راستہ روک دیا جائے تو اسے موخر کیا جا سکتا ہے اور انسان کو بہت زیادہ طویل مدت تک اس خطرناک وجود سے نجات دلائی جا سکتی ہے۔

جس طرح علم و دانش نے اب تک بہت سی بیماریوں کے اسباب و عوامل کو معلوم کر لیا ہے اور ان کے اثرات کی روک تھام کر دی ہے ممکن ہے کہ وہ مستقبل قریب میں زیادہ کامیاب ہوجائیں اور موت کے اسباب و علل کو معلوم کر لیں اور اس کے اثر انداز ہونے کا سدباب کر دیں۔

۲۔ زندہ موجودات یعنی انسان، حیوان اور نباتات کے درمیان ایسے افراد دیکھے گئے ہیں جو باقی تمام افراد سے ممتاز ہوکر طویل زندگی گزار کر گئے ہیں۔ ایسے افراد کا وجود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس نوع کے افراد کے لئے ایسی کوئی حد نہیں ہے

جو خلاف ورزی کو قبول نہ کرے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اکثر انسان سو سال سے پہلے مر جاتے ہیں لیکن ہمارا اتنی مقدار علم پر رضا مند ہوجانا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ سو سال سے آگے بڑھنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اس لئے کافی افراد ایسے دیکھے گئے ہیں جن کی سو سال سے زیادہ عمر ہوئی ہے۔ ڈیڑھ سو سال کے' ایک سو اسی سال کے' دو سو سال کے اور ڈھائی سو سال کے انسانوں کا وجود اس امر کی ایک واضح دلیل ہے کہ انسان کی عمر کی کوئی معین حد نہیں ہے۔ اس لئے کیا فرق پڑتا ہے کہ انسان دو سو سال زندہ رہے یا دو ہزار سال زندہ رہے۔ دونوں صورتیں غیر معروف و غیر مانوس ہیں۔

۳۔ بڑھاپا کوئی ایسی بیماری نہیں ہے جس کا سد باب نہ کیا جا سکے بلکہ وہ ایک ایسی بیماری ہے جو قابل علاج ہے۔ جس طرح علم طب ابھی تک سینکڑوں بیماریوں کے اسباب و عوامل کو معلوم نہیں کر سکا ہے۔ اور ان کی روک تھام اور علاج کے لئے اس نے انسان کے واسطے کوئی اہتمام نہیں کیا ہے۔ وہ مستقبل میں اس میں کامیابی حاصل کر لے گا کہ بڑھاپے کے اسباب و عوامل کو معلوم کر لے اور اس کی روک تھام کرے اور اس کا علاج انسان کے اختیار میں دے دے۔ علما و ماہرین کا ایک گروہ اکسیر جوانی کی تلاش میں ہے اور انتھک کوششوں اور کاوشوں کے ساتھ تحقیق و تجربات میں مصروف ہے اور اس کی زحمتیں اور تجربے کامیابی کا پہلو اس حد تک لئے ہوئے ہیں کہ یہ پیش بینی کی جا سکتی ہے کہ انسان مستقبل قریب میں فرسودگی و کہنگی اور بڑھاپے کے اسباب و عوامل پر غلبہ حاصل کر لے گا اور اس عام بیماری کی روک تھام اور سدباب کا راستہ دریافت کر لے گا۔ اس صورت میں یہ ممکن ہو جائے گا کہ انسان بہت زیادہ طویل مدت تک اپنی جوانی اور شگفتگی کی نگہداشت کر سکے گا۔

مذکورہ مطالب اور علما و ماہرین کے اعتراف پر توجہ کرنے سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی جسمانی ترکیب کے اعتبار سے درجہ کمال پر فائز ہو' اس کے اعضائے رئیسہ دل و دماغ' معدہ' جگر' گردہ اور اعصاب وغیرہ سب طاقتور اور

ثابت و سالم ہوں' وہ حفظان صحت کے اصولوں سے واقف ہو اور ان کا خیال رکھے' غذاؤں اور مشروبات کے خواص و اثرات بھی اس کی نگاہ میں ہوں' ان میں سے مفید سے وہ فائدہ اٹھائے اور مضرت رساں سے دامن بچائے' تمام جراثیم اور ان کی پیدائش کے اسباب سے واقف ہو' امراض بالخصوص بڑھاپے اور موت سے بچنے کے طریقوں سے روشناس ہو' سمیت رکھنے والی چیزوں اور ان کے نقصان سے مکمل طور پر واقف ہو اور ان سے پرہیز کریں' بدن کی اہم ضروریات غذا' مختلف اقسام کے وٹامن وغیرہ کا اہتمام رکھے' ماں باپ اور آباء و اجداد سے وراثت میں اس نے امراض بھی نہ پائے ہوں' خراب و اخلاق اور روح کی پریشانی جو اعصاب و دماغ کی کہنگی و فرسودگی کا سبب ہیں ان سے مبرا و منزہ ہو' تمام نیک اخلاق جو جسم و روح دونوں کے لئے باعث آرام ہیں وہ اس میں موجود ہیں اور ان کے علاوہ اس کے جسم کی ترکیب و ترتیب کی مدبر ایسی روح ہو جو انسان کے کمال بلندی پر فائز ہو' ایسا فرد یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ اپنی نوع کے معروف افراد کی عمر سے کئی گنی زیادہ عمر تک بلکہ ہزاروں سال تک زندہ رہے۔ علم و دانش نہ صرف اس عمر طویل کو محل نہیں سمجھتی بلکہ اس کے امکان کو ثابت کرتے ہیں۔

اس بنا پر امام زمانہؑ کی طویل اور غیر معروف عمر کو ایک ایسا عقدہ نہیں سمجھنا چاہئے جس کا کوئی حل نہ ہو اور وہ محالات میں سے ہو بلکہ علم و دانش زیادہ طویل عمر کو جوانی اور شگفتگی کی حفاظت کی معیت میں ایک مکمل طور پر ممکن امر سمجھتے ہیں۔ اگر کسی شخص کا وجود تمام دنیا کے لئے ضروری ہو اور یہ لازمی ہو کہ اس کی بہت زیادہ طویل عمر ہو تو خدائے قادر میں یہ طاقت ہے کہ وہ کارخانہ حیات اور دنیا کے سلسلہ علل و معلومات کو اس طرح منظم کر دے کہ ایسا مرد کامل ضروری علوم و معلومات سے بہرہ ور ہو جائے۔

ڈاکٹر: مذکورہ مطالب نے فقط ایسے مرد ممتاز کے امکان کو ثابت کیا ہے لیکن یہ کب بتایا ہے کہ اس کا وجود بھی ہے۔

ہوشیار: اس سے پہلے نقلی اور عقلی دلیلوں سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ امامؑ کا وجود نوع انسانی کی بقا کے لئے ضروری و لازمی ہے اور کثیر احادیث کے تقاضوں کے مطابق اماموں کی تعداد بارہ سے زیادہ نہیں ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ بارہویں امام مہدی موعودؑ حضرت امام حسن عسکریؑ کے براہ راست فرزند ہیں جو بطن مادر سے پیدا ہو چکے ہیں اور اب حالت غیبت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور اس عنوان پر ہم تک سینکڑوں حدیثیں پہنچی ہیں ایسی صورت میں مطالب مذکور اور ماہرین فن کی تائید کے ذریعہ ہم نے یہ چاہا کہ ایسی غیر معروف عمر کے امکان کو پایہ ثبوت تک پہنچائیں۔

تاریخ کے طویل العمر افراد

انجینئر: یہ کس طرح ہوا کہ کارخانہ تخلیق نے امام زمانہؑ ہی کو اتنی طویل عمر عطا کی؟ ایسی اور مثالیں بالکل مفقود ہیں۔

ہوشیار: حسن اتفاق سے دنیا میں ایسے افراد نہ صرف کمیاب تھے بلکہ کمیاب ہیں۔ ان میں سے ایک تو حضرت نوحؑ کی مثال ہے۔ بعض مورخین ان کی عمر ڈھائی ہزار سال بتاتے ہیں۔ توریت میں ان کی عمر ۹۵۰ سال ہے۔ اور قرآن کریم بڑی وضاحت سے بتاتا ہے کہ وہ ۹۵۰ سال تک اپنی قوم کے درمیان تبلیغ و ترویج دین میں مصروف رہے۔ سورہ عنکبوت میں پروردگار عالم فرماتا ہے: ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ ان کے درمیان ۹۵۰ سال تک رہے۔ پس طوفان نے ان کی قوم کو گھیر لیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھی۔ ☆ ۳۴۵ ہم اگر مورخین کی بات کو تسلیم نہ کریں تو قرآن کی صحت میں تو کوئی شک کر ہی نہیں سکتے اور اس آسمانی کتاب نے حضرت نوحؑ کی دعوت فکر کے زمانہ کو ۹۵۰ سال بتایا ہے اور یہ عمر مکمل طور پر غیر معمولی ہے۔

انجینئر: میں نے سنا ہے کہ یہ آیت متشابہات میں سے ہے۔

ہوشیار: یہ آیت متشابہات میں سے کیوں کر ہے؟ آیا مفہوم و معنی کے اعتبار سے

اس میں ابہام ہے؟ وہ شخص جس کو عربی گرامر اور لغت کا تھوڑا سا بھی شعور ہو وہ اس آیت کی تفسیر سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ اگر یہ آیت متشابہات میں سے ہو تو پھر قرآن مجید کی کوئی آیت محکم نہیں رہتی۔ میں ایسے افراد کے کلام کے لئے کوئی الجھن پیدا نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ یہ کیا جائے کہ یہ اصل قرآن کے منکر ہو گئے ہیں لیکن اس کے اظہار سے انہیں پریشانی لاحق ہوتی ہے۔

مسعودی نے طویل العمر افراد کی ایک تعداد کے نام اپنی کتاب میں تحریر کئے ہیں اور ان کے مقابل ان کی عمریں درج کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

آدمؑ ۹۳۰ سال، شیثؑ ۹۱۲ سال، انوشؑ ۹۶۰ سال، قینانؑ ۹۲۰ سال، ملائل ۷۰۰ سال، لوطؑ ۷۳۲ سال، ادریسؑ ۳۰۰ سال، متوشالحؑ ۹۶۰ سال، مکائیلؑ ۷۹۰ سال، نوحؑ ۹۵۰ سال، ابراہیمؑ ۱۹۵ سال، کیومرث ۱۰۰۰ سال، جمشید ۶۰۰ یا ۹۰۰ سال، عمر ابن عامر ۸۰۰، عاد ۱۲۰۰ سال۔ ☆ ۳۴۶

اگر آپ تاریخ و حدیث کی کتابوں سے رجوع کریں تو آپ اسی قسم کے افراد زیادہ دیکھیں گے۔ لیکن یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ ان طویل عمروں کا مدرک و ماخذ یا توریت ہے یا اس کی تاریخیں ہیں جن کا حال اہل تحقیق سے مخفی نہیں ہے۔ یا یہ حدیثیں ایسی ہیں جن کا راوی ایک مرکب ہے۔ جن پر یقین کرنا مفید نہیں ہے یا پھر غیر معتبر تاریخیں ہیں جو بہر حال مبالغہ وغیرہ سے خالی نہیں ہیں۔ اور چونکہ ان کی صحت مجھ پر واضح نہ تھی اس لئے میں بحث و استدلال کے سلسلہ میں ان سے استفادہ کرنے سے احتراز کر رہا ہوں اور دلیل قائم کرنے کے سلسلہ میں حضرت نوحؑ کی عمر طویل ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر آپ کو تحقیق و تفصیل کی خواہش ہے تو آپ **"المعمرون والوصایا"** جو ابی حاتم سجستانی کی تالیف ہے اور "آثار الباقیہ" جو ابو ریحان البیرونی کی تالیف ہے ان سے اور دوسری کتب تاریخ سے رجوع فرما سکتے ہیں۔

امام زمانہؑ کا مسکن

فہیمی: غیبت کے زمانہ میں امام عصرؑ کا مسکن کہاں ہے؟

ہوشیار: آنجنابؑ کا مسکن معین نہیں ہوا ہے اور ممکن ہے کہ ان کا کوئی معین مسکن نہ ہو اور وہ غیر معروف کی حیثیت سے لوگوں کے درمیان آمد و رفت رکھتے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے دور افتادہ علاقوں کو زندگی گزارنے کے لئے منتخب کیا ہو۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ وہ حج کے زمانہ میں تشریف لاتے ہیں اور اعمال حج میں شرکت کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کو پہچانتے ہیں لیکن لوگ ان کو نہیں پہچانتے۔ ☆ ۳۴۷

فہیمی: میں نے سنا ہے کہ شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ امام زمانہؑ شہر سامرہ میں اسی سرداب میں جو آپ سے منسوب ہے اور محل زیارت ہے وہ وہیں غائب ہوئے ہیں اور اس جگہ زندگی گزار رہے ہیں نیز اسی مقام سے ظہور فرمائیں گے اگر وہ اسی سرداب میں ہیں تو نظر کیوں نہیں آتے' ان کے لئے غذا کون لے جاتا ہے اور وہاں سے برآمد کیوں نہیں ہوتے۔ ایک عرب شاعر نے اس موضوع پر اشعار کہے ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ کیا وہ وقت نہیں آیا کہ سرداب اس چیز کو باہر نکالے۔ جسے تم اپنے گمان میں انسان سمجھتے ہو۔ تمہاری عقلوں پر خاک پڑے کہ عنقا اور غول بیابانی کا تم نے توہم کر لیا ہے۔

ہوشیار: یہ سفید جھوٹ ہے اور دشمنی کی وجہ سے کہا گیا ہے اور شیعوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ کسی روایت میں نہیں کہا گیا کہ بارہویں امامؑ سرداب میں زندگی گزاریں گے اور وہیں سے ظہور فرمائیں گے۔ شیعہ علما میں کسی ایک نے بھی ان مفہوم میں کوئی بات نہیں کی بلکہ احادیث سے ثابت ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان آمدورفت رکھتے ہیں۔ امام جعفر صادقؑ سے سدیر صیرفی روایت کرتے ہیں کہ صاحب الامرؑ حضرت یوسفؑ سے اس لئے مشابہ ہیں کہ یوسفؑ کے بھائی عقلمند ہونے کے باوجود اور پہلے ان کے ساتھ رہ چکنے کے باوصف جس وقت ان کے پاس پہنچے تو جب

تک اپنا تعارف انہوں نے خود نہیں کرایا انہوں نے ان کو نہیں پہچانا۔ اور اس کے باوجود کہ یعقوبؑ اور یوسفؑ کے درمیان اٹھارہ روز سے زیادہ سفر کا فاصلہ نہ تھا یعقوبؑ کو ان کی کوئی اطلاع نہ تھی پس اگر یہی عمل خدا حضرت حجتؑ کے بارے میں انجام دے تو یہ لوگ اس کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ وہ حضرت لوگوں کے درمیان رہتے ہیں ان کے بازاروں میں راستہ چلتے ہیں اور ان کے فرش پر قدم رکھتے ہیں لیکن لوگ ان کو نہیں پہچانتے اور وہ اسی طرح زندگی گزاریں گے تاوقتیکہ خدا ان کو اجازت عطا کرے کہ وہ خود کو پہچنوائیں۔ ☆ ۳۴۸

اولاد امامؑ کی سلطنتوں کی داستان

جلالی: میں نے سنا ہے کہ امام زمانہؑ کے بہت سے فرزند ہیں جو بڑے اور آباد ممالک میں رہائش پذیر ہیں۔ ان ملکوں کے نام یہ ہیں' ظاہرہ' رائقہ' صافیہ' ظلوم اور عناطیس۔ اور جناب کے پانچ فرزند جن کے یہ نام ہیں طاہر' قاسم' ابراھیم' عبدالرحمن اور ہاشم وہ ان ملکوں پر حکومت کرتے ہیں۔ ان ملکوں کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ ان کی آب و ہوا اور وہاں کی نعمتیں جنت کی نعمتوں اور آب و ہوا کا نمونہ ہیں۔ وہاں صلح کل کا ماحول ہے۔ بھیڑیا اور بھیڑ ایک جگہ زندگی گزارتے ہیں' درندوں کو انسانوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اس مقام کے رہنے والے صالح ہیں اور وہ شیعہ ہیں جنہوں نے مکتب امامؑ میں تربیت پائی ہے۔ فساد اور گڑبڑ کا وہاں نام و نشاں تک نہیں ہے اور خود امام زمانہؑ بھی کبھی کبھی ان ممالک کو دیکھنے جاتے ہیں اور اسی قسم کی سینکڑوں پر لطف باتیں ہیں۔

ہوشیار: ان غیر معروف سلطنتوں کے واقعات محض ایک فسانہ ہیں اس کا ماخذ ایک حکایت ہے جو کتاب "**حدیقتہ الشیعہ**" "**انور نعمانیه**" اور **جنت الماوی**" سے نقل کی گئی ہے۔ ہم بات کو واضح کرنے کے لئے اس داستان کی سند کے تذکرہ پر مجبور ہیں۔ یہ داستان اس طرح بیان ہوئی ہے۔ علی ابن فتح اللہ کاشانی کہتا

ہے محمد ابن علی بن حسین علوی نے اپنی کتاب میں سعید ابن احمد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ حمزہ بن مسیب نے آٹھ ماہ شعبان ۵۴۴ ہجری کو مجھے یہ بات سنائی کہ عثمان بن الباقی نے سات جمادی الثانی ۵۴۳ ہجری کو اس سے کہا کہ احمد بن محمد بن یحییٰ انباری نے مجھے دس ماہ رمضان ۵۴۳ ہجری کو بتایا کہ میں چند دیگر افراد کے ہمراہ عون الدین یحییٰ بن ہبیرۃ جو وزیر ہیں ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس محفل میں ایک اور محترم غیر معروف شخص موجود تھا اس غیر معروف شخص نے کہا کہ گذشتہ برسوں میں سے ایک برس میں کشتی میں سفر کر رہا تھا۔ اتفاقا" کشتی نے راستہ گم کر دیا اور وہ ہم کو جزائر مرموز لے گئی۔ ہم اس سے پہلے اس جزیرے سے بے خبر تھے۔ مجبورا" ہم اس کشتی سے اترے اور اس سرزمین میں داخل ہو گئے۔ اس مقام پر احمد بن محمد ان ممالک کی عجیب و غریب داستان اس غیر معروف شخص کی زبانی تفصیل سے بیان کرتا ہے اور داستان کے درمیان کہتا ہے۔ وزیر اس حکایت کو سننے کے بعد اپنے ایک خصوصی کمرے میں گیا اس کے بعد ہم سب کو بلا کر کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں تم میں سے کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ تم اس داستان کو کسی سے بیان کرو۔ ہم نے بھی جب تک مذکورہ وزیرہ زندہ رہا اس واقعہ کو کسی سے بیان نہیں کیا۔ ☆ ۳۴۹

داستان کی سند کا مختصر طور پر تذکرہ ہو گیا تاکہ پڑھنے والے داستان مذکورہ کی بے بنیاد کیفیت کو سمجھ لیں۔ اگر معاملہ کی تفصیل آپ کو درکار ہے تو آپ مندرجہ بالا کتابوں سے رجوع کر سکتے ہیں۔ علما پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اس قسم کی حکایتیں ایسی سلطنتوں کو ثابت نہیں کر سکتیں۔ اس لئے کہ سب سے پہلے تو اس غلط داستان کا بیان کرنے والا ایک بالکل غیر معروف شخص ہے جس کی بات اعتبار کے قابل نہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ اس قسم کی سلطنتوں کے نمونے اس دنیا میں موجود ہوں اور ان میں سے کسی نے اطلاع نہ دی ہو خصوصا" اس زمانہ میں کہ زمین کے تمام خطوں کے نقشے بن چکے ہیں اور وہ عالموں کے سامنے ہیں۔ لیکن بعض افراد نے اس داستان اور خیالی سلطنتوں کے وجود کا اس حد تک دفاع کیا ہے کہ گویا وہ اسلام

کے تسلیم شدہ ارکان کا دفاع کر رہے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ شاید وہ سلطنتیں اب بھی موجود ہوں اور خدا نے ان کو اغیار اور نامحرموں کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہو۔ میں یہ گمان نہیں کرتا کہ یہ بات اس قابل ہے کہ اس کا کوئی جواب دیا جائے۔ بنیادی طور پر میں نہیں سمجھتا کہ وہ ایسی کونسی ضرورت لاحق ہے جس کی وجہ سے ہم ایک ایسے بے سند موضوع کے بارے میں جس میں بہت سے کمزور اور ناقابل اعتبار احتمالات موجود ہوں، غور و فکر کریں۔ انہوں نے کہا ہے کہ فرض کیجئے کہ ایسی حکومتیں اب موجود نہیں ہیں پھر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ گذشتہ زمانے میں موجود تھیں اور اس کے بعد ختم ہو گئیں اور ان کے رہنے والے نابود ہو گئے۔ یہ احتمال بھی کوئی خاص بنیاد نہیں رکھتا۔ وہ اس لئے کہ اگر ایسی وسیع و آباد شیعوں کی حکومتیں روئے زمین پر کہیں ہوتیں تو لوگوں کی اکثریت کو ان کے بارے میں اطلاع ہوتی اور وہ ان سے با خبر ہوتے اور ان حکوتوں کے عجیب و غریب احوال کو چاہے مختصر ہی سہی انہوں نے تاریخ میں درج کیا ہوتا۔ یہ بات غیر فطری بلکہ محال ہے کہ اتنی عظیم سلطنتیں موجود ہوں لیکن کوئی ان کے بارے میں کسی قسم کی خبر نہ رکھتا ہو اور یہ سعادت فقط ایک مجہول اور غیر معروف شخص کی قسمت میں ہو۔ بعد میں ان حکومتوں کے آثار صفحہ ہستی سے اس طرح معدوم ہو جائیں کہ صفحات تاریخ پر ان کا اور ان میں رہنے والوں کا کوئی نام و نشان نظر نہ آئے۔

علامہ محقق آقائے شیخ آغا بزرگ طہرانی مذکورہ داستان کی صحت کو مشکوک قرار دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ یہ داستان "تعازی" نامی کتاب جو محمد بن علی علوی کی تالیف ہے کے نسخوں میں سے ایک نسخہ کے آخر میں تحریر تھی۔ پس علی ابن فتح اللہ کاشانی نے گمان کیا ہے کہ یہ داستان اس کتاب کا جز ہے وہ صورت جس میں کہ یہ شک گزرا اور محسوس ہوا کہ یہ داستان اس کتاب کا جز ہے وہ صورت جس میں کہ یہ شک گزرا اور محسوس ہوا کہ یہ داستان اس کتاب کا جز نہیں ہے وہ یہ کہ جس وزیر کے مکان پر یہ واقعہ بیان ہوا ہے اور جس کا نام یحییٰ بن ہبیرۃ تھا۔ اس کی وفات ۵۶۰

ہجری میں ہوئی ہے۔ اور "تعازی" کا مولف اس سے دو سو سال پہلے ہوا ہے اس کے علاوہ داستان کے متن میں بھی تضادات دیکھنے میں آتے ہیں اور وہ اس طرح کہ احمد بن محمد یحییٰ انباری جو داستان کا بیان کرنے والا ہے وہ کہتا ہے وزیر نے ہم سے عہد لیا کہ مذکورہ داستان ہم کسی کے سامنے بیان نہ کریں۔ ہم نے بھی اپنے عہد کی پابندی کی اور جب تک وہ زندہ رہا ہم نے کسی پر یہ بات ظاہر نہیں اس بنا پر اس داستان کا بیان کرنا وزیر مذکور کی وفات یعنی ۵۶۰ ہجری کے بعد وقوع میں آیا ہوگا حالانکہ داستان کے متن میں عثمان ابن عبدالباقی کہتا ہے کہ احمد بن محمد بن یحییٰ انباری نے یہ داستان مجھے ۵۴۳ ہجری میں سنائی۔ ☆ ۳۵۰ دوسری جگہ کہتا ہے کہ عثمان بن عبدالباقی نے سات جمادی الثانی ۵۴۳ ہجری کو مجھے بتایا کہ احمد بن محمد دس رمضان ۵۴۳ ہجری کو مجھ سے کہا ذرا توجہ فرمایئے کہ ماہ رمضان جماد الثانی کے دو ماہ بعد ہے۔ کس طرح ممکن ہے کہ اس سے دو ماہ قبل جمادی الثانی میں وہ بات بیان ہو جو دو ماہ بعد رمضان میں بیان ہوگی۔

مجموعی طور پر ہم امام زمانہؑ کی سکونت کے موضوع کے بارے میں اس امر پر مجبور نہیں ہیں کہ فضول تکلفات اور بے بنیاد دلیلوں کے پیچھے پڑیں اور جزائر خضرا یا شہر جابلقا اور جابرصا کا ثبوت تلاش کریں اور کہیں کہ آنجناب نے اقلیم ثامن کو اپنی حکومت کے لئے اختیار کیا ہے۔

فہیمی: یہ جزیرہ خضرا کی داستان کیا ہے؟

ہوشیار: چونکہ مقررہ وقت گزر چکا ہے لہٰذا اجازت دیجئے باقی باتیں آئندہ نشست میں زیر بحث آئیں۔ اگر احباب اجازت دیں تو آئندہ کی نشست میرے گھر پر منعقد ہوگی۔

جزیرہ خضرا

ٹھیک وقت مقررہ پر آقائے ہوشیار کے گھر پر محفل منعقد ہوئی۔

جلالی: صورت حال یہ ہے کہ اس سے قبل کی نشست میں آقائے فہیمی نے جزیرہ خضرا کے بارے میں سوال کیا تھا۔

فہیمی: میں نے سنا ہے کہ امام زمانہؑ اور ان کے فرزند جزیرہ خضرا میں سکونت پذیر ہیں اور زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ کا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے۔

ہوشیار: داستان جزیرہ خضرا محض افسانہ ہے۔ مجلسی مرحوم نے اس داستان کو اپنی کتاب بحارالانوار میں بیان کیا ہے جو مختصراً یوں ہے کہ امیرالمومنینؑ کے کتب خانے میں نجف اشرف میں' میں (علامہ مجلسیؒ) نے ایک رسالہ دیکھا جو جزیرہ خضرا کی داستان کے نام سے معروف تھا۔ اس رسالہ کے مؤلف خطی بن فضل بن یحییٰ طیبی ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ میں نے داستان جزیرہ خضرا کو شیخ الشمس الدین اور شیخ جلال الدین سے ابا عبداللہ کو زین العابدین علی بن فاضل مازندرانی کی زبانی نقل کیا۔ پس میں نے ان سے تعلق پیدا کیا تاکہ اس داستان کو میں خود ان سے سنوں۔ خوش قسمتی سے ماہ شوال کے آغاز میں اسی سال ایسا اتفاق ہوا کہ شیخ زین الدین شہر حلہ تشریف لائے اور میں نے ان سے سید فخرالدین کے مکان پر ملاقات کی۔ میں نے ان سے خواہش کی کہ جو کچھ آپ نے سید شمس الدین اور شیخ جلال الدین سے بیان کیا ہے وہ مجھ سے بھی بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ میں دمشق میں شیخ عبدالرحیم حنفی اور شیخ زین الدین علی اندلسی کے پاس حصول علم میں مشغول تھا۔ شیخ زین الدین صاحب نظر علمائے امامیہ اور شیعوں کے نزدیک ایک اچھے آدمی تھے اور ان کا احترام کیا جاتا تھا۔ میں نے ایک عرصہ تک ان کی موجودگی کا فائدہ اٹھایا۔ پس ایسا اتفاق ہوا کہ انہوں نے مصر کے سفر کا ارادہ کیا اور چونکہ ہمارا ایک دوسرے سے بہت تعلق تھا لہٰذا یہ طے پایا کہ وہ مجھے بھی اپنے ہمراہ مصر لے جائیں۔ ہم دونوں مصر گئے اور شہر قاہرہ میں قیام کا ارادہ کیا۔ وہاں ہم نے نو ماہ بڑے مزے سے گزارے۔ انہی دنوں میں ان

ہجری میں ہوئی ہے۔ اور "تعازی" کا مولف اس سے دو سو سال پہلے ہوا ہے اس کے علاوہ داستان کے متن میں بھی تضادات دیکھنے میں آتے ہیں اور وہ اس طرح کہ احمد بن محمد یحییٰ انباری جو داستان کا بیان کرنے والا ہے وہ کہتا ہے وزیر نے ہم سے عہد لیا کہ مذکورہ داستان ہم کسی کے سامنے بیان نہ کریں۔ ہم نے بھی اپنے عہد کی پابندی کی اور جب تک وہ زندہ رہا ہم نے کسی پر یہ بات ظاہر نہیں اس بنا پر اس داستان کا بیان کرنا وزیر مذکور کی وفات یعنی ۵۶۰ ہجری کے بعد وقوع میں آیا ہوگا حالانکہ داستان کے متن میں عثمان ابن عبدالباقی کہتا ہے کہ احمد بن محمد بن یحییٰ انباری نے یہ داستان مجھے ۵۴۳ ہجری میں سنائی۔ ☆ ۳۵۰ دوسری جگہ کہتا ہے کہ عثمان بن عبدالباقی نے سات جمادی الثانی ۵۴۳ ہجری کو مجھے بتایا کہ احمد بن محمد دس رمضان ۵۴۳ ہجری کو مجھ سے کہا ذرا توجہ فرمایئے کہ ماہ رمضان جماد الثانی کے دو ماہ بعد ہے۔ کس طرح ممکن ہے کہ اس سے دو ماہ قبل جمادی الثانی میں وہ بات بیان ہو جو دو ماہ بعد رمضان میں بیان ہوگی۔

مجموعی طور پر ہم امام زمانہؑ کی سکونت کے موضوع کے بارے میں اس امر پر مجبور نہیں ہیں کہ فضول تکلفات اور بے بنیاد دلیلوں کے پیچھے پڑیں اور جزائر خضرا یا شہر جابلقا اور جابرصا کا ثبوت تلاش کریں اور کہیں کہ آنجناب نے اقلیم ثامن کو اپنی حکومت کے لئے اختیار کیا ہے۔

فہیمی: یہ جزیرہ خضرا کی داستان کیا ہے؟

ہوشیار: چونکہ مقررہ وقت گزر چکا ہے لہٰذا اجازت دیجئے باقی باتیں آئندہ نشست میں زیر بحث آئیں۔ اگر احباب اجازت دیں تو آئندہ کی نشست میرے گھر پر منعقد ہوگی۔

جزیرہ خضرا

ٹھیک وقت مقررہ پر آقائے ہوشیار کے گھر پر محفل منعقد ہوئی۔

جلالی: صورت حال یہ ہے کہ اس سے قبل کی نشست میں آقائے فہیمی نے جزیرہ خضرا کے بارے میں سوال کیا تھا۔

فہیمی: میں نے سنا ہے کہ امام زمانہؑ اور ان کے فرزند جزیرہ خضرا میں سکونت پذیر ہیں اور زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ کا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے۔

ہوشیار: داستان جزیرہ خضرا محض افسانہ ہے۔ مجلسی مرحوم نے اس داستان کو اپنی کتاب بحارالانوار میں بیان کیا ہے جو مختصرا" یوں ہے کہ امیرالمومنینؑ کے کتب خانے میں نجف اشرف میں' میں (علامہ مجلسیؒ) نے ایک رسالہ دیکھا جو جزیرہ خضرا کی داستان کے نام سے معروف تھا۔ اس رسالہ کے مئولف خطی بن فضل بن یحییٰ طیبی ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ میں نے داستان جزیرہ خضرا کو شیخ الشمس الدین اور شیخ جلال الدین سے ابا عبداللہ کو زین العابدین علی بن فاضل مازندرانی کی زبانی نقل کیا۔ پس میں نے ان سے تعلق پیدا کیا تاکہ اس داستان کو میں خود ان سے سنوں۔ خوش قسمتی سے ماہ شوال کے آغاز میں اسی سال ایسا اتفاق ہوا کہ شیخ زین الدین شہر حلہ تشریف لائے اور میں نے ان سے سید فخرالدین کے مکان پر ملاقات کی۔ میں نے ان سے خواہش کی کہ جو کچھ آپ نے سید شمس الدین اور شیخ جلال الدین سے بیان کیا ہے وہ مجھ سے بھی بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ میں دمشق میں شیخ عبدالرحیم حنفی اور شیخ زین الدین علی اندلسی کے پاس حصول علم میں مشغول تھا۔ شیخ زین الدین صاحب نظر علمائے امامیہ اور شیعوں کے نزدیک ایک اچھے آدمی تھے اور ان کا احترام کیا جاتا تھا۔ میں نے ایک عرصہ تک ان کی موجودگی کا فائدہ اٹھایا۔ پس ایسا اتفاق ہوا کہ انہوں نے مصر کے سفر کا ارادہ کیا اور چونکہ ہمارا ایک دوسرے سے بہت تعلق تھا لہٰذا یہ طے پایا کہ وہ مجھے بھی اپنے ہمراہ مصر لے جائیں۔ ہم دونوں مصر گئے اور شہر قاہرہ میں قیام کا ارادہ کیا۔ وہاں ہم نے نو ماہ بڑے مزے سے گزارے۔ انہی دنوں میں ان

کے والد کا خط انہیں ملا جس میں لکھا تھا کہ میں سخت بیمار ہوں اور میری حسرت یہ ہے کہ مرنے سے پہلے ایک مرتبہ تمہیں دیکھ لوں۔ استاد باپ کا خط پڑھ کر رونے لگے اور طے پایا کہ وہ اندلس جائیں میں اس سفر میں ان کے ہمراہ ہوگیا۔ جس وقت جزیرہ کے سب سے پہلے قریہ میں قدم رکھا تو میں سخت بیمار ہوگیا۔ کہ ہلنے جلنے سے بھی معذور ہوگیا۔ استاد میری حالت دیکھ کر سخت بے چین ہوئے اور مجھے قریہ کے خطیب کے حوالہ کیا کہ وہ میری تیمارداری کرے اور خود انہوں نے اپنے شہر کا رخ کیا۔ میری بیماری تین روز تک رہی اس کے بعد میری حالت ٹھیک ہوگئی میں مکان سے نکلا اور بستی کے گلی کوچوں میں پھرنے لگا۔ وہاں میں نے کچھ قافلے دیکھے جو پہاڑی علاقوں سے آئے تھے اور اپنے ہمراہ اجناس لائے تھے میں ان کا حال معلوم کرنے لگا۔ میرے سوال کے جواب میں کہا گیا کہ یہ بربر کے علاقے سے آئے ہیں جو رافضیوں کے جزیرہ کے پاس ہے۔ جب میں نے رافضی کا لفظ سنا تو میں اس جگہ کے دیکھنے کا مشتاق ہوگیا۔ انہوں نے کہا کہ یہاں سے ان جزائر کا پچیّس روز کا سفر ہے جن میں سے دو روز کی راہ کو طے کرنے کے لئے میں نے ایک خچر کرایہ پر لیا اور اس کے بعد میں پیدل چلا یہاں تک کہ میں رافضیوں کے جزیرے پہنچ گیا۔ جزیرے کے چاروں طرف دیوار بنی ہوئی تھی اس دیوار میں مضبوط اور بلند قسم کے برج تھے میں شہر کی مسجد گیا' مسجد بہت بڑی تھی۔ میں نے موذن کی آواز سنی جو شیعوں کی طرح اذان دے رہا تھا۔ اس کے بعد موذن نے امام زمانہؑ کے جلد ظہور کی دعا کی خوشی سے میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ لوگ مسجد میں آئے انہوں نے شیعہ فقہ کے مطابق وضو کیا۔ ایک وجیہ شخص مسجد میں آیا اور محراب کی طرف بڑھ گیا سب نماز باجماعت میں مشغول ہوگئے۔ نماز اور تعقیبات سے فراغت کے بعد وہ میرا حال پوچھنے لگے' میں نے اپنے احوال کی تفصیل بتائی۔ میں نے کہا کہ میں عراق کا رہنے والا ہوں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ میں شیعہ ہوں تو میرا احترام کرنے لگے اور مسجد کے ایک حجرے میں انہوں نے میرے لئے جگہ معین کر دی۔ امام مسجد میرا احترام کرتے اور دن رات مجھ سے جدا نہ ہوتے

تھے۔ ایک روز میں نے ان سے کہا کہ اس شہر کے لوگوں کے لئے غذا اور دوسری ضروریات کہاں سے آتی ہیں؟ مجھے یہاں کی زمین قابل زراعت نظر نہیں آ رہی۔ انہوں نے کہا ان کا کھانا جزیرہ خضرا سے آتا ہے جو بحر ابیض کے درمیان واقع ہے۔ ان لوگوں کے لئے غذا ہر سال دو مرتبہ کشتی کے ذریعہ جزیرہ سے آتی ہے۔ میں نے پوچھا کشتی کے آنے میں کتنے دن باقی ہیں؟ اس نے کہا چار مہینے۔ اس طویل مدت کی بات سن کر مجھے تکلیف ہوئی لیکن خوش قسمتی سے چار روز بعد کشتیاں آئیں۔ بڑی کشتی سے ایک وجیہ شخص اترا۔ وہ پیدل چل کر مسجد تک آیا۔ اس نے شیعہ فقہ کے مطابق وضو کیا اور ظہرین کی نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر میری طرف متوجہ ہوا اور مجھ کو سلام کیا اور میرے والد کا نام لیا۔ اس بات پر مجھے سخت تعجب ہوا۔ میں نے کہا شاید شام سے مصر یا اندلس تک کے سفر میں آپ میرے نام سے واقف ہوگئے ہیں۔ کہنے لگے نہیں' بلکہ تیرا نام' تیرے والد کا نام اور شکل و قیافہ و صفات مجھ تک پہنچے ہیں میں تجھے اپنے ہمراہ جزیرہ خضرا لے جاؤں گا۔ وہ وہاں ایک ہفتہ تک رہے۔ ضروری کام انجام دینے کے بعد ہم اکٹھے روانہ ہوئے۔ سولہ روز کے بحری سفر کے بعد سفید پانیوں نے میری توجہ جذب کر لی ہے۔ میں نے کہا کہ اس علاقے کے پانی کا کچھ اور ہی رنگ ہے۔ کہنے لگے یہ بحر ابیض ہے اور یہیں جزیرہ خضرا ہے۔ ان پانیوں نے دیوار کی طرح ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور حکمت خداوندی یہ ہے کہ ہمارے دشمنوں کی کشتیاں اس علاقہ کے قریب آنا چاہتی ہیں تو وہ امام زمانہؑ کی کرامت سے غرق ہو جاتی ہیں۔ میں نے اس پانی سے تھوڑا سا پانی پیا وہ آب فرات کی طرح خوشگوار اور شیریں تھا۔ آب سفید کو طے کرنے کے بعد جزیرہ خضرا پہنچے۔ کشتی سے اترنے کے بعد پیدل چل کر شہر میں داخل ہوئے۔ وہ ایک آباد شہر تھا اور میوہ دار درختوں سے پر تھا۔ اس میں کافی بازار تھے جو شہر کے رہنے والوں اور اجناس سے پر تھے وہ نہایت عمدہ انداز میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ میرا دل ایسا عمدہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ میرا رفیق سفر مجھے اپنے گھر لے گیا۔ آرام کرنے کے بعد ہم جامع مسجد گئے۔ مسجد میں

نمازی زیادہ تھے ان لوگوں میں سے ایک بزرگ اور باعظمت شخص تھے جن کی عظمت اور جلال کو میں بیان کرنے سے قاصر ہوں' ان کا نام سید شمس الدین تھا۔ لوگ ان سے علوم قرآن و عربی و فقہ و اصول دین کا درس لیتے تھے' جس وقت میں ان کے پاس پہنچا انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اپنے پاس بٹھایا میرا حال پوچھا اور کہا کہ میں نے شیخ محمد کو تیری تلاش کے لئے بھیجا تھا پھر حکم دیا اور میرے لئے مسجد کے حجروں میں سے ایک جگہ مخصوص کر دی۔ میں وہاں آرام کرتا تھا اور میرے لئے غذا سید شمس الدین اور ان کے احباب مہیا کرتے تھے۔ اٹھارہ روز اسی حال میں گزرے۔ پہلے ہی جمعہ میں جب میں نماز کے لئے پہنچا تو میں نے دیکھا کہ سید الشمس الدین نے نماز جمعہ دو رکعت وجوب کے قصد سے پڑھی۔ اس بات سے مجھ کو تعجب ہوا لہٰذا میں نے خاص طور پر سید شمس الدین سے کہا امامؑ کے حضور کا زمانہ ہے جو نماز جمعہ وجوب کے قصد سے پڑھی ہے۔ کہنے لگے نہیں امامؑ حاضر نہیں ہیں لیکن میں ان کا نائب خاص ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ نے امام زمانہؑ کا دیدار کیا ہے کہنے لگے میں نے انہیں نہیں دیکھا لیکن میرے والد کہتے تھے کہ انہوں نے ان کی آواز سنی ہے۔ البتہ ان کو دیکھا نہیں۔ ہاں میرے دادا نے ان کی آواز سنی اور ان کو دیکھا بھی ہے۔ میں نے کہا جناب کیا وجہ ہے کہ بعض لوگ انہیں دیکھتے ہیں اور بعض انہیں نہیں دیکھتے وہ کہنے لگے یہ اللہ کا کرم ہے جو بعض لوگوں پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد سید نے میرا ہاتھ پکڑا اور شہر کے باہر لے گیا۔ میں نے وہاں باغات' نہریں' کثیر درخت دیکھے عراق و شام میں ان جیسے نہیں دیکھے تھے۔ ٹہلنے کے دوران ایک وجیہ شخص ہم کو ملا۔ اس نے سلام کیا میں نے سید سے کہا یہ شخص کون تھا۔ کہنے لگے کیا تو اس بلند پہاڑ کو دیکھ رہا ہے۔ میں نے کہا' ہاں۔ کہنے لگے اس پہاڑ کے وسط میں ایک خوبصورت مکان اور خوشگوار پانی کا چشمہ درختوں کے نیچے ہے۔ وہاں ایک گنبد ہے جو اینٹوں کا بنا ہوا ہے۔ یہ شخص اپنے ایک دوست کے ہمراہ اس قبہ و بارگاہ کا خادم ہے۔ میں ہر صبح جمعہ وہاں جاتا ہوں اور امام زمانہؑ کی زیارت کرتا ہوں اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد ایک کاغذ

پاتا ہوں اور جس میں میرے مسائل کے حل تحریر ہوتے ہیں۔ مناسب ہے کہ تو بھی وہاں جائے اور اس قبہ میں امام زمانہؑ کی زیارت کرے۔ پس میں اس پہاڑ کی طرف چلا۔ میں نے قبہ کو ویسا ہی پایا جیسا مجھ سے بیان کیا گیا تھا۔ انہی دونوں خادموں کو میں نے وہاں دیکھا۔ امام زمانہؑ کی ملاقات کا طلبگار ہوا۔ انہوں نے کہا ناممکن ہے اور ہمیں اجازت نہیں ہے۔ میں نے کہا میرے لئے دعا فرمایئے۔ انہوں نے دعا مانگی۔ اس کے بعد میں پہاڑ سے نیچے اتر آیا اور سید شمس الدین کے مکان پر چلا گیا' وہ مکان پر نہ تھے۔ شیخ محمد جو کشتی میں میرے ساتھ تھے ان کے مکان پر گیا اور پہاڑ کا ماجرا ان سے بیان کیا اور کہا کہ ان دونوں ملازموں نے مجھے امامؑ سے ملاقات کی اجازت نہیں دی۔ شیخ محمد نے مجھ سے کہا کہ سید شمس الدین کے علاوہ کسی کو اس مکان کے اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ فرزندان امام زمانہؑ میں سے ہے امامؑ اور اس کے درمیان پانچ نسلوں کا فاصلہ ہے اور وہ امام کا نائب خاص ہے۔ بعد ازاں میں نے سید شمس الدین کے پاس جا کر ان سے یہ اجازت لی کہ میں بعض دینی مسئلے ان سے سمجھوں اور قرآن مجید ان کے قریب بیٹھ کر پڑھوں تاکہ وہ میری قرات کو ٹھیک کر دیں۔ وہ کہنے لگے کوئی بات نہیں۔ قرآن کا آغاز کرو۔ قرات کے دوران ہم قاریوں کے اختلاف کا ذکر کرتے تھے۔ سید نے مجھ سے کہا ہم ان کو نہیں جانتے۔ ہماری قرات علی ابن ابی طالبؑ کے قرآن کے مطابق ہے۔ اس وقت انہوں نے علی ابن ابی طالبؑ کے قرآن جمع کرنے کا تمام واقعہ بیان کیا۔ میں نے کہا یہ کیا بات ہے کہ بعض آیات اپنے قبل و بعد سے کوئی ربط نہیں رکھتیں۔ کہنے لگے ہاں ایسا ہی ہے اور انہوں نے حضرت ابوبکر کے قرآن جمع کرنے اور علی ابن ابی طالبؑ کے قرآن کو قبول نہ کرنے کا واقعہ سنایا۔ قرآن حضرت ابوبکر کے حکم کے مطابق جمع ہوا انہوں نے مثالب قرآن سے حذف کر دیئے۔ اس وجہ سے تو دیکھتا ہے کہ بعض آیات قبل اور بعد سے بے ربط ہیں میں نے ان سے اجازت لی اور حدود کے نوئے مسائل ان سے نقل کئے جن کو دیکھنے کی مومنین خاص کے علاوہ اور کسی کو اجازت نہیں دیتا۔

اب ایک اور داستان جو اس نے مشاہدہ کی تھی نقل کرتا ہے اور کہتا ہے میں
نے ان سید سے عرض کیا۔ امام زمانہؑ سے ہم تک حدیثیں پہنچی ہیں کہ زمانہ غیبت
کبریٰ میں جو شخص بھی آپ کو دیکھنے کا مدعی ہوگا وہ جھوٹا ہے۔ یہ حدیثیں اس حالت
سے کس طرح مناسبت رکھتی ہے کہ آپ میں سے بعض افراد انہیں دیکھتے ہیں۔ کہنے
لگے کہ ٹھیک ہے کہ امامؑ نے یہ فرمایا ہے لیکن یہ اس زمانہ کا حال ہے کہ بنی عباس
اور دوسرے لوگوں میں سے دشمن بہت تھے۔ اس زمانہ میں دشمن مایوس ہو چکے ہیں۔
ہمارے شہر میں بھی ان سے دور ہیں اور کسی کی ہم تک دسترس بھی نہیں ہے۔ اس
لئے ملاقات امامؑ میں کوئی خطرہ نہیں۔ میں نے کہا میرے سردار علماء امامؑ شیعہ
سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے خمس کو شیعوں کے لئے جائز کر دیا
ہے۔ کیا آپ کے پاس بھی امامؑ کی یہ حدیث ہے؟ کہنے لگے امامؑ نے خمس کو شیعوں
کے لئے جائز کر دیا ہے۔

اس وقت مسائل اور دوسری باتیں سید سے نقل کرکے کہتا ہے۔ سید نے مجھ
سے کہا کہ تو بھی اب تک دو مرتبہ امامؑ کی زیارت کر چکا ہے۔ لیکن تو نے ان کو پہچانا
نہیں ختم کلام پر کہتا ہے۔ سید نے مجھ پر ذمہ داری عائد کی کہ بلاد مغرب میں قیام نہ
کر اور جتنی جلد ہو عراق واپس چلا جا میں نے ان کے حکم پر عمل کیا۔ ☆ ۳۵۱

ہوشیار: داستان جزیرہ خضرا اس طرح ہے جس کا خلاصہ میں نے آپ حضرات
کے سامنے پیش کر دیا۔ آخر میں یہ بھی یاد دلادو کہ مذکورہ داستان قابل اعتبار نہیں اور
افسانے سے مشابہت رکھتی ہے اس لئے کہ:

اول یہ کہ اس داستان کی کوئی قابل اعتماد سند نہیں ہے۔ یہ داستان ایک ایسی
قلمی کتاب سے نقل ہوئی جو غیر معروف تھی۔ خود مجلسی مرحومؒ اس کے بارے میں
تندرست ہونے کے بعد جزیرہ روافضل کا نام سن کر اس کے دیکھنے کا اس قدر مشتاق
ہو جاتا ہے کہ اپنے استاد کو بھلا دیتا ہے۔ طویل اور خطرناک راستہ طے کرکے جزیرہ
روافض پہنچتا ہے۔ وہ جزیرہ قابل زراعت نہیں ہے لہذا سوال کرتا ہے کہ ان لوگوں

کی غذا کہاں سے آتی ہے۔ جواب میں سنتا ہے کہ جزیرہ خضرا سے ان کے لئے غذا
آتی ہے باوجودیکہ اس سے کہا گیا کہ کشتیاں چار ماہ بعد آئیں گی وہ یک بیک چار روز
بعد ساحل پر لنگر انداز ہو جاتی ہیں اور ایک ہفتہ کے قیام کے بعد اس کو اپنے ہمراہ
سمندر میں لے جاتی ہیں۔ بحر ابیض کے بیچ میں وہ سفید پانی دیکھتا ہے جو میٹھا بھی ہے
خوشگوار بھی۔ پس اس ناقابل عبور خطہ سے گزر کے جزیرہ خضرا میں وارد ہوتا ہے۔

آخر داستان یہاں تک قابل توجہ بات یہ ہے کہ ایک عراقی آدمی یہ طویل فاصلہ
طے کرتا ہے۔ مختلف ممالک میں لوگوں سے ملتا جلتا ہے اور سب کی زبان کو سمجھتا ہے
کیا ہسپانیہ کے رہنے والے عربی میں بات چیت کرتے ہیں۔ ایک دوسرا نکتہ جو قابل
ذکر ہے وہ بحر ابیض کی داستان ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ بحر ابیض سلطنت ممالک متحدہ
جمہوری کے شمال میں واقع ہے اور یہ داستان وہاں وقوع پذیر نہیں ہو سکتی۔ البتہ بحر
متوسط کو بھی بحر ابیض کہا جاتا ہے۔ اس داستان کے وہاں واقع ہونے کا امکان تھا لیکن
پھر بھی یہ تمام سمندر بحر ابیض کہلاتا ہے نہ کہ اس کا کوئی خاص علاقہ جس کو داستان
گو نے سفید پایا ہے۔ اگر کوئی داستان کے متن پر غور کرے تو اس داستان کا من
گھڑت ہونا واضح ہو سکتا ہے۔ آخر میں یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ جیسا کہ آپ نے
پہلے ملاحظہ فرمایا ہے کہ ہمارے حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ امام زمانہؑ غیر معروف حالت
میں لوگوں کے درمیان آمدورفت رکھتے ہیں۔ عام مجمعوں میں اور مراسم حج میں
شرکت کرتے ہیں اور لوگوں کی مشکلات کو حل کرنے میں ایک حد تک مدد بھی کرتے
ہیں۔ ان مطالب پر توجہ دینے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایک دور افتادہ اور
ناقابل عبور خطے کو جو وسط بحر میں واقع ہے زمانے بھر کے کمزوروں کی امید اور حاجت
مندوں کے داد رس امام زمانہؑ کی جائے قیام کے طور پر لکھتے ہیں کہ چونکہ میں نے یہ
داستان کتب معتبر میں نہیں پائی اس لئے میں نے اس کے لئے ایک علیحدہ باب
مخصوص کر دیا تاکہ مطالب کتاب میں یہ داستان شامل نہ ہو جائے۔

دوسرے یہ کہ داستان کے متن میں تضادات پائے جاتے ہیں جیسا کہ آپ نے

ملاحظہ فرمایا ایک مقام سید شمس الدین داستان کے راوی سے کہتا ہے کہ میں امامؑ کا نائب خاص ہوں اور میں نے امامؑ کو ابھی تک نہیں دیکھا لیکن ان کی باتیں سنی ہیں۔ البتہ میرے دادا نے ان کو دیکھا بھی ہے اور ان کی باتیں بھی سنی ہیں۔ پھر یہی شمس الدین ایک اور مقام پر داستان کے راوی سے کہتا ہے کہ میں ہر صبح جمعہ امامؑ کی زیارت کے لئے پہاڑ پر جاتا ہوں اور بہتر ہے تو بھی جائے۔ اور شیخ محمد نے بھی داستان کے راوی سے کہا کہ فقط شمس الدین اور انہی جیسے امام زمانہؑ کے حضور سے مشرف ہو سکتے ہیں لہٰذا ملاحظہ فرمایئے کہ یہ مطالب ایک دوسرے سے تضاد رکھتے ہیں۔ قابل توجہ یہ نکتہ ہے کہ سید شمس الدین جو یہ جانتے تھے کہ وہ اپنے ساتھ اور کسی کو ملاقات امامؑ کے لئے نہیں لے جاتے انہوں نے داستان کے راوی سے یہ کیوں کہا کہ تو بھی پہاڑ پر ملاقات کے لئے جا۔

تیسرے یہ کہ داستان مذکور میں قرآن کی تحریف کا ذکر صراحت کے ساتھ موجود ہے اور یہ قابل قبول ہے علمائے کرام اس کے شدت کے ساتھ مخالف ہیں۔

چوتھے یہ کہ ایک خاص طبقہ کے لئے خمس کی اباحت کا موضوع پیش کیا گیا ہے۔ اور اس کی تائید کی گئی ہے جبکہ یہ بھی فقہاء کے نزدیک قابل تردید ہے۔

بہرحال داستان رومانوی انداز میں تیار کی گئی ہے کہ بہت ہی عجیب و غریب نظر آتی ہے ایک شخص جس کا نام زین الدین ہے حصول علم کی غرض سے شام جاتا ہے وہاں سے اپنے استاد کے ہمراہ مصر جاتا ہے پھر استاد کے ہمراہ اندلس جاتا ہے' ایک طویل مسافت طے کرتا ہے' وہاں جا کر بیمار ہو جاتا ہے' استاد اس کو چھوڑ جاتا ہے' پیش کرنا انتہائی بے سلیقگی اور بے انصافی ہے آخر میں ہم معذرت چاہتے ہیں کہ ہم نے آپ کا بیش قیمت وقت ایک غیر معتبر داستان کی تشریح میں صرف کیا۔

جلالی: امام زمانہؑ کی اولاد ہے یا نہیں؟

ہوشیار: ہمارے پاس کوئی قابل اعتماد دلیل نہیں ہے جو آنجنابؑ کی شادی کی بات کو اور آپ کی اولاد کے وجود کو قطعی طور پر ثابت کرے یا اس کی نفی کرے۔ البتہ یہ

ممکن ہے کہ انہوں نے ایک غیر معروف کی حیثیت سے خود کو سلسلہ ازدواج میں منسلک کر لیا ہو اور ممکن ہے کہ ان کی ایسی ہی اولاد بھی ہو جسے یہ پتہ نہ ہو کہ وہ امام زمانہؑ کی اولاد ہے۔ وہ جس طرح مناسب سمجھے اس پر عمل کرنے کے مختار ہیں۔ بعض دعائیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ ان حضرت کے فرزند ہیں یا آئندہ ہوں گے۔ ☆ ۳۵۲

وہ کس وقت ظاہر ہوں گے

ڈاکٹر: مہدی موعودؑ کب ظاہر ہونگے؟

ہوشیار: ظہور کے لئے وقت کا تعین نہیں ہوا ہے بلکہ آئمہ اطہار علیہم السلام نے آن جنابؑ کے ظہور کے لئے وقت کا تعین کرنے والے کی تکذیب کی ہے۔ نمونے کے طور پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

فضیل کہتے ہیں: میں نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا آیا مہدیؑ کے ظہور کا کوئی وقت معین ہے؟ حضرت نے اس کے جواب میں تین مرتبہ فرمایا ہر وہ شخص جو مہدیؑ کے ظہور کے لئے کوئی وقت معین کرے جھوٹا ہے۔ ☆ ۳۵۳

عبدالرحمٰن ابن کثیر کہتے ہیں: میں خدمت امام جعفر صادقؑ میں حاضر تھا کہ مہزم اسدی آئے اور عرض کیا میں آپ پر قربان ہو جاؤں قائم آل محمدؑ کے ظہور کو اور حکومت حق کی تشکیل کو جس کے انتظار میں آپ ہیں بہت دیر ہو گئی۔ پس وہ ظہور کب واقع ہوگا؟ حضرت نے جواب دیا وقت ظہور کو معین کرنے والے جھوٹ بولتے ہیں اور عجلت کرنے والے ہلاک ہو رہے ہیں اور سر تسلیم کرنے والے نجات پا رہے ہیں اور ہماری طرف آ رہے ہیں۔ ☆ ۳۵۴

محمد بن مسلم کہتے ہیں: کہ امام جعفر صادقؑ نے مجھ سے فرمایا جو بھی تیرے سامنے ظہور مہدیؑ کا وقت معین کرے اس کو جھٹلانے میں خوف نہ کیجیو اس لئے کہ ہم ان کے ظہور کا وقت معین نہیں کر رہے ہیں ☆ ۳۵۵ (دس حدیثیں اور)

ان کثیر احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے یا کسی امامؑ نے ظہور مہدی کا وقت معین نہیں کیا اور انہوں نے اس طرح سوئے استفادہ کی ہر راہ کو مسدود کر دیا ہے پس اگر کسی حدیث کو کسی امام سے نسبت دی گئی ہو کہ اس میں ظہور کے وقت کا تعین کیا گیا ہے تو وہ حدیث اگر تاویل و توجیہ کے قابل ہو تو اس کی تاویل کر دینی چاہئے اور اگر تاویل کے قابل نہ ہو تو یا تو خاموشی اختیار کر لی جائے یا اس کی تردید کر دی جائے۔ ابو لبید مخزومی کی ضعیف اور مختصر حدیث کی طرح کہ مطالب امام کو امام سے نسبت دے کر ان کے ضمن میں وہ کہتا ہے کہ ہمارا قائم "الر" میں قیام کرے گا۔ ☆ ۳۵۶

ظہور کی علامتیں

انجینئر: ظہور کی علامتیں کس حد تک صحیح ہیں۔

ہوشیار: حضرت صاحب الامر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے ظہور کی بہت سی علامتیں کتب میں درج ہیں لیکن اگر ہم چاہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے بارے میں بحث کریں تو بات بہت طویل ہو جائے گی اور بغیر کسی سمت کا تعین کئے ہوئے کئی نشستیں صرف ہو جائیں گی۔ پھر بھی ضروری ہے کہ چند مختصر نکات کی طرف ہم توجہ دلائیں۔

(الف): بعض علامتوں کا ماخذ خبر واحد ہو جس کے بیان میں غیر معروف اور غیر موثق افراد شامل ہوں اور ان پر یقین کرنا مفید نہ ہو۔

(ب): اہل بیتؑ کی حدیثوں نے ظہور کی علامتوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں سے ایک وہ ہیں جو حتمی اور قطعی ہیں جو کسی قید و شرط کے ساتھ مشروط نہیں ہیں اور ظہور سے قبل انہیں واقع ہونا چاہئے۔ دوسری قسم کو غیر حتمی قرار دیا ہے اور وہ حادثوں سے عبارت ہے۔ جو مطلق طور پر ظہور کی علامتوں میں سے نہیں ہیں لیکن ایک شرط کے ساتھ مشروط ہیں کہ اگر اس شرط کی تحقق ہو جائے تو مشروط بھی متحقق ہو جائے اور اگر شرط مفقود ہو تو پھر مشروط بھی متحقق نہیں ہوتا اور

مصلحت اس میں تھی کہ وہ مختصر طور پر ظہور کی علامتوں میں شمار ہو۔

(ج): ظہور کی علامتیں ایسی ہیں کہ جب تک واقع نہ ہوں حضرت صاحب الامرؑ ظاہر نہ ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کا ہونا دلیل ہے کہ ایام ظہور ایک حد تک نزدیک ہوگئے ہیں۔ لیکن اس پر دلالت نہیں کرتا کہ اس علامت کے واقع ہو جانے کے بعد بغیر [illegible] کے حضرت صاحب الامرؑ ظہور فرمائیں گے۔

(د): ظہور کی بعض علامتیں اعجاز کے طور پر خلاف عادت و فطرت واقع ہوں گی تاکہ مہدی موعودؑ کے دعوئی کی صحت کی تاکید کریں اور حالات کے خلاف عادت فطرت ہونے سے عالم کو خبردار کریں۔ ان علامتوں کا حکم تمام معجزات کے سلسلہ میں یکساں ہے اور صرف اس بنا پر کہ روز مرہ کے واقعات سے سازگار نہیں ہیں ان کو رد کرنے کے قابل نہیں سمجھتا۔

ظہور کی علامتوں میں سے ایک نوع کتابوں میں دیکھی جاتی ہے کہ اس کا وقوع ازروئے عادت محال نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ قول کہ مہدیؑ کے ظہور کے وقت سورج مغرب سے طلوع کرے گا اور خورشید نصف ماہ رمضان کو اور چاند اسی رمضان کے آخر میں بجھ جائے گا۔ علما پر پوشیدہ نہیں ہے کہ اس قسم کے حوادث کا واقع ہونا لازمی طور پر یہ ہے کہ نظام عالم درہم برہم ہو جائے اور نظام شمسی کی حرکت تغیر پذیر ہو۔ لیکن جاننا چاہئے کہ اس قسم کی علامتوں کا ماخذ حدیثوں جیسا ہے جو یقین کے لئے مفید نہیں ہے۔ اور اگر کسی کو ان کی سند کی وجہ سے بے چینی ہے تو اسے چاہئے کہ وہ ان حدیثوں کو خلفائے بنی عباس و بنی امیہ اور ان کے کار پردازوں کی گھڑی ہوئی حدیثیں سمجھے اس لئے کہ اس زمانے میں کچھ افراد مہدی کے نام سے حکومت وقت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور اس وسیلے سے کچھ لوگ کو اپنے گرد جمع کر لیتے تھے۔ خلفائے وقت جب یہ دیکھتے تھے کہ مہدی سے متعلق اصل احادیث قابل انکار نہیں ہیں تو وہ ایک اور بہانا بناتے تھے تاکہ ان کے ذریعے لوگوں کو منتشر کریں اور علویین کی تحریک کو نقصان پہنچائیں اس صورت کے پیش نظر

انہوں نے محال علامتیں بنوائیں تاکہ لوگ ان محال علامتوں کے انتظار میں بیٹھ جائیں اور علویین کی ہمنوائی سے باز رہیں۔ لیکن اگر ایسی حدیثیں درست بھی ہوں تو پھر بھی کوئی مانع نہیں ہے کہ اس قسم کی علامتیں اعجاز کے طور پر صحیح ثابت ہوں۔ تاکہ حالات کا خلاف فطرت و عادت ہونا اہل جہان کو خبردار کرے اور وہ حکومت حق کے اسباب کی ترقی کے لئے کام کریں۔

سفیانی داستان

انجینئر: سفیانی جو ظہور کی علامت سمجھا گیا ہے وہ کون ہے اور اس کا معاملہ کیا ہے؟

ہوشیار: بہت سی حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب الامرؑ کے ظہور سے پہلے ابوسفیان کی نسل میں سے ایک شخص خروج کرے گا۔ اس کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ وہ ایک ایسا آدمی ہوگا جس کا ظاہر اچھا ہوگا۔ اور ذکر خدا اس کی زبان پر جاری ہوگا لیکن وہ بدترین اور پلید ترین آدمی ہوگا۔ بہت سے لوگوں کو دھوکہ دے گا اور اپنا ساتھی بنا لے گا وہ پانچ خطوں کو اپنے زیر تصرف لے آئے گا۔ شام، حمص، فلسطین، اردن اور قنسرین۔ اور حکومت بنی عباس ہمیشہ کے لئے اس کے ہاتھوں ختم ہو جائے گی۔ شیعوں کے بہت بڑے گروہ کو قتل کرے گا۔ اس کے بعد ظہور صاحب الامرؑ کی اطلاع پائے گا۔ ایک لشکر ان سے جنگ کرنے کے لئے بھیجے گا لیکن امامؑ سے آمنا سامنا نہیں ہوگا اور وہ مکہ و مدینہ کے درمیان زمین میں دھنس جائے گا۔

جلالی: جیسا کہ آپ باخبر ہیں حکومت بنی عباس مدتوں پہلے ختم ہوگئی۔ اب اس کے آثار تک باقی نہیں ہیں۔ اب وہ سفیانی کے ہاتھوں کس طرح تباہ ہوگی؟

ہوشیار: حضرت موسیٰ کاظمؑ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ بنی عباس کی حکومت کی بنیاد حیلہ و فریب پر رکھی گئی ہے، یہ حکومت اس طرح ختم ہوگئی کہ اس کا نشان تک باقی نہیں رہے گا۔ لیکن یہ حکومت اس طرح دوبارہ قائم ہوگئی کہ محسوس

تک نہ ہوگا کہ اس کو کوئی نقصان پہنچا ہی نہیں ہے۔ ☆ ۳۵۷ اس حدیث سے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت بنی عباس دوبارہ قائم ہوگی اور اس حکومت کا آخری اختتام سفیانی کے ہاتھوں ہوگا۔ ممکن ہے کہا جائے کہ اگرچہ سفیانی کا خروج بذاد خود یقینی شمار کیا گیا ہے، لیکن اس کے خروج کا زمانہ اور کیفیت یقینی ہو۔ مثلاً ممکن ہے کہ سفیانی کے ہاتھوں حکومت بنی عباس کے اختتام کا موضوع یقینی نہ ہو اور وہ دوسروں کے ہاتھوں واقع ہو۔

فہیمی: میں نے سنا ہے کہ خالد ابن یزید بن معاویہ بن ابو سفیان کے دل میں چونکہ خلافت کی آرزو تھی اور وہ حکومت بنی مروان کے پاس دیکھ رہا تھا اس نے اپنی تسلی اور بنو امیہ کی ذہنی تقویت کے لئے حدیث سفیانی گھڑی ہو۔ ☆ ۳۵۸ آغانی کا مصنف خالد کے بارے میں لکھتا ہے وہ ایک عالم اور شاعر تھا اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس نے حدیث سفیانی گھڑی ہے۔

طبری لکھتا ہے: علی ابن عبد اللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ بن ابوسفیان ۱۵۹ ہجری میں شام میں خروج کرکے کہتا تھا کہ میں وہی سفیانی منتظر ہوں اور اس بہانے وہ لوگوں کو اپنی طرف بلاتا تھا۔ ☆ ۳۵۹ ان تاریخی شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ سفیانی والی بات من گھڑت ہے۔

ہوشیار: سفیانی کی احادیث کو خاص و عام سب نے بیان کیا ہے اور یہ بھی بعید نہیں ہے کہ وہ متواتر ہو اور صرف احتمال اور ایک جھوٹے مدعی کی بنا پر اس من گھڑت اور جھوٹے ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ چونکہ حدیث سفیانی لوگوں کو معلوم تھی اور لوگ حدیث سفیانی کے انتظار میں تھے کچھ لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھا کر خروج کیا اور کہا ہم وہی سفیانی منتظر ہیں اور اس طرح انہوں نے لوگوں کو دھوکہ دیا۔

دجال کی داستان

جلالی: دجال کے خروج کو علامات ظہور میں سے ایک شمار کیا جاتا ہے اور اس کی

تعریف اس طرح کی جاتی ہے کہ وہ ایک کافر ہوگا اس کی ایک آنکھ ہوگی اور وہ بھی پیشانی میں واقع ہوگی اور ستاروں کی طرح چمکتی ہوگی' اس کی پیشانی پر اس طرح "کافر" لکھا ہوا ہوگا کہ اس کو ہر پڑھا لکھا اور بے پڑھا لکھا پڑھ لے گا۔ کھانوں کا پہاڑ اور پانی کا ایک دریا ہمیشہ اس کے ساتھ ہوگا' سفید خچر پر سوار ہوگا' جس کا ہر قدم ایک میل کا ہوگا' آسمان اس کے حکم پر پانی برسائے گا اور زمین سبزہ اگائے گی۔ زمین کے تمام خزانوں کا وہ مالک ہوگا' مردہ کو زندہ کر دے گا' ایسی آواز سے کہ تمام اس کو سن لیں' کہے گا میں تمہارا خدا ہوں' جس نے تم کو پیدا کیا ہے' میں روزی دیتا ہوں' میری طرف دوڑ کر آؤ۔ کہتے ہیں زمانہ پیغمبرؐ میں موجود تھا اور اس کا نام عبد اللہ یا صائد بن صید تھا۔ پیغمبر اسلامؐ اور آپؐ کے اصحاب اس کو دیکھنے اس کے گھر گئے' وہ خدا ہونے کا مدعی تھا۔ حضرت عمر نے چاہا کہ اسے قتل کر دے لیکن پیغمبرؐ نے منع کر دیا' اب تک زندہ ہے اور آخری زمانہ میں اصفہان کے قریہ یہودیہ سے خروج کرے گا۔ ☆ ۳۶۰ تمیم الداری جو شروع میں عیسائی تھا اور نو ہجری میں مسلمان ہوگیا تھا اس سے روایت کی گئی ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے دجال کو مغرب کے ایک جزیرہ میں دیکھا ہے اس کے گلے میں طوق تھا وہ زنجیر میں بندھا ہوا تھا۔ ☆ ۳۶۱

ہوشیار: دجال کو انگریزی میں Antichrist کہتے ہیں۔ جس کے معنی مسیح کی ضد یا ان کے دشمن ہیں۔ دجال کا لفظ کسی معین و مخصوص فرد کا نام نہیں ہے بلکہ لغت عرب میں ہر جھوٹے فریب کار کو دجال کہتے ہیں۔ انجیل میں بھی یہ لفظ زیادہ نظر آتا ہے۔ یوحنا کے پہلے رسالہ میں لکھا ہی جھوٹا کون ہے۔ وہ جو عیسیٰؑ کے مسیح ہونے کا انکار کرے۔ وہ دجال ہے کہ باپ اور بیٹے کا انکار رہا ہے۔ ☆ ۳۶۲ پھر اسی رسالے میں لکھا ہے تم نے سنا ہے کہ دجال آرہا ہے آج کل دجال بہت ہوگئے ہیں۔ ☆ ۳۶۳

پھر اسی رسالے میں لکھا ہے ہر وہ روح جو مجسم شدہ عیسیٰؑ کا انکار کرے خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ یہ روح دجال ہے جیسا کہ تم نے سنا ہے کہ آتا ہے اور ابھی

دنیا میں موجود ہے۔ ☆ ۳۶۴

رسالہ دوئم یوحنا میں لکھا ہے: چونکہ گمراہ کرنے والے دنیا میں بہت باہر نکل آئے ہیں اور عیسیٰؑ مسیح جو جسمانی طور پر ظاہر ہوگئے ہیں ان کا اقرار نہیں کرتے وہ ہیں گمراہ کرنے والے اور دجال۔ ☆ ۳۶۵

انجیل کی آیتوں سے ثابت ہوتا ہی کہ دجال جھوٹے اور گمراہ کرنے والے کے معنوں میں ہے اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دجال کے زندہ ہونے اور اس کے خروج کی داستان اس زمانہ کے عیسائیوں میں بھی عام تھی اور وہ اس کے خروج کے انتظار میں تھے۔

بظاہر حضرت عیسیٰؑ نے دجال کے خروج کی خبر دی ہے اور انہوں نے لوگوں کو اس کے فتنہ سے ڈرایا ہے' اس لئے نصاریٰ کے منتظر رہے ہیں۔ بہت قریبی احتمال ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا دجال موعود وہی مسیح کاذب و دجالی ہو جو عیسیٰؑ مسیح کے تقریباً" پانچ سو سال بعد ظاہر ہوا۔ اس نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا اور وہی ہے جو دار پر لٹکایا گیا نہ کہ مسیح پیغمبر خداؑ۔ ☆ ۳۶۶

اسلام میں بھی کتب احادیث میں ایسی حدیثیں موجود ہیں جو وجود دجال پر دلالت کرتی ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ لوگوں کو دجال سے ڈرایا کرتے تھے اور اس کے فتنے کی لوگوں سے بات کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ تمام پیغمبر جو حضرت نوحؑ کے بعد مبعوث ہوئے ہیں اپنی قوم کو فتنہ دجال سے ڈراتے تھے۔ ☆ ۳۶۷ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک برپا نہ ہوگی جب تک تیس عدد دجال جو خود کو پیغمبر سمجھتے ہیں' ظاہر نہ ہوں۔ ☆ ۳۶۸

حضرت علیؑ نے فرمایا: ان دو دجالوں سے جو اولاد فاطمہؑ میں سے ہوں گے ڈرتے رہنا۔ ایک اور دجال بصرہ کے دجلہ سے خروج کرے گا جو مجھ سے نہیں ہے وہ تمام دجالوں کی تمہید ہوگا۔ ☆ ۳۶۹

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: قیامت برپا نہ ہوگی جب تک تیس دجال ظاہر نہ ہوں اور

خدا اور اس کے رسولؐ پر بہتان نہ باندھیں۔ ☆ ۳۷۰

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا : دجال کے خروج سے پہلے ستر سے زیادہ دجال ظاہر ہونگے۔ ☆ ۳۷۱

مذکورہ بالا احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ دجال کسی مخصوص شخص کا نام نہیں ہے اس کا ہر جھوٹے اور گمراہ کرنے والے پر اطلاق ہوتا ہے۔

خلاصہ : داستان دجال کی جڑ کتاب مقدس اور نصاریٰ کے درمیان دیکھنی چاہیئے۔ اس کی بہت سے احادیث اور تفصیلات کتب اہل سنت میں ان کی سندوں کے مطابق ہیں۔ اور بہر حال دجال کا اصل ماجرا بعید نہیں ہے کہ ٹھیک ہو لیکن جو اس کی صفات بیان ہوئی ہیں ان کا کوئی قابل اعتبار ماخذ نہیں ہے۔ ☆ ۳۷۲

پس بفرض محال اگر دجال کا قصہ حقیقت بھی رکھتا ہو پھر بھی بلا تردید افسانوں کے ساتھ مل کر اپنی حقیقی صورت کو گم کر بیٹھا ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آخری زمانے میں اور ظہور حضرت حجتؑ کے نزدیک ایک شخص پیدا ہوگا جو جھوٹ اور فریب کاری اور اپنے غلط وعدوں سے ایک گروہ کو گمراہ کرے گا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لوگوں کی زندگی اور ان کا کھانا پینا اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ لوگ اتنے غافل ہو جائیں گے کہ یہ گمان کریں کہ آسمان و زمین اس کے اختیار میں ہیں۔ جھوٹ اس کا اس قدر ہوگا کہ وہ اچھے کاموں کو برا اور برے کاموں کو اچھا بتائے گا۔ جنت کو دوزخ اور دوزخ کو جنت بتائے گا۔ لیکن اس کا کفر ہر خواندہ و ناخواندہ پر ظاہر ہوگا۔ لیکن ہمارے پاس اس کی کوئی دلیل معتبر نہیں ہے کہ وہ دجال جس وعدہ ہے' یعنی صائدبن صید پیغمبرؐ کے زمانے سے اب تک زندہ موجود ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ کہ سند حدیث ضعیف ہے۔ پیغمبر اسلامؐ نے دجال کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ مدینہ و مکہ میں داخل نہیں ہوگا حالانکہ صائد بن صید ان دونوں شہروں میں داخل ہوا اس کی مدینہ میں وفات ہوئی اور لوگوں کا ایک گروہ اس کی موت کا گواہ ہے۔ ☆ ۳۷۳ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ پیغمبر اسلامؐ نے صائد بن صید کا نام دجال رکھا ہوگا تو دجال لغوی یعنی جھوٹا

کہا ہوگا نہ کہ دجال موعود جو علامات ظہور میں سے ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ پیغمبرؐ اسلام نے صائد سے ملاقات کی اور اس کا دجال کے مصداق کی حیثیت سے اپنے اصحاب سے تعارف کرایا اور چونکہ آخری زمانہ میں دجال کے خروج کی خبر دی ہے تو یہ دونوں باتیں لوگوں کے لئے شبہ کا باعث بن گئیں اور انہوں نے گمان کیا کہ صائد جس کا پیغمبرؐ نے دجال نام رکھا تھا وہی دجال ہے جو آخری زمانہ میں خروج کرے گا۔ اسی وجہ سے لوگوں نے اس کے زندہ رہنے اور طویل عمر کا نتیجہ نکال لیا۔

اہل جہاں کے افکار آمادہ ہوتے ہیں

جلسہ وقت مقررہ پر شروع ہوا۔ ڈاکٹر نے اپنا سوال اس طرح پیش کیا۔

ڈاکٹر : ان تمام مختلف آرا عقائد کے اور اختلاف کے اسباب و عوامل کے جو انسانوں کے درمیان موجود ہیں یہ کس طرح سوچا جا سکتا ہے کہ تمام دنیا ایک حکومت کے ماتحت رہے اور زمین کا اقتدار حکومت مہدیؑ کے اختیار میں آجائے۔

ہوشیار : اگر زمانے کے عام حالات' مقدار علم و معلومات اور انسانی عقلیں اسی انداز میں رہیں تو زمانہ بھر کی واحد حکومت کا قیام ایک بعید از قیاس بات ہے لیکن جس طرح انسانی تمدن و تعقل اور اس کی سطح معلومات گذشتہ زمانوں اور صدیوں میں موجودہ سطح کی نہیں تھی بلکہ زمانے کے گزرنے اور حوادث و انقلابات کے اثر کے ماتحت اس مرتبہ پر پہنچ گئی ہے اور موجودہ سطح پر بھی یہ چیز نہیں ٹھہرے گی بلکہ قطعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ معلومات بشریں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور آئندہ اجتماعی مصلحتوں کا ادراک تعقل و تمدن کی ایک زیادہ بلند سطح تک رسائی حاصل کرلے گا۔ اپنے مقصد کے ثابت کرنے کے سلسلہ میں ہم مجبور ہیں کہ انسان کے گذشتہ حالات کا مطالعہ کریں تاکہ اس کے آئندہ کے بارے میں ہم فیصلہ کر سکیں۔ یہ مفہوم بجائے خود ثابت شدہ ہے کہ خود پرستی و مفاد ذاتی انسان کا فطری معاملہ ہے اور اس کی نظر صرف اسی سمت مرکوز رہتی ہے اور واحد طاقت جو انسان کو مصروف کار رکھتی ہے وہ

یہی کمال سعادت کی ضمانت اور منافع کی کشش ہے اور بس۔ ہر شخص اپنی امکانی قوت کی حد تک کوشش کرتا ہے کہ اپنی منفعت کو حاصل کر لے اور اس کے راستے میں جو رکاوٹیں ہیں ان کو دور کرے۔ وہ دوسروں کے منافع کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ لیکن ایسی صورت میں کہ جب انسان اپنے فائدوں کو دوسروں کے فائدہ میں مضمر دیکھے تو دوسروں کی منفعت کو بھی منظور نظر بنا لیتا ہے اور اس امر پر تیار ہوجاتا ہے کہ اپنی منفعت کا ایک حصہ دوسرں پر فدا کر دے۔ شاید پہلا موقع جب انسان مفاد ذات کی سطح سے نیچے آتا ہے اور دوسرے کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے وہ اس کی شادی کا موقع ہے۔ اس لئے مرد و زن دونوں اس بات کو محسوس کر لیتے ہیں کہ انہیں ایک دوسرے کی ضرورت ہے اور یہی ضرورت کا احساس تھا کہ ان کے درمیان شادی کی گرہ بندھی اور وہ اس کے دوام و استحکام کے لئے اس امر پر مجبور ہوئے کہ مفاد ذات کو ایک اعتدال کی سطح پر لائیں اور ایک دوسرے کی منفعت کو منظور نظر بنائیں۔ دو افراد یعنی میاں بیوی کے اجتماع سے خاندان کے اجتماع کی بنیاد رکھی گئی۔ درحقیقت خاندان کا ہر فرد صرف اپنے کمال اور سعادت کی تحصیل کے سوا کوئی اور مقصد پیش نظر نہیں رکھتا لیکن جب اس بات کا احساس کرتا ہے کہ اس کی سعادت تمام خاندان کی سعادت سے متعلق ہے تو وہ خاندان کے دوسرے افراد کی سعادت کا بھی طلب گار ہوجاتا ہے اور تعاون کا احساس اس کے اندر تقویت پکڑنے لگتا ہے۔ انسان نے مدتوں خاندان کی حیثیت سے اور ایک قسم کے حجاب میں محجوب رہ کر زندگی بسر کی ہے یہاں تک کہ تباہیوں اور تصادم و حوادث جن کا اس کو سامنا کرنا پڑا' ان کے زیر اثر دوسری طرح کے خاندانوں کے افکار نے ارتقا کی راہ دیکھی اور انسان کو احساس ہوا کہ دشمنوں سے لڑنے کے لئے اور ضمانت سعادت کے لئے وہ مجبور ہے کہ بڑے خاندانوں کی بنیاد رکھے فکرواحساس کی ترقی کے اس سبب کی یہ ضرورت تھی کہ قبیلے وجود میں آئے اور قبیلے کے افراد اس امر پر آمادہ ہوئے کہ اپنے گروہ کے تمام افراد کی منفعت کو عزیز رکھیں اور ذاتی و خاندانی مفاد کا کچھ حصہ پورے قبیلے پر نثار کر دیں۔ فکرو احساس کی

بلوغ کی یہ ایک ضرورت ہی تھی کہ بہت سی صدیوں اور طویل زمانوں میں وہ اس پر آمادہ ہوئے کہ ایک دوسرے کے قرب میں زندگی گزاریں۔ اپنی سکونت کے لئے گاؤں یا شہر کی بنیاد رکھیں' اپنے شہر کے رہنے والوں کی منفعت کو پسند کریں اور انکے حقوق کا بھی دفاع کریں' انسان مدتوں سے اسی حالت میں زندگی گزار رہا تھا کہ رفتہ رفتہ حادثات پیش کرنے والے واقعات' گروہ بندی کی لڑائیوں اور طاقتوروں کے اعمال نفوذ نے اس کے گاؤں اور شہر کے چھوٹے ماحول کے خیالات کو ترقی دی اور اس نے احساس کیا کہ اپنی فلاح و آسائش کی ضمانت کے لئے وہ مجبور ہے کہ قریب کے دیہات اور شہروں سے بھی تعلق رکھے تاکہ خطرے کے موقعوں اور قوی دشمنوں کے حملے کے وقت وہ ایک دوسرے سے فائدہ اٹھائیں اس مقصد کے پیش نظر عظیم تر اجتماع کی بنیاد رکھی گئی اور ان کی وسیع و عریض جگہ کا نام سلطنت حکومت رکھا گیا۔ اپنی سلطنت میں محدود رہنے والے انسان کی فکر نے اس حد تک ترقی کر لی کہ وہ اپنی مملکت کی تمام غیر محدود زمین کو ایک گھر کی حیثیت سے دیکھتا ہے اور اس مملکت کے مکینوں کو ایک خاندان کے افراد سمجھتا ہے اور اس سرزمین کے تمام ذخیروں' اس مملکت کے تمام رہنے والوں کا خیال رکھتا ہے اور اس مملکت کے ہر خطے کی ترقی سے خوش ہوتا ہے۔ نسل' زبان شہر اور گاؤں کے اختلافات کو نظرانداز کردیتا ہے اور اپنی سعادت کو ملک کے تمام افراد کی سعادت میں مضمر دیکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یگانگت و ارتباط کے افکار' افراد ملت میں جتنے زیادہ قوی ہوں گے اور اختلافات کم ہوں گے اس ملک کی ترقی اتنی زیادہ ہوگی۔ انسان کا موجودہ تمدن اور اس کی ترقی آسانی سے ہاتھ نہیں آئی بلکہ بہت سے برسوں اور صدیوں کو طے کرنے اور ہزاروں مختلف قسم کے حادثوں اور پیش آنے والے واقعات کے ذریعہ ایک بلند مرتبہ پر فائز ہو چکی ہے اور مطلق مفاد پرستی ذاتی منفعت اور کوتاہ نظر سے دست کش ہو چکی ہے لیکن پھر بھی کافی حد تک اس نے ترقی نہیں کی ہے اور وہ اس حد پر توقف بھی نہیں کر سکتی۔ اب صنعتوں اور علوم کی ترقی کے ذریعے ممالک عالم کے درمیان ایک تعلق پیدا ہو گیا ہے

وہ مسافت جو پہلے کئی مہینے میں طے کی جاتی تھی اب وہ چند محدود منٹوں میں طے ہوجاتی ہے۔ دور دراز کے فاصلوں سے ایک دوسرے کی آواز سن لی جاتی ہے اور ایک دوسرے کو دیکھ لیا جاتا ہے۔ مملکتوں کے حادثات و حالات ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک دوسرے میں نفوذ کرتے ہیں۔ اب انسان محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنے ملک کی سرحدوں کو مضبوطی سے بند نہیں رکھ سکتا اور تنہائی میں زندگی نہیں گزار سکتا اور دوسرے ملکوں سے تعلقات منقطع نہیں رکھ سکتا۔ اس زمانے کے حادثوں اور انقلابوں سے وہ سمجھ چکا ہے کہ ملکی اجتماع اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ ملک کے افراد کی سعادت کی ضمانت دے سکے۔ اور خطروں اور حادثوں سے ان کو محفوظ رکھ سکے۔ یہ سبب ہے کہ ہر حکومت کوشش کرتی ہے کہ اپنے اجتماع کو زیادہ قوی اور عظیم بنائے۔ انسان کی یہ اندرونی خواہش کبھی جمہوریتوں کی کوشش میں ظاہر ہوتی ہے کبھی مشرق و مغرب کے بلاکوں کی شکل میں نمایاں ہوتی ہے۔ اور اسلامی ملکوں کے اتحاد کے نام سے سامنے آتی ہے کبھی سرمایہ دارانہ نظام رکھنے والے ملکوں اور کبھی کمیونسٹ ملکوں کی صورت میں نمایاں ہوتی ہے۔ ایسے اتحادوں کی اور سینکڑوں مثالیں ہیں جو انسان کے بلوغ فکر اور اس کی روحانی وسعت کو ظاہر کرتی ہیں۔ اب انسان کوشش کر رہا ہے اور تلاش کر رہا ہے کہ اتحاد کے عام معاہدوں کو وسعت دے ممکن ہے اس وسیلے سے وہ خطرات کو ختم کر دے اور عالمی بحرانوں کا حل نکال سکیں یہ نہ صرف درد کی دوا نہیں کرتے بلکہ ایک دوسرے اور مشکلات کو حل کر لے اور کرہ خاکی کے رہنے والوں کے آرام و آسائش کے وسائل فراہم کرے۔ بعض علما کے نظریے کے مطابق انسان کی موجودہ کوشش' جدوجہد اور وسعت طلبی کی حالت ایک مکمل انقلاب اور عمومی پیش قدمی کی تمہید ہے۔ دنیائے انسانیت جلد ہی سمجھ جائے گی کہ اس قسم کے متحدہ ممالک بھی چونکہ محدود ہیں ان میں وہ قدرت و توانائی نہیں ہے کہ وہ خطرات اور وحشت ناک عالمی بحرانوں کے مقابل صف آرا ہو کر زیادہ شدید بحران اور مشکلات پیدا کرتے ہیں۔

انسان ابھی تجربہ اور آزمائش کی منزل میں ہے تاکہ ان اتحادی ممالک کے ذریعہ اپنی ذاتی منفعت اور تنگ نظری کو امکانی حد تک قناعت سکھائے اور عالمی خطرات و مشکلات کو ختم کرے۔ وہ انجام کار یہ سمجھ جائے گا کہ تنگ نظری اور صرف اپنی منفعت کا احساس انسانیت کی سعادت کا ضامن نہیں ہو سکتا۔ بہر حال یہ اقرار کرے گا کہ کرہ زمین کے ماحول اور گھر کے ماحول میں کوئی فرق نہیں ہے اور زمین کے رہنے والے ایک خاندان کی طرح ہیں۔ آخر کار اسے یہ احساس ہوجائے گا کہ غیر کی منفعت میں اپنی منفعت ہے۔ اس وقت اہل عالم کے دل اور خیالات سعدی شیرازی کے ہم آواز ہو کر یہ اقرار کریں گے کہ۔

بنی آدم اعضائے یکدیگراند
کہ در آفرینش زیک گوہر اند

بنی آدم ایک دوسرے کے اعضا ہیں اس لئے کہ ان کی تخلیق ایک ہی گوہر سے ہوئی ہے۔ وہ یہ سمجھ جائیں گے کہ وہ قوانین و احکام جو اختلاف پیدا کرنے والے محدود نظاموں پر قائم ہیں اور عالم کی اصلاح کے لئے ناکافی ہیں۔ بین المللی مجالس کی بنیاد اور حقوق انسانی کے قوانین کی تشکیل کو عظیم فکر کا ہراول دستہ' تمہید' بیداری اور انسانی عقلوں کی تدریجی تکمیل سمجھنا چاہئے۔ اوراگرچہ وہ بھی ابھی تک طاقتوروں کے نفوذ کے اثرات کی وجہ سے کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام نہیں دے سکتے ہیں اور اختلاف انگیز نظاموں کو محکوم بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس قسم کے افکار سے انسان کے درخشاں مستقبل کی پیشین گوئی کی جا سکتی ہے۔ زمانہ کے عام حادثات و حالات سے محسوس کیا جا سکتا ہے کہ انسان مستقبل قریب میں ایک بہت ہی حساس دوراہے پر کھڑا ہوا ہوگا۔ وہ دوراہا دو چیزوں سے عبارت ہوگا۔ ایک مادیت پرستی سے دوسرے توحید خالص سے۔ یعنی دنیائے انسانیت یا آنکھیں بند کر کے مادیت پرستی کے سامنے سر جھکا دے اور احکام خدا وندی کو یکسر ٹھکرا دے یا کارخانہ تخلیق پر خدا کی حاکیت کو تسلیم کرلے اور خدائی قانون کو مان لے اور زمانے کے بحرانوں کا

علاج اور انسانی اصلاح آسمانی قوانین کے مطابق کرے اور غیر الٰہی قوانین کی بندگی اختیار نہ کرے۔ لیکن یہ قطعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ انسان کی خدا پرستی اور تلاش دین کی اندرونی تحریک ہرگز خاموش نہ ہوگی اور جیسی کہ ادیان عالم علی الخصوص اسلام نے پیش بینی کی ہے خدا پرست طبقہ آخر کار کامیابی سے ہمکنار ہوگا اور فضائل انسانیت' اخلاق نیک اور عقائد صحیح کی بنیاد پر انسانوں کا عظیم اجتماع تشکیل پائے گا۔ تمام غلط تعصبات اور اختلاف پیدا کرنے والے جھوٹے خدا ختم ہوجائیں گے۔ تمام اہل جہاں معبود واحد اور اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے۔ خدا پرست طبقہ اور توحید کا قائل گروہ ایمان کے حصار محکم اور وسیع احاطہ میں جاگزیں ہوگا اور پیغمبر اسلامؐ کے احکام' ان کے پیغام اور قرآن شریف کو قبول کرلے گا۔

جی ہاں قرآن کریم نے دنیائے اہل کتاب کو پیشکش کی تھی کہ آؤ ہم سب ایک کلمہ اور مشترکہ لائحہ عمل کے پابند ہوجائیں اور عزم مصمم کر لیں کہ خدائے واحد کے سوا کسی اور کو معبود نہ بنائیں اور سوائے خدا کے کسی بھی معبود کے سامنے نہ جھکیں اور اس کی عبادت نہ کریں اور انسانوں کو واجب الاطاعت نہ سمجھیں۔ ☆ ۳۷۴

قرآن کریم اور اس ہمہ گیر انقلاب کے لائحہ عمل کا اجرا باصلاحیت اور شائستہ افراد کے وسیلے سے جائز سمجھتا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ نے خبر دی ہے کہ وہ شائستہ اور معجز نما فرد جو انسانوں کی مختلف آرا کو اور طرح طرح کے افکار کو ایک مقام پر جمع اور ایک مرکز کی طرف متوجہ کرے گا' انسانوں کی عقلوں کو کامل بنائے گا' خواب سے بیدار کرے گا' دشمنیوں سے اور اختلافات کے عوامل کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا اور صلح و صفا کو محکم کرے گا وہی مہدی موعودؑ ہے جو میرے فرزندوں میں سے ہوگا۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے جس وقت ہمارا قائمؑ قیام کرے گا وہ اپنا ہاتھ بندگان خدا کے سروں پر رکھے گا۔ ان کی پراگندہ عقلوں اور منتشر افکار کو ایک نقطہ پر مرکوز کردے گا' ایک مقصد کی طرف ان کو متوجہ کرے گا اور ان میں اخلاق حسنہ کو حد کمال تک پہنچا دے گا۔ ☆ ۳۷۵

علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا ہے جس وقت ہمارا قائمؑ قیام کرے گا اس وقت لوگوں کے دلوں میں دشمنی اور عداوت بالکل ختم ہوجائے گی اور امن عالم برقرار ہو جائے گا۔ ☆ ۳۷۶

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے جب ہمارا قائمؑ قیام کرے گا زمین کے تمام ذخیرے' معدنیات اور عمومی اموال سب اس کے اختیار میں ہوں گے۔ ☆ ۳۷۷

کمزوروں کی انتہائی کامیابی

جلالی: آپ کو زمانے کے حالات کی خبر ہے کہ زمین کے ہر خطہ میں متکبر اور ظالم افراد کی ایک خاصی تعداد مجبور و بے کس لوگوں پر حکومت کر رہی ہے؟ ان حالات کے پیش نظر حضرت مہدیؑ کس طرح قیام کریں گے اور کیوں کر کامیاب ہوں گے؟

ہوشیار: حضرت مہدیؑ کی کامیابی' مستکبرین کے مقابلہ میں جو اقلیت میں ہیں اور حقیقی طاقت نہیں رکھتے' مستضعفین عالم کی کامیابی ہے جو اکثریت میں ہیں اور تمام قوت الٰہی کی ہے اور یہی وہ مفہوم ہے جو آنجناب کی عالمگیر کامیابی کو ممکن بناتا ہے۔ اس مقام پر مناسب ہے کہ میں کچھ وضاحت کروں تاکہ مفہوم واضح ہوجائے۔

قرآن کی آیتیں اور حدیثیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ مستضعفین زمانہ آخر کار ظالموں اور طاقتوروں کے مقابلہ میں کامیاب ہوں گے۔ ان کو یہ کامیابی ایک ایسے عالمگیر انقلاب کے نتیجے میں حاصل ہوگی جس کی رہبری کے فرائض مہدی موعودؑ انجام دیں گے۔ وہ شیطانی طرز حکومت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں گے اور زمانہ کا انتظام و اقتدار اپنے دست تصرف میں لے لیں گے۔ پروردگار عالم قرآن میں فرماتا ہے: ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ روئے زمین پر کمزور کر دئے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور انہی کو روئے زمین پر پوری قدرت عطا کریں۔ ☆ ۳۷۸

جیسا کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں آیہ مندرجہ بالا قطعی طور پر خوشخبری دیتی ہے کہ آخر کار زمانہ کا انتظام و انصرام مستضعفین کے ہاتھوں میں ہوگا۔ اس بنا پر حضرت

مہدیؑ کی کامیابی ہے جو مستضعفین کو مستکبرین پر حاصل ہوگی۔ مفہوم کو واضح تر کرنے کے لئے چند نکتوں کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہے۔

(۱) استضعاف کیا ہے اور مستضعفین کون ہیں؟

(۲) مستکبرین کی کیا علامتیں ہیں؟

(۳) مستکبرین، مستضعفین پر کیوں مسلط ہوگئے ہیں؟

(۴) مستضعفین کے مستکبرین پر غلبہ پانے کا امکان کس طرح ہوگا؟

(۵) اس عظیم و عالمگیر انقلاب کی ذمہ داری کس پر ہے؟

اس موقع پر جلسہ کا وقت ختم ہوگیا اور یہ طے پایا کہ اس کے بعد کی نشست ڈاکٹر صاحب کے ہاں منعقد ہو۔

قرآن میں مستضعفین، سرکشوں اور مستکبرین کے مقابلہ میں آیا ہے اور مناسب ہے کہ اسی رخ سے ان دونوں کے بارے میں غور کرنا چاہیے۔ قرآن میں مستکبرین کی علامتوں اور نشانیوں کا ذکر ہے۔ ایک مقام پر فرعون کے بارے میں جو مستکبرین میں سے تھا خدا فرماتا ہے: بے شک فرعون نے (مصر کی) سرزمین میں بہت سر اٹھایا تھا اور اس نے وہاں کے رہنے والوں کو کئی گروہ کر دیا تھا۔ ان میں سے ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو عاجز کر رکھا تھا۔ کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کرا دیتا تھا ان کی بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بے شک وہ مفسدوں میں تھا۔[379] مذکورہ آیت میں فرعون جو مستکبرین میں سے ہے اس کے لیے تین نشانیاں بیان ہوئی ہیں پہلی استکبار اور برتری کی جستجو دوسری لوگوں میں تفرقہ ڈالنا تیسری فساد پیدا کرنا۔ ایک اور آیت میں فرماتا ہے: اس میں شک نہیں کہ فرعون روئے زمین پر بہت بڑھا چڑھا تھا اور اس میں بھی شک نہیں کہ وہ اسراف کرنے والوں میں سے تھا۔[380] اس آیت میں فضول خرچی کو مستکبرین کی نشانیوں میں شمار کرتا ہے ایک اور آیت میں فرماتا ہے: غرض فرعون نے (باتیں بنا کر) اپنی قوم کی عقل مار دی اور وہ لوگ اس کے تابعدار بن گئے بے شک وہ لوگ تھے ہی بدکار۔[381] اس آیت میں لوگوں کی تحقیر و توہین کو مستکبرین کی نشانی بتایا گیا ہے اور یہی معنی لوگوں کی اطاعت کے عوامل میں شمار کئے گئے ہیں۔

ایک اور آیت میں فرماتا ہے: قارون، فرعون اور ہامان، موسیٰؑ ان کے لیے واضح نشانیاں لائے مگر انھوں نے زمین میں راہ تکبر اختیار کی۔[382]

آیہ مذکورہ میں قبول حق سے انکار استکبار کی نشانیوں میں شمار کیا گیا ہے اور ایک اور آیت میں فرماتا ہے: تو اس کی قوم کے بڑے بڑے لوگوں نے بے چارے غریبوں سے ان میں سے جو ایمان لائے تھے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ صالح اپنے پروردگار کے سچے رسول ہیں۔ ان بے چاروں نے جواب دیا کہ جن باتوں کا وہ پیغام لائے ہیں ہمارا تو اس پر ایمان ہے تب جن لوگوں کو (اپنی دولت پر گھمنڈ تھا) کہنے لگے ہم تو جس پر تم ایمان لائے ہو اسے نہیں مانتے۔[383]

ایک اور آیت میں کفرو شرک کی ترویج کو مستکبرین کی علامت شمار کرتا ہے:

اور کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ زبردستی تو نہیں کی مگر ہم خود بھی گمراہ نہیں ہوئے بلکہ تمہاری رات دن کی فریب دہی نے (گمراہ کیا) کہ تم لوگ ہم کو خدا کے نہ ماننے اور اس کے شریک ٹھہرانے کا برابر حکم دیتے تھے۔[۳۸۴]

چنانچہ آپ نے دیکھ لیا کہ آیات مذکورہ میں مستکبرین کے لیے چند نشانیاں بیان ہوئی ہیں۔

(۱) استکبار اور برتری کی جستجو۔ (۲) تفرقہ اندازی (۳) اسراف اور فضول خرچی (۴) لوگوں کی تحقیر و توہین (۵) فساد انگیزی (۶) قبول حق سے انکار (۷) کفرو فساد کی ترویج۔

ان آیتوں کے مجموعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مستکبرین ایک ایسا گروہ ہیں کہ بغیر کسی کے خود کو دوسروں سے بہتر طور پر متعارف کراتے ہیں۔ لوگوں سے کہتے ہیں ہم اہل سیاست ہیں۔ کام کے جاننے والے ہیں عقل مند ہیں اور تمہاری مصلحتوں کو تم سے بہتر سمجھتے ہیں۔ تمہاری عقل اس قابل نہیں ہے کہ تمہاری مصلحتوں کو سمجھے۔ تمہیں چاہیے کہ ہماری اطاعت کرو تاکہ سعادت مند بن جاؤ۔ استکبار کی علامتوں میں سے ایک بڑی علامت تفرقہ اندازی ہے اور اختلاف کا پیدا کرنا ہے۔ رنگ، نسل، مذہب، زبان، قومیت، ملک، ملت، شہر، جائے قیام اور ایسے ہی دوسرے سینکڑوں اختلاف انگیز عوامل کے ذریعہ وہ لوگوں میں اختلاف کے بیج اس غرض سے بوتے ہیں کہ لوگوں پر حکومت کر سکیں۔ وہ کفرو شرک و گناہ و فساد کو پھیلاتے ہیں اور اس کے ذریعے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور دوسروں کی محنت سے خود فائدہ اٹھاتے ہیں اور کمزور ملکوں میں مداخلت کرتے ہیں۔ دوسروں کے تمام امور کو اپنے قبضہ میں لے لیتے ہیں۔ عام اموال پر قبضہ کر لیتے ہیں اور اسے اپنی مرضی سے خرچ کرتے ہیں۔ ملک کے دفاع کے بہانے سے اسلحہ وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں۔ عام لوگوں کی ضرورتوں کے ضامن بننے اور امن قائم کرنے کے بہانے اپنے فائدہ کے لیے عدالتی تنظیمیں بناتے

ہیں اور عوام کے مال اور بیت المال سے اپنی مرضی کے مطابق روپیہ خرچ کرتے ہیں اور اپنے دوستوں کو روپیہ دیتے ہیں حالانکہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اور وہ سوائے اپنی حکومت کو جاری رکھنے اور پرستش ذات کے اور کوئی مقصد پیش نظر نہیں رکھتے۔ مستکبرین عظیم نہیں ہیں۔ ان کے پاس قوت و طاقت نہیں ہے وہ فریب کاری سے لوگوں کی عظیم طاقت کو اپنی طاقت ظاہر کرتے ہیں اور پھر انہی کی توہین کرتے ہیں۔ اس مقام پر مستضعفین کے معنی بھی روشن ہو گئے۔ مستضعف کے معنی کمزور و ناتواں کے نہیں ہیں بلکہ مستضعف اس کو کہا جاتا ہے جو جھوٹے مستکبرین کی فریب کاری اور پروپیگنڈے کے نتیجے میں اپنی تحقیقی قوت و توانائی کو فراموش کرکے بندگی و ذلت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حقیقی طاقت و توانائی لوگوں کا اپنا مال ہے۔ زمین، آب و ہوا، قدرتی وسائل، کام کرنے کی صلاحیت، علم و صنعت و ایجاد کی طاقت، ہر وہ شے جس سے آدمی تعلق رکھتا ہے وہ سب طاقت و توانائی ہے۔ کاریگر کی قوت، پیداوار حاصل کرنے والا اور اس کی طاقت، فوجی، سپاہیانہ، انتظامی اور عدالتی طاقت یہ سب افراد ملت سے وجود میں آتی ہے۔ علم، ایجاد اور صنعت کی طاقت بھی افراد ملت کی بدولت ہی ہوتی ہے۔ اس بنا پر خود افراد قدرتی وسائل ہوتے ہیں نہ کہ مستکبرین۔ اگر لوگوں کی دوستی اور ان کی مدد نہ ہو تو مستکبرین کیا طاقت رکھتے ہیں لیکن مستکبرین نے دھوکہ فریب اور جھوٹے پروپیگنڈے سے لوگوں کو اپنی ذات سے بے خبر کرکے کمزوری اور بے چارگی کی طرف گھسیٹ لیا ہے اور وہ خود لوگوں ہی کے ذریعہ لوگوں کے سروں پر کود رہے ہیں اور ان کے وسائل سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ان کے امور میں بے جا مداخلت کر رہے ہیں۔ مستکبرین محض اقلیت ہیں جنہوں نے پورے عہد تاریخ میں اس بات کی کوشش کی ہے کہ اقوام کو کمزوری و بے خبری کی حالت میں رکھیں اور اس ذریعہ سے ان پر حکومت کریں۔ لیکن خدا کے پیغمبر اس امر پر مامور ہیں کہ کمزور و لاچار بنائے ہوئے انسانوں کو خواب غفلت سے جگائیں تاکہ وہ اپنی عظیم طاقت و توانائی سے باخبر ہوں اور مستکبرین کی قید سے آزاد ہوں۔ پیغمبر ہمیشہ یہ کوشش کرتے

تھے کہ مستکبرین کے خلاف رہ کر ان کے راز فاش کریں۔ ان کی جھوٹی قوت اور بے معنی جاہ و جلال کا طلسم توڑیں۔ مستضعفین کو جرات دلائیں تاکہ وہ مستکبرین اور سرکشوں کی جھوٹی قوت کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوں اور ناجائز سلطنت اور مفاد پرستی کے شکنجوں کو توڑ دیں۔ حضرت ابراہیمؑ نمرود کی باطل حکومت کے مقابلہ میں ٹ گئے۔ حضرت موسیٰؑ فرعون کی حکومت کے مقابلہ میں آئے۔ حضرت عیسیٰؑ نے ُروم لوگوں کو نجات دلانے کے لیے اپنے زمانے کے ظالموں کا مقابلہ کیا اور حضرت مدؐ نے ابو جہلوں، ابو لہبوں، ابو سفیانوں، قیصروں اور کسراؤں کے مقابلہ میں صف ٰدی کی اور آپ محروم و لاچار افراد کی آزادی کے لیے جہاد میں مشغول ہوئے۔ ستکبرین کے برعکس پیغمبرؐ لوگوں کو ہوش میں لانے کے لیے ان کو تلاش کرتے تھے۔ ٔرک و بت پرستی اور فساد انگیزی کے خلاف جہاد کرتے تھے۔ لوگوں کو توحید، خدا ستی اور وحدت آشنائی کی طرف بلاتے تھے۔ ظلم و ستم اور تکبر کی مخالفت کرتے تھے۔ پروردگار عالم قرآن میں فرماتا ہے: بے شک ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا ہے کہ خدا کی پرستش کرو اور طاغوت سے بچو۔[۳۸۵]

فرماتا ہے: جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور خدا پر ایمان لائے اس نے خدا کی مضبوط رسی کو پکڑ لیا ہے۔[۳۸۶]

قرآن مستضعفین کی آزادی کے لیے خدا کی راہ میں جہاد کو مسلمانوں کا فریضہ قرار دیتا ہے اور کہتا ہے:

مسلمانو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ خدا کی راہ میں اور ان کمزور و بے بس مردوں اور عورتوں کو کفار کے پنجے سے چھڑانے کے واسطے جہاد نہیں کرتے جو خدا سے دعائیں مانگ رہے ہیں کہ ہمارے پالنے والے کسی طرح اس بستی سے جس کے باشندے بڑے ظالم ہیں ہمیں نکال اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا سرپرست بنا اور تو خود ہی کسی کو ہمارا مددگار بنا۔ ایمان والے تو خدا کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں پس تم شیطان کے ہوا خواہوں سے لڑو کیونکہ شیطان کا داؤ تو

بہت بودا ہے۔[۳۸۷]

گذشتہ باتوں سے چند مفاہیم برآمد ہوئے:

(۱) مستکبرین جو لوگوں پر حکومت کرتے ہیں محض اقلیت ہیں اور حقیقی قوت کے مالک نہیں ہیں۔ بلکہ وہ مستضعفین کی قوت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور خود ان کو ناجائز مفاد پرستی اور بے چارگی کی زنجیر میں مقید رکھتے ہیں۔

(۲) مستضعفین لوگوں کی وہی اکثریت ہے جن کا اپنا مالک حقیقی طاقت ہے وہ کمزور و ناتواں نہیں ہیں بلکہ مستکبرین کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر خود کو کمزور سمجھتے ہیں۔

(۳) مستضعفین کی بدقسمتی کا اہم ترین سبب ان کا اپنا احساس کمزوری ہے۔ چونکہ خود کو کمزور اور مستکبرین کو طاقت ور سمجھتے ہیں وہ ان کا آلہ کار بن جاتے ہیں اور ان کے مطیع و فرمانبردار بن جاتے ہیں اور ہر قسم کی محرومی و ذلت و مصیبت کو گوارہ کر لیتے ہیں اور مخالفت کی جرات نہیں کر سکتے۔ مستضعف و محروم لوگوں کی سب سے بڑی اور لا علاج بیماری یہ ہے کہ انہوں نے اپنی عظیم قوت کو بھلا دیا ہے مستکبرین کی جھوٹی اور بے جان قوت سے مرعوب ہو گئے ہیں اور وہ اپنے آپ کو اور ظالموں اور ستمگروں کو ظلم و ستم کے راستے پر خود چلا رہے ہیں۔

(۴) محروموں اور مستضعفین کی نجات کی واحد صورت یہ ہے کہ وہ اپنی کھوئی ہوئی عظیم و توانا شخصیت کو پھر سے پا لیں۔ ایک ہمہ گیر انقلاب و یورش کے ساتھ قید و بند کی زنجیریں توڑ دیں۔ مستکبرین اور سرکشوں کی حکومت کو ہمیشہ کے لیے سرنگوں کر دیں اور زمانے کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اس لیے کہ ایسا ہونا ممکن ہے حقیقی طاقت و توانائی ان عام لوگوں کی طاقت ہی ہے جو اکثریت میں ہیں۔ اگر علما، موجد، کاریگر، ملازمین، سپاہی، کھیتی باڑی کرنے والے کسان، اہل صنعت سب اپنے ہوش میں آئیں اور اپنی عظیم قوت کو مستکبروں اور سرکشوں کے حوالے نہ کریں تو ان کی کمزور اور جھوٹی حکومت ایک دم ختم ہو جائے۔ اگر تمام طاقتیں اور دماغ سپاہی

اور ہتھیار مستضعفین کی منفعت کے لیے استعمال کئے جائیں اور سب راہ پر توجہ دیں تو پھر مستکبرین کے لیے کوئی قوت باقی نہیں رہتی۔

یہ بات اگرچہ مشکل ہے لیکن ایسا ہونا ممکن ہے اور قرآن ایسے نورانی اور درخشاں زمانے کی خوشخبری سناتے ہوئے کہتا ہے: اور ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ روئے زمین پر کمزور کر دیئے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور انہی کو لوگوں کا پیشوا بنائیں اور انہی کو اس سرزمین کا مالک بنائیں اور انہی کو روئے زمین پر پوری قدرت عطا کریں۔[۳۸۸]

یہ عالمگیر انقلاب حضرت مہدیؑ ان کے رفقا اور دوستوں کے ذریعہ برپا ہو گا۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے: جب ہمارا قائمؑ قیام کرے گا تو خداوند متعال اس کے ہاتھ کو بندوں کے سر پر رکھے گا اور اس کے ذریعہ ان کے شعور کو بیدار اور ان کی عقلوں کو کامل کرے گا۔[۳۸۹]

قرآن اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عظیم و عالمگیر انقلاب دین کے نام پر اور الٰہی قانون کے اجرا کے لیے برپا ہو گا۔ اس انقلاب کی ذمہ داری حضرت مہدیؑ کے کاندھوں پر ہے اور شائستہ و جاں نثار مومنین ان کے ہم رکاب ہو کر جہاد کریں گے۔ قرآن کہتا ہے: اے ایمان دارو! تم میں سے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے ان سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو روئے زمین پر ضرور اپنا نائب مقرر کرے گا جس طرح ان لوگوں کو نائب بنایا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور جس دین کو اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے اس پر انہیں ضرور پوری قدرت دے گا اور ان کے خائف ہونے کے بعد ان کے خوف کو ضرور امن سے بدلے گا۔ تاکہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ قرار دیں۔[۳۹۰]

احادیث میں اس طرح آیا ہے کہ مذکورہ آیت سے مراد حضرت مہدیؑ اور ان کے اصحاب و دوست دار ہیں اور انہی کے ذریعہ اسلام تمام جہان میں پھیلے گا اور تمام ادیان پر غالب آئے گا۔ قرآن کریم کی آیتیں اور معصومین کی حدیثیں ایسے دن کی

خوشخبری سناتی ہیں کہ مستضعفین جہاں خواب غفلت سے بیدار ہوں گے اور اپنی عظیم قدرت و طاقت اور سرکشوں اور مستکبروں کی ناتوانی اور کمزوری سے واقف ہو جائیں گے اور حضرت مہدیؑ کی رہبری میں سب کے سب توحید کے طاقتور پرچم کے نیچے آ جائیں گے اور ایمانی طاقت پر انحصار کرکے ایک صف میں کھڑے ہو کر مستکبروں کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں گے اور ایک متحدہ یورش کے ساتھ مستکبروں کی حکومت کو تاخت و تاراج کر دیں گے۔ اور ہمیشہ کے لیے ان کو شکست دے دیں گے۔ اسی درخشاں عہد میں کفر، شرک، مادیت پرستی اور ظلم و ستم کی جڑ کٹ جائے گی۔ عدل اور توحید جہاں میں مستحکم ہو جائیں گے۔ لوگوں میں تفرقہ باقی نہیں رہے گا۔ توہم اور اختلاف انگیز حدود کا اعتبار ساقط ہو جائے گا اور تمام اہل جہاں صلح و صفا اور آرام و آسائش کے ساتھ زندگی بسر کریں گے۔

مہدیؑ ظہور کیوں نہیں کرتے

جلالی: اب جبکہ ظلم و ستم کفر اور مادیت پرستی نے ہر جگہ اپنا ڈیرہ جما رکھا ہے۔ تو مہدی موعود ظہور کیوں نہیں کرتے۔ تاکہ وہ زمانے کے خراب حالات کو ختم کر دیں۔

ہوشیار: ہر وہ انقلاب جو ایک معین و طے شدہ مقصد کے پیش نظر برپا ہو اسی صورت میں کامیاب ہو سکتا ہے جس کا پس منظر ہر طرف سے مہیا ہو اور حالات و کوائف مکمل طور پر آمادہ ہوں۔ کامیابی کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ تمام ملت اس انقلاب کی طالب ہو اور عام افکار اس کی پشت پناہی اور تائید کے لیے موجود ہوں۔ اس صورت حال کے برخلاف انقلاب شکست سے دو چار ہو جائے گا۔ مہدی کی تحریک اور ان کا انقلاب بھی اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ یہ اسی صورت میں کامیابی سے ہم کنار ہو سکتا ہے جب حالات و شرائط معاون ہوں اور پس منظر مہیا ہو۔

آپ کی تحریک کوئی معمولی اور سطحی تحریک نہیں ہے بلکہ ایک عالم گیر اور ہمہ گیر انقلاب ہے اس کا ایک بہت گہرا اور مشکل لائحہ عمل ہے۔ یہ انقلاب چاہتا ہے کہ نسلی، ملکی، لسانی، مقصدی اور دینی تمام اختلافات مٹا دیئے جائیں اور تمام روئے زمین صرف ایک طاقتور حکومت کے ماتحت ہو تاکہ پوری نسل انسانی اس حکومت کے زیر سایہ صلح و صفائی کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ اس کو معلوم ہو کہ پانی سرچشمہ اصلاح سے حاصل کرنا چاہیے لہٰذا اختلاف پیدا کرنے والے اسباب کو وہ جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا تاکہ بھیڑیے کا مزاج رکھنے والے درندگی کی عادت کو ترک کر دیں اور بھیڑوں کی طرح زندگی بسر کریں۔ وہ انقلاب چاہتا ہے کہ کفر اور مادیت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکے اور تمام اہل جہاں کو قوانین الٰہی اور خدائی لائحہ عمل کی طرف متوجہ کرے۔ اور دین اسلام کو عالمگیر قانون بنائے۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان کے افکار پریشان کو ایک مقصد کی طرف مرکوز کر دے۔ اور جھوٹے فتنہ انگیز خداؤں کو جیسے سرحدیں، نسلیں، ممالک، مقاصد، گروہ، براعظم اور جھوٹی شخصیتیں ان سب کو دماغوں سے نکال باہر کرے۔ مختصر یہ کہ اس کی خواہش ہے کہ پوری نوع بشر کو سعادت و کمال کی منزل پر پہنچا دے۔ اس طرح ایک نیک اجتماع وجود میں آئے جو نیک اخلاق اور انسانی فضیلتوں اور خوبیوں کی بنا پر استوار ہو۔ اس قسم کے مفاہیم و مطالب کو تحریر کرنا آسان ہے لیکن اہل علم و تحقیق جانتے ہیں کہ ایک ایسے گہرے اور عالمگیر انقلاب کا برپا ہونا بہت دشوار کام ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اسباب مہیا کئے بغیر، کسی تمہید کی غیر موجودگی میں، عمومی افکار کی آمادگی، کے نہ ہوتے ہوئے اور پس منظر کے مہیا ہوئے بغیر یہ انقلاب برپا ہو جائے۔ ایسا عمیق انقلاب اور اس کا سرچشمہ لوگوں کے دلوں کے اندر سے پھوٹنا چاہیے۔ اور تمام انسان بالخصوص مسلمان جو یہ چاہتے ہیں کہ اس تحریک کے پرچم بردار ہوں وہ اس کے لیے تیار ہوں قرآن کریم بھی شائستگی اور صلاحیت کو اس انقلاب کی شرط سمجھتے ہوئے فرماتا ہے: **و لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثہا عبادی الصالحون**[۳۹۱]

اس بنا پر جب تک نوع بشر کمال و رشد کی بلندی پر فائز نہ ہو اور حکومت حق کے قبول کرنے پر آمادگی ظاہر نہ کرے مہدی موعودؑ ظہور نہیں کریں گے۔ اور پھر افکار کا ہدایت یافتہ ہونا کوئی ایک لمحے کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ طویل زمانہ اور اس میں برپا ہونے والے انقلابات کے نتیجے میں یہ چیز پیدا ہو گی اور اپنے کمال کو پہنچے گی اہل زمانہ کو چاہیے کہ وہ اس قدر یہ ملک اور وہ ملک کہیں اور موہوم حکومتوں کی سرحدوں کے لیے اتنی لڑائیاں لڑیں اور خونریزیاں کریں کہ تنگ آ جائیں اور سمجھ جائیں کہ یہ سرحدیں انسان کے پست افکار اور خودپرستی کی بنائی ہوئی ہیں۔ اس صورت میں وہ ان اختلاف انگیز اور محض نام کی سرحدوں سے اکتا جائیں گے اور تمام دنیا کو ایک ملک اور تمام انسانوں کو ہم وطن سمجھیں گے اور نقصان، نفع، بدقسمتی اور خوش قسمتی میں شریک قرار دیں گے۔ اس وقت سیاہ و سفید، زرد و سرخ، ایشیائی و افریقی، امریکی، یورپی، شہری، دیہاتی، عرب و عجم کو ایک نگاہ سے دیکھیں گے۔ اہل علم کو چاہیے کہ عام انسانوں کی اصلاح اور ان کی سعادت کے پیش نظر اتنے قانون بنائیں اور ان پر تبصرہ کریں اور ایک مدت کے بعد ان کو بیکار قرار دیں اور ان کی جگہ جدید تر قانون رائج کریں یہاں تک کہ وہ پرانے ہو جائیں اور اہل جہان قانون بنانے والوں کی پستی فکر اور ان کے بنائے ہوئے قوانین کی کمزوری اور نقصان سے آگاہ ہو جائیں اور ان اصلاحات سے جو ان قوانین کے ذریعہ وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں ان سے مایوس ہو جائیں اور اس بات کا اقرار کر لیں کہ انسان کی اصلاح کا واحد راستہ پیغمبروں کی پیروی اور اجرائے قوانین الٰہی میں ہے۔

انسان بھی خدائی لائحہ عمل کے آگے سر جھکانے کو آمادہ نہیں ہے وہ یہ گمان کرتا ہے کہ علوم اور ایجادات کے ذریعہ وہ اپنی سعادت کے اسباب فراہم کر سکتا ہے۔ اس لیے وہ الٰہی لائحہ عمل اور حقیقت احکامات کو نظر انداز کر کے مادیات کے پیچھے تیزی سے دوڑ رہا ہے۔ لہٰذا اس کو اس قدر دوڑنا چاہیے کہ اس کی جان مصیبت میں آ جائے اور اس کا سر پتھر سے ٹکرا جائے۔ پھر وہ اس بات کا اقرار کرے گا کہ

علوم اور ایجادات اگرچہ انسان کو فضا میں پرواز کرا سکتے ہیں اور آسمانی کروں کو اس کا مسخر بنا سکتے ہیں اور قتل کرنے والے اور برباد کرنے والے اسلحہ کو اس کے اختیار میں دے سکتے ہیں لیکن وہ دنیاوی مشکلات کو حل نہیں کر سکتے۔ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ظلم و ستم کی بیخ کنی کریں اور انسانوں کو روحانی سعادت و تسکین بہم پہنچا سکیں۔

اس وقت سے جب سے کہ انسان نے حاکم، ملکوں کی باگ ڈور سنبھالنے والے اور بادشاہ پیدا کئے ہیں اور اس نے ان کی حکومت کو تسلیم کیا ہے وہ ان کی طرف سے ہمیشہ انتظار میں رہا ہے، ہمیشہ پرامید رہا ہے اور ہے کہ وہ طاقتور اور ہشیار افراد ظلم سے دست کش ہوں اور عوام کی فلاح و بہبود کا سامان فراہم کریں گے۔ لیکن ایسا کم ہی ہوا ہے کہ اس کی امید پوری ہوئی ہو اور اس کی من پسند حکومت اس کے ہاتھ آئی ہو۔ ہر زمانے میں وہ اس حکومت کو جس شکل میں بھی سامنے لایا ہے اسے اس نے ایک نئی شکل دی ہے لیکن تھوڑے عرصے بعد ہی پتہ چل گیا ہے کہ اس کی وہی پہلی شکل و صورت ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ زمانہ میں اتنی مختلف اقسام کی حکومتیں بنیں اور اتنے پارٹی پلیٹ فارم اور فریب دینے والے گروہ وجود میں آئیں اور ان کی نالائقی اس قدر ثابت ہو کہ انسان ان کی اصلاحات کی طرف سے مایوس ہو جائے اور خدائی اصلاحات کی تشنگی اس میں پیدا ہو جائے اور وہ حکومت توحید کے قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے۔

ہشام بن سالم نے صادق آل محمدؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تک تمام اقسام کے انسان حکومت نہیں کر لیں گے اس وقت تک قائم کا ظہور نہیں ہو گا۔ وہ اس لیے کہ جس وقت وہ حکومت بنائیں تو کوئی یہ کہنے کے قابل نہ ہو کہ اگر ہم کو اقتدار ملتا تو ہم راہ عدالت اختیار کرتے۔[۳۹۲] امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے: ہماری حکومت آخری حکومت ہے۔ ہر وہ خاندان جس میں (بزعم خود) حکومت کرنے کی صلاحیت ہو گی وہ ہم سے پہلے حکومت کرے گا تاکہ جس وقت ہماری حکومت کا قیام عمل میں آئے اور لوگ اس کے انداز کو دیکھیں تو یہ نہ کہیں کہ اگر ہم کو اقتدار مل

جاتا تو ہم آل محمدؑ کی طرح حکومت کرتے اور العاقبۃ للمتقین کے یہی معنی ہیں۔[۳۹۳]

مذکورہ باتوں پر توجہ کرنے سے یہ واضح ہو گیا کہ ابھی انسان کی طبیعت حکومت توحید کے برداشت کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ وہ عظیم نعمت سے ہمیشہ محروم رہے۔ خداوند حکیم و دانا جو ہر قسم کی موجودات کو اس کی حد کمال تک پہنچاتا ہے۔ نوع انسانی کو بھی انتہائے مطلوب تک پہنچنے سے محروم نہیں رکھے گا۔ انسان نے جب سے زمین پر قدم رکھا ہے وہ ایک سعادت بخشنے والی اجتماعی زندگی کا متمنی ہے اور اس کا راستہ تلاش کرنے کی اس نے کوشش کی ہے۔ وہ دل و جان سے اک عصر درخشاں اور صالح اجتماع کا طلبگار رہا ہے جس میں ظلم و ستم بالکل نہ ہو۔ انسان کی یہ اندرونی خواہش بغیر کسی مقصد کے نہیں ہے اور خداوند حکیم نوع انسان کو منزل مقصود کے حاصل کرنے سے محروم نہیں رکھے گا۔ دنیا میں ایک ایسا وقت ضرور آئے گا کہ انسانی افکار مکمل طور پر بیدار ہو جائیں گے۔ وہ مختلف قسم کے پروگراموں، احکام اور قوانین سے مایوس ہو جائیں گے اور انسانی حاکموں سے ناامید ہو چکے ہوں گے۔ ان مشکلوں اور پریشانیوں سے جو انہوں نے خود اپنے لیے مہیا کی ہیں وہ تنگ آ جائیں گے اور وہ خدا اور قوانین خدا کی طرف ہر سمت سے متوجہ ہوں گے اور وہ سمجھ لیں گے کہ ان کی مصیبتوں اور لاینحل اجتماعی مشکلوں کا علاج مکتب انبیا کی پیروی میں مضمر ہے۔ اس وقت وہ احساس کریں گے کہ انہیں دو قیمتی چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک تو وہ الٰہی دستور العمل اور نقشہ اصلاحات و قوانین جس کو کسی نے ابھی تک ہاتھ نہیں لگایا حالانکہ وہ واضح و روشن ہے دوسرے ایسا معصوم، معجزنما حاکم جو خدائی دستور العمل اور احکام کے اجرا میں سہو و نسیان اور غلطی کا ارتکاب نہ کرے۔ وہ تمام انسانوں کو ایک نظر سے دیکھے۔ خداوند حکیم نے مہدی موعودؑ کو ایک ایسے ہی حساس وقت کے لیے محفوظ رکھا ہے اور اس نے اسلام کے پرمتانت دستور العمل اور مجموعہ قوانین کو انہیں ودیعت کر رکھا ہے۔

دوسرا سبب: اہل بیتؑ کی روایات میں مہدی کے ظہور کی تاخیر کا ایک اور سبب

بھی بیان ہوا ہے۔ حضرت صادق آل محمدؐ نے فرمایا ہے: پروردگار عالم نے منافقوں اور کافروں کے صلب میں ایمان دار افراد ودیعت کیے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ علیؑ کافر باپ داداؤں کو قتل کرنے سے احتراز کرتے تھے تاکہ ان کی مومن اولاد معرض وجود میں آ جائے اس کے علاوہ ان میں سے جو بھی ہاتھ آتا تھا وہ اس کے قتل میں جلدی کرتے تھے۔ اسی طرح ہم اہل بیتؑ کے قائم ظہور نہیں کر رہے ہیں تاکہ کافروں کے اصلاب میں جو الٰہی امانت ہے وہ ظاہر ہو جائے اس کے بعد وہ ظہور کریں گے اور کافروں کو قتل کریں گے[۲۶۴]

امام زمانہؑ کا دستور العمل یہ ہے کہ وہ اسلام اور خدا پرستی کو کافروں کے سامنے پیش کریں گے جو کوئی ایمان لے آئے گا اسے قتل سے نجات مل جائے گی اور جو کوئی مقاومت کرے گا اور قبول اسلام پر آمادہ نہ ہو گا وہ اس کو قتل کر دیں گے۔ دوسری جانب ہم یہ جانتے ہیں کہ دور تاریخ میں ایسا بہت اتفاق ہوا ہے اور ہوتا ہے کہ کافر یا منافق کی نسل سے مومن خدا پرست پیدا ہوتے ہیں کیا صدر اسلام کے مسلمان کافر باپوں سے پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ اگر رسول خداؐ نے فتح مکہ کے وقت کفار مکہ کا قتل عام کر دیا ہوتا تو وہ تمام مسلمان ان کی نسلوں سے پیدا نہیں ہوتے۔ خدا کا فیض و کرم اس بات کا متقاضی ہے کہ لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے تاکہ طویل دور میں مومن بیٹے جن کے پیدا ہونے کا امکان ہے ان کافروں کی نسل سے ظاہر ہوں۔ مناسب یہ ہے کہ جہان مادی اپنی قابلیت اور صلاحیت کے مطابق مومن افراد فراہم کرے اور خدا کی طر[illegible] ان پر فیض و کرم ہو۔ جب [illegible] نوع انسان ثمر دے اور مومن و خدا پرست افراد پیدا کرے اس وقت تک مناسب ہے کہ وہ باقی رہے اور یہ صورت حال اسی طرح جاری و ساری رہے کہ عمومی افکار توحید و خدا پرستی پر آمادہ ہو جائیں۔ اس وقت امام زمانہؑ ظہور فرمائیں۔ کفار میں سے بہت سے آپ کے دست مبارک پر ایمان لائیں گے۔ وہ افراد جو ان شرائط و حالات پر کفر اور مادہ پرستی کو ترجیح دیں گے وہ ایسے لوگ ہوں گے جن کی نسل سے فرزندان مومن پیدا نہیں ہوں گے۔

اس موقع پر جلسہ کا وقت ختم ہو گیا اور یہ طے پایا کہ اس کے بعد کی نشست ڈاکٹر صاحب کے ہاں منعقد ہو۔

ظہور کا وقت کیسے سمجھیں گے

نشست کے شروع ہونے پر آقائے جلالی نے سوال کیا کہ امام زمانہؑ یہ کس طرح سمجھیں گے کہ ان کے ظہور کا وقت ہو گیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس وقت پروردگار عالم کی طرف سے ان کو اطلاع ہو گی تو پھر یہ لازمی ہے کہ آں جناب پر پیغمبروں کی طرح وحی کا نزول ہو اور اس صورت میں پیغمبر اور امام میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔

ہوشیار: پہلے تو یہ بات ہے کہ ان روایتوں اور دلیلوں سے جو امامت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں ثابت ہوتا ہے کہ امام کا وجود مقدس بھی عالم غیب سے ربط رکھتا ہے اور ضرورت کے موقعوں پر وہ حقائق تلاش کر لیتا ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ امام فرشتے کی آواز کو سنتا ہے لیکن اس کو دیکھتا نہیں[۲۶۵]۔ اس وجہ سے ممکن ہے کہ خداوند متعال الہام کے ذریعے امامؑ کو ظہور کے وقت سے باخبر کر دے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے ہم میں سے ایک ایسا امام ہے جو کامیاب ہے لیکن پوشیدہ ہے۔ اس وقت جب خدا کا ارادہ ہو گا کہ اسے ظاہر کرے تو اس کے دل میں وہ اک احساس پیدا کرے گا پس وہ ظاہر ہو جائے گا اور خدا کے حکم سے قیام کرے گا[۲۶۶]۔ ابو جارود کہتے ہیں۔ میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا میں آپ پر سے قربان ہو جاؤں آپ مجھے حضرت صاحب الامرؑ کے حالات بتائیں۔ انہوں نے فرمایا: وہ رات کے وقت سب سے زیادہ خائف انسان ہوں گے۔ لیکن صبح کے وقت سب سے زیادہ محفوظ شخص ہوں گے۔ ان کا دستور العمل رات دن ان پر بصورت وحی نازل ہو گا۔ میں نے عرض کیا ان پر وحی ہو گی فرمایا ہاں وحی ہو گی لیکن

وہ پیغمبر کی وحی نہیں ہو گی بلکہ ایسی وحی ہو گی جیسی مریم دختر عمران، مادر موسیٰؑ اور شہد کی مکھی پر ہوئی تھی۔ اے ابو جارود! قائم آل محمدؐ خدا کے نزدیک مادر موسیٰؑ، مریم اور شہد کی مکھی سے زیادہ باعزت ہیں۔ ۳۹۷

اس قسم کی حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام کے وجود مقدس پر بھی وحی اور الہام ہوتے ہیں لیکن اس صورت حال میں بھی امام اور پیغمبر کے درمیان جو فرق ہے وہ محفوظ رہتا ہے اس لیے کہ پیغمبر شرع ساز ہے اور شریعت کے قانون اور احکام اس پر بصورت وحی نازل ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس امام پر احکام و قوانین کی وحی نہیں ہوتی اس کا کام احکام و قوانین کی حفاظت کرنا ہے۔ دوسرے یہ کہ ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ پیغمبر اسلامؐ نے آئمہ اطہارؑ کے ذریعہ مہدیؑ کو ظہور کی قوت سے باخبر کر دیا ہے اور وہ اس طرح کہ ظہور کے وقت کی علامتوں اور نشانیوں کو معین حادثوں کے رونما ہونے کے ساتھ متعلق کر دیا ہے۔ اور امام زمانہؑ ان علامتوں کے ظہور کے انتظار میں ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے: جب مہدیؑ کے ظہور کا وقت آئے گا پروردگار عالم ان کی شمشیر اور پرچم کو گویا کر دے گا وہ کہیں گے اے خدا کے دوست اٹھ کھڑا ہو اور دشمنان خدا کو قتل کر۔ ۳۹۸

مذکورہ احتمال کی ایک اور روایت گواہ ہے جو یہ دلالت کرتی ہے کہ تمام اماموںؑ کا دستور العمل مہر شدہ حالت میں پیغمبر اسلامؐ پر نازل ہوا تھا اور پیغمبر اسلامؐ نے اس کو علی ابن ابی طالبؑ کی تحویل میں دے دیا تھا۔ علیؑ نے خلافت کے وقت اپنے صحیفے کو کھولا اور اس کے مطابق عمل کیا اور اس کے بعد اسے امام حسنؑ کو دے دیا اور اس طرح ہر امام تک نوبت پہنچتی رہی۔ ہر امام خود سے متعلق تحریر کی مہر توڑتا تھا اور اس کے مطابق عمل کرتا تھا۔ امام زمانہؑ کے دست مبارک میں ان کا دستور العمل اب بھی موجود ہے۔ ۳۹۹

قیام کے اسباب ایک شب میں فراہم ہو جائیں گے

اس کے علاوہ اہل بیتؑ کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدیؑ کے ظہور کے وقت دنیا میں ایسے حادثات رونما ہوں گے کہ آنجناب کی کامیابی اور ترقی کے اسباب رونما ہو جائیں گے اور صرف ایک رات میں ان کے امور کی صورت حال بہتر ہو جائے گی اور ان کی تحریک کی تمہید استوار ہو جائے گی۔ (بطور نمونہ چند احادیث)

عبدالعظیم حسنی کہتے ہی کہ حضرت محمد تقیؑ نے ایک حدیث میں فرمایا: ہمارا قائمؑ وہی مہدی ہے کہ جس کی غیبت کے زمانے میں اس کا انتظار کرنا چاہیے اور ظہور کے زمانے میں اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔ وہ میری تیسری نسل میں ہے۔ اس خدا کی قسم جس نے محمد مصطفیٰؐ کو پیغمبر کی حیثیت سے مبعوث فرمایا اور ہم کو امامت کے شرف سے مختص فرمایا ہے کہ اگر دنیا کی عمر میں سے ایک روز بھی باقی ہو گا تو خدا اس کو طویل کر دے گا تاکہ آنجناب کا ظہور ہو اور آپ زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دیں جیسی کہ وہ ظلم و ستم سے پر ہو گی۔ پروردگار عالم ان کے کام کو ایک رات میں سنوار دے گا۔ جس طرح اس نے اپنے کلیم حضرت موسیٰؑ کے کام کو ایک شب میں سنوار دیا تھا۔ موسیٰؑ گئے تاکہ اپنی رفیق حیات کے لیے آگ لے کر آئیں لیکن جب واپس لوٹے تو ان کے سر پر نبوت و رسالت کا تاج جگمگا رہا تھا۔ اس کے بعد امامؑ نے فرمایا: شیعوں کا ایک بہترین عمل یہ ہے کہ وہ امامؑ کے ظہور کے انتظار میں ہیں۔ ۴۰۰ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: مہدی موعودؑ ہم میں سے ہے پروردگار عالم اس کے کام کو ایک رات میں سنوار دے گا۔ ۴۰۱ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: صاحب الامرؑ کی پیدائش لوگوں سے پوشیدہ ہو گی۔ جس وقت وہ ظہور کریں گے تو کسی کی بیعت کا قلادہ ان کی گردن میں نہ ہو گا۔ پروردگار عالم ایک شب میں ان کے کام کو سنوار دے گا۔ ۴۰۲ امام حسینؑ نے فرمایا: میری نویں نسل کا فرزند ایک یوسفؑ کی سنت اور ایک موسیٰؑ کی سنت کو وقوع میں لائے گا اور وہ ہم اہل بیتؑ کا قائم ہے پروردگار عالم اس کے کام کو ایک رات

میں سنوار دے گا۔[۴۰۳]

ظہور امام کا انتظار

جلالی: امامؑ کے زمانہ غیبت کے دوران مسلمانوں کے کیا فرائض ہیں۔

ہوشیار: علما نے ان ذمہ داریوں کو معین کرکے کتابوں میں تحریر کیا ہے۔ مثال کے طور پر آنجناب سے دعا کرنا' ان کی ذات کا صدقہ دینا' ان کی نیابت میں حج کرنا اور دلیل و حجت سے کسی پر غالب آنا۔ ان سے مدد چاہنا اور استغاثہ کرنا اور اسی قسم کی چیزیں۔ یہ تمام باتیں اپنی جگہ ٹھیک ہیں اور ان میں بحث کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اہم ترین فریضہ جو روایات میں وارد ہوا ہے وہ ان کے ظہور کا انتظار ہے لیکن اس موضوع سے' اور جس کی وضاحت کی ضرورت ہے' بہت غفلت برتی گئی اور اب تک اس پر سیر حاصل بحث نہیں ہوئی۔

ہم پھر ظہور کو موضوع گفتگو بناتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آئمہ اطہارؑ سے بہت سی حدیثیں منقول ہیں اور وہ کتب احادیث میں موجود ہیں۔ بطور نمونہ چند احادیث پیش خدمت ہیں۔

حضرت صادق آل محمدؑ نے فرمایا ہے: وہ شخص جو ہم اہل بیتؑ کی ولایت کا قائل رہ کر انتقال کرے اس صورت میں کہ امام زمانہؑ کی آمد کا منتظر رہا ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے وہ شخص جو قائمؑ کے خیمے میں موجود ہو۔[۴۰۴]

امام رضاؑ نے اپنے اجداد کے ذریعہ پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میری امت کا بہترین عمل یہ ہے کہ وہ امامؑ کے ظہور کا انتظار کرے۔[۴۰۵]

علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا ہے: وہ شخص جو ہماری حکومت کے انتظار میں وقت گزارے وہ اس شخص کی مانند ہے جو راہ خدا میں اپنے خون میں نہایا ہو۔[۴۰۶]

حضرت رضاؑ نے فرمایا ہے: ظہور کے سلسلہ میں جو صبر اور انتظار ہے وہ کتنا عمدہ

ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے: تم انتظار کرو میں بھی انتظار کروں گا۔ پس حوصلہ و صبر سے کام لینا کہ عہد فرج ناامیدی کے بعد آئے گا۔ جو تم سے پہلے تھے وہ تم سے زیادہ حوصلہ و صبر کے مالک تھے۔[۴۰۷] اس قسم کی حدیثیں بے شمار ہیں۔ آئمہ اطہارؑ شیعوں کو ہمیشہ تاکید کرتے تھے کہ تمہیں امامؑ کے ظہور کا انتظار کرنا چاہیے۔ وہ فرماتے تھے ظہور کا انتظار بجائے خود ایک طرح کی آسودگی ہے۔ وہ شخص جو آسودگی کے عہد کا انتظار کر رہا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو میدان جنگ میں کافروں سے جنگ کر رہا ہو اور اپنے خون میں نہا جائے۔ پس یہ امر ناقابل تردید ہے کہ زمانہ غیبت امامؑ میں مسلمانوں کا سب سے اہم فریضہ امامؑ کے ظہور کا انتظار ہے۔

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کشائش کے معنی کیا ہیں اور انسان عہد کشائش کا کس طرح منتظر رہ سکتا ہے کہ وہ اتنا زیادہ ثواب حاصل کرنے کا مستحق بن جائے۔ کیا ظہور امامؑ کے انتظار کے لیے یہی کافی ہے کہ انسان صرف زبان سے یہ کہہ دے کہ میں امام زمانہؑ کے ظہور کے انتظار میں ہوں یا وقتاً فوقتاً گریہ و زاری کرکے کہے خدا امامؑ کے ظہور کو نزدیک کرے یا روزانہ کی نمازوں کی ادائیگی کے بعد اور مشاہد مقدسہ پر ظہور کے جلد ہونے کی دعا کرے یا درود بھیجنے کے بعد اللھم عجل فرجہ کہے یا جمعہ کے روز دعائے ندبہ سوز و گداز کے ساتھ پڑھے۔ یہ سب باتیں اپنے مقام پر ٹھیک ہیں لیکن میرا یہ خیال ہے کہ صرف یہی باتیں کسی شخص کو امامؑ کے ظہور کا حقیقی انتظار کرنے والا قرار نہیں دیتیں۔ جس کے بارے میں اتنی فضیلتیں بیان ہوئیں اور آئمہؑ کے قول کی رو سے ایسا انتظار کرنے والا میدان جہاد میں اپنے خون میں نہانے والے کے برابر ہے۔

وہ لوگ جو ہر قسم کی اجتماعی ذمہ داری اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے پہلو بچانے کے عادی ہیں ظلم و فساد کی ہر صورت کے مقابلہ میں خاموش نظر آتے ہیں۔ ظلم و ستم' مادیت اور فساد کے رقت انگیز مناظر کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان تمام حادثوں پر سوائے اس ردعمل کے اور کچھ نہیں کرتے کہ کہہ دیتے ہیں "خدا امامؑ کے ظہور کو

نزدیک کرے۔" تاکہ وہ فساد انگیزی کا سدباب کریں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کا ذہن اس مفہوم پر اعتماد نہیں کرتا ہو گا کہ ایسے بے حس و بے عمل افراد کو ان لوگوں کے برابر قرار دیا جائے جو دین کی حفاظت کرنے کے سلسلہ میں مال و دولت اور اہل و عیال کو نظر انداز کر کے میدان جہاد میں اپنی قیمتی جان کو سپر بنا کر شربت شہادت پی لیتے ہیں۔ اس واسطے انتظار فرج کے معنی زیادہ باریک اور بیش قیمت ہوں گے۔ اس غرض سے کہ اس کا بہتر مفہوم واضح ہو جائے۔ میں مجبور ہوں کہ پہلے دو باتوں کو تمہید کے طور پر عرض کروں اس کے بعد اپنے مقصد سے رجوع کروں گا۔

پہلی تمہید: احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امامؑ کا دستور العمل نہایت وسیع، بلند اور مشکل ہے اس لیے کہ اسے تمام جہاں کی اصلاح کرنی ہے، ظلم و ستم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے۔ کفر و بے دینی و مادیت کے آثار کو ختم کرنا ہے اور تمام افراد بشر کو خدا پرست بنانا ہے۔ اس کا یہ فرض ہے کہ دین اسلام کو تمام اہل جہان کا سرکاری مذہب بنائے۔ عدل و انصاف کو تمام روئے زمین پر عام کرے۔ غلط اور موہوم سرحدوں کو انسان کے دماغ سے کھرچ دے تاکہ تمام انسان خدا پرستی کے منفرد پرچم کے زیر سایہ صلح و صفا کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ انسان کی تمام اقوام، ملتوں اور نسلوں کو توحید کے واحد پرچم کے زیر سایہ لے آئے اور اسلام کی عالمگیر واحد سلطنت قائم کرے۔

بہر کیف اہل تحقیق اور دانشور حضرات اس امر سے واقف ہیں کہ ایسے دستور العمل کا نفاذ نہایت مشکل ہے۔ اس قدر مشکل ہے کہ ایک طبقہ تو اس کے وجود ہی کا منکر ہے۔ اس وجہ سے یہ مناسب ہے کہ اس کا ایک ایسا وسیع اور عالمی نقشہ جاری ہو کہ انسانیت کا مزاج اس کے قبول کرنے پر آمادہ ہو۔ افکار عمومی کا مطلع اس قدر ترقی یافتہ ہو کہ وہ ایسے الٰہی دستور العمل کا طلبگار ہو جائے اور منصف زمانہ اور امام عصرؑ کے تحریک کے اسباب و عوامل ہر طرف سے مہیا ہو جائیں۔

تمہید دوم: احادیث اہل بیتؑ سے ثابت ہوتا ہے کہ امام زمانؑ اور ان کے

احباب جنگ اور جہاد کے ذریعہ کفر و مادیت اور ظلم و ستم پر غالب آئیں گے اور جنگی طاقت کے ذریعہ دشمن کی فوج اور لامذہبیت و ظلم و ستم کے سپاہیوں کو شکست دیں گے۔ اس عنوان کے ماتحت بہت سی احادیث ہیں۔ نمونے کے طور پر چند ملاحظہ فرمائیں۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: مہدیؑ اپنے جد محمد مصطفیؐ سے اس حیثیت سے مشابہ ہیں کہ وہ شمشیر لے کر اٹھیں گے۔ وہ خدا و رسولؐ کے دشمنوں، ظالموں اور گمراہ کرنے والوں کو قتل کریں گے۔ ان کو تلوار کی مدد حاصل ہو گی اور ان کا کوئی لشکری شکست سے دوچار نہیں ہو گا۔ [۴۰۸]

بشیر کہتا ہے میں نے ابو جعفرؑ کی خدمت میں عرض کیا لوگ کہتے ہیں کہ جس وقت مہدیؑ ظہور کریں گے تو ان کا کام ان کے لیے خود بخود ٹھیک ہو جائے گا اور خون ریزی بہت کم ہو گی۔

حضرت نے فرمایا: خدا کی قسم ایسا نہیں ہے۔ اگر یہ بات ہوتی تو یہ رسولؐ خدا کے لیے صورت پذیر ہوتی۔ ایسی صورت میں کہ میدان جنگ میں آپ کے دندان مبارک شکستہ ہوں اور پیشانی مبارک پر زخم آئے خدا کی قسم امام زمانہؑ کی تحریک اس وقت تک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو گی جب تک ہم میدان جنگ میں اپنا خون پسینہ ایک نہ کریں اور خون نہ بہایا جائے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھ لیا[۴۰۹]

اس قسم کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی موعودؑ کی کامیابی صرف تائید الٰہی اور غیبی طاقت کا نتیجہ نہیں ہو گی۔ وہ ظاہری طاقتوں کے بغیر محض معجز نمائی کے طور پر اپنے اصلاحی منشور کو جاری نہیں کر سکیں گے بلکہ الٰہی تائیدوں کے علاوہ فوجی طاقت اور اسلحہ جنگ کو کام میں لائیں گے۔ خائف کرنے والی خطرناک جنگی ساز و سامان کی ایجاد اور صنعت کی حیران کن ترقی کو ذرا پیش نظر رکھئے گا۔

مذکورہ دو باتوں کو پیش نظر رکھ کر اب یہ دیکھنا چاہیے کہ مہدی موعودؑ کے ظہور کی شرطیں کیا ہیں آنجناب کی تحریک کے وقت مسلمانوں کے کیا فرائض ہوں گے۔ اور

کن حالات میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمان آپ کے دشوار اور عالمی انقلاب کے لیے تیار ہیں اور آپ کے ظہور اور مضبوط و مستحکم حکومت الٰہی کی تاسیس کے لیے دن شمار کر رہے ہیں۔ مجھے احادیث اہل بیتؑ سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ امام زمانہؑ کی غیبت کے زمانہ میں مسلمانوں کا اہم ترین فریضہ یہ ہے کہ پہلے تو وہ اپنے نفوس کی اصلاح کی کوشش کریں' اسلام کے عمدہ اخلاق سے آراستہ ہوں' اپنی انفرادی ذمہ داریوں کو پورا کریں اور قرآنی احکام اور قوانین پر کاربند ہوں۔ دوسرے یہ کہ اسلام کا جو اجتماعی دستور العمل ہے اس کے مطابق عمل کریں۔ اور اپنے درمیان اس کا کامل اجرا کریں اور اسلام کے اقتصادی منشور کے اجرا کے ذریعہ اپنی اقتصادی مشکلات کو حل کریں۔ بے زری و بیکاری اور دولت کے غیر شرعی ارتکاز کے خلاف نبرد آزما ہوں۔ اسلام کے پرنور قوانین کو بروئے کار لا کر ظلم و ستم کی حتی المقدور روک تھام کریں۔ مختصر یہ کہ اسلام کے سیاسی' اجتماعی' اقتصادی اور قانونی لائحہ عمل کو مکمل طور پر اپنے درمیان جاری کریں اور ان کے تابناک نتائج کو عملی طور پر اہل جہان کے سامنے پیش کریں صنعت اور علم کی تحصیل میں کوشاں ہوں اپنی سابقہ غفلت' سستی اور پس ماندگی کی تلافی کریں۔ نہ صرف خود کو قافلہ تمدن بشر میں شامل کریں بلکہ ہر حیثیت سے تمام اہل جہاں پر سبقت حاصل کریں۔ عملی طور پر اہل جہان کو یہ باور کرا دیں کہ اسلام کے تابناک احکام و قوانین ان کی مشکلات کو حل کر سکتے ہیں اور ان کی دونوں جہان کی سعادت کے ضامن بن سکتے ہیں۔ اسلام کے تابناک احکام و قوانین کو بروئے کار لا کر ایک اسلامی مضبوط و مستحکم حکومت قائم کریں اور ایک متمدن' طاقتور اور مستقل اسلامی ملت کی حیثیت سے روئے زمین پر نمایاں ہوں۔ شرق و غرب کی طاقت کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لیں اور اہل جہان کی رہبری کریں دفاعی طاقت کی افزائش' فوجی قوت کے استحکام اور جنگی اسلحہ کی فراہمی کے سلسلہ میں اپنی پوری قوت صرف کریں۔ تیسرے یہ کہ اسلام کا سیاسی' اقتصادی اور اجتماعی دستور العمل بروئے کار لائیں اور اس سے اہل جہان کو باخبر کریں۔ دنیائے انسانیت کے لیے الٰہی منشور کی

قدر و قیمت اور اس کی برتری کو ثابت کریں۔ اہل جہان کے افکار کو الٰہی قوانین و احکام کے قبول کرنے پر آمادہ کریں۔ اسلام کی واحد عالمی حکومت کے اسباب و عوامل فراہم کریں اور ظلم و ستم کے خلاف محاذ کھولیں۔ اس سلسلہ میں جو لوگ جدوجہد کریں اور امام زمانہؑ کے پاک مقصود تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ان کی تحریک کے اسباب و عوامل کو مہیا کریں ان کو عہد کشائش امامؑ کا انتظار کرنے والا کہا جا سکتا ہے۔ اور ان کے بارے میں یہ فیصلہ دیا جا سکتا ہے کہ مہدیؑ انصاف پرور کے ظہور و قیام کے لیے انہوں نے خود کو تیار کیا ہے۔ ایسے جاں نثار جدوجہد کرنے والے افراد کے بارے میں یہ رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ وہ ان لوگوں کی مانند ہیں جو میدان جنگ میں اپنے خون میں نہاتے ہیں۔ لیکن ایسے افراد جو انسان کے بنائے ہوئے قانون کے ذریعہ اپنی مشکلات کا حل تلاش کرنے کے انتظار میں ہیں۔ جنہوں نے اسلام کے سیاسی و اجتماعی قوانین کو مکمل طور پر نظرانداز کیا ہے۔ اسلام کے احکام کو مسجدوں اور عبادت گاہوں تک محدود رکھا ہے اور ان کے اجتماعات میں اور بازار میں اسلام کا کوئی نشان دیکھنے میں نہیں آتا۔ وہ فساد اور ظلم و ستم کی مختلف نوعیتوں کو دیکھتے ہیں اور سوائے یہ کہنے کے کہ "خدا امامؑ کے ظہور کو نزدیک کرے" اور کسی رد عمل کا اظہار نہیں کرتے۔ علوم اور صنعتوں کے سلسلہ میں اغیار کے کاسہ لیس ہیں۔ ان کے مابین داخلی اختلاف و انتشار کار فرما ہے۔ وہ اپنے اطراف کے ساتھ سازگار ہیں لیکن خود اپنے ساتھ سازگار نہیں ہیں ایسی قوم کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ آل محمدؐ کے عہد کشائش اور مہدی موعودؑ کے انقلاب کے منتظر ہیں۔ ایسے افراد اسلام کی عالمی حکومت کے قیام کے لیے تیار نہیں ہیں اگرچہ روزانہ سینکڑوں مرتبہ یہ کہتے ہیں کہ "پروردگار امام زمانہؑ کا ظہور جلد فرما" میں اس بات کو انتظار فرج سے متعلق روایات کی روشنی میں خوب سمجھتا ہوں۔ اس کے علاوہ دوسری روایات میں بھی اس مسئلے کی طرف کم و بیش اشارہ ہوا ہے۔ نمونہ کے طور پر چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ہمارے قائمؑ کی تحریک اور ان کے انقلاب کے لیے

خود کو تیار رکھو خواہ اس مقصد کے لیے ایک تیر ہی محفوظ کر کے رکھ سکو۔[۴۱۰]

عبدالحمید واسطی کہتا ہے: میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے عرض کیا کہ ہم نے اس امر کے انتظار کے سلسلہ میں بازار اور کسب معاش سے بھی ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے عبدالحمید! کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ جس نے اپنی جان خدا کے لیے وقف کر دی ہے خدا اس کے لیے کشائش فراہم نہیں کرتا۔ خدا کی قسم وہ ان کے کام میں کشائش پیدا کرے گا۔ خدا اس آدمی پر رحمت کرے جو ہمارے امر کو زندہ رکھتا ہے۔ عبدالحمید نے عرض کیا کہ اگر قائمؑ کے انقلاب سے پہلے مجھے موت آ جائے تو کیا ہو گا۔ فرمایا تم میں سے جو کوئی بھی یہ کہتا ہے کہ اگر قائمؑ کو پا لوں تو ان سے عہد وفا باندھوں گا تو وہ اس شخص کی مانند ہے جو آنجناب کے ہم رکاب ہو کر تیغ زنی کرے بلکہ اس شخص کی مانند ہے جو آنجناب کی خدمت میں شہید ہو جائے۔[۴۱۱]

ابوبصیر کہتے ہیں ایک روز امام جعفر صادقؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کیا میں تم کو ایسی چیز کی خبر نہ دوں جس کے بغیر خدا اپنے بندوں کے اعمال قبول نہیں کرتا۔ ابوبصیر نے عرض کیا فرمائیے۔ فرمایا: وحدانیت اور محمدؐ کی پیمبری کی گواہی، خدائی احکام کا اقرار، ہم سے دوستی، ہمارے دشمنوں سے بیزاری، آئمہؑ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، پرہیز گاری، جدوجہد اور قائمؑ کا انتظار۔ اس کے بعد فرمایا: ہماری ایک حکومت ہے خدا جب چاہے گا اس کو قائم کر دے گا۔ جو کوئی یہ خواہش رکھتا ہے کہ ہمارے قائمؑ کے اصحاب اور دوستوں میں اس کا شمار ہو اسے ظہور امامؑ کا انتظار کرنا چاہیے۔ اسے چاہیے کہ پرہیزگاری اختیار کرے، خود کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کرے اور اس حال میں ہمارے قائمؑ کا انتظار کرے۔ اگر ایسا ہے اور قائمؑ کے قیام سے پہلے اسے موت آ گئی تو وہ ایسے شخص کے ثواب کا مستحق ہو گا جس نے قائمؑ کو پا لیا ہے۔ اے شیعو! جدوجہد کرو اور آنجناب کا انتظار کرو۔ تم ایک ایسا گروہ ہو جس پر خدا کی رحمت ہے اور اس کی توجہ ہے۔ تمہیں کامیابی مبارک ہو۔[۴۱۲]

ان حدیثوں کا مطالعہ جو انقلاب کی مخالفت میں ہیں

انجینئر: جناب آقائے ہوشیار آپ کی گذشتہ باتوں سے جو انتظار فرج کے موضوع سے متعلق تھیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام زمانہؑ کی غیبت کے زمانہ میں شیعوں کا یہ فرض ہے کہ وہ حکومت اسلامی کی تاسیس اور اسلامی کے اجتماعی و سیاسی قوانین کے کامل اجرا کے لیے جدوجہد کریں۔ اور اس کے ذریعہ آنجناب کے عالمی انقلاب اور ظہور کے ابتدائی عوامل و مقدمات فراہم کریں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کی باتیں بعض احادیث سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ حدیثوں کی ایک اچھی خاصی تعداد ہے جو مہدی موعودؑ کی تحریک کے شروع ہونے سے پہلے ہر قسم کے انقلاب کی انجام دہی کی ممانعت کرتی ہے۔ اگر آپ ان حدیثوں کو پیش نظر رکھیں تو بہت مناسب ہو گا۔

ہوشیار: میں آپ کی مناسب یاد دہانی کا ممنون ہوں۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ مذکورہ احادیث کو دو حیثیتوں سے زیر بحث لائیں۔ ایک تو سند کے اعتبار سے ان کا جائزہ لیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ وہ معتبر بھی ہیں یا نہیں۔ دوسرے ثبوت کے اعتبار سے کہ آیا وہ ہر قسم کے انقلاب کے برپا کرنے کو منع کرتی ہیں یا نہیں۔ لیکن ان حدیثوں کے مطالعہ اور جائزہ سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ایک اور مفہوم کی طرف بطور تمہید توجہ دلاؤں۔ اس بنا پر اس مسئلہ کو دو حصوں میں زیر بحث لانا چاہیے۔

پہلا حصہ: دین میں حکومت

دوسرا حصہ: احادیث کا مطالعہ و تجزیہ

دین کی اصل تحریر میں حکومت

اسلام کے احکام و قوانین کی اصل تحریر کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی آشکار ہوتی ہے کہ دین اسلام محض ایک اعتقادی اور عبادات سے تعلق رکھنے والا دین نہیں ہے۔ بلکہ عقیدہ، عبادت، اخلاق، سیاست اور اجتماع سے تعلق رکھنے والا ایک کامل نظام ہے۔ اسلام کے قوانین و احکام کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلا حصہ : فرد سے تعلق رکھنے والے احکام : نماز، روزہ، پاکی، ناپاکی، حج، غذا، مشروبات وغیرہ۔ انسان ان فرائض کی بجاآوری کے سلسلہ میں حکومت اور معاشرہ کی مدد کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ تنہائی کے عالم میں یہ فرض خود انجام دے سکتا ہے۔

دوسرا حصہ : اجتماع سے تعلق رکھنے والے احکام مثال کے طور پر جہاد، دفاع، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اختلافات سے متعلق فیصلے اور ان کا حل، قصاص، سزائیں، تعزیرات، شہری حقوق، مسلمانوں کے آپس میں تعلقات، مسلمانوں کے کفار سے روابط، خمس و زکوۃ۔ اس قسم کے احکام مسلمانوں کی سیاسی اور اجتماعی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ انسان چونکہ اس بات پر مجبور ہیں کہ مل جل کر زندگی بسر کریں اور مل جل کر رہنے میں جھگڑوں اور مخالفتوں کا سامنا ہوتا ہے اس لئے وہ احکام و قوانین کے محتاج ہیں تاکہ زیادتی اور ظلم کی روک تھام کریں اور افراد کے حقوق کے ضامن ہوں۔ اسلام کے شارع مقدس نے اس اہم اور ضروری کام کی طرف سے غفلت نہیں برتی ہے۔ اور اس مقصد کے لیے دیوانی، تعزیری اور شہری قوانین بنا کر اختلاف کے حل کرنے اور عدالتی قوانین و احکام کے اجرائے کامل کے لیے پیش بینی سے کام لیا ہے۔ ان قوانین کی تشکیل و تدوین سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اسلام کی اصل عبارت (متن) میں فیصلوں اور انصاف کی ضروریات کا اہتمام کیا گیا ہے اور شارع مقدس نے اس قسم کے انتظامات پر خاص توجہ دی ہے۔ فی سبیل اللہ جہاد اور اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کے عنوان پر بھی احکام و قوانین کا ایک بڑا حصہ تشکیل دیا ہے۔ دسیوں آیتیں اور سینکڑوں حدیثیں اس بارے میں موجود ہیں۔ بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

خداوند حکیم مومنوں سے فرما رہا ہے: **جاهدوا فی الله حق جهاده**[۴۱۳] خدا کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرو۔ **و اقتلو هم حتی لا تکون فتنه و یکون الدین لله**[۴۱۴] اور ان سے لڑے جاؤ۔ یہاں تک کہ فساد باقی نہ رہے اور صرف خدا ہی کا دین رہ جائے۔ **فقاتلوا ائمه الکفر انهم لا ایمان لهم لعلهم ینتهون**[۴۱۵] تم کفر کے سربرآوردہ لوگوں سے خوب لڑائی کرو ان کی قسموں کا ہرگز کوئی اعتبار نہیں تاکہ یہ لوگ اپنی شرارت سے باز آئیں اس قسم کی آیتوں سے جن کے بہت نمونے دستیاب ہیں ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا یہ فریضہ ہے کہ اسلام کی ترویج کے لیے اور ظلم و تکبر و کفر سے مقابلہ کرنے کے لیے میدان جنگ آراستہ کریں۔ حتی کہ آیتوں میں حکم دیا گیا ہے کہ مسلمان ہمیشہ اپنی دفاعی قوت کو مضبوط رکھنے کی کوشش کریں اور دشمنوں کے مقابلہ کے لیے اپنی حربی قوت کو ہمیشہ تیار رکھیں۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے: **و اعدلهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخیل ترهبون به عدو الله و عدوکم و اخرین من دونهم لا تعلمونهم الله یعلمهم**[۴۱۶] ان کفار کے واسطے جہاں تک تم سے ہو سکے اپنے بازو کے زور سے اور بندھے ہوئے گھوڑے سے لڑائی کا سامان مہیا کرو۔ اس سے خدا کے دشمن اور اپنے دشمن اور اس کے سوا دوسروں پر بھی اپنی دھاک بٹھا لو گے جنہیں تم نہیں جانتے ہو مگر خدا تو جانتا ہے۔

پس ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ عسکری تنظیمیں اسلام کا جز ہیں۔ مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ جارحانہ کاروائی کے مقابلے اور اپنے دفاع کے لیے مختلف قسم کے اسلحہ ایجاد کریں، قوت دفاع کے استحکام کے لیے اس انداز سے کوشش کریں کہ دشمنان اسلام ہمیشہ اسلام کی قوت و طاقت سے مرعوب رہیں اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے ذہن کو کسی قسم کے ظلم و ستم کا خوف لاحق نہ ہو۔

اچھی بات کا حکم ر برائی کی ممانعت

امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی اسلام کے اہم قوانین میں سے ہیں اور یہ مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ظلم و فساد، تکبر، ظلم، زیادتی اور گناہ کے خلاف ہر ممکن طریقہ سے جنگ کریں اور اسی طرح ان پر واجب ہے کہ وہ توحید، خدا پرستی اور دعوت الی الحق کے لیے جدوجہد کریں۔ اس حساس اور اہم فریضہ اسلامی کی سفارش اور تاکید کے لیے دسیوں آیتیں اور سینکڑوں حدیثیں موجود ہیں۔ **و لتکن منکم امتہ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر**[۴۱۷] تم میں سے ایک گروہ تو ہونا چاہیے جو نیکی کی طرف بلائیں اور اچھے کام کا حکم دیں برے کاموں سے روکیں۔

اور فرماتا ہے: **کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ** تم کیا اچھا گروہ ہو لوگوں کی ہدایت کے لیے پیدا کئے گئے تم اچھے کام کا تو حکم کرتے ہو تو برے کاموں سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔[۴۱۸]

قصہ مختصر۔ اسلام کا سیاسی، اجتماعی دستور العمل اور احکام و قوانین جیسے جہاد، دفاع، عدالتی فیصلے، دیوانی شہری تعزیری قوانین، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، ظلم و فساد سے آویزش، اجتماعی عدالت کا اجرا وغیرہ یہ سب وسیع انتظامی ساز و سامان کے متقاضی ہیں۔ اور ایک اسلامی حکومت کے قیام کے بغیر ان قوانین کا اجرا نہیں ہو سکتا۔ یہاں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کہ اسلامی حکومت کا قیام جو اسلام کے دیوانی، انتظامی، اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی دستور العمل اور احکام و قوانین کا ضامن ہے دین کی اصل تحریر (متن) میں موجود ہے۔ اگر اسلام کے شارع مقدس نے ایسے قوانین اور دستور العمل مدون کئے ہیں تو پھر یقیناً اس کے اجرا کرنے والے حاکم اسلام کا بھی اہتمام کیا ہے۔ کیا جہاد اور دفاع بغیر عسکری اور فوجی تنظیم کے ممکن ہے۔ کیا ظلم و ستم اور دوسروں کے حقوق غصب کرنے کے خلاف جہاد، اجتماعی عدالتوں کا قائم رکھنا، لوگوں کے حقوق کا یقینی بنانا اور حالات کے زیر و زبر ہونے کی روک تھام عدالتی

انتظام کے بغیر ممکن ہو سکتی ہے۔ جب اسلام نے ایسے دستور اور قانون بنائے ہیں تو پھر لازمی طور پر ان کے اجرا کرنے والے کا بھی فیصلہ کیا ہے اور اسلامی حکومت کے یہی معنی ہیں۔ حاکم اسلام یعنی وہ شخص جو ایک وسیع انتظامی انجمن کا سربراہ قرار پاتا ہے اور الٰہی قوانین کے مکمل اجرا سے لوگوں کے امور کا انتظام کرتا ہے۔ اس بنا پر متن اسلام میں حکومت موجود رہے اور اس کو اسلام سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔

رسولؐ خدا مسلمانوں کے حاکم

رسولؐ خدا اپنے دور حیات میں عملی طور پر حکومت اسلامی کے سربراہ تھے۔ آنحضرت مسلمانوں کے امور کا انتظام و انصرام فرماتے تھے اور اس عظیم ذمہ داری کو انجام دینے کے لیے اللہ کی طرف سے آپ کو وسیع اختیارات دیئے گئے تھے۔ قرآن کہتا ہے: **النبی اولی بالمومنین من انفسھم**[۴۱۹] نبی تو مومنین سے خود ان کی جانوں سے بھی بڑھ کر حق رکھتے ہیں۔

اور فرماتا ہے: **و ان احکم بینھم بما انزل اللہ و لا تتبع اھواھم** (اے رسولؐ) جو احکام خدا نے نازل کئے ہیں ان کے مطابق فیصلہ کرو اور ان کی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔[۴۲۰]

اس بنا پر پیغمبر اسلامؐ دو منصبوں پر فائز تھے ایک طرف تو وہ وحی کے ذریعہ پروردگار عالم سے رابطہ رکھتے تھے۔ احکام و قوانین شریعت کو معلوم کرتے تھے اور انہیں لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ دوسری جانب امت مسلمہ کے انتظام و انصرام اور حکومت کا عہدہ آپ کے پاس تھا۔ اسلام کے اجتماعی اور سیاسی احکام و قوانین اور دستور العمل حیات کے اجرا سے آپ امور مسلمین کا انتظام کرتے تھے۔ پیغمبر اسلامؐ کی سیرت پاک کے مطالعہ سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ امور مسلمین کی باگ ڈور عملی طور پر آپ کے دست مبارک میں تھی۔ اور آنحضرت نے ان پر حکومت کی ہے۔

آپ ذیلی حاکم مقرر کرتے تھے' قاضی روانہ کرتے تھے' جہاد اور دفاع کا حکم دیتے تھے اور مکمل طور پر تمام وہ کام جو ایک چھوٹی امت کے انتظام کے لیے ضروری ہیں' انجام دیتے تھے۔[۴۲۱] آپ ان کاموں پر خدا کی طرف سے مامور کئے گئے تھے۔ آپ اس پر مامور تھے کہ اسلام کے سیاسی و اجتماعی احکام و قوانین کو جاری کریں۔ مسلمان جہاد پر مامور تھے اور پیغمبر اسلامؐ بھی مامور تھے لیکن آپ مسلمانوں کو جہاد و دفاع کے لیے منظم و مرتب کرتے تھے۔ بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن کہتا ہے۔ **یا ایھا النبی حرض المومنین علی القتال**[۴۲۲] اے پیغمبرؐ مومنین کو جہاد کی ترغیب دلائیں۔

اور فرماتا ہے: **یا ایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین و اغلظ علیھم**[۴۲۳] اے پیغمبرؐ کفار اور منافقین سے جنگ کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

رسولؐ خدا اس پر مامور تھے کہ لوگوں پر حکومت کریں۔ قرآن کہتا ہے: **انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ و لا تکن للخائنین خصیما** اے رسولؐ ہم نے تم پر برحق کتاب اس لیے نازل کی ہے کہ جس طرح خدا نے تمہاری ہدایت کی ہے اسی طرح لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور خیانت کرنے والوں کے طرفدار نہ بنو۔[۴۲۴]

ان آیتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسولؐ خدا کے پاس منصب نبوت' وحی کے حصول اور اس کو لوگوں تک پہنچانے کے علاوہ مسلمانوں پر حکومت کرنے کا منصب بھی تھا اور وہ اس پر مامور تھے کہ اسلام کے سیاسی و اجتماعی دستور العمل حیات اور اس کے احکام و قوانین کے اجرا سے امور مسلمین کا انتظام کریں اور اس وجہ سے آپ کے پاس خصوصی اختیارات تھے اور مسلمان اس کے پابند تھے کہ آنحضرتؐ کے منشور حکومت کے سامنے سرتسلیم خم کریں۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے: **و اطیعوا اللہ و اطیعو الرسولؐ و اولی الامر منکم**[۴۲۵] خدا رسولؐ اور صاحب الامر کی اطاعت کرو۔ **و اطیعو اللہ و رسولہ و لا تنازعوا فتفشلوا**[۴۲۶] خدا کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم ہار جاؤ گے۔ اور فرماتا ہے: **و ما ارسلنا من رسول**

الا لیطاع باذن اللہ[۴۲۷] اور ہم نے کوئی رسولؐ نہیں بھیجا مگر اس واسطے کہ خدا کے حکم سے لوگ اس کی اطاعت کریں۔

اس قسم کی آیتوں میں رسولؐ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت قرار دیا گیا ہے اور مسلمانوں سے خطاب ہوا ہے کہ خدا کی بھی اطاعت کرو اور رسولؐ کی بھی اطاعت کرو۔ خدا کی اطاعت اس طرح محقق ہوتی ہے کہ جو احکام پیغمبرؐ کے ذریعہ بھیجے گئے ہیں۔ ان کی اطاعت کی جائے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے خصوصی احکام کی بھی اطاعت کریں۔ رسولؐ اللہ کے خصوصی احکامات ان احکام سے عبارت ہیں جو ان کی طرف سے اس حیثیت میں صادر ہوتے تھے کہ وہ مسلمانوں کے حاکم ہیں۔ وہ اس حیثیت سے بھی واجب الاطاعت تھے۔ البتہ پیغمبر اسلامؐ کی اطاعت کا واجب ہونا اس بنا پر ہے کہ خدا نے ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے اس لیے وہ واجب الاطاعت ہو گئے ہیں۔

اس وجہ سے حکومت آغاز اسلام سے دین کا جز رہی ہے اور پیغمبر اسلامؐ کے پاس عملی طور پر وہ عہدہ تھا۔

حکومت اسلامی بعد از رسولؐ خدا

رسولؐ خدا کی رحلت کے بعد نبوت' شریعت کی قانون سازی اور وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا لیکن دین کے احکام و قوانین اور اسلام کے اجتماعی و سیاسی تمام منشور مسلمانوں کے درمیان باقی رہے۔ اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا رسولؐ اکرم کی وفات کے بعد ان کے مقام نبوت کی طرح ان کی حاکمیت کا منصب بھی مکمل طور پر ختم ہو گیا۔ اور رسولؐ خدا نے اپنے بعد کے حاکم کے لیے خود کسی قسم کی کوئی بات نہیں کی اور اس معاملہ کو مسلمانوں پر چھوڑدیا۔ یا وہ اس اہم بات سے غافل نہیں تھے اور انہوں نے اس منصب کے لیے کسی فرد کا انتخاب کیا اور اس کو بحیثیت حاکم

متعارف کرایا شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ جو بذات خود مسلمانوں کے حاکم تھے اور اسلام کے قوانین اور اس کے منشور کے جاری کرنے والے تھے وہ مکمل طور پر اس ضرورت کا احساس رکھتے تھے کہ اسلامی حکومت کو تاقیام قیامت باقی رہنا ہے۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ مسلمان بغیر حکومت کے بحیثیت مسلمان زندگی نہیں گزار سکتے اور حکومت صرف اسی صورت میں اسلامی ہو سکتی ہے جب اس کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری کسی ایسے شخص پر ہو جو عالم ہو' اسلام کا مزاج شناس ہو' امانت دار ہو اور عادل ہو۔ تاکہ وہ حکومت اسلامی کے آئین و منشور کو نافذ کرنے کی مستقل طور پر کوشش کرے۔ اسی وجہ سے پیغمبر اسلامؐ آغاز بعثت ہی سے پروردگار عالم کے حکم کے مطابق مناسب اوقات پر علی ابن ابی طالبؑ کو امام مسلمین اور اپنے خلیفہ کی حیثیت سے متعارف کراتے رہے۔ جس کے بارے میں شیعہ اور سنی دونوں کی قابل اعتماد کتابوں میں احادیث موجود ہیں۔ منجملہ ان کے حجتہ الوداع کے سفر کے موقع پر آپ نے غدیر خم کے مقام پر نزول اجلال فرما کر اپنے ہزاروں اصحاب کی موجودگی میں فرمایا:
الست اولی بالمومنین من انفسھم قالوا بلی یا رسول اللہ فقال من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ ثم قال اللھم و ال من وا لاہ و عاد من عاداہ فلقیہ عمر ابن الخطاب فقال ھنئیا لک یا بن ابی طالب اصبحت مولای و مولا کل مومن و مومنہ[۲۷] یعنی رسولؐ خدا نے لوگوں سے فرمایا: کیا میں مومنین کے کاموں میں تصرف کرنے کا خود مومنین سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ کیوں نہیں۔ اس وقت آپ نے فرمایا: پھر وہ شخص جس کا میں مولا ہوں اور اس پر اختیار رکھتا ہوں علیؑ اس کا مولا ہے یعنی اس کا صاحب اختیار ہے۔ پھر اس کے بعد فرمایا: پروردگار علیؑ کے دوستوں کو دوست رکھ اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھ۔ اس موقع پر عمر ابن خطابؓ کی حضرت علیؑ سے ملاقات [illegible] کہا: اے ابو طالب کے بیٹے! آپ کو نیا منصب مبارک ہو آپ میرے مولا اور صاحب اختیار بن گئے اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کے مولا اور صاحب اختیار بن گئے۔

اس قسم کی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت پیغمبر اسلامؐ نے اپنے منصب حکومت کو مستقل حیثیت دی اور اسے علی ابن ابی طالبؑ کے حوالے کیا۔ اس سے پہلے انہوں نے اس منصب کے لیے علیؑ کو تیار کیا اور ضروری معلومات انہیں بہم پہنچائیں۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ عصمت ذاتی اور علم کے اعتبار سے علیؑ منصب امامت کی صلاحیت و اہلیت رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے پروردگار عالم کے حکم کے نتیجے میں علیؑ کو اس بلند منصب پر فائز کیا اور ان کو اس نئی حیثیت سے متعارف کرایا۔ علی ابن ابی طالبؑ احکام و قوانین اسلام کے حفاظت کرنے والے بھی تھے' قوانین کے جاری کرنے والے بھی اور حاکم اسلام بھی۔ رسولؐ خدا نے غدیر خم میں اسی منصب "اولی بہ تصرف" اور اپنے صاحب اختیار ہونے کو حضرت علیؑ کی طرف منتقل کیا۔ عمر ابن خطابؓ نے یہی مفہوم سمجھا جو حضرت علیؑ سے کہا کہ مبارک ہو علیؑ آپ میرے اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کے مولا ہو گئے۔ مسلمانوں نے بھی یہ معنی سمجھے جو انہوں نے علی ابن ابی طالبؑ کی بیعت کی اور ان سے اظہار وفاداری کیا۔ اگر مفہوم یہ نہیں تھا تو بیعت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

علی ابن ابی طالبؑ رسولؐ خدا کے مقرر کئے ہوئے خلیفہ

رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو خدا کے حکم کے مطابق امامت اور مسلمانوں کی امامت کے منصب پر فائز کیا اور ان کے ذریعہ اپنی حکومت اور مسلمانوں کی امامت کو آئندہ کے لیے مستقل طور پر جاری کیا لیکن آنحضرت کی رحلت کے بعد اصحاب کا ایک گروہ اس امر کی مخالفت پر کمربستہ ہو گیا۔ اس نے لوگوں کی بے علمی اور کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور علی ابن ابی طالبؑ کے جائز حق کو غصب کیا۔ اس گروہ نے

حکومت اسلامی کو اس کی صحیح ڈگر سے ہٹا دیا۔ امیرالمومنین حضرت علیؑ کا بیعت سے اجتناب کرنا اور وہ تمام خطبے، احتجاج اور شکایتیں مسلمانوں پر حکومت کرنے والے منصب سے متعلق تھیں نہ کہ بیان احکام و معارف دین سے۔ خلفا نے دین کے احکام و معارف کے بیان ہی کو علیؑ سے نہیں لیا تھا بلکہ وہ آپ کے بلند دینی مرتبہ سے بخوبی واقف تھے اور اس کے معترف تھے حتیٰ کہ اپنی مشکلات کے سلسلہ میں آپ سے رجوع کرتے تھے۔

جس وقت حضرت علیؑ خلیفہ ظاہر مقرر ہوئے تو آپ نے اپنے منصب کے تمام شعبوں کو اپنی تحویل میں لیا۔ مثال کے طور پر ذیلی حاکموں کا مقرر کرنا، منصفوں کا تقرر، زکوۃ و خمس کے وصول کرنے والے کا تعین، دفاع و جہاد کے حکم کا اجرا، فوجی افسروں کا تقرر اور وہ دوسرے امور جو حاکم اسلامی کی حیثیت سے آپ سے متعلق تھے۔ اگرچہ طلحہ اور زبیر نے ان کی مخالفت کی اور جنگ جمل برپا کی تو وہ آپ کی حکومت کے مخالفت تھے نہ کہ آپ کے مقام علمی اور آپ کے بیان معارف و احکام دینی کے۔ معاویہ کی حضرت علیؑ سے لڑائی بیان احکام کے سلسلہ میں نہ تھی بلکہ یہ نزاع منصب حکومت پر فائز ہونے کے لیے تھی۔ ان تمام باتوں سے ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ رسولؐ اسلام کی رحلت کے ساتھ حکومت اسلامی کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ اس منصب پر علی ابن ابی طالبؑ کے تقرر سے حکومت اسلامی کے تسلسل کی تاکید و تصریح ہوئی اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ اسلام کے شارح مقدس دین کے سیاسی و اجتماعی قوانین کے اجرا کی لازمی ضرورت سے نہ کبھی دست کش ہوئے تھے نہ ہوئے ہیں۔ یعنی اسلامی حکومت کو پورے عہد تاریخ میں جاری رہنا چاہیے۔ امیر المومنین حضرت علیؑ نے اپنے بعد امام حسنؑ کو منصب امامت و حاکمیت کے لیے منتخب کیا اور امام حسنؑ نے اپنے برادر امام حسینؑ کو اور امام حسینؑ نے اپنے فرزند امام زین العابدینؑ کو اس منصب کے لیے چنا اور ان کو متعارف کرایا۔ اسی طرح ہر امامؑ نے اپنے ہونے والے امامؑ کا بارہویں امام حضرت حجتہ بن الحسنؑ تک تعارف کرایا۔

تمام ائمہؑ (اثنا عشریہ) مقام عصمت و طہارت و علم و دانش خدا داد نیز صلاحیت و کما ذاتی کے علاوہ مسلمانوں کے حاکم اور امام کی حیثیت سے بھی تقرر یافتہ تھے اور مشہو معروف تھے۔ اس بنا پر مسلمانوں کی امامت اور معصوم کی حکومت خود متن اسلام میں طے شدہ صورت میں موجود ہے۔ اور ایسی نہیں ہے کہ اس کو اسلام سے علیحدہ کیا سکے۔ مگر سوائے علی ابن ابی طالبؑ کے، اور وہ بھی مختصر و محدود مدت کے لیے، ائمہ میں سے کسی کو بھی یہ موقع نہ ملا کہ وہ اپنے جائز حق کی مسند پر متمکن ہوں او حکومت اسلامی کو اس کی صحیح ڈگر پر چلائیں۔

غیبت کے زمانہ میں اسلامی حکومت

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کے سیاسی و اجتماعی منشور کی ان زمانوں میں کیا صورت ہے؟ آیا ان زمانوں میں کہ، جب حاکم و امام معصوم تک دسترس نہیں ہے اسلام کے شارع مقدس سیاسی و اجتماعی منشور اسلامی کے اجرا سے دست کش ہو گئے ہیں اور مسلمانوں کی اس سلسلہ میں کوئی ذمہ داری نہیں ہے؟ آیا یہ قوانین وہ احکام جو دین اسلام کے ایک بڑے حصہ کی تشکیل کرتے ہیں فقط رسولؐ خدا کی حیات مختصر کے لیے تھے اور اس کے بعد حضرت مہدیؑ کے ظہور تک خاموش رہنا چاہیے؟ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام ان طویل زمانوں میں جہاد، دفاع، قصاص و حدود کے اجرا، تعزیرات، ظلم و ستم سے جنگ کرنے، محروم و ناتواں افراد کے دفاع اور فساد و گناہ و سرکش سے ٹکر لینے کے معاملات سے دستبردار ہو گیا ہے؟ اور کیا اس نے دین کے اس حصہ عظیم کے اجرا کو حضرت مہدیؑ (ہماری جانیں ان پر فدا ہو جائیں) کے ظہور پر منحصر کر دیا ہے؟ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تمام روایات و آیات ان زمانوں میں صرف بحث کے لیے اور کتابوں میں لکھے جانے کے لیے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ کوئی مسلمان اس قسم کی فکر کا اعتبار نہیں کرے گا۔ مسلمان علی الخصوص اہل علم یہ کہیں

گے کہ یہ احکام نافذ ہونے کے لیے ہی آئے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو اسلام کی اس مجموعہ قوانین اور دستور العمل کے تمام زمانوں میں اجرا کے بارے میں بالخصوص اس زمانے کے بارے میں ضرور نظر ہو گی۔ اور یقیناً ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسلام نے سیاسی و اجتماعی منشور کی قانون سازی تو کی ہے لیکن اس کے اجرا کرنے والے یعنی حاکم شرعی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی ہے۔

غیبت کے زمانہ میں مسلمانوں کی ذمہ داری

یہ درست ہے کہ پیغمبر اور معصوم امام خدا کی طرف سے امور مسلمین کے انتظام و منصب حکومت کے لیے مقرر کیے گئے ہیں اور انہیں چاہیے کہ وہ اس سلسلہ میں جدوجہد کریں لیکن اصل ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ حکومت اسلامی کے قیام و استحکام کے سلسلہ میں اور پیغمبر یا امام کو تقویت پہنچانے کے سلسلہ میں کوشش کریں اور ان کے احکام کی پیروی اختیار کر کے ان کی دکھائی ہوئی راہ پر چلیں۔ اسی طرح اس زمانہ میں کہ جب امام معصومؑ تک دسترس حاصل نہیں ہے تو مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ حکومت اسلامی کے قیام اور اسلام کے سیاسی و اجتماعی منشور کے اجرا کے لیے کوشش کریں۔ جبکہ اسلام ایسے زمانہ میں بھی اپنے احکام سے دستبردار نہیں ہوا ہے اور مسلمانوں سے ان پر عمل پیرا ہونے کا طلب گار ہے۔ حسن اتفاق سے دین کے بہت سے احکام و قوانین عام مسلمانوں سے خطاب کی صورت میں ہیں۔ بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

خدا قرآن میں فرماتا ہے: **و جاهدوا فی الله حق جهاده** [۴۲۹]

خدا کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرو۔

اور فرماتا ہے: **انفروا خفافا و ثقالا و جاهدوا باموالکم و انفسکم فی سبیل الله** [۴۳۰]

تم ہلکے پھلکے (نہتے) ہو یا بھاری بھرکم (مسلح) بہرحال جب تم کو حکم دیا جائے تو فوراً چل کھڑے ہو اور اپنی جانوں اور مالوں سے خدا کی راہ میں جہاد کرو۔

اور فرماتا ہے: **تومنون بالله و رسوله و تجاهدون فی سبیل الله** [۴۳۱]

خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور خدا کی راہ میں جہاد کرو۔

اور فرماتا ہے: **و قاتلوا فی سبیل الله الذین یقاتلونکم و لا تعتدوا** [۴۳۲]

جو لوگ تم سے لڑیں تم خدا کی راہ میں ان سے لڑو لیکن ظلم نہ کرو۔

اور فرماتا ہے: **فقاتلوا اولیاء الشیطان ان کید الشیطن کان ضعیفاً** [۴۳۳]

شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو کیونکہ شیطان کا داؤ تو بہت ہی بودا ہے۔

اور فرماتا ہے: **و قاتلو هم حتی لا تکون فتنته و یکون الدین کله لله** [۴۳۴]

ان کافروں سے لڑے جاؤ یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور خدا کا دین ہی دین ہو جائے۔

اور فرماتا ہے: **و مالکم لا تقاتلون فی سبیل الله** [۴۳۵]

تم کو کیا ہو گیا ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد نہیں کرتے۔

اور فرماتا ہے: **فقاتلوا ائمته الکفر انهم لا ایمان لهم** [۴۳۶]

تم کفر کے سربرآوردہ لوگوں سے خوب لڑائی کرو ان کی قسموں کا ہرگز کوئی اعتبار نہیں۔

اور فرماتا ہے: **و قاتلوا المشرکین کافته کما یقاتلونکم کافته** [۴۳۷]

اور مشرکین جس طرح تم سے سب کے سب مل کر لڑتے ہیں تم بھی اسی طرح سب کے سب مل کر ان سے لڑو۔

اور فرماتا ہے: **و اعدوا لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخیل ترهبون به عدو الله و عدوکم** [۴۳۸]

ان کفار کے واسطے جہاں تک تم سے ہو سکے (اپنے بازو کے) زور سے اور بندھے ہوئے گھوڑے سے (لڑائی کا سامان) مہیا کرو اس سے خدا کے دشمن پر اپنی

دھاک بیٹھا لو گے۔

اور فرماتا ہے: **و السارق و السارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ و اللہ عزیز حکیم**[۴۳۹]

اور چور خواہ مرد ہو یا عورت تم ان کے کرتوت کی سزا میں ان کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالو۔ یہ ان کی سزا خدا کی طرف سے ہے اور خدا تو بڑا زبردست حکمت والا ہے۔

اور فرماتا ہے: **الزانیۃ و الزانی فاجلد وا کل واحد منھما مائتہ جلدۃ و لا تاخذ کم بھا رافتہ فی دین اللہ**[۴۴۰]

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اور اگر تم خدا اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہو تو حکم خدا کے نافذ کرنے میں تم کو ان کے بارے میں کسی طرح کے ترس کا نہ لحاظ ہونے پائے۔

اور فرماتا ہے: **و لتکن منکم امتہ یدعون الی الخیر و یا مرون بالمعروف و ینھون عن المنکر**[۴۴۱]

اور تم میں سے ایک گروہ تو ہونا چاہیے جو (لوگوں کو) نیکی کی طرف بلائیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔

اور فرماتا ہے: **یا ایھا الذین امنو کونو قوامین بالقسط شھدا للہ**[۴۴۲]

اے ایمان دارو مضبوطی کے ساتھ ایمان پر قابض رہو اور خدا لگتی گواہی دو۔

اس قسم کی آیتیں جن کے نمونے بہت زیادہ ہیں ان میں مسلمانوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور ان سے اس بات کی خواہش کی گئی ہے کہ وہ اپنی ان اجتماعی ذمہ داریوں کو پورا کریں جو حکومت اسلامی کے اختیارات میں سے ہیں۔ مثلاً" کہا گیا کہ دشمنوں سے جنگ کرو اور خدا کی راہ میں جہاد کرو۔ مستکبرین اور کفر کے سربراہوں سے لڑو۔ دنیا کے لوگوں کو خیر و صلاح کی طرف بلاؤ۔ فساد' ظلم و ستم اور گناہ کے خلاف صف آرائی کرو۔ دنیا میں عدل و انصاف قائم کرو اور حدود الہی کو جاری کرو۔ ذرا سے غورو فکر سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس قسم کے اہم اجتماعی امور کا انجام دینا حکومت اور

بڑی تنظیموں کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور چونکہ اس قسم کے کاموں کا مسلمانوں سے مطالبہ کیا گیا ہے لہٰذا وہ اس کے ذمہ دار ہیں کہ اس کی سطح ہموار کرنے یعنی صالح اسلامی حکومت کے قیام کے لیے جدوجہد کریں۔

بالفاظ دیگر تمام اطراف میں دین کا قیام اسلامی حکومت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ جبکہ دین کا قائم کرنا مسلمانوں کے فرائض میں سے ہے۔ خداوند تعالی قرآن کریم میں فرماتا ہے: **شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا و الذی او حینا الیک و ما وصینا بہ ابرہیم و موسی و عیسی ان اقیمو الدین و لا تتفرقوا فیہ**[۴۴۳]

اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر کیا ہے جس پر (چلنے کا) نوحؑ کو حکم دیا تھا اور (اے رسولؐ) اسی کی ہم نے تمہارے پاس وحی بھیجی ہے اور اسی کا ابراہیمؑ' موسیؑ اور عیسیؑ کو حکم دیا تھا کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

قرآن کی عمومی گفتگوؤں' اسلام کے سیاسی و اجتماعی احکام کے استمرار و دوام اور اس آیۂ قرآنی سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جس زمانے میں مسلمانوں کی معصوم اور وسیع اختیارات رکھنے والے امام تک دسترس نہ ہو اس زمانہ میں وہ خود اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ اسلامی حکومت کے قیام و استحکام کے لیے جدوجہد کریں اور اس کے ذریعہ دین خدا کو عام اطراف میں پھیلا کر اس کے تمام احکام اور قوانین کو جاری کریں۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ اگر ہم اس مفہوم عقلی کو قبول کرتے ہیں کہ امن اور حکومت کے بغیر زندگی نہیں گزاری جا سکتی' اگر ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام کے شارع مقدس نے بھی چونکہ امن کو پسند کیا ہے' انسان کی دنیا و آخرت کی سعادت کے لیے خاص قسم کی حکومت کی پیشین گوئی کی ہے اور انہی مقاصد کے پیش نظر سیاسی و اجتماعی دستورالعمل پیش کئے ہیں اور اگر ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ حکومت اسلامی کے قیام کا ضروری ہونا اور اسلام کے سیاسی و اجتماعی دستورالعمل اور قوانین و احکام کا اجرا صرف پیغمبر اسلامؐ کی حیات مختصر تک کے لیے نہیں ہے بلکہ ہمیشہ کے لیے اور تمام زمانوں میں اس کا اجرا ہونا چاہیے اور اگر ہمارا یہ بھی اعتقاد ہے کہ دین

خدا کا قائم کرنا اور اس کا تمام اطراف میں پھیلانا خود مسلمانوں کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے تو ان تمام باتوں سے ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ امام زمانہؑ کی غیبت کے زمانہ میں اور ان تک رسائی نہ ہونے کی صورت میں اہم ترین کام جو مسلمانوں پر لازم آتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اسلامی حکومت کے قیام و استحکام کے لیے کوشاں ہوں اور پیغمبر اسلامؐ کی حکومت کو ہمیشہ جاری رکھیں تاکہ اسلام کے سیاسی و اجتماعی قوانین و احکام کو جاری رکھ کر وہ امن و امان اور سکون کا ماحول پیدا کر سکیں اور خدائے بزرگ و برتر کی عبادت، روحانی ارتقا اور حصول قرب خداوندی کے لیے تیار رہیں۔

دو گواہ

حکومت کا قیام اور اس کو مستقل طور پر جاری رکھنے کی کوشش ایک تقاضائے خرد ہے کہ تمام عقلیں جس کی گواہ ہیں۔ اسلام نے بھی نہ صرف اس عقلی تقاضے کو قبول کیا ہے بلکہ اس کی تائید کی ہے اور اسی وجہ سے جنگ احد میں جب پیغمبر اسلامؐ کی جھوٹی شہادت کی خبر مسلمانوں میں پھیل گئی اور اس غلط خبر کے اثر سے اسلام کے مجاہدین جو مصروف جہاد تھے، اپنی قوت گنوا بیٹھے اور متفرق و منتشر ہو گئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ **و ما محمد الا رسولٌ قد خلت من قبله الرسل افاء ن مات او قتل النقلبتم علی اعقابکم**[۱۴۴]

محمدؐ تو صرف رسولؐ ہیں ان سے پہلے اور بھی بہتیرے گزر چکے ہیں پھر کیا اگر محمدؐ اپنی موت سے مر جائیں یا مار ڈالے جائیں تو تم الٹے پاؤں (اپنے گھر کی طرف) پلٹ جاؤ گے۔ یعنی ان کی شہادت یا موت کے نتیجے میں اپنی اجتماعی تنظیم کو برباد مت کرو اور جہاد و دفاع سے ہاتھ نہ کھینچو۔

جیسا کہ آپ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت نظام اسلامی و اجتماعی کے مستقل

قیام کی حفاظت کو خود مسلمانوں کی عقلوں کے سامنے پیش کر رہی ہے اور اس طرف متوجہ کرتی ہے کہ مسلمان کسی حال میں بھی حتیٰ کہ رسولؐ خدا کی وفات یا شہادت کے وقت بھی اپنے اجتماعی و اسلامی نظام سے دست بردار نہ ہوں اور جہاد کو ترک نہ کریں۔

دوسری شہادت

اس محفل میں جو رسولؐ خدا کی رحلت کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں منعقد ہوئی تھی اس میں تمام حاضرین محفل نے پیغمبر اسلامؐ کی حکومت اسلامی کو مستقل طور پر جاری رکھنے سے اتفاق کیا اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ ہمیں کسی حاکم یا خلیفہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اختلاف اگر تھا تو خلیفہ یا حاکم سے متعلق تھا۔ انصار کہتے تھے کہ خلیفہ و امیر ہم میں سے ہونا چاہیے اور مہاجرین کہتے تھے کہ ہم اس منصب کے زیادہ اہل ہیں۔ بعض یہ کہتے تھے کہ ہم میں سے امیر ہو اور تم میں سے وزیر ہو اور ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ ایک فرد ہم میں سے اور ایک فرد تم میں سے دونوں مل کر امیر ہوں لیکن کسی ایک فرد نے بھی یہ نہ کہا کہ امیر و خلیفہ کی ضرورت ہی نہیں ہے اور ہم بغیر حاکم کے اپنی حیات اجتماعی کو جاری رکھ سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت علیؑ جو رسولؐ خدا کی جانب سے اس منصب پر فائز کئے گئے تھے اور وہ اپنے اسی من جانب اللہ حق کے بارے میں یہ سمجھتے تھے کہ وہ ضائع ہو گیا ہے سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ کے خلاف کمربستہ ہوئے اور اصحاب رسولؐ کا ایک گروہ بھی ان کی حمایت کر رہا تھا۔ انہوں نے بھی رسولؐ خدا کی حکومت کو مستقل طور پر جاری رکھنے کی ضرورت سے انکار نہیں کیا اور اس کی مخالفت نہیں کی۔ اور کبھی یہ نہیں فرمایا کہ خلیفہ کے تعین و تقرر کی ضرورت نہیں ہے جس کے لیے تم نے اتنی عجلت سے کام لیا بلکہ انہوں نے یہ فرمایا کہ امامت و خلافت کا میں سب سے زیادہ مستحق ہوں اس لیے کہ پیغمبرؐ نے یہ منصب

مجھ کو عطا فرمایا تھا اور مجھ میں ذاتی صلاحیت، لیاقت اور علم بھی موجود ہے۔ حضرت علیؑ اس کے باوجود کہ اپنے حق کو ضائع شدہ سمجھتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ خلافت اسلامی اپنی اصلی راہ سے ہٹ بھی چکی ہے لیکن چونکہ بنیادی طور پر وہ حکومت کی ضرورت کے قائل تھے اس لیے کبھی خلفا کے کمزور کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور کبھی ان کی مخالفت اختیار نہیں کی۔ بلکہ ایک ضمنی عنوان کی حیثیت سے اسلامی حکومت کی بقا کے لیے ضروری مواقع پر ان کی مدد کے لیے پہنچتے تھے۔ اور فکری مدد اور خیر اندیشی سے انہیں نوازتے تھے۔ آپ کے قریبی رشتہ دار اور وفادار دوست جب بھی کسی اہم ذمہ داری پر مامور کئے جاتے تھے تو آپ اسے قبول کرتے تھے اور اپنے احباب کو اسے قبول کرنے سے منع نہیں کرتے تھے۔ آپ کی رفتار و گفتار سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ حکومت کے وجود کو ہر حال میں ضروری سمجھتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے خوارج کے جواب میں فرمایا جو یہ کہتے تھے کہ اللہ کے سوا کسی کو حکومت کا حق نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: **کلمتہ حق یراد بھا الباطل انہ الا حکم الا للہ و لکن ھو لاء یقولون لا امراۃ الا للہ و انہ لا بد للناس من امیر بر او فاجر یعمل فی امرتہ المومن و یستمع فی الکافر و یبلغ اللہ فیھا الا جل یجمع بہ الفئی و یقاتل بہ العدو و تامن بہ السبل و یوخذ بہ للضعیف من القوی حتی یستریح بر و یستراح من فاجر۔**[۵]

یعنی بات صحیح ہے لیکن اس کا مطلب غلط لیا گیا ہے۔ بے شک حاکم مطلق خدا ہے لیکن یہ کہتے ہیں کہ حکومت اور امارت خدا کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے جبکہ لوگوں کو حاکم اور امیر کی ضرورت ہے۔ وہ برا ہو یا اچھا ہو تاکہ مومن حکومت کی پناہ میں عمل صالح انجام دے اور کافر آسائش کی نعمت حاصل کرے اور خدا اس کے کام کو انجام تک پہنچائے اور حاکم کے ذریعہ مال غنیمت اور دوسرے اموال جمع کئے جاتے ہیں اور اس کے ذریعہ دشمنان اسلام سے جہاد کیا جاتا ہے اور راستے پرامن ہوتے ہیں اور کمزور کا حق طاقتور سے حاصل کیا جاتا ہے تاکہ صالح اور نیک افراد امن و آسائش سے زندگی بسر کریں اور لوگ بدکاروں کے خوف سے محفوظ رہیں۔ اس بنا پر

حکومت اسلامی کے قیام و استحکام کی تردید نہیں کرنی چاہیے۔ اور یہ حساس اور عظیم ذمہ داری مسلمانوں پر عائد کی گئی ہے جس زمانہ میں پیغمبرؐ یا امام معصومؑ تک رسائی ہو تو اس کی حکومت کے حصول اور قیام و استحکام کے لیے جدوجہد کریں اور جس عہد میں امام معصومؑ تک رسائی حاصل نہ ہو تو پھر یہ چاہیے کہ فقہا میں سے کسی ایسے فرد کو جو مسائل اسلامی بالخصوص مسائل سیاسی و اجتماعی سے اچھی طرح واقف ہو اس میں تقویٰ ہو اور وہ انتظامی صلاحیت رکھتا ہو، رہبری و قیادت کے لیے منتخب کریں ایسے فرد کی رہبری اور حاکمیت کی آئمہ معصومینؑ کی طرف سے تائید کی گئی ہے اور انہوں نے اسے قبول کیا ہے اور اس کی وصیت کی ہے۔ ایک ایسا ہی فرد ہو سکتا ہے جو امت مسلمہ کی رہبری کر سکے اور اسلام کے سیاسی اور اجتماعی منشور کا اجرا کر سکے۔ یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ حکومت اسلامی اور ولایت فقیہ کا مسئلہ ایک طویل اور دقیق بحث کا متقاضی ہے۔ اس کے لیے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے اس لیے ہم اس مختصر گفتگو میں اس مسئلہ کے بکھرے ہوئے اطراف کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ پس یہاں مختصر سے اشارے پر اکتفا کرنا ہے اور بحث کو ختم کرنا مناسب ہے۔ اس تمہیدی بیان سے جو نسبتاً طویل ہو گیا ہے یہ ثابت ہے کہ ہم جس وقت ان حدیثوں کو جو امام زمانہؑ سے قبل کسی قسم کی تحریک چلانے یا انقلاب برپا کرنے کی مخالف ہیں، ان کو زیر مطالعہ لائیں اور ان کا جائزہ لیں تو اس نکتہ کو پیش نظر رکھیں کہ جہاد، دفاع، دیت، قصاص، تعزیرات، قضا، گواہی، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، ظلم و ستم کے خلاف جہاد، کمزوروں اور محروم لوگوں کا دفاع اور دوسرے اجتماعی اور سیاسی مسئلے اتنے ضروری اور طے شدہ ہیں کہ جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس قسم کے معاملات کا اجرا ہونا چاہیے اور ان کے اجرا کے لیے اسلامی حکومت کی ضرورت ہے اور حکومت اسلامی کے قیام و استحکام اور دین کے قوانین و احکام کو نافذ کرنے کے لیے بھی ہمہ گیر انقلاب برپا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس بنا پر انقلاب برپا کرنے کے خلاف جو حدیثیں ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم ان کا مذکور نقطہ نظر سے بھی جائزہ لیں مجھے امید ہے کہ مناسب فرصت کے

موقع پر ہم اس موضوع کا زیادہ باریک بینی اور دقت نظر سے جائزہ لیں گے اور اس کی زیادہ شرح کریں گے تاکہ کسی بہتر نتیجے پر پہنچ سکیں۔ اس وقت اس نشست کا وقت ختم ہو چکا ہے اور مزید تشریح مناسب نہیں ہے۔

ڈاکٹر: میری اپنے دوستوں سے یہ گزارش ہے کہ آئندہ ہفتہ اس نشست کے لیے میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں۔

حدیثوں کے جائزہ کا دوسرا حصہ

ڈاکٹر: جناب ہوشیار صاحب گذشتہ بحث کو جاری رکھیے۔

ہوشیار: گذشتہ نشست میں تمہید کے طور پر میں نے آپ کی خدمت میں ایک بحث پیش کی اور اس وجہ سے کہ وہ طویل اور تھکا دینے والی تھی میں آپ حضرات سے معذرت چاہتا ہوں اب ہم انقلاب برپا کرنے اور تحریک چلانے کے خلاف جو حدیثیں ہیں ان کے مطالعہ اور جائزے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اس سے قبل کی نشست میں آپ حضرات کو علم ہوا کہ سیاسی اور اجتماعی احکام دین اسلام کے ایک بڑے حصہ کو تشکیل دیتے ہیں اور دین کے متن میں ان کا وجود ہے۔ فی سبیل اللہ جہاد و دفاع مسلمین، کفر و تکبر پسندی سے جنگ، محروموں اور کمزوروں کا دفاع، نیکی کا حکم، برائی سے روکنا، اور مکمل طور پر دین کا قائم کرنا، مسلمانوں کے اہم فرائض ہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ کچھ لوگ چند حدیثوں کی موجودگی کی وجہ سے ان فرائض کی بجا آوری سے پہلو تہی کریں اور خود کو صرف مذہبی رسموں کی انجام دہی سے خوش رکھیں۔ اس وجہ سے ضروری ہے کہ ہم ان حدیثوں کا مکمل طور پر جائزہ لیں۔ مذکورہ حدیثوں کو مجموعی طور پر چند حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ۲۴۶

پہلا حصہ

وہ روایتیں جو شیعوں سے کہتی ہیں کہ ہر وہ شخص جو کوئی انقلاب برپا کرے اور تمہیں مسلح خروج کی دعوت دے بغیر سوچے سمجھے اس کی دعوت جہاد کو قبول نہ کرو بلکہ اس کی شخصیت اور مقاصد کو جانچو اور ان کا جائزہ لو۔ اگر اس شخص میں قیادت کی شرطیں نہ پائی جائیں یا اس کے مقاصد باطل پر مبنی ہوں تو اس کی آواز پر لبیک نہ کہو چاہے وہ پیغمبر اسلامؐ کے خاندان کا فرد ہی کیوں نہ ہو۔ درج ذیل حدیث کی طرح

پہلی حدیث: **محمد بن یعقوب علی ابن ابراہیم عن ابیہ عن صفوان بن یحیی بن عیص بن القاسم قال سمعت ابا عبداللہ علیہ السلام یقول علیکم بتقوی اللہ وحدہ لا شریک لہ و انظر والا نفسکم فواللہ ان الرجل لیکون لہ الغنم فیھا الراعی فاذا و جد رجلا ھو اعلم بغنممن الذی ھو فیھا یخرجہ و یجئی بذالک الرجل الذی ھو اعلم بغنمہ من الذی کان فیھا و اللہ لو کانت لا حد کم نفسان یقاتل بواحدۃ یجرب بھائم کانت الاخری باقیتہ یعمل علی ماقد استبان لھا' و لکن لہ نفس واحدۃ اذا ذھبت فقد و اللہ ذھبت التوبتہ و انتم احق ان تختار و الانفسکم ان اتاکم ات منا فانظر و علی ای شی تخرجون و لا تقولوا خرج زید فان زیدا کان عالما و کان صدوقا و لم یدعکم الی نفسہ و انما دعا کم الی الرضا من ال محمد و لوظھر لو فی ما دعا کم الیہ۔ انما خرج الی سلطان مجتمع لینقضہ: فالخارج منا الیوم الی ای شی یدعو کم۔ الی الرضا ال محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ فنحن نشھد کم انا لسنا نرضی بہ و ھو یعصینا الیوم و لیس معہ احد و ھو اذا کانت الرایات و الا لویتہ اجدر ان لا یسمع منا الا من اجتمعت بنو فاطمہ معہ۔ فوا اللہ ما صاحبکم الا من اجتمعو علیہ اذا کان رجب فاقبلو علی اسم اللہ و ان اجبتم ان تتاخرو الی شعبان فلا ضیروان ان احببتم ان تصوموا فی اھالیکم فلعل ذالک اقوی لکم و کفالکم بالسفیانی علامتہ۔**

یعنی عیص بن قاسم کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا کہ آپ نے

فرمایا کہ تقویٰ کو ترک نہ کرو اور اپنے نفوس کے نگہبان رہو۔ قسم خدا کی اگر کوئی شخص اپنے گوسفند چرانے کے لیے کسی نگہبان کو مقرر کرتا ہے اور پھر بعد میں کسی ایسے شخص کو پاتا ہے جو گوسفندوں کے چرانے کی زیادہ صلاحیت رکھتا ہے تو وہ پہلے نگہبان کو کام سے ہٹا دیتا ہے اور دوسرے زیادہ سمجھ دار شخص کو اس کام پر لگا دیتا ہے۔ قسم خدا کی اگر تمہاری دو زندگیاں ہوتیں کہ پہلی زندگی میں جنگ کرتے اور تجربہ حاصل کرتے اور دوسری زندگی تمہارے لیے باقی رہتی تو ٹھیک تھا لیکن صورت حال اس طرح نہیں ہے۔ ہر انسان کی ایک زندگی ہے اور اگر وہ ہلاک ہو جائے تو دوبارہ توبہ اور واپسی کا امکان نہیں ہے۔ اس وجہ سے تم پر لازم ہے کہ خوب سوچ لو اور بہترین راستے کا انتخاب کرو۔ پس اگر ہم میں سے (اولاد پیغمبرؐ میں سے) کوئی آئے اور تمہیں انقلاب برپا کرنے کی دعوت دے تو خوب غور و فکر کرلو کہ اس نے کس مقصد کی خاطر انقلاب برپا کیا ہے اور اس کے انقلاب کی توجیہ کے لیے یہ نہ کہو کہ زید بن علیؑ نے بھی اس سے پہلے خروج کیا تھا۔ زید چونکہ سمجھ دار اور سچے آدمی تھے اور وہ تمہیں اپنی امامت کے قبول کرنے کی دعوت نہیں دیتے تھے بلکہ وہ ایسے افراد کے لیے دعوت دیتے تھے جو آل محمدؐ کی رضا سے موافقت رکھتا ہو وہ اگر کامیاب ہو جاتے تو اپنے وعدہ پر عمل کرتے اور حکومت کو اس کے اہل کے حوالے کرتے۔ زید نے حکومت کے مقابلہ میں خروج کیا تاکہ اس کا تختہ الٹ دیں۔ لیکن وہ شخص جس نے آج خروج کیا ہے تمہیں کس امر کی طرف بلا رہا ہے کیا وہ تمہیں ایسے شخص کی طرف بلا رہا ہے جو رضائے آل محمدؐ کا طلب گار ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ ہم اس شخص کے خروج سے راضی نہیں ہیں۔ وہ اب بھی جبکہ قوت کا مالک نہیں ہے ہم سے اختلاف رکھتا ہے پس ایسی حالت میں کہ وہ صاحب اقتدار ہو جائے اور پرچم بلند کرے تو زیادہ موثر انداز میں ہماری مخالفت کرے گا۔ تم فقط ایسے شخص کی دعوت جہاد پر لبیک کہو کہ تمام فرزندان فاطمہؑ اس کی رہبری پر متفق ہوں کہ وہ ہمارا امام و پیشوا ہے۔ جب ماہ رجب آئے تو خدا کی مدد کے لیے آؤ اور اگر یہ

چاہتے ہو کہ شعبان تک تاخیر کرو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور اگر یہ خواہش ہو کہ ماہ رمضان کے روزے اپنے گھر والوں کے ساتھ رکھو تو شاید یہ تمہارے لیے بہتر ہو اگر کوئی نشان و علامت درکار ہو تو سفیانی کا خروج تمہارے لیے کار آمد ہے۔

اس حدیث کے معنی اور مفہوم کا جائزہ

امام جعفر صادقؑ اس حدیث میں فرماتے ہیں کہ اپنے نفوس کے خود نگراں بنو کہیں ایسا نہ ہو کہ اسے فضول ہلاکت میں ڈال دو۔ ایسا نہ ہو کہ ہر وہ شخص جو خروج کرے اور وہ تم کو مدد کے لیے بلائے تو تم اس کی آواز پر لبیک کہہ دو۔ اگر وہ اس حالت میں امامت و قیادت کا مدعی ہے کہ امت میں اس سے زیادہ عالم و صالح فرد موجود ہے تو اس کی دعوت جہاد کو قبول نہ کرو (جیسا کہ ائمہ معصومینؑ کے زمانہ حیات میں ہوا ہے) جو شخص خروج کرے اس کی ذات کو بھی جانچو اور اس کے مقاصد کو بھی۔ اگر وہ خود اعتماد کے قابل نہ ہو یا اس کا مقصد عمل درست نہ ہو تو اس کی دعوت کو ٹھکرا دو۔ اور اس کے خروج کا (بظاہر محمد ابن عبداللہ بن حسن) زید ابن علی بن حسینؑ کے خروج سے مقابلہ نہ کرو اور یہ نہ کہو کہ چونکہ زید نے خروج کیا تھا لہٰذا اس شخص کا خروج بھی صحیح ہے۔ وہ اس لیے کہ زید نہ مدعی امامت تھے نہ انہوں نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا۔ زید کا مقصد یہ تھا کہ باطل کی حکومت کو ختم کریں اور اسے اہل بیتؑ کے کسی ایسے شخص کے حوالے کریں جو آل محمدؐ کے مقاصد سے اتفاق رکھتا ہو اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو یقیناً اپنی وعدے پر عمل کرتے۔ زید عالم اور سچے فرد تھے اور ان میں قیادت و رہبری کی صلاحیت بھی موجود تھی۔ لیکن وہ شخص جس نے اب خروج کیا ہے وہ لوگوں کو اپنی ذات کی طرف بلا رہا ہے اور باوجود اس کے کہ ابھی برسر اقتدار نہیں ہے ہم سے مخالفت کا اظہار کر رہا ہے پس اگر وہ کامیاب ہو گیا تو زیادہ شدت کے ساتھ ہماری مخالفت کرے گا۔ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی

زمانہ میں ایک شخص نے خروج کیا تھا جو خود کو منصب امامت کے قابل سمجھتا تھا اور اس منصب کو حاصل کرنے کے لیے اس نے اپنی مدد کے لیے بلایا تھا۔ مذکورہ شخص بظاہر محمد ابن عبداللہ ابن حسن تھا جس نے مہدی موعود کے نام سے خروج کیا تھا۔ ابوالفرج اصفہانی کہتا ہے کہ اہل بیت محمدؐ اسے مہدی کہتے تھے اور ان کا یہ اعتقاد تھا کہ وہ وہی مہدی موعود ہے جس کا تذکرہ روایات میں ہے۔[۴۴۸] ابوالفرج اصفہانی ہی تحریر کرتا ہے کہ کسی کو اس بات میں شک نہیں تھا کہ محمد ابن عبداللہ ابن حسن مہدی موعود ہے۔ یہ بات لوگوں میں مشہور تھی۔ اور اسی وجہ سے بنی ہاشم، آل ابی طالبؑ اور آل عباس کے کچھ افراد نے اس کی بیعت کی تھی۔[illegible] وہ تحریر کرتا ہے کہ محمد لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ تم مجھے مہدی سمجھتے ہو اور حقیقت میں ہے بھی ایسا ہی۔ بہرحال محمد ابن عبداللہ ابن حسن نے امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں مہدی موعود کے نام سے خروج کیا تھا اور وہ لوگوں کو اپنی مدد کے لیے بلاتا تھا۔ ایک ایسا ہی موقع ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے عیص ابن قاسم اور سارے شیعوں سے فرمایا: اپنے نفوس کا خود خیال رکھو اور ان کو خواہ مخواہ ضائع مت کرو اور اس شخص کے خروج کو زید کے خروج جیسا نہ سمجھو۔ اس لیے کہ زید نے امامت کا دعوئی نہیں کیا تھا بلکہ وہ لوگوں کو ایک ایسے فرد کی طرف بلا رہے تھے جو آل محمدؐ سے اتفاق و اتحاد رکھتا ہو۔

مذکورہ باتوں سے بخوبی واضح ہو گیا کہ امام جعفر صادقؑ کا ہرگز یہ مقصد نہیں تھا کہ وہ لوگوں کو انقلاب برپا کرنے ہی سے منع کریں بلکہ انہوں نے خروج کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ ایک تو وہ قیام و خروج ہیں جو باطل ہیں جس کی مثال محمد ابن عبداللہ ابن حسن کا قیام و خروج ہے۔ ایسے مواقع پر لوگوں کو دعوت جہاد قبول نہیں کرنی چاہیے اور اپنے نفوس کو ہلاکت میں نہیں ڈالنا چاہیے۔ دوسرے وہ قیام اور خروج جو صحیح ہوں اور عقل و شرع کے تقاضوں کے مطابق ہوں۔ زید بن علیؑ کے قیام کی طرح جن کا مقصد عمل بھی درست تھا اور خود ان میں بھی رہبری و قیادت کی صلاحیت موجود تھی اس لیے کہ نہ صرف امام جعفر صادقؑ ان کے قیام کی مخالفت نہیں

کر رہے تھے بلکہ واضح طور پر اس کی تائید فرما رہے تھے۔ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر وہ خروج اور قیام جو زید بن علیؑ کے خروج و قیام جیسا ہو اس کو آئمہ طاہرینؑ کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ زید کی شخصیت کا مطالعہ اور ان کے مقاصد قیام کا جائزہ طویل بحث کا متقاضی ہے۔ اس مختصر گفتگو میں اس کا احاطہ ممکن نہیں ہے میں مختصر طور پر اسے عرض کرتا ہوں۔

(۱) قیام کے رہبر یعنی زید ایک متقی اور عالم صادق تھے۔ ان میں رہنمائی کی صلاحیت بھی تھی۔ حضرت صادقؑ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے ہمارے چچا زید ہماری دنیا و آخرت دونوں کے بارے میں ہمارے لیے مفید تھے۔ قسم خدا کی انہوں نے خدا کی راہ میں شہادت پائی ہے۔ وہ ان شہیدوں کی مانند ہیں جو رسولؐ خدا، حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ہمراہ شہید ہوئے ہیں۔[illegible] حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے ایک فرد جو صاحب جلال ہو گا کوفہ میں قیام کرے گا اس کا نام زید ہو گا۔ اس کی اولین و آخرین میں مثال نہ ہو گی سوائے اس کے جو ان کی سیرت اور کردار کی پیروی کرے۔ زید اور ان کے اصحاب قیامت میں طویل تحریریں لیے ہوئے آئیں گے۔ فرشتے ان کے استقبال کے لیے دوڑ پڑیں گے اور کہیں گے یہ ہیں بہترین باقی رہنے والے اور حق کی طرف بلانے والے۔ رسولؐ خدا بھی ان کا استقبال کریں گے اور فرمائیں گے اے میرے بیٹے تو نے اپنے فرض کو پورا کیا اب جنت میں بغیر حساب داخل ہو جا۔[۴۵۲] رسولؐ خدا نے امام حسینؑ سے فرمایا: تیری نسل سے ایک فرزند ہو گا جس کا نام زید ہو گا وہ اور اس کے اصحاب قیامت میں نورانی شکلوں میں محشور ہوں گے اور داخل بہشت ہو جائیں گے۔[۴۵۳]

(۲) زید کے خروج کا مقصد ٹھیک تھا۔ وہ امامت کے دعویدار نہیں تھے بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ شیطانی حکومت کا خاتمہ کر دیں اور اس کے بعد حق کو حق دار تک پہنچا دیں یعنی امام معصومؑ جو آل محمدؐ سے متفق و متحد ہیں ان کے حوالے کر دیں۔ وہ اگر کامیاب ہو جاتے تو اپنے وعدے پر عمل کرتے۔ امام صادقؑ نے فرمایا ہے خدا

ہمارے چچا زید پر اپنی رحمت نازل کرے اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو اپنے وعدہ پر عمل کرتے۔ وہ لوگوں کو ایسے فرد کی طرف دعوت دیتے تھے جس سے آل محمدؐ متفق و متحد تھے اور اس سے مراد میری ذات تھی۔[۴۵۴] یحییٰ بن زید کہتے ہیں پروردگار میرے والد پر اپنی رحمت نازل کرے قسم خدا کی وہ بہترین عبادت گزار تھے۔ راتوں کو عبادت میں مصروف رہتے تھے اور دن کو روزہ رکھتے تھے۔ انہوں نے خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے یحییٰ سے عرض کیا اے فرزند رسولؐ! امام ایسا ہی ہونا چاہیے۔ یحییٰ نے جواب دیا میرے والد امام نہیں تھے بلکہ وہ زاہدوں اور بزرگ سیدوں میں سے تھے۔ راوی نے پھر عرض کیا۔ فرزند رسولؐ! آپ کے والد نے دعویٰ امامت کیا تھا اور جہاد کے لیے وہ خدا کی راہ میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس صورت حال کے باوجود کہ پیغمبر اسلامؐ کی کسی کے بارے میں ایک حدیث موجود ہے کہ وہ امامت کا جھوٹا دعویٰ کرے گا۔ یحییٰ نے جواب دیا خدا کے بندے ایسی بات نہ کہہ میرے والد اس سے زیادہ عقل مند تھے کہ وہ ایک ایسے منصب کے دعوے دار ہو جائیں جس پر ان کا حق نہیں تھا بلکہ میرے والد تو لوگوں سے کہتے تھے کہ میں تمہیں ایک ایسے شخص کی طرف بلا رہا ہوں جو آل محمدؐ سے متفق و متحد ہے۔ اور اس سے ان کی مراد میرے چچا زاد جعفرؑ تھے۔ راوی نے کہا کہ پس جعفر ابن محمدؑ امام ہیں۔ یحییٰ نے کہا ہاں وہ بنی ہاشم کے فقیہ ترین فرد ہیں۔[۴۵۵] خود زید امام جعفر صادقؑ کے علم، تقویٰ اور فضیلت کے معترف تھے۔ وہ ایک مقام پر کہتے ہیں: جو یہ چاہتا ہے کہ جہاد کرے وہ میری طرف آئے اور جسے علم حاصل کرنا ہو وہ میرے بھتیجے جعفر صادقؑ کے پاس جائے۔[۴۵۶] زید کے سپاہی اور احباب بھی امام جعفر صادقؑ کی افضلیت و امامت پر ایمان رکھتے تھے اور اس کا اعتراف کرتے تھے۔ عمار ساباطی کہتے ہیں ایک شخص نے سلیمان ابن خالد سے جس نے زید کے سپاہی کی حیثیت سے خروج کیا تھا، پوچھا تیرا عقیدہ زید کے بارے میں کیا ہے۔ زید افضل ہیں یا جعفر ابن محمدؑ؟ سلیمان نے جواب دیا۔ قسم خدا کی امام جعفر صادقؑ کی زندگی کا ایک دن زید کی تمام زندگی سے قیمتی ہے۔ پھر اس

نے اپنے سر کو حرکت دی اور زید کے پاس گیا اور تمام بات ان کو بتائی۔ عمار کہتا ہے کہ میں بھی زید کے پاس گیا اور میں نے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ جعفر ابن محمدؑ مسائل حلال و حرام میں ہمارے امام ہیں۔[۴۵۷]

(۳) زید کا قیام و خروج غیر سنجیدہ، جذباتی اور ابتدائی ضروری چیزوں کی تیاری کے بغیر نہیں تھا بلکہ ہر اعتبار سے سوچا سمجھا اور باریک بینی پر مبنی تھا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ نیکی کا حکم دیا جائے، برائی سے منع کیا جائے اور باغی و سرکش حکومت سے ٹکر لی جائے۔ اس کی بنیاد اس امر پر رکھی گئی تھی کہ طاقت کے زور پر غاصبین کی حکومت کو ختم کر دیا جائے اور اس حکومت کو اس کے اہل شخص یعنی آل محمدؐ سے کامل اتفاق و اتحاد رکھنے والے فرد کی تحویل میں دے دیا جائے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کی زیادہ تعداد نے ان کی آواز پر لبیک کہا اور وہ آمادہ جہاد ہوئے۔ ابو الفرج اصفہانی کہتا ہے کوفہ کے پندرہ ہزار افراد نے زید کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے علاوہ مدائن، بصرہ، واسط، موصل، خراسان اور گرگان کے بہت سے افراد نے ان کی تحریک کا ساتھ دیا۔[۴۵۸] زید کا قیام و خروج اس قدر لازمی و ضروری تھا کہ اہل سنت کے فقہا کی ایک تعداد نے ان کی دعوت جہاد کو قبول کیا اور ان کی مدد کے لیے پہنچے۔ حتیٰ کہ بزرگ امام ابو حنیفہ نے بھی ان کی تائید کی۔ فضل ابن زبیر کہتا ہے کہ ابو حنیفہ نے مجھ سے کہا کہ کئی فقہا زید کی دعوت جہاد کو قبول کر چکے ہیں۔ میں نے کہا سلیمتہ بن کہیل، یزید ابن ابی زیاد، ہارون بن سعد، ہاشم بن برید، ابو ہاشم سریانی، حجاج بن دینار اور کئی افراد۔ ابو حنیفہ نے کچھ روپیہ مجھے دیا اور کہا یہ روپیہ زید کو دے دینا اور کہنا کہ اس کو اسلحہ کی خریداری اور مجاہدین کی ضروریات کے پورا کرنے پر صرف کریں میں نے روپیہ لیا اور زید کے حوالے کر دیا۔[۴۵۹]

قابل توجہ بات یہ ہے کہ زید نے خروج کی بات پہلے امام جعفر صادقؑ کو بتائی اور ان حضرات نے جواب میں فرمایا کہ چچا جان اگر آپ اپنے قتل پر رضا مند ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی لاش بازار کوفہ میں لٹکائی جائے تو جس طرح مناسب سمجھتے

۴۶۰ھ

ہیں عمل کریں اور زید نے باوجود اس کے کہ یہ خبر امامؑ سے سن لی تھی لیکن ان کا ارادہ اس قدر مصمم تھا اور ان کو اپنے فرض کا اس قدر شدید احساس تھا کہ خبر شہادت بھی ان کو اس عظیم اقدام سے باز نہ رکھ سکی۔ انہوں نے خدا کی راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ مرتبہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ امام رضاؑ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ زید ابن علیؑ علمائے آل محمدؐ میں سے تھے انہیں راہ خدا میں غصہ آیا اور وہ دشمنان خدا سے لڑے اور مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ ۴۶۱ھ امام جعفر صادقؑ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ خدا میرے چچا پر رحمت نازل کرے۔ وہ ایسے شخص کی طرف دعوت جہاد دے رہے تھے جو آل محمدؐ سے متحد و متفق تھا اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو وہ قطعی طور پر اپنا وعدہ پورا کرتے ۴۶۲ھ

اب ہم اصل بحث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا عیص بن قاسم کی روایت کو اسلامی انقلاب کی مخالف روایتوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا بلکہ اسے صحیح اسلامی انقلاب کا موید سمجھا جا سکتا ہے حتیٰ کہ اس حدیث کے ذریعہ دوسری حدیثوں کی بھی تفسیر و توجیہ کی جا سکتی ہے کہ ان سے مراد اس انقلاب کے برپا کرنے کی مخالفت ہے جس کے رہبر میں ضروری شرائط مفقود ہوں یا وہ انقلاب جسے ابتدائی ضروری اقدامات اور لازمی امکانات کو نظر انداز کرکے شروع کیا جائے یا کسی ایسے مقصد کے لیے تحریک چلائی جائے جو باطل پر مبنی ہو۔ لیکن جہاں تک صحیح اسلامی تحریکوں کا تعلق ہے، جو زید بن علیؑ کے انقلاب کی مانند ہوں، نہ صرف یہ کہ وہ ممنوع نہیں ہیں بلکہ آئمہ طاہرینؑ نے ان کی تائید کی ہے اور اسی بیان سے واضح ہو گیا کہ باب وسائل کی گیارہویں حدیث کو بھی مخالف انقلاب حدیثوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ حدیث یہ ہے۔

دوسری حدیث : **احمد ابن یحیی المکتب عن محمد ابن یحیی الصولی عن محمد بن زید النحوی عن ابن ابی عبدون عن ابیہ عن الرضاؑ (فی حدیث) انہ قال للمامون لا تقس اخی زیدا الی زید ابن علی فانہ کان من علماء ال محمدؐ غضب اللہ**

فجاھد اعدائہ حتی قتل فی سبیلہ و لقد حدثنی ابی موسی ابن جعفر انہ سمع اباہ جعفر ابن محمد یقول: رحم اللہ عمی زیدا انہ دعا الی الرضا من ال محمد و لو ظفر لو فی بما دعا الیہ۔ لقد استشارنی فی خروجہ۔ فقلت ان رضیت ان تکون المقتول المصلوب بالکناستہ فشانک (الی ان قال) فقال الرضاؑ ان زید بن علی لم یدع ما لیس لہ بحق و انہ کان اتقی اللہ من ذالک۔ انہ قال ادعوکم الی الرضا من آل محمد ۴۶۳ھ

یعنی امام رضاؑ نے مامون سے فرمایا میرے بھائی زید کا زید بن علی بن حسینؑ پر قیاس نہ کر۔ زید بن علیؑ علمائے آل محمدؐ میں سے تھے۔ انہیں خوشنودی خدا کے لیے غصہ آیا۔ انہوں نے دشمنان خدا سے جہاد کیا یہاں تک کہ وہ خدا کی راہ میں شہید ہو گئے۔ میرے والد موسیٰ ابن جعفرؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد جعفر بن محمدؐ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے خدا میرے چچا زید پر رحمت نازل کرے کہ وہ ایک ایسے فرد کی طرف بلاتے تھے جو آل محمدؐ سے اتفاق و اتحاد رکھتا تھا اگر وہ کامیاب ہوتے تو لازمی طور پر اپنا وعدہ وفا کرتے۔ اور فرماتے تھے زید نے اپنے خروج کے بارے میں مجھ سے مشورہ کیا تھا۔ میں نے ان سے کہا اگر آپ قتل ہونے پر اور اس پر راضی ہیں کہ آپ کی لاش کوفہ کے بازار میں لٹکائی جائے تو جس طرح آپ مناسب سمجھتے ہیں کیجئے۔ پس امام رضاؑ نے فرمایا۔ زید بن علیؑ کسی ایسی چیز کے مدعی نہ تھے جو ان کا حق نہ ہو وہ ایسی چیز کے ادعا سے بہت دور تھے جس کا انہیں حق نہ پہنچتا ہو بلکہ وہ تو لوگوں سے کہتے تھے کہ میں تمہیں ایسے فرد کی طرف بلا رہا ہوں جو آل محمدؐ سے متفق و متحد ہے۔

مذکورہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے اور اس کے راوی کتب رجال میں مہمل قرار دیئے گئے ہیں اور معنی کے اعتبار سے بھی اسے مخالف انقلاب حدیثوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ اس حدیث میں ایسی تحریکوں کی، جو زید بن علیؑ کی تحریک جیسی ہوں، تائید کی گئی ہے۔ ہاں البتہ زید ابن موسیٰ پر تنقید کی گئی ہے۔ زید بن موسیٰؑ نے بصرہ میں خروج کیا تھا اور وہ لوگوں کو اپنی طرف بلاتے تھے۔ انہوں نے لوگوں کے گھروں کو نذر آتش کیا اور ان کے اموال زبردستی چھین

لیے۔ آخر کار ان کے سپاہیوں نے شکست کھائی اور وہ خود اسیر ہو گئے۔ ماموں نے ان کو معاف کر دیا اور امام رضاؑ کی خدمت میں بھیج دیا۔ امام رضاؑ کے حکم سے وہ آزاد کر دیئے گئے مگر آپ نے قسم کھائی کہ وہ زید سے کبھی بات نہیں کریں گے۔[۴۶۴] جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس حدیث میں زید بن موسیٰؑ کی تحریک پر تنقید کی گئی ہے لیکن ہر تحریک اور خروج کی مخالفت نہیں کی گئی بلکہ جو تحریک زید بن علی بن حسینؑ کی تحریک جیسی ہو اس کی تائید کی گئی ہے۔

دوسرا حصہ : ایسی حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ہر وہ انقلاب جو حضرت مہدیؑ کی عالمگیر تحریک سے پہلے برپا ہو گا اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

پہلی حدیث : **علی بن ابراہیم عن ابیہ عن حماد بن عیسی عن ربعی رفعہ عن علی بن حسین علیہ السلام قال : و اللہ لا یخرج احد مناقبل خروج القائم الا کان مثلہ کمثل فرخ طار و کرہ قبل ان یستوی جناحاہ فاخذہ الصبیان فعبثوبہ۔**[۴۶۵] یعنی امام سجادؑ نے فرمایا ہے کہ قسم خدا کی ہم میں سے قائم آل محمدؐ کے قیام سے پہلے جو بھی خروج کرے گا اس کی مثال پرندہ کے چوزہ کی سی ہو گی جو بال و پر نکلنے سے پہلے اپنے آشیانہ سے باہر آ جائے اور بچوں کے ہاتھ لگ جائے جو اس سے کھیلتے رہیں۔

حدیث کی سند

حدیث مذکور ارباب حدیث کی اصطلاح کے مطابق مرفوع ہے اور اس کے بعض راویوں کے نام حذف کر دیئے گئے ہیں اور یہ معلوم نہیں کہ وہ کون لوگ تھے اور کیسے تھے لہٰذا یہ بہرحال قابل اعتبار نہیں ہے۔

دوسری حدیث : **جابر عن ابی جعفر محمد بن علیؑ قال مثل خروج القائم منا کخروج رسولؐ اللہ و اللہ و مثل من خرج منا اہل البیت قبل قیام القائم مثل فرخ طار من و کرہ فتلاعب بہ الصبیان**[۴۶۶]

یعنی امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ قائمؑ کے قیام کی مثال رسولؐ اللہ کے قیام جیسی ہے اور ہم اہل بیتؑ میں سے ہر وہ شخص جس نے ظہور مہدی سے پہلے خروج کیا اس کی مثال اس پرندہ کے چوزہ جیسی ہے جو اپنے آشیانے سے باہر نکل آئے اور بچوں کے کھیل کی نذر ہو جائے۔

تیسری حدیث : **ابو الجارود قال سمعت ابا جعفرؑ یقول لیس منا اہل البیت احد یدفع ضیما و لا یدعوا الی حق الا صر عنہ البلیلتہ حتی تقوم عصابتہ شہدت بد را لا یواری قتیلہا و لا یداوی جریحہا قلت: من عنی ابو جعفرؑ قال: الملئکتہ**[۴۶۷]

یعنی امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ ہم اہل بیتؑ میں سے ہر وہ فرد جو ظلم کے دفع کرنے اور حق کے قائم کرنے کے لیے کوئی تحریک چلائے گا وہ اس وقت تک مصیبتوں اور شکست سے دو چار ہو گا جب تک وہ افراد جہاد میں شریک نہ ہوں جو جنگ بدر میں آ موجود ہوئے تھے اور مجاہدین کی مدد کو پہنچے تھے اور ان کا کوئی مقتول نہ تھا جسے وہ دفن کرتے اور زخمی نہ تھا جس کا علاج کراتے۔ راوی کہتا ہے میں نے پوچھا ایسے افراد سے آپ کی مراد کون ہیں۔ فرمایا: ملا ئکہ جو جنگ بدر میں افواج اسلام کی مدد کے لیے آئے تھے۔

چوتھی حدیث : **ابو الجارود عن ابی جعفرؑ قال قلت لہ اوصنی فقال اوصیک بتقوی اللہ وان تلزم بیتک و تقعد فی دہمک ہولاء الناس و ایاک و الخوارج منا فانہم لبسوا علی شئی (الی ان قال) و اعلم انہ لا تقوم عصابتہ تدفع ضیما او تعز دینا الا صرعتہم البلیتہ حتی تقوم عصابتہ شہدوا بد را مع رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لا یواری قتیلہم و لا یرفع صریعہم و لا یداوی جریحہم فقلت: من ہم قال: الملئکتہ**[۴۶۸]

یعنی ابوالجارود کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے کہا کہ مجھے وصیت فرمایئے۔ فرمانے لگے۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ تو تقویٰ اختیار کر اور اس کے گھر کا ملازم بن جا۔ اور انہی لوگوں میں پوشیدہ طور پر زندگی گزار اور ہم میں سے وہ لوگ جو

خروج کریں ان سے دامن بچا اس لیے کہ وہ باطل پر ہوں گے اور ان کی منزل مقصود غلط ہو گی۔ اور جان لے کہ کوئی گروہ ظلم کے دفع کرنے اور اقتدار اسلام کے لیے خروج نہیں کرے گا مگر یہ کہ آلام و مصائب اسے زمین پر پٹخ دیں گے۔ یہ اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک ایسا گروہ خروج نہ کرے جو جنگ بدر میں موجود تھا۔ وہ قتل نہیں ہوتے تھے کہ دفن کی نوبت آئے اور زمین پر نہیں گرتے تھے کہ ان کو اٹھایا جائے اور زخمی نہیں ہوتے تھے کہ ان کا علاج کیا جائے۔ راوی نے کہا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا: فرشتے۔

سند حدیث: یہ تینوں حدیثیں سند کے اعتبار سے قابل وثوق نہیں ہیں اس لیے کہ ان کا راوی ابوالجارود ہے وہ زیدی مذہب کا پیروکار تھا اور وہ فرقہ جارودیہ کی بنیاد رکھنے والا ہے۔ اور رجال کی کتابوں میں اسے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

حدیثوں کے معانی اور ان کے مفاد کا مطالعہ

امامؑ نے ان حدیثوں میں کچھ شیعوں کے اس اصرار پر کہ آپ جہاد کیوں نہیں کرتے ایک بیرونی واقعیت کی خبر دی ہے کہ ہم اماموں میں سے ہر ایک اگر قائمؑ کی تحریک سے پہلے خروج کرے تو اس کو کامیابی نہ ہو گی وہ مارا جائے گا اور اس کی شکست اسلام کی مصلحت کے لیے مفید نہیں ہے۔ ہم اہل بیتؑ میں سے صرف مہدیؑ کی تحریک پوشیدہ کامیابی سے ہمکنار ہو گی کہ آسمان کے فرشتے اس کی مدد کے لیے زمین پر اتریں گے۔ اس بنا پر یہ حدیثیں اماموں کے قیام کی خبر دیتی ہیں اور ان کے عدم قیام کے سبب کی وضاحت کرتی ہیں۔ اور باقی تمام کے خروج کو پیش نظر نہیں رکھتیں۔ اور اگر منا کے لفظ سے امام کی مراد سادات علوی ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ خروج جو علویین کی قیادت میں ظاہر ہو آخر کار شکست سے دو چار ہو گا اور خروج کرنے والے کو قتل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر بھی یہ حدیثیں خروج و قیام کی

ممنوعیت پر دلالت نہیں کرتیں۔ اس لیے کہ فرض کیجئے کہ ایسا ہو تو یہ حدیثیں ایک بیرونی واقعیت کی خبر دیتی ہیں کہ وہ خروج جو مہدیؑ کے خروج سے پہلے رونما ہوں گے وہ مکمل کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوں گے اور ان کے قائد قتل کر دیئے جائیں گے۔ لیکن یہ حدیثیں جہاد فی سبیل اللہ، دفاع اسلام و مسلمین، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ظلم و بیداد سے جنگ کرنے کے فریضہ کو ساقط نہیں کرتیں اور ان فرائض سے مسلمانوں کو سبکدوش نہیں کرتیں۔ قتل ہو جانے کی خبر ایک مفہوم ہے اور فرض کی ادائیگی ایک دوسرا مفہوم۔ امام حسینؑ بھی باوجود اس کے کہ اپنی شہادت سے باخبر تھے لیکن اس حال میں بھی اسلام کے دفاع کے لیے یزید کی شیطانی قوت کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔ انہوں نے اپنا فرض ادا کیا اگرچہ آخر میں شہید ہو گئے۔ اسی طرح زید بن علیؑ بن حسینؑ جنہوں نے اپنی خبر شہادت امام جعفر صادقؑ سے سن لی تھی پھر بھی انہوں نے اپنے شرعی فرض کو پورا کیا اور اسلام و قرآن کی حفاظت کے لیے خروج کیا۔ اگرچہ آخر میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ جہاد فی سبیل اللہ، دفاع اسلام، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور محروموں اور کمزوروں کا دفاع مسلمانوں پر واجب ہے اگرچہ اس راستے میں وہ قتل ہو جائیں۔ اسی لیے کہ قتل ہو جانا شکست کے مترادف نہیں ہے۔ اصولی طور پر اسلام اگر دنیا میں پھیلا ہے تو وہ امام حسینؑ، ان کے اصحاب و انصار، خود کو بھلا دینے والے فداکاروں کے جہاد مثلاً زید ابن علیؑ، یحیی بن زید، حسین شہید فخ، اور تاریخ اسلام میں مذکور دوسرے شہیدوں اور فداکاروں کے ایثار کے نتیجے میں باقی رہا ہے۔ اس بنا پر مذکورہ حدیثیں جہاد، دفاع، امر بالمروف اور نہی عن المنکر کے واجب ہونے سے مسلمانوں کو سبکدوش نہیں کرتیں۔

اس مقام پر جلسہ ختم ہو گیا اور اس کے بعد ہفتہ کی رات کو آقائے فہیمی کے مکان پر پھر منعقد ہوا۔

فہیمی: جناب ہوشیار صاحب! اپنی گذشتہ بحث کو دوبارہ شروع کیجئے۔

ہوشیار: تیسرا حصہ: وہ حدیثیں جو یہ حکم دیتی ہیں کہ حضرت مہدیؑ کے خروج

کی مخصوص علامتوں کے ظہور سے پہلے ہر قسم کے انقلاب سے دامن بچانا چاہیے۔

پہلی حدیث : **عدۃ من اصحابنا عن احمد بن محمد بن عثمان بن عیسی عن بکر بن محمد عن سدیر قال' قال ابو عبداللہ علیہ السلام: یا سدیر! الزم بیتک و کن حلسا من احلاسہ و اسکن ما سکن اللیل و النہار و فاذا بلغک ان السفیانی قد خرج فارحل الینا و لو علی رجلک**[۲۶۹]

یعنی حضرت صادقؑ نے سدیر سے فرمایا اپنے گھر میں رہا کر اور جب تک دن رات ساکن ہیں تو بھی ساکن رہ۔ جب تو سنے کہ سفیانی نے خروج کیا ہے تو ہمارے پاس آ جائیو چاہے پیدل ہی چل کر کیوں نہ آتے۔

سند حدیث

مذکورہ حدیث سند کے لحاظ سے کسی خاص اعتبار کے قابل نہیں ہے۔ اس لیے کہ عثمان بن عیسیٰ جس کا سند میں ذکر ہے۔ واقفی عقیدہ سے تعلق رکھتا تھا۔ حضرت موسیٰ ابن جعفرؑ کے زمانہ میں وہ آنجناب کا وکیل تھا لیکن آپ کی وفات کے بعد اس نے واقفی مذہب اختیار کر لیا اور وہ امام رضاؑ کو سہم امام نہیں بھیجتا تھا۔ اس بنا پر امام رضاؑ کے غیظ کا مستحق قرار پایا۔ اگرچہ اس نے بعد میں توبہ کر لی۔ اور اموال امام خدمت امامؑ میں روانہ کر دیئے۔ اسی طرح سدیر بن حکیم صیرفی وہ بھی رد کر دینے کے قابل ہے۔

دوسری حدیث : **احمد عن علی بن الحکم عن ابی ایوب الخزار عن عمر بن حنظلہ قال سمعت ابا عبداللہ علیہ السلام یقول : خمس علامات قبل قیام القائمؑ الصیحتہ و السفیانی و الخسف و قتل نفس الزکیہ و الیمانی۔**[۲۷۰] **فقلت جعلت فداک ان خرج احد من اہل بیتک قبل ھذاہ العلامات انخرج معہ قال: لا**

یعنی امام جعفر صادقؑ نے فرمایا : مہدی موعودؑ سے پہلے پانچ علامات ظاہر ہوں گی۔

(۱) صدائے آسمانی (۲) خروج سفیانی (۳) زمین کے ایک حصہ کا دھنس جانا (۴) نفس ذکیہ کا قتل ہو جانا۔ (۵) خروج یمانی۔ راوی نے عرض کیا فرزند رسولؐ! اگر آپ کے اہل بیتؑ میں سے کوئی مذکورہ علامتوں سے پہلے خروج کرے تو کیا ہم بھی اس کے ساتھ خروج میں شریک ہوں آپ نے فرمایا: نہیں:

سند حدیث: مذکورہ حدیث کچھ زیادہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ اس لیے کہ عمر ابن حنظلہ کا وثوق تشنہ اثبات ہے۔

تیسری حدیث : **محمد بن الحسن عن الفضل بن شاذان عن الحسن بن محبوب بن عمر بن ابی المقدام عن جابر عن ابی جعفرؑ قال: الزم الارض و لا تحرک یدا و لا رجلا حتی تری علامات اذکر ھالک و ما اراک تدرکھا: اختلاف بنی فلان و مناد ینادی من السماء و یجیئکم الصوت من ناحیتہ دمشق۔**[۲۷۱]

یعنی جابر کہتا ہے حضرت باقرؑ نے فرمایا: زمین کے ساتھ مضبوطی سے منسلک رہو۔ اور اپنے ہاتھ پیر کو حرکت نہ دو یہاں تک کہ جو علامتیں میں تمہیں بتاتا ہوں وہ ظاہر نہ ہو جائیں اور مجھے یہ گمان نہیں ہے کہ تم انہیں پا لو گے۔ بنی فلاں (شاید بنی عباس) کا اختلاف اور آواز دینے والا جو آسمان سے ندا کرے گا اور وہ آواز جو دمشق سے آئے گی۔

سند حدیث : مذکورہ حدیث کسی خاص اعتماد کے قابل نہیں ہے اس لیے کہ عمر بن ابی المقدام مجہول ہے اور شیخ الطائفہ احادیث کو دو طریقوں سے فضل بن شاذان سے بیان کرتے ہیں۔ یہ دونوں طریق ضعیف ہیں۔

چوتھی حدیث : **الحسن بن محمد الطوسی عن ابیہ عن المفید عن احمد بن محمد العلوی عن حیدر بن محمد بن نعیم عن محمد بن عمر الکشی عن حمدویہ عن محمد بن عیسی عن الحسین بن خالد قال قلت لابی الحسن الرضاؑ ان عبداللہ ابن بکیر یروی حدیثا و انا احب ان اعرضہ علیک فقال: ماذالک الحدیث؟ قلت: قلت قال ابن بکیر: حدثنی عبید بن زرارۃ قال: کنت عند ابی عبداللہ علیہ السلام ایام**

خرج محمد "ابراہیم" بن عبداللہ ابن الحسن اذ دخل علیہ رجل من اصحابنا فقال لہ: جعلت فداک ان محمد بن عبداللہ قد خرج فما تقول فی الخروج معہ؟ فقال: اسکنوا ما سکنت السماء والارض۔ فما من قائم و ما من خروج؟ فقال ابو الحسن علیہ السلام: صدق ابو عبداللہ علیہ السلام و لیس الامر علی ماتاولہ ابن بکیر۔ انما عنی ابو عبداللہ علیہ السلام اسکنو ما سکنت السماء من النداء و الارض من الخسف با الجیش[۴۷۲]

یعنی حسین ابن خالد کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے عرض کیا کہ عبداللہ ابن بکیر نے ایک حدیث بیان کی ہے جسے میری خواہش ہے کہ میں آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ فرمایا کیا حدیث ہے۔ میں نے عرض کیا ابن بکیر نے عبید بن زرارہ سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا کہ جس وقت محمد بن عبداللہ بن حسن نے خروج کیا تھا تو میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں تھا۔ آپ کا ایک صحابی آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا۔ میں آپ پر سے قربان ہو جاؤں۔ محمد بن عبداللہ بن حسن نے خروج کیا ہے آپ کی اس کے ساتھ خروج کرنے میں کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جب تک آسمان و زمین ساکن ہیں تم بھی حرکت نہ کرو۔ لہٰذا اگر صورت حال یہی ہے تو نہ کوئی قائم ہے نہ اس کا خروج۔ پس امام رضاؑ نے فرمایا: حضرت صادقؑ نے درست فرمایا ہے لیکن مفہوم وہ نہیں ہے جو ابن بکیر نے سمجھا ہے بلکہ امام کا مقصود کلام یہ ہے کہ جب تک آسمان ندا نہ کرے اور زمین فوج کو نہ نگلے تم بھی اس وقت تک ساکن رہو۔

سند حدیث: مذکورہ حدیث سند کے اعتبار سے کافی اچھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ احمد بن محمد علوی کتب رجال میں مہمل کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے اسی طرح حسین ابن خالد۔ دو افراد ہیں ایک ابوالعلا دوسرا صیرفی اور یہ دونوں ناقابل وثوق ہیں۔

پانچویں حدیث: **محمد بن همام قال حدثنا جعفر بن مالک الفزاری قال حدثنی محمد بن احمد عن علی بن اسباط عن بعض اصحابہ عن ابی عبداللہ علیہ السلام انہ**

قال کفوا السنتکم والزموا بیوتکم فانہ لا یصیبکم امر تخصون بہ و لا یصیب العامتہ و لا یزال الزیدیہ وقاء لکم[۴۷۳]

یعنی حضرت صادقؑ نے فرمایا ہے: اپنی زبانوں کی حفاظت کرو اور گھروں میں رہو اس لیے کہ تم کو کوئی ایسی چیز نہیں پہنچتی جو عام لوگوں کو نہ پہنچے اور زیدیہ ہمیشہ بلاؤں کے مقابلہ میں تمہارے سینہ سپر رہیں گے۔

سند حدیث: مذکورہ حدیث سند کے لحاظ سے کچھ زیادہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ اس لیے علی ابن اسباط نے اس حدیث کو بعض اصحاب سے نقل کیا ہے جن کے بارے میں یہ معلوم نہیں کہ وہ کون ہیں اس کے علاوہ جعفر بن محمد (محمد بن) مالک حدیث کے طریق میں مذکور ہے جس کی علمائے رجال کے ایک گروہ نے تضعیف کی ہے یعنی ضعیف قرار دیا ہے۔

چھٹی حدیث: **علی بن احمد بن عبداللہ بن موسی العلوی عن محمد بن الحسین عن محمد بن سنان عن عمار بن مروان عن منخل بن جمیل عن جابر بن یزید عن ابی جعفر الباقر علیہ السلام انہ قال: اسکنوا ما سکنت السموت و لا تخرجوا علی احد فان امرکم لیس بہ خفا الا انہ ایتہ من اللہ عزوجل لیست من الناس[۴۷۴]**

یعنی حضرت محمد باقرؑ نے فرمایا ہے: جب تک آسمان قائم ہے ساکن رہو اور ہر کسی کے خلاف خروج نہ کرو۔ یہ ٹھیک ہے کہ تمہارا امر پوشیدہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ خدا اس کی جانب سے ایک علامت ہے اور اس کا امر لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

سند حدیث: سند کے اعتبار سے یہ حدیث صحیح نہیں ہے اس لیے کہ منخل ابن جمیل کا کتب رجال میں ضعیف اور فاسد الروایتہ کے ناموں سے تذکرہ ہوا ہے۔

حدیثوں کے معانی اور مفاد کا مطالعہ

قبل اس کے کہ ہم مذکورہ حدیثوں کے مفاد کا جائزہ لیں ضروری ہے کہ آپ ایک مفہوم کی طرف توجہ مبذول رکھیں کہ آئمہ اطہار کے شیعہؑ اور اصحاب ہمیشہ قائم آل محمد حضرت مہدی موعودؑ کے انتظار میں رہے ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے پیغمبر اسلامؐ اور آئمہ اطہارؑ سے سنا تھا کہ جب ظلم و جور تمام دنیا کا احاطہ کر لے گا تو منصف مہدی ظہور کرے گا۔ وہ ظلم و جبر اور استکبار کی حکومت کو پامال کر دے گا۔ اسلام کا بول بالا کرے گا اور عدل و انصاف کو جاری کرے گا۔ انہوں نے سنا تھا کہ ایسے فرد کا خروج کامیاب ہو گا اور خدا کی تائید سے بہرہ ور ہو گا۔ اور اسی وجہ سے آغاز اسلام کے بحرانی دور میں قائم اور قیام کی بات ہمیشہ شیعوں کے درمیان زیر غور رہتی تھی۔ وہ آئمہ اطہارؑ سے کہتے تھے کہ ظلم و جور نے ہر مقام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ قیام کیوں رونما نہیں ہوتا۔ وہ کبھی یہ پوچھتے تھے کہ قائم آل محمدؑ اپنی تحریک کا آغاز کب کریں گے۔ کبھی ان کے قیام و انقلاب کی علامتوں کے بارے میں سوال کرتے تھے اور ایسے ہی مواقع پر علوی سادات اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے تھے اور وہ مہدی موعودؑ اور قائم آل محمدؑ کے نام سے خروج کرتے تھے اور سرکش حکومت کو زیر نگیں لانے کے لیے جنگ کرتے تھے لیکن زیادہ عرصہ نہیں گزرتا تھا کہ شکست کھا جاتے تھے۔ مذکورہ احادیث ایسے ہی حالات و شرائط کے بارے میں صادر ہوئی ہیں۔ پس اگر امامؑ نے اپنے اصحاب میں سے کسی ایک فرد سے یا چند افراد سے فرمایا ہے کہ سکون سے کام لو اور کوئی اقدام نہ کرو اور سفیانی کے خروج یا آسمانی آواز یا دوسری علامتوں کا انتظار کرو تو ان کا کہنا یہ ہے کہ جس شخص نے اب خروج کیا ہے وہ مہدی موعود نہیں ہے جس کا روایتوں میں تذکرہ ہے حتیٰ کہ میرے خروج کا بھی انتظار نہ کرو میں مہدی موعود نہیں ہوں۔ صبر سے کام لو یہاں تک کہ قائم آل محمدؑ اپنا انقلاب برپا کریں۔ ان کے انقلاب کی مخصوص علامتیں ہیں۔ ہر وہ شخص جس نے قائم و مہدی کے نام سے انقلاب برپا کیا ہے اور تم سے مدد مانگی ہے اس کا جائزہ لو۔

اگر اس میں خصوصی علامتیں موجود ہیں تو اس کی دعوت جہاد پر لبیک کہہ دو اور سمجھ لو کہ وہ مہدی موعود ہے اور اگر مخصوص علامتیں اور واضح نشانیاں نہ ہوں تو اس کے فریب میں نہ آؤ اور اس کی آواز پر لبیک نہ کہو اور جان لو کہ وہ مہدی موعود نہیں ہے۔ مذکورہ احادیث حقیقت میں یہ چاہتی ہیں کہ بعض علوی سادات کے مہدی موعود اور قائم آل محمد کے نام سے غلط فائدہ اٹھا کر انقلاب برپا کرنے کا سدباب کریں اور یہ سمجھائیں کہ وہ مہدی موعود نہیں ہیں ان کے دھوکے میں نہیں آنا چاہیے۔ مذکورہ حدیثیں ہرگز اس کوشش میں نہیں ہیں کہ مسلمانوں کے قطعی احکام و فرائض' جہاد کے واجب ہونے' اسلام اور مسلمانوں کے دفاع' امربالمعروف' نہی عن المنکر' ظلم و جبرو استحصال کے خلاف جنگ اور کمزوروں اور محروموں کے دفاع وغیرہ کو ناقابل اعتبار بنائیں اور مسلمانوں کو یہ درس دیں کہ وہ کہنے لگیں کہ کفرو الحاد' بری باتوں اور انواع و اقسام کے ظلم و جبر کی موجودگی میں حتیٰ کہ ان سازشوں کی موجودگی میں جو اسلام کی بیخ کنی کے لیے کی جائیں' خاموش رہو۔ اور حضرت مہدیؑ کا انتظار کرو کہ جہان کو عدل و انصاف سے پر کریں گے۔ ایک ایسے نامعقول مفہوم کو آئمہ اطہار علیہم السلام سے منسوب نہیں کیا جا سکتا اگر خاموشی واجب تھی تو علی علیہ السلام نے دشمنان اسلام سے کیوں جنگ کی اور امام حسینؑ نے ظالم و جابر یزید سے کیوں ٹکر لی۔ اور زید بن علی بن حسینؑ نے آئمہ اطہارؑ کی تائید کیوں حاصل کی۔ اس صورت حال کے پیش نظر مذکورہ حدیثوں کو انقلاب برپا کرنے کے خلاف نہیں سمجھنا چاہیے۔

چوتھا حصہ

وہ حدیثیں جو شیعوں کو نصیحت کرتی ہیں کہ وہ تحریک و انقلاب کے سلسلہ میں عجلت سے کام نہ لیں۔

پہلی حدیث : **عدة من اصحابنا عن احمد بن محمد بن خالد عن محمد بن علی**

عن حفص بن عاصم عن سیف التمار عن ابی المرحف عن ابی جعفرؑ قال: الغبرة علی من اثار ها هلک المحاضیر قلت جعلت فداک و ما المحاضیر؟ قال: المستعجلون اما انهم لن یرید وا الا من یعرض علیهم (الی ان قال) یا ابا المرحف! اتری قوما حبسوا انفسهم علی الله لا یجعل الله لهم فرجا۔ بلی و الله لیجعلن الله لهم فرجا۔[۴۷۵]

یعنی امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ گرد و غبار جس فرد کی آنکھوں میں چلا جائے اسے پریشان کر دیتا ہے۔ عجلت کرنے والے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ یقیناً" وہ حکومتیں ارادہ نہیں کرتیں مگر اس کا جو ان کی راہ میں حائل ہو۔ اے ابومرہف تم ان لوگوں کے بارے میں جو راہ خدا میں احتیاط سے کام لیتے ہیں کیوں یہ سوچتے ہو کہ انہیں کوئی آرام نہیں ملتا۔ خدا کی قسم خدا انہیں آرام و سکون دیتا ہے۔

سند حدیث: سند کے اعتبار سے یہ حدیث ٹھیک نہیں ہے اس لیے کہ محمد بن علی کوفی (محمد بن علی بن ابراہیم) کو کتب رجال میں ضعیف قرار دیا گیا ہے اور ابوالمرھف بھی ضعیف ہے۔

حدیث کے مفاد کا جائزہ

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ایک گروہ نے خلیفہ وقت کے خلاف خروج کیا تھا اور وہ شکست سے دو چار ہوا تھا۔ اس بنا پر حدیث کا راوی مضطرب تھا کہ شیعوں پر بھی عتاب آئے گا۔ اسی وجہ سے امامؑ نے اس کی دلداری کی اور فرمایا کہ خوف نہ کرو فقط خروج کرنے والے زیر عتاب آئیں گے اور تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ صبر کرو اس وقت تک جب تک قیام کا وقت آئے اور تم کو صبر و سکون حاصل ہو۔ اس بنا پر مذکورہ روایت کو قیام کی مخالف حدیثوں میں شمار نہیں کرنا چاہیے۔

دوسری حدیث: **الحسن بن محمد الطوسی عن ابیه عن المفید عن ابن قولویه**

عن ابیه عن سعد عن احمد بن محمد عن علی بن اسباط عن عمه یعقوب بن سالم عن ابی الحسن العبیدی عن الصادقؑ قال: ما کان عبد لیحبس نفسه علی الله الا ادخله الجنته[۴۷۶]

یعنی امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی راہ خدا میں اپنی ذات کے بارے میں احتیاط سے کام لیتا ہے خدا اسے جنت میں داخل کرتا ہے۔

سند حدیث: حدیث مذکور سند کے اعتبار سے نسبتاً" اچھی ہے اور اس کے راویوں کو قابل اعتبار بتایا گیا ہے۔

حدیث کے مفاد کا مطالعہ و جائزہ

امام جعفر صادقؑ نے اس حدیث میں صبر، دیانتداری اور ضبط نفس کی ترغیب دی ہے۔ یہ خروج کی ممانعت کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ یہ مناسب تر قیام کی موید ہے۔

تیسری حدیث: قال امیرالمومنینؑ: **الزموا الارض و اصبر وا علی البلاء و لا تحرکوا باید کم و سیوفکم فی هو السنتکم و لا تستعجلوا بما لم یعجل الله لکم فانه من مات منکم علی فراشه و هو علی معرفته حق ربه و حق رسوله و اهل بیت مات شهیدا و وقع اجره علی الله و استوجب ثواب ما نوی من صالح عمله و قامت النیته مقام اصلاته بسیفه فان لکل شئی مدة و اجلا**[۴۷۷]

یعنی امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہے: پرسکون رہو اور بلاؤں پر صبر اختیار کرو۔ اپنے ہاتھوں اور اپنی تلواروں کو اپنی زبان سے ادا کی ہوئی خواہشات کے لیے استعمال نہ کرو اور جس کام میں خدا نے جلدی نہیں کی ہے اس میں تم بھی جلدی نہ کرو۔ یہ ٹھیک ہے کہ تم میں سے وہ شخص جو اپنے بستر پر ایسی حالت میں انتقال کرے کہ خدا اور رسول اہل بیتؑ کے حق کی معرفت رکھتا ہو تو وہ دنیا سے شہید اٹھتا ہے اور اس کا اجر خدا کے ذمہ ہے اور وہ اس عمل صالح کا ثواب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے

گا۔ جس کی وہ نیت رکھتا ہو اور وہ شمشیر زنی کا ثواب حاصل کرے گا۔ یہ بالکل ٹھیک ہے کہ ہر کام کی ایک خاص مدت اور اس کا ایک وقت ہے۔

سند حدیث: یہ حدیث نہج البلاغہ سے نقل کی گئی ہے اور ٹھیک ہے۔

چوتھی حدیث: **محمد بن یحیی عن محمد بن الحسین عن عبدالرحمن بن ابی ہاشم عن الفضل الکاتب قال کنت عند ابی عبداللہؑ فاتاہ کتاب ابی مسلم فقال: لیس لکتابک جواب۔ اخرج عنا (الی ان قال) قلت: فما العلامۃ فیما بیننا و بینک جعلت فداک؟ قال: لا تبرح الارض یا فضیل حتی یخرج سفیانی فاذا خرج السفیانی فاجیبوا الینا یقولها ثلاثا" و ھو من المحتوم**[۴۷۸]

یعنی فضل کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ابو مسلم کا خط آپ کے نام پہنچا۔ امامؑ نے نامہ لانے والے سے کہا۔ تیرے خط کا میں کوئی جواب نہیں دوں گا۔ میرے پاس سے چلا جا۔ خدا اپنے بندوں کے عجلت کرنے پر تعجیل سے کام نہیں لیتا۔ یقیناً پہاڑ کا اس کے مقام سے کھود کر اٹھانا آسان ہے۔ بہ نسبت اس حکومت کے ختم کرنے کے جس کی مدت پوری نہ ہوئی ہو۔ راوی نے عرض کیا پس ہماری اور آپ کے درمیان علامت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: زمین پر حرکت نہ کر اس وقت تک جب تک سفیانی خروج نہ کرے۔ اس وقت ہماری طرف دوڑ کر آ۔ آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی اور سفیانی کا خروج قطعی علامات میں سے ہو گا۔

سند حدیث: مذکورہ حدیث سند کے اعتبار سے عمدہ ہے۔

پانچویں حدیث: **محمد بن علی بن الحسین باسنادہ عن حماد بن عمرو و انس بن محمد عن ابیہ عن جعفر بن محمد عن ابائہ علیہم السلام (فی وصیتہ النبیؐ لعلی علیہ السلام) قال: یا علی! ازالۃ الجبال الرواسی اھون من ازالۃ ملک لم تنقض ایامہ**[۴۷۹]

یعنی رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا: بڑے پہاڑوں کا کھود ڈالنا اس حکومت کو زیر نگیں لانے کے مقابلہ میں آسان ہے جس کی مدت ابھی پوری نہ ہوئی

ہو۔

سند حدیث: مذکورہ حدیث سند کے اعتبار سے اچھی نہیں ہے اس لیے کہ حماد بن عمرو مجہول شخص ہے اور انس بن محمد مہمل ہے اور اس کے باپ محمد کو بھی کتب رجال میں مہمل بتا تا گیا ہے۔

چھٹی حدیث: **حمید بن زیاد عن عبیداللہ بن احمد الدھقان عن علی ابن الحسن الطاطری عن محمد بن زیاد عن ابان عن صباح بن سیابہ عن المعلی بن خنیس قال ذھبت بکتاب عبدالسلام بن نعیم و سدیر و کتب غیر واحد الی ابی عبداللہ علیہ السلام حسین ظھر المسودۃ قبل ان یظھر ولد العباس بانا قدرنا ان یئول ھذا الامر الیک فما تری؟ قال: فضرب بالکتب الارض، قال: اف اف ما انا لھو لاء باسام اما یعلمون انہ انما یقتل السفیانی**[۴۸۰]

یعنی معلی کہتا ہے کہ میں عبدالسلامؒ سدیر اور چند دوسرے افراد کا خط امام جعفر صادقؑ کے پاس لے گیا۔ اس وقت سیاہ پوش ظاہر ہوئے قبل اس کے کہ بنی عباس آشکار ہوں۔ ان خطوں کا مضمون یہ تھا کہ ہم نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ حکومت کی قیادت آپ کے سپرد کر دیں۔ آپ کی کیا رائے ہے۔ امام جعفر صادقؑ نے ان خطوں کو زمین پر پھینک دیا اور فرمایا: افسوس افسوس کیا میں ان کا امام نہیں ہوں۔ (اپنے خروج کے سلسلہ میں ان کی مجھ پر نظر نہیں ہے) آیا وہ نہیں جانتے کہ مہدی موعود وہ ہے جو سفیانی کو قتل کرے گا۔ (مجھ سے نہیں پوچھتے)

حدیث کی سند

سند کے اعتبار سے مذکورہ حدیث زیادہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ اس لیے کہ صباح بن سیابہ مجہول الحال ہے۔

احادیث کے معانی و مفاد کا مطالعہ اور جائزہ

حدیثوں کے مفاد کے جائزے سے پیشتر درج ذیل نکات پر توجہ رکھیے۔

(۱) شیعہ آئمہ اطہار علیہم السلام کے زمانہ میں ہمیشہ حضرت مہدیؑ کے ظہور و قیام کے منتظر رہتے تھے اس لیے کہ ان کے متعلق رسولؐ خدا اور آئمہ اطہارؑ سے ان تک خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔

(۲) شیعہ ان زمانوں میں بہت دشوار حالات میں زندگی گزارتے تھے خلفائے جور ان پر ظلم و ستم ڈھاتے تھے' قید کر دیتے تھے یا ملک بدر کر دیتے تھے یا قتل کر دیتے تھے۔

(۳) اگرچہ سادات علوی میں سے کوئی یکبارگی حکومت ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہوتا تھا اور لوگوں کا ایک گروہ جو زندگی سے تنگ آیا ہوا ہوتا اس گمان میں کہ یہ مہدی موعود اور نجات دہندہ انسانیت ہے اس کی مدد کے لیے دوڑ پڑتا تھا لیکن کچھ دیر بعد کچل دیا جاتا اور قتل ہو جاتا تھا۔

(۴) خلفائے وقت قائم آل محمدؐ کے ظہور کے بارے میں بہت حساس تھے وہ ہمیشہ خوف و ہراس میں مبتلا رہتے اور حالات پر نظر رکھتے۔ علوی سادات خصوصاً ان کے نمایاں افراد کی مکمل طور پر نگرانی کرتے۔ مذکورہ حدیثیں ایسے حالات کے لیے ہیں شیعہ جو مختلف قسم کی تکلیفوں میں مبتلا تھے آئمہؑ سے اصرار کرتے کہ خروج کیجئے اور مسلمانوں کو غاصب و ظالم حکومت سے نجات دلائیے۔ یا پھر وہ اجازت چاہتے تھے کہ بعض ان علوی سادات کی مدد کے لیے پہنچیں جنہوں نے مہدی موعودؑ کے نام سے خروج کیا ہے۔ آئمہ اطہار علیہم السلام شیعوں سے فرماتے تھے کہ مہدی موعودؑ کے قیام و ظہور کے لیے جلد بازی سے کام نہ لیں اس لیے کہ اس کا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔ مہدی موعود اور قائم آل محمدؐ کے نام سے خروج کرنے والوں نے تلوار اٹھائی ہے۔ حالانکہ وہ مہدی موعود نہیں ہیں۔ قائم آل محمدؐ کے ظہور کی چند خاص علامتیں

ہیں جو ابھی ظاہر بھی نہیں ہوئی ہیں۔ ہماری امامت کے اثبات و استحکام کے لیے بھی انہوں نے خروج نہیں کیا ہے۔ ان کا خروج کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو گا اس لیے کہ حکومت جور کے خاتمہ کے لیے ابتدائی انتظامات نہیں ہوئے ہیں نیز حکومتوں کا تختہ الٹنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ وہ فرماتے تھے صبر سے کام لو تاکہ سکون حاصل ہو اور مہدیؑ کے خروج کے لیے جلدی نہ کرو ہلاک ہو جاؤ۔ اور جبکہ تم قیام و اصلاح کی نیت رکھتے ہو اور اس فکر میں ہو کہ انقلاب کی ابتدائی سطح ہموار ہو جائے تو تمہیں اس کا ثواب ملے گا۔ بہرحال یہ حدیثیں جلد بازی سے کام لینے اور غیر مستحکم اقدام کرنے سے باز رکھتی ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہتیں کہ ظلم و تکبر پسندی و کفر و بے دینی سے جنگ کرنے والے مکمل انقلاب کے تمہیدی اسباب فراہم نہ کرو۔ ان حدیثوں کا یہ مقصد نہیں ہے کہ جہاد و دفاع کی ذمہ داری امر بالمعروف' نہی عن المنکر اور محروموں اور کمزوروں کا دفاع غیبت امامؑ کے زمانے میں مسلمانوں سے ساقط ہو گیا ہے لوگوں کو بس یہ چاہیے کہ وہ میدان فساد کا تماشہ دیکھتے رہیں اور حضرت حجتؑ کے ظہور کے لیے دعا کریں اور بس۔ اس بنا پر مذکورہ احادیث کو بھی قیام و خروج کی مخالف احادیث نہیں سمجھا جا سکتا۔

پانچواں حصہ : وہ روایتیں جو ہر اس شخص کو جس نے حضرت قائمؑ کے ظہور سے پہلے جھنڈا بلند کیا ہے طاغوت و سرکش کے نام سے موسوم کرتی ہیں

پہلی حدیث : **محمد بن یحیی عن احمد بن محمد عن الحسین بن سعید عن حماد بن عیسی عن الحسین بن المختار عن ابی بصیر عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: کل رایتہ ترفع قبل قیام القائم فصاحبها طاغوت یعبد من دون اللہ**[۴۸]

یعنی امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے ہر وہ پرچم جو ظہور قائمؑ سے پہلے بلند کیا جائے اس کا اٹھانے والا سرکش ہے جو خدا کے مقابلہ میں اپنی حکومت چاہتا ہے۔

سند حدیث : حدیث مذکور سند کے اعتبار سے ٹھیک ہے اور اس کے راوی قابل اعتبار ہیں۔

دوسری حدیث : **محمد بن ابراہیم النعمانی عن عبدالواحد بن عبداللہ قال حدثنا احمد بن محمد بن رباح الزھری قال حدثنا محمد بن العباس عن عیسی الحسینی عن الحسن بن علی بن ابی حمزہ عن ابیہ عن مالک بن اعین الجھنی عن ابی جعفر علیہ السلام انہ قال: کل رایتہ ترفع قبل رایتہ القائم فصاحبھا طاغوت**[۴۸۲]

یعنی امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ وہ پرچم جو مہدیؑ کے پرچم سے پہلے بلند کیا جائے اس کا بلند کرنے والا باغی اور سرکش ہے۔

سند حدیث : مذکورہ حدیث سند کے اعتبار سے قابل وثوق نہیں ہے۔ اس لیے کہ حسن بن علی ابن ابی حمزہ کو کتب رجال میں کذاب ملعون اور واقفیہ کے نمایاں افراد کی حیثیت سے متعارف کرایا گیا ہے۔

حدیث کے مفہوم و مفاد کا جائزہ

رایتہ کے معنی پرچم کے ہیں اور "رفع رایتہ" موجودہ حاکم کے نظام کے خلاف اعلان جنگ ہے اور نئی حکومت کے قیام کا کنایہ ہے اور پرچم کا بلند کرنے والا رہبر انقلاب کی حیثیت رکھتا ہے جو لوگوں کو موجودہ حکومت کا تختہ الٹنے کے سلسلہ میں بلا رہا ہے۔ طاغوت وہ ظالم و جابر فرد ہے جو اللہ کے پاکیزہ حریم میں تجاوز کرکے خدا کے بندوں کو اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ وہ خدا کی حاکمیت کے مقابلہ میں اس کی حاکمیت کو قبول کریں اور بغیر کسی چون و چرا کے اس کی حکومت اور احکام کے سامنے سرتسلیم خم کریں۔ "یعبد من دون اللہ" کا جملہ اس بات کا بہترین گواہ ہے کہ پرچم بلند کرنے والا اللہ کی حکومت کے مقابلہ میں اپنی حکومت قائم کرنی چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اپنی خواہشات کو عملی جامہ پہنائے۔ اس قسم کے پرچم بردار کو طاغوت کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اس بنا پر حدیث کے معنی یہ بنتے ہیں کہ ہر وہ پرچم جو قائمؑ کے ظہور سے پہلے بلند ہو اور اس کا اٹھانے والا لوگوں کو اپنی مدد کے لیے بلائے تو ایسا

پرچم بردار ایک معبود باطل ہے جو حریم الٰہی میں دخل اندازی کرکے لوگوں کو اپنی اطاعت کے لیے بلا رہا ہے۔ اس بنا پر مفہوم حدیث یہ ہوا کہ غیردینی انقلاب ناجائز ہیں لیکن وہ انقلاب جو دین کے دفاع اور قرآن کے احکام و قوانین کی حاکمیت کے لیے برپا ہوں وہ جائز ہوں گے وہ اس لیے کہ ایسی صورت میں کوئی پرچم دین کے پرچم کے مقابلہ میں بلند نہیں ہوا ہے اور ایسے انقلاب کا قائد باغی یا سرکش نہیں ہے بلکہ سرکشی کی ضد ہے۔ ایسا قائد لوگوں کو اپنی اطاعت کی طرف نہیں بلا رہا بلکہ پروردگار عالم کی اطاعت کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ ایسا پرچم نہ صرف قائم آل محمدؑ کے پرچم کے خلاف نہیں ہے بلکہ آنجناب کی حکومت کی راہ میں بلند کیا گیا ہے اور اس کی تاسیس کی راہ ہموار کر رہا ہے۔ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر وہ پرچم جو ظہور قائم آل محمدؑ سے پہلے بلند ہوا اس کا اٹھانے والا باغی و سرکش ہے۔ کیا علی بن ابی طالبؑ نے معاویہ کی باغی حکومت کا مقابلہ نہیں کیا۔ کیا امام حسنؑ نے معاویہ کے خلاف اعلان جنگ نہیں کیا۔ کیا امام حسینؑ نے دفاع اسلام کے لیے اور یزید کی جابرانہ حکومت کے خلاف جنگ نہیں کی۔ کیا زید بن علی بن حسینؑ نے قرآن کے دفاع کے لیے ظلم و ستم کے خلاف خروج نہیں کیا۔

بات کا خلاصہ اور نتیجہ

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا اس حصہ کی اکثر احادیث، ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں اور ان سے تمسک نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ مذکورہ احادیث چند باتوں سے خالی نہیں ہیں اور ان کا مفہوم یہ ہے۔

(۱) ہر وہ شخص جس نے خروج کیا اور تم کو اپنی مدد کے لیے بلایا بغیر غور و فکر کئے اس کی دعوت جہاد قبول نہ کرو بلکہ بلانے والے فرد اور اس کے مقاصد کا بغور جائزہ لو۔ اگر مہدی موعود اور قائم آل محمدؑ کے نام سے خروج کیا اور غیر شرعی مقاصد

کا حامل ہے تو اس کی دعوت جہاد پر لبیک نہ کہو اس لیے کہ حضرت مہدیؑ کے ظہور کا زمانہ ابھی نہیں آیا ہے۔

(۲) شیعوں کے اس اصرار کے مقابلہ میں جو وہ اپنے امامؑ سے انقلاب برپا کرنے کے بارے میں کرتے تھے ایک خارجی اور بیرونی حقیقت ظاہر ہوئی ہے کہ ہر وہ امام جو قائم آل محمدؐ کے ظہور سے پہلے قیام کرے گا اس کو شکست کا سامنا ہو گا اور وہ قتل ہو جائے گا۔ اس لیے کہ ابھی مہدی موعودؑ کے عالمگیر انقلاب کی راہ ہموار نہیں ہوئی ہے۔

(۳) مہدیؑ کے ظہور کی مخصوص علامتیں اور نشانیاں ہیں اور ان علامتوں کے ظاہر ہونے سے پہلے کسی ایسے فرد کی دعوت جہاد کو قبول نہ کرو جو مہدی موعودؑ کے نام سے انقلاب برپا کر رہا ہو۔

(۴) ہر حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے اس کے ابتدائی ضروری عوامل و اسباب کا اہتمام کرنا نہایت ضروری ہے۔ ابتدائی ضروری عوامل مہیا کرنے سے پہلے انقلاب برپا کرنے کی عجلت نہ کرو ورنہ شکست کا سامنا ہو گا۔

(۵) ہر وہ پرچم جو قائمؑ کے ظہور سے پہلے اللہ کی حاکمیت کے مقابلہ میں بلند ہو گا اس پرچم کا بلند کرنے والا سرکش اور باغی ہو گا۔ جس نے اللہ کی حاکمیت کے حریم میں مداخلت کی ہے اس کی دعوت جہاد کو قبول نہیں کرنا چاہیے۔

جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ مذکورہ حدیثیں صرف اور صرف ایسی تحریکوں کو رد کرنے کے قابل شمار کر رہی ہیں کہ جن کا قائد مہدویت کا مدعی ہو اور اس نے قائم آل محمدؐ کے نام پر قیام کیا ہو یا اس کا مقصد عمل غیر شرعی ہو یا بغیر راہ کامرانی استوار کئے' ضروری مقدمات فراہم کئے اور مناسب وقت کے آنے سے پہلے اس نے اقدام کیا ہو۔ لیکن اگر قائد انقلاب نے نہ مہدی کے نام سے نہ اللہ کی حکومت کے مقابلہ میں' حکومت قائم کرنے کے لیے بلکہ دفاع اسلام و قرآن' ظلم و تکبر پسندی سے جنگ' حکومت عدل الٰہی کی تعمیر اور آسمانی قوانین کے مکمل اجرا کے لیے

تحریک چلائی ہے اور اس کے ابتدائی ضروری لوازم کا اہتمام کر لیا ہے اور لوگوں کو اپنی مدد کے لیے بلا رہا ہے تو مذکورہ روایتیں ایسی تحریک کو رد کرنے کا مشورہ نہیں دیتیں اور ایسی تحریک کا پرچم کسی سرکش کا پرچم نہیں ہے بلکہ اس سے متضاد شخص کا پرچم ہے۔ ایسی حکومت کا قیام اللہ کے مقابلہ میں نہیں ہے بلکہ اللہ کی حاکمیت کے لیے ہے۔ اس کا قائد حضرت مہدیؑ کی عالمگیر حکومت کے قیام کے راستے پر گامزن ہے اور اس کی راہ ہموار کر رہا ہے۔ اس وجہ سے مذکورہ حدیثیں ایسے انقلاب کی مخالف نہیں ہیں۔

بحث کا خلاصہ اور اس کا نتیجہ

چونکہ ہماری بحث طویل ہو گئی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ دونوں حصوں کے خلاصہ کی طرف اشارہ کریں اور پھر نتیجہ اخذ کریں۔ پہلے حصہ میں یہ مطالب ثابت ہوئے۔

(۱) سیاسی و اجتماعی قوانین و منشور' دین اسلام کے ایک بڑے حصہ کی تشکیل کرتے ہیں۔ مثلاً دفاع' جہاد' ظلم و ستم سے جنگ' انصاف پروری و عدل گستری' سزا و جزا سے تعلق رکھنے والے قوانین' عام حقوق' شہریت سے تعلق رکھنے والے احکام' امر بالمعروف و نہی عن المنکر' مسلمانوں کے آپس میں تعلقات اور مسلمانوں کے کفار سے روابط وغیرہ۔

(۲) قوانین و احکام نافذ ہونے کے لیے آئے ہیں نہ کہ صرف لکھنے' بحث کرنے اور پڑھنے کے لیے۔

(۳) اسلام کے احکام کا کامل اجرا' حکومت کے قیام اور وسیع انتظامی اقدامات کا متقاضی ہے۔ مسلمانوں کے درمیان ایسے افراد ہونے چاہئیں جو آسمانی قوانین کے اجرا کی ذمہ داری قبول کریں۔ اور اس کے ذریعہ مسلم معاشرہ کا انتظام کریں۔ اس وجہ سے متن اسلام میں حکومت کا وجود تسلیم کیا گیا ہے اور اس کے بغیر اسلام مکمل

طور پر نافذ نہیں ہو سکتا۔

(۴) پیغمبر اسلامؐ نے امور مسلمین کے انتظام اور قوانین اسلام کے نفاذ کی ذمہ داری خود اپنی ذات سے متعلق رکھی تھی۔

(۵) اسلام کے سیاسی و اجتماعی قوانین کے کامل اجرا کا واجب ہونا صرف زمانہ پیغمبر اسلامؐ ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ اسے قیامت تک جاری رہنا چاہیے۔

(۶) جب پیغمبر اسلامؐ بقید حیات ہوں یا لوگوں کی امام و حاکم معصوم تک دسترس ہو تو مسلمانوں کا یہ فریضہ ہے کہ حکومت الٰہی کی تعمیر و تاسیس اور امام یا پیغمبر کی قوت کے استحکام کے لیے جدوجہد کریں اور اس کے احکام کی اطاعت کریں اور اگر ایسا معصوم فرد مسلمانوں کے درمیان موجود نہ ہو تو پھر بھی ان کا فرض ہے کہ کسی پرہیزگار، منتظم اور امور مسلمین سے واقف مجتہد کو منتخب کریں اور اس کی قوت و حکومت کے لیے کاوش و کوشش کریں اور اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ یعنی ایسی حکومت بنائیں جو اسلام کے منشور اور قوانین کا کامل طور پر اجرا کرے اور یہی ہے حکومت اسلامی کا مفہوم۔ دوسرے حصہ میں بھی مخالف احادیث اور ان کے مفاہیم کی روشنی میں آپ اسی بحث سے آشنا ہوئے۔

اب میں آپ کے عمدہ ذوق کو فیصلہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ کیا مذکورہ حدیثیں ان سندوں اور دلیلوں کے ساتھ جو آپ نے ملاحظہ فرمائیں ایسے قطعی اور ضروری فریضہ یعنی قوانین اسلام کے کامل اجرا کے وجوب کے بارے میں مسلمانوں پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں کرتیں؟ کیا وہ ان تمام آیتوں اور روایتوں کے مقابلہ میں وجوب جہاد' دفاع' امر بالمعروف' نہی عن المنکر' ظلم و استبداد سے جنگ' کمزوروں اور محروموں کے دفاع کے خلاف محاذ آرائی کر سکتی ہیں؟ اور ولی عصرؑ کی غیبت کے دوران ایسے اہم فرائض کے بارے میں مسلمانوں پر کوئی فریضہ عائد نہیں کرتیں؟ کیا اس قسم کی حدیثوں کے سہارے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کے شارع مقدس ان زمانوں کے لیے اپنے اجتماعی اور سیاسی احکام سے دست کش ہو گئے ہیں اور ان کے اجرا کو انہوں

[illegible] کے ظہور پر منحصر کر دیا ہے؟ کیا ایسی حدیثوں کی وجہ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر دشمنان اسلام کی طرف سے دین اسلام کی بنیادوں کو بھی خطرہ لاحق ہو جائے تو مسلمانوں پر لازم نہیں ہے کہ ان کا دفاع کریں؟ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کافر اور مشرک مسلمانوں پر تسلط حاصل کر لیں اور ان کے تمام کاموں کو اپنے قبضے میں لے لیں اور ان کی جان و مال اور عزت و آبرو پر مسلط ہو جائیں تو پھر بھی سوائے [illegible]' محرومی' رنج اور بدقسمتی کے مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے؟ یہی مناسب ہے کہ وہ صبر کریں' یہاں تک کہ امام زمانہؑ کا ظہور ہو اور وہ زمانہ کی صلاح کریں؟ کیا مذکورہ حدیثیں ان اسناد اور مفاہیم کے ساتھ جو وہ رکھتی ہیں اس قسم کی آیتوں کے مقابلہ میں ٹھہر سکتی ہیں کہ **فقاتلوا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم**[۴۸۳] **و قاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ**[۴۸۴] **و قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للہ**[۴۸۵] **و ما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ و المستضعفین**[۴۸۶] **فقاتلوا اولیاء الشیطان ان کید الشیطان کان ضعیفا**[۴۸۷] **و جاھدوا فی اللہ حق جھادہ**[۴۸۸] **و قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم و لا تعتدوا**[۴۸۹] **ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر**[۴۹۰] **یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ**[۴۹۱] **و اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ و رباط الخیل ترھبون بہ عدواللہ و عدوکم**[۴۹۲]۔ اور اس قسم کی دسیوں آیتیں اور سینکڑوں حدیثیں۔ نہیں ہرگز نہیں مذکورہ حدیثیں اتنی طاقتور نہیں ہیں کہ اسلام کی دائمی اور ضروری ذمہ داریوں کو مسلمانوں پر سے ساقط کر دیں۔ بلکہ عام مسلمانوں کا یہ فریضہ ہے کہ دین کی تبلیغ و توسیع' اسلام اور مسلمانوں کے دفاع اور قرآن کے زندگی بخشنے والے دستور العمل و احکام و قوانین کے مکمل اجرا کے لیے شدید جدوجہد کریں۔ چاہے وہ جہاد ہمہ گیر ہی کیوں نہ ہو۔

خصوصیت کے ساتھ علمائے دین اور فقہائے اسلام اس کام کے انجام دینے کے زیادہ ذمہ دار ہیں۔ اس لیے کہ وہ پیغمبروں کے وارث' دین کے نگہبان اور لوگوں کی پناہ گاہ ہیں۔ کیا علما اور فقہا یہ حق رکھتے ہیں کہ ان کافروں ظالموں اور سرکشوں کے

مقابلہ کے سلسلہ میں جنہوں نے امت مسلمہ کو روز سیاہ دکھایا ہے خاموشی اختیار کریں اور محروموں اور کمزوروں کے ہمہ گیر انقلاب کے لئے راہبری نہ کریں۔ اور ان کو اس امر کا شوق نہ دلائیں؟ کیا امیرالمومنینؑ نہیں فرماتے: **اما و الذی فلق الحبتہ و براء النسمتہ لو لا حضور الحاضر و قیام الحجتہ بوجود الناصر و ما اخذ اللہ علی العلما ان لایقاروا علی کظتہ ظالم و لا سغب مظلوم لا لقیت حبلھا علی غاربھا۔** (۲۹۳) یعنی اس خدا کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا ہے اور انسان کو پیدا کیا ہے اگر افراد کی یہ کثرت میری بیعت کے لیے حاضر نہ ہوتی اور ان کے ذریعہ مجھ پر حجت تمام نہ ہوتی اور اگر خدا نے علما سے عہد نہ لیا ہوتا کہ ظالم کی پرخوری اور مظلوم کی بھوک پر اپنی رضامندی کا اظہار نہ کریں تو بلا خوف تردید خلافت کے اونٹ کی مہار کو میں اس کے کوہان پر ڈال دیتا تاکہ وہ جہاں چاہے چلا جائے۔ کیا امام حسینؑ نے پیغمبر اسلامؐ سے نقل نہیں کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے: **من رای سلطانا جائرا مستحلا لحرام اللہ ناکثا لعھد اللہ مخالفا لسنتہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یعمل فی عباد اللہ بالا ثم و العدوان فلم یغیر علیہ بفعل و لا قول کان حقا علی اللہ ان یدخلہ مدخلہ۔** (۲۹۴)
یعنی جو کوئی ظالم و جابر بادشاہ کو دیکھے کہ اس نے حرام خدا کو حلال کر دیا ہے اور عہد و پیمان خدا کو توڑ دیا ہے۔ اور پیغمبرؐ کی سنت اور اس کے قانون کی اس نے مخالفت کی ہے اور وہ بندگان خدا کے درمیان گناہ اور سرتابی کا مرتکب ہوتا ہے پھر بھی یہ دیکھنے والا شخص ایسے جابر و ظالم بادشاہ کی اپنے قول و فعل سے مخالفت نہیں کرتا تو پھر خدا کے لیے ایسے افراد کو اسی جگہ پر وارد کرنا ضروری ہے جہاں اس ظالم بادشاہ کو رکھے گا۔ یعنی خدا دونوں کو جہنم واصل کرے گا۔ نیز امام حسینؑ فرماتے ہیں: **ذالک بان مجاری الامور و الاحکام علی ایدی العلماء باللہ الا منا علی حلالہ و حرامہ فانتم المسلوبون تلک المنزلتہ و ما سلبتم ذالک الا بتفرقکم عن الحق و اختلافکم فی السنتہ بعد البنیتہ الواضحتہ و لو صبرتم علی الا ذی و تحملتم المئوونتہ فی ذات اللہ کانت امور اللہ علیکم ترد و عنکم تصدر و الیکم ترجع و لکنکم مکنتم**

الظلمتہ من منزلتکم و استسلمتم امور اللہ فی ایدیھم یعملون بالشبھات و یسیرون فی الشھوت سلطھم علی ذالک فرار کم من الموت و اعجابکم بالحیوۃ التی ھی مفارقتکم فاسلمتم الضعفاء فی ایدیھم فمن بین مستبعد مقھور و بین مستضعف علی معیشتھم مغلوب یتقلبون فی الملک باراٰئھم و لستشعرون الخزی باھوائھم اقتداء بالا شرار و جراۃ علی الجبار۔ (۲۹۵) اس وجہ سے امور و احکام کا اجرا علما کے ہاتھ میں ہے کہ وہ خدا کے حلال و حرام کے امانت دار ہیں۔ پس یہ تم ہی ہو جنہوں نے اس مقام کو چھوڑ دیا ہے اور یہ منصب و مقام تم سے اس لیے سلب ہوا ہے کہ تم میں حق کے بارے میں اختلاف و انتشار ہے اور سنت پیغمبرؐ کے عنوان پر متحد نہیں ہو حالانکہ روشن دلیلیں تمہارے پاس ہیں اور اگر تکلیفوں اور اذیتوں پر صبر کرتے اور راہ خدا میں پیش آنے والی سختیوں پر تحمل سے کام لیتے تو امور خدا تم پر وارد ہوتے اور وہ تم سے عمل میں آتے اور تم سے ملحق ہو جاتے۔ لیکن تم نے فرض کے انجام دینے کے سلسلہ میں کوتاہی برتنے کی وجہ سے ظالموں کو ان کی جگہ پر قائم و دائم کر دیا اور امور الہی یعنی امور امت کے انتظام کو ان کے حوالے کر دیا تاکہ اپنے میلان طبع کے نتیجے میں مشکوک راہیں اختیار کریں اور حصول اموال اور دیگر خواہشات کی تکمیل کے راستے پر چلیں۔ ہاں تمہارا موت سے یہ فرار اور دنیوی زندگی سے تعلق ہی اس کا باعث ہے کہ انہیں تم پر مسلط کیا گیا۔ یہ تم ہی ہو کہ تم نے کمزور اور محروم لوگوں کو ظالموں کے حوالے کر دیا تاکہ وہ کچھ کو تو اپنا غلام بنا لیں اور کچھ کو کمزور اور ایک لقمہ نان کا محتاج بنا دیں۔ اور ظالم اپنی مرضی کے مطابق ملک کا نظام چلائیں اور ذلت و رسوائی کو اپنے اور اپنی ملت کے لیے آسان بنا دیں۔ اور اس سلسلہ میں برے لوگوں اور شریروں کی پیروی کریں اور خداوند جبار کی مخالفت کا راستہ اختیار کریں۔
ہاں ہاں اسلام کے علما اور فقہا کا ایک ایسا ہی شدید فریضہ ہے اور اگر اس اہم فریضہ کے انجام دینے میں وہ کوتاہی سے کام لیں تو قیامت میں ان سے اس کی پرسش ہو گی۔ علما کا فرض صرف یہ نہیں ہے کہ بحث کر لیں، تقریر کر دیں، نماز بجماعت قائم ا

دیں اور مسئلے بیان کر دیں بلکہ ان کا اس سے بڑا فریضہ یہ ہے کہ وہ دین کی حفاظت کریں، اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کریں، کفر و تکبر پسندی سے جنگ کریں اور اسلام کے قوانین و احکام کے مکمل اجرا کے لیے سعی بلیغ کریں۔ اگر وہ اس سلسلہ میں کوتاہی سے کام لیں تو خداوند قہار کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔ چند مختصر اور ضعیف حدیثوں سے تمسک کرکے وہ اپنے عظیم فریضہ سے خود کو سبکدوش نہیں کر سکتے۔

کیا پروردگار عالم اور پیغمبر گرامی اسلامؐ ہمیں یہ اجازت دیتے ہیں کہ دشمنوں کی خطرناک اور منحوس سازشوں اور مسلمان حکومتوں کے رلا دینے والے حالات کے مقابلہ میں ہم خاموشی سے کام لیں اور پہلے کی طرح صرف درس، بحث اور نماز کے قیام پر اکتفا کریں نہیں ہرگز نہیں۔

ظہور کی کیفیت

حسب معمول نشست آٹھ بجے شروع ہوئی اور پہلا سوال ڈاکٹر صاحب نے کیا۔

ڈاکٹر: صاحب الامرؑ کے ظہور کی کیفیت کو تفصیل سے بیان کیجئے۔

ہوشیار: احادیث اہل بیتؑ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت زمانہ کے حالات ساتھ دیں گے اور اہل ایمان کے افکار حکومت حق کے قبول کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے تو پروردگار عالم صاحب الامرؑ کو اجازت دے دے گا۔ پس وہ مکہ میں یکایک ظاہر ہو جائیں گے اور حق کا منادی ان کے ظہور کی بشارت اہل عالم کو سنا دے گا۔ دنیا کے برگزیدہ افراد جن کی تعداد اس روایت میں ۳۱۳ بتائی گئی ہے سب سے پہلے حق کی آواز پر لبیک کہہ کر دعوت جہاد کے اولین لمحات میں ولایت کے مقناطیس کی طرف کھنچ کر پہنچ جائیں گے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: جس وقت صاحب الامرؑ ظہور فرمائیں گے شیعہ نوجوان کسی سابقہ وعدہ کے بغیر اسی رات خود کو مکہ پہنچا دیں گے۔ اس کے بعد آنجناب اپنی دعوت جہاد شروع کریں گے مغموم افراد جو سب طرف سے مایوس ہوں گے آپ کے گرد جمع ہو جائیں گے اور بیعت کریں گے اور تھوڑے ہی عرصہ میں بہادر، جاں نثار کرنے والے، اور اصلاح احوال کے طلب گار افراد کی ایک فوج کثیر آنجناب کے لیے تیار ہو جائے گی۔ امام جعفر صادقؑ اور امام محمد باقرؑ نے صاحب الامرؑ کے دوستوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ زمانے کے غرب و شرق پر ان کا قبضہ ہو گا۔ وہ جہان کے تمام موجودات پر قبضہ کر لیں گے۔ ان میں سے ایک فرد کی طاقت چالیس افراد کی طاقت کے برابر ہو گی۔ ان کے دل لوہے کے ٹکڑوں سے زیادہ سخت ہوں گے۔ اگر اپنی منزل مقصود کے راستے میں وہ لوہے کے پہاڑ سے بھی ٹکرا جائیں تو اس کو بھی توڑ کر رکھ دیں گے۔ اور جب تک خدا کی مرضی نہ ہو وہ جنگ سے ہاتھ نہیں روکیں گے۔[۴۶۷]

اس وقت بے وقوف ظالم اور خود سر حاکم خطرہ کا احساس کر لیں گے اور دفاع کی غرض سے باہر آئیں گے اور اپنے ہم مذہبوں کو معاونت کے لیے پکاریں گے لیکن انصاف پسند، جاں نثار اور عالم کے اصلاح طلب افراد جو ظلم و جور سے تنگ آ چکے ہوں گے عزم مصمم کرکے اتحاد اور کوشش کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوں گے۔ ان کا قتل عام کریں گے۔ خوف و ہراس سب کا احاطہ کر لے گا۔ اور وہ حکومت حق کو تسلیم کر لیں گے۔ سچائی کی علامتیں دیکھ کر کافروں میں سے بہت سے افراد حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے۔ جو اپنے کفر و ظلم پر اصرار کریں گے لشکر مہدیؑ کے ہاتھوں ان کا قتل عام ہو گا۔ اسلام کی طاقتور، مقتدر اور منفرد حکومت تمام روئے زمین پر قائم ہو گی اور لوگ دل و جان سے اس کی حفاظت و نگہبانی کی کوشش کریں گے۔[۴۶۸] دین اسلام عام ہو جائے گا اور تمام شہروں میں داخل ہو جائے گا۔[۴۶۹]

کافروں کی تقدیر

ڈاکٹر: مہدیؑ کی حکومت کے زمانہ میں کافروں اور مشرکوں کی کیا حالت ہو گی؟

ہوشیار: آیتوں اور روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صاحب الامرؑ کے زمانہ میں مادہ پرست اور غیر کتابی کافروں سے حکومت چھین لی جائے گی اور مسلمانوں اور زمانے کے باصلاحیت لوگوں کے حوالے کر دی جائے گی۔ نمونے کے طور پر چند آیتیں پیش کرتا ہوں۔ سورہ صف میں ارشاد خداوندی ہے کہ: وہ وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے دوسرے تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکین برا ہی کیوں نہ مانیں۔ سورہ نور میں فرماتا ہے: تم میں سے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے خدا کا ان سے وعدہ ہے کہ وہ ان کو (ایک نہ ایک دن) روئے زمین پر ضرور اپنا نائب مقرر کرے گا جس طرح ان لوگوں کو نائب بنایا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور جس دین کو اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے اس پر انہیں ضرور پوری قدرت دے گا اور ان کے خائف ہونے کے بعد ان کے ہراس کو امن سے بدل دے گا تاکہ وہ اطمینان سے میری عبادت کریں۔ اور کسی کو میرا شریک نہ بنائیں۔ سورہ قصص میں فرماتا ہے: ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ جو زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ان ہی کو (لوگوں کو) پیشوا بنائیں اور انہی کو اس زمین کا وارث بنائیں اور انہی کو روئے زمین پر قدرت عطا کریں۔

یہ آیتیں بشارت دیتی ہیں کہ ایک ایسا دن آئے گا کہ زمانے کی حکومت عقل مند اور شائستہ مومنوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہو گی اور دین اسلام تمام ادیان کو اپنے سے کمتر بنا دے گا اور ان پر غالب آ جائے گا۔ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صاحب الامرؑ کی حکومت کے زمانہ میں کفر و شرک کا نظام زمانہ سے اٹھا لیا جائے گا اور سوائے توحید پرستوں اور کلمہ توحید پڑھنے والوں کے اور کوئی زمین پر باقی

نہیں رہے گا۔ نمونے کے طور پر چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: اگر عمر دنیا میں سے ایک دن سے زیادہ بھی باقی نہیں رہے گا تو خدا ایک ایسے مرد کو جس کا نام میرے نام پر ہو گا اس کا اخلاق میرے اخلاق جیسا ہو گا اور اس کی کنیت ابو عبداللہ ہو گی، مبعوث کرے گا۔ اس کے ذریعہ دین کو اس کی سابقہ عظمت کی طرف لوٹا دے گا اور اسے فتوحات نصیب کرے گا اور سوائے کلمہ گو کے روئے زمین پر کوئی باقی نہیں رہے گا۔ آنحضرتؐ سے عرض کیا گیا کہ آپ کے کون سے فرزند کے صلب سے فرزند مذکور معرض وجود میں آئے گا آپ نے اپنا ہاتھ حسینؑ پر رکھ کر فرمایا: اس کی نسل سے۔[۵۰۰] حضرت ابو جعفرؑ نے ایک حدیث میں فرمایا: قائمؑ اور اس کے اصحاب اس قدر جنگ کریں گے کہ کوئی مشرک باقی نہیں رہے گا۔[۵۰۱]

یہود و نصاریٰ کی تقدیر

ڈاکٹر: یہود و نصاریٰ جن کا دین آسمانی ہے ان کی کیا کیفیت ہو گی؟

ہوشیار: بعض آیتوں کا ظاہر یہ بتاتا ہے کہ یہود و نصاریٰ قیامت تک باقی رہیں گے۔ خداوند عالم سورہ مائدہ میں فرماتا ہے: اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نصرانی ہیں ان سے بھی ہم نے عہد و پیمان لیا تھا مگر جن باتوں کی انہیں نصیحت کی گئی تھی وہ ان میں سے ایک بڑا حصہ بھلا بیٹھے تو ہم نے بھی ان میں باہم عداوت کی بنیاد ڈال دی۔[۵۰۲] سورہ آل عمران میں فرماتا ہے: جب عیسیٰؑ سے خدا نے کہا میں ضرور تمہاری زندگی کی مدت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور کافروں کی گندگی سے تمہیں پاکیزہ رکھوں گا اور جن لوگوں نے تمہاری پیروی کی ہے ان کو قیامت تک کافروں پر غالب رکھوں گا۔[۵۰۳]

پروردگار عالم پہلی آیت میں فرماتا ہے کہ دشمنی اور کینہ پروری کو عیسائیوں میں

قیامت تک رکھوں گا اور دوسری آیت میں وعدہ کرتا ہے کہ عیسائی قیامت تک کافروں سے بہتر رہیں گے۔ ان دونوں آیتوں کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ دین یہود و نصاریٰ زمانہ حکومت مہدیؑ میں بھی رہے گا اور قیامت تک باقی رہے گا۔ سورۂ مائدہ میں فرماتا ہے: یہودی کہنے لگے کہ خدا کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ انہیں کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں۔ اور ان کے اس کہنے پر خدا کی پھٹکار ہو بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں اور وہ جو چاہتا ہے اس کا انفاق کرتا ہے۔ قرآن جو تجھ پر نازل ہوا ہے ان کے کفر و سرکشی کو زیادہ کرتا ہے اور ہم نے قیامت تک کے لیے ان کے درمیان دشمنی و کینہ رکھ دیا ہے۔[۵۰۴]

جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں ان آیتوں کا ظاہر یہ ثابت کرتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کا مذہب قیامت تک باقی رہے گا۔ بعض حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمائیں۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا حضرت صاحب الامرؑ اہل ذمہ یعنی یہود و نصاریٰ کے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟ فرمایا پیغمبر اکرمؐ کی طرح ان سے مصالحت کریں گے اور وہ بڑی ذلت کے ساتھ جزیہ ادا کریں گے۔[۵۰۵]

حضرت ابوجعفرؑ نے فرمایا ہے کہ صاحب الامرؑ کا نام اس لیے مہدی رکھا گیا ہے کہ وہ توارات اور تمام آسمانی کتابوں کو اس غار سے جو انطاکیہ میں ہے باہر نکالیں گے۔ اہل توارات کے درمیان توارات سے اور اہل انجیل کے درمیان انجیل سے، اہل زبور کے درمیان زبور سے اور اہل قرآن کے درمیان قرآن سے فیصلہ کریں گے۔[۵۰۶]

ان آیات و روایات کے مقابلہ میں مخالف حدیثیں بھی موجود ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ مہدیؑ کی حکومت کے زمانہ میں مسلمانوں کے علاوہ روئے زمین پر کوئی باقی نہیں رہے گا۔ آنجناب یہود و نصاریٰ کے سامنے دین اسلام پیش کریں گے جو کوئی قبول کرے گا وہ قتل ہونے سے بچ جائے گا اور جس کسی نے انکار کیا وہ قتل ہو جائے گا۔ نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔ ابن بکیر کہتا ہے میں نے اس آیت کی تفسیر حضرت ابوالحسن

سے پوچھی **ولہ اسلم من فی السموات و الارض طوعا" و کرھا" و الیہ یرجعون۔** آپ نے فرمایا یہ آیت حضرت صاحب الامرؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جس وقت آپ کا ظہور ہو گا تو آپ دین اسلام کو یہود و نصاریٰ، صائبین اور مشرق و مغرب کے کافروں کے سامنے پیش کریں گے پس جو برضا و رغبت ایمان لے آئے گا اس کو نماز، زکوۃ اور تمام واجبات کی ادائیگی کا حکم دیں گے اور جس کسی نے اسلام کے قبول کرنے سے انکار کیا اس کی گردن مار دیں گے۔ یہاں تک کہ زمین کے تمام غرب و شرق میں موحد اور خدا پرست کے علاوہ کوئی فرد باقی نہیں رہے گا۔ ابن بکیر کہتا ہے کہ میں نے آپ سے عرض کیا میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ دنیا کے لوگ زیادہ تو وہی ہیں جو قتل ہو جائیں گے، آپ نے فرمایا خدا جب ارادہ کرتا ہے تو زیادہ کو کم اور کم کو زیادہ کر دیتا ہے۔[۵۰۷]

حضرت ابوجعفرؑ نے فرمایا ہے: خدا صاحب الامرؑ کے لیے مشرق و مغرب کو فتح کر دے گا وہ اس قدر جنگ کریں گے کہ دین محمدؐ کے علاوہ دنیا میں کوئی دین باقی نہیں رہے گا۔[۵۰۸] حضرت ابوجعفرؑ نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں فرمایا۔ اس طرح ہو گا کہ سوائے محمد مصطفیؐ پر ایمان لانے والے کے اور کوئی باقی نہیں رہے گا۔[۵۰۹]

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا حدیثوں کے دو حصے ہیں ایک حصہ قرآن کے موافق ہے دوسرا حصہ اس کا مخالف۔ لیکن اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ حدیثیں جو موافق قرآن ہوں، وہ مخالفت قرآن حدیثوں پر فوقیت رکھتی ہیں اور ان کو ساقط کر دیتی ہیں۔ اس بنا پر یہود و نصاریٰ، مہدیؑ کی حکومت کے زمانہ میں باقی رہیں گے لیکن عقیدہ تثلیث و شرک سے دستبردار ہو جائیں گے۔ اور خدا پرست ہو جائیں گے اور حکومت اسلامی کے زیر سایہ اپنی زندگیاں جاری رکھیں گے۔ اس وقت باطل حکومتیں ختم ہو جائیں گی اور دنیا کا اقتدار صاحب اہلبیت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو گا۔ دین اسلام عالمی دین بن جائے گا اور تمام ادیان پر غالب آ جائے گا اور ہر طرف سے صدائے توحید بلند ہو گی۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ جس وقت ہمارے قائمؑ کا

ظہور ہو گا تو کوئی نقطہ زمین ایسا نہیں ہو گا جہاں سے صدائے **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا" رسول اللہ** بلند نہ ہو گی۔[۵۱۰] حضرت ابو جعفرؑ نے فرمایا ہے: جس وقت قائمؑ کا ظہور ہو گا تو باطل کی حکومت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔[۵۱۱] حضرت ابو جعفرؑ نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ آیت آئمہؑ مہدیؑ اور ان کے احباب کے بارے میں نازل ہوئی ہے خدا ان کو شرق و غرب زمین کا حاکم بنا دے گا' ان کے وسیلے سے دین کو تقویت دے گا اور بدعتوں اور باطل کو ختم کر دے گا۔ جس طرح نادانوں نے حق کو پامال کیا ہے۔ اسی طرح ظلم کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہے گا۔ وہ امربالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کو ادا کریں گے۔[۵۱۲]

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ فرزند رسولؐ آپ کا قائم کس کے اہل بیت میں سے ہے آپ نے فرمایا وہ میرے بیٹے موسیٰؑ کی پانچویں نسل میں سے ہے۔ وہ بہترین کنیز کا پسر ہو گا۔ اس کی غیبت اس قدر طویل ہو گی کہ ایک طبقہ شک میں مبتلا ہو جائے گا۔ بعد میں اسے خدا ظاہر کرے گا اور زمین کے غرب و شرق اس کے ہاتھ پر فتح ہوں گے۔ عیسیٰؑ ابن مریم آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے اس کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے۔ اس زمانہ میں زمین خدا کے نور سے روشن ہو جائے گی اور تمام وہ خطے جہاں غیر خدا کی عبادت ہوتی ہے وہ خدا کی عبادت گاہوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ صرف خدا کا دین رہ جائے گا اگرچہ مشرکین اس سے کراہت رکھتے ہوں گے۔[۵۱۳]

پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ سے فرمایا: میرے بعد اماموں کی تعداد بارہ ہے ان میں کا سب سے پہلا تو ہے اور آخری قائمؑ ہے جس کے ہاتھ پر خدا شرق و غرب عالم کو فتح کرائے گا۔[۵۱۴]

انجینئر: میرے ذہن میں اس سے متعلق ایک بات آئی ہے۔ مگر چونکہ وقت کافی ہو گیا ہے اور میں اس سے زیادہ ڈاکٹر صاحب اور دیگر دوستوں کو زحمت دینی مناسب نہیں سمجھتا اگر آپ اجازت دیں تو دوسری نشست میں اس پر گفتگو کریں گے۔

نشست برخاست ہو گئی اور یہ طے پایا کہ آئندہ ہفتہ تمام احباب آقائے جلالی کے در دولت پر جمع ہوں گے۔

کیا اہل دنیا کی اکثریت قتل ہو جائے گی؟

آقائے جلالی کے مکان پر جلسے کے باقاعدہ آغاز کے بعد آقائے ہوشیار نے مختصر سی تمہید کے بعد کہا خدا کا شکر ہے کہ ہمارے جلسے بہت بارونق ہوئے اور میرا خیال ہے کہ بہت سے وہ مسائل جو ہمارے بھائیوں کو مشکل محسوس ہوتے تھے کافی حد تک حل ہو گئے ہوں گے لہٰذا بہتر ہے کہ وہ مسئلہ جو ہمارے بھائیوں کو اہم محسوس ہوتا ہو اس پر روشنی ڈالی جائے۔

انجینئر: اہل عقل پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ دنیا کے مسلمان دوسرے مذاہب و ادیان کے لوگوں کے مقابلہ میں اقلیت میں ہیں۔ روئے زمین پر بسنے والے زیادہ افراد غیر مسلم ہیں۔ شیعہ بھی دوسرے مسلمان مذہبوں کے ماننے والوں کی بہ نسبت اقلیت میں ہیں اور ان کے درمیان بھی ظالم لوگ کافی تعداد میں موجود ہیں۔ دنیا کی موجودہ آبادی کی یہ صورت حال ہے۔ عام حالات کے مطابق اور اندازے کی رو سے بھی یہی صورت حال رہے گی۔ اس بنا پر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت مہدیؑ کے ظہور کے زمانے میں شیعہ اقلیت میں ہوں گے۔ اس اندزاہ اور قیاس پر توجہ کرتے ہوئے میں جناب سے ایک سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ بات معقول اور قابل اعتبار ہے کہ اہل جہاں کے تقریباً" اکثر افراد شیعوں اور امام زمانہؑ کے قلیل لشکر کے ہاتھ سے قتل ہو جائیں گے اور کوئی ردعمل نہیں کریں گے؟ اس کے علاوہ' اگر زمانے کے اکثر افراد قتل ہو گئے تو ساری زمین قبرستان میں تبدیل ہو جائے گی لہٰذا باقی بچنے والی اقلیت ایک وسیع و عریض قبرستان پر حکومت کرے گی اور یہ ایسا عمل ہے جسے عالمگیر حکومت اور اس کی اصلاحات کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

ہوشیار: جناب انجینئر صاحب! ہمیں دنیا کے آئندہ حالات کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں ہیں اور ہمیں یہ حق نہیں ہے کہ ہم آئندہ کے بارے میں گذشتہ کے مطابق سوچیں یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ فکری صلاحیت کے اعتبار سے لوگ راہ ارتقا پر چل رہے ہیں اور قبول حق کے لیے زیادہ آمادہ ہیں۔ اب یہ سننے میں آتا ہے کہ مشرق و مغرب کے روشن خیال افراد کی اکثریت نے یہ محسوس کر لیا ہے کہ ان کے اپنے مذاہب میں یہ قدرت و صلاحیت نہیں ہے کہ وہ ان کے وجدان کو مطمئن کر سکیں۔ اس لیے تلاش دین اور خدا پرستی کا جذبہ انہیں بے چین کیے رکھتا ہے لہٰذا وہ ایسے قوانین اور احکام کی جستجو میں ہیں جو ہر قسم کے فاسد عقائد اور خرافات سے پاک ہوں اور ان میں ایسی قدرت و معنویت ہو جو ان کے روحانی تقاضوں کی تشفی کی ضمانت دے اور روحانی و معنوی غذا فراہم کرے۔ یہ وہ صورت حال ہے جس سے محسوس کیا جا سکتا ہے کہ مستقبل قریب میں انسانی معاشرہ احکام و قوانین اسلام کی سچائی اور متانت تک رسائی حاصل کر لے گا اور اس پر یہ واضح ہو جائے گا کہ وہ واحد مجموعہ قوانین جو ان کے روحانی تقاضوں کا جواب مثبت انداز میں دے سکتا ہے اور جسمانی و روحانی سعادت کا ضامن ہے وہ فقط دین مقدس اسلام ہے اور بس۔

قابل افسوس یہ بات ہے کہ نہ تو ہم میں اتنی بلند ہمتی ہے اور نہ ہمارے پاس کافی وسائل ہیں جو ہم تمام اہل جہاں کو اسلام کے نورانی حقائق اور پاک معارف سے باخبر کر سکیں ہاں البتہ ایک تو لوگوں کی تلاش حق کی حس' دوسرے اسلام کے پرمتانت احکام و قوانین آخر کار اس مسئلہ کو حل کر لیں گے۔ اس وقت اہل جہاں جوق در جوق اور گروہ در گروہ دین اسلام میں داخل ہوں گے اور اس طرح مسلمانوں کی اکثریت ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ زمانہ ظہور کے عام حالات کے بارے میں یہ پیشین گوئی کی جا سکتی ہے کہ جب مہدی موعودؑ کا ظہور ہو گا اور وہ اہل زمانہ کے سامنے حقائق اسلام پیش کریں گے اور اسلام کا اصلاحی و انقلابی دستور العمل دنیا والوں کو

معلوم ہو گا تو لوگوں کی اکثریت اسلام قبول کر لے گی اور قتل ہونے سے بچ جائے گی۔ اور وہ اس لیے کہ ایک تو لوگوں کی جستجوئے حقائق کی استعداد حد کمال تک پہنچ جائے گی دوسرے یہ کہ وہ امامؑ کے ہاتھوں رونما ہونے والے معجزات دیکھیں گے اور پھر ان کو زمانے کے عام حالات میں ایک غیر معمولی صورت حال نظر آئے گی اور رہبر انقلاب کے پرخطر پرچم ان کو دکھائی دیں گے۔ یہ تمام حالات اس بات کا سبب بنیں گے کہ اہل زمانہ گروہ در گروہ مہدی موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور قتل سے بچ جائیں گے۔

ہاں البتہ وہ لوگ جو ان تمام حالات کے باوجود قبول اسلام سے گریز کریں گے یہود و نصاریٰ کے علاوہ' جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا ہے کہ وہ قتل نہیں ہوں گے اور حکومت اسلامی کے زیر سایہ زندہ رہیں گے۔ صرف فساد انگیز کافر و ظالم ہوں گے جو مہدیؑ انصاف پرورؑ کے شکر کے ہاتھوں ہلاک ہوں گے ان کی تعداد کچھ زیادہ نہ ہو گی۔

اسلام کے حقائق و مَعارف شہر قم سے لوگوں کے کانوں تک پہنچیں گے

جیسی کہ احادیث اہل بیتؑ میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ مستقبل قریب میں شیعہ مقدس روحانیت' تشیع کے احکام و عقائد کی متانت و قدر و قیمت سے زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کر کے اپنے خراب احوال کی اصلاح کرے گی اور اس کو نئی ترتیب و تنظیم سے روشناس کرے گی نیز تبلیغ کے وسائل سے بہرہ مند ہو کر قرآن کے وہ محکم احکام اور نورانی حقائق جس میں انسانی سعادت کی ضمانت دی گئی ہے ان کو زمانے سے روشناس کرائے گی اور اسلام کی ترقی و عظمت اور ولی عصر کے ظہور کے

اسباب مہیا کرے گی۔

اس دن کی امید میں

حضرت صادق آل محمدؐ نے فرمایا ہے: کوفہ جلد ہی مومنین سے خالی ہو جائے گا اور علم و دانش، اس سانپ کی طرح جو اپنے بل میں پوشیدہ ہو جاتا ہے، اس شہر سے رخصت ہو جائیں گے اور ان کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا۔ پھر یہ علم و دانش شہر قم میں ظاہر ہوں گے۔ وہ شہر علم و فضل کی کان بن جائے گا اور وہاں سے علم تمام شہروں میں اس طرح پھیلے گا کہ روئے زمین پر کوئی جاہل باقی نہیں رہے گا۔ حتیٰ کہ عورتیں تک عالمہ ہوں گی۔

یہ صورت حال قائم آل محمدؐ کے ظہور کے وقت ہو گی۔ پس خدا قم اور اس کے ساکنوں کو حجت کا مرتبہ عطا کرے گا۔ اگر یہ ممکن الوقوع نہ ہوتا تو زمین اپنے تمام ساکنوں کو نگل لیتی اور کوئی حجت باقی نہ رہتی۔ علم شہر قم سے تمام شہروں میں پھیل جائے گا اور اہل جہان پر اتمام حجت ہو جائے گا۔ پھر تمام روئے زمین پر کوئی ایسا فرد نہ ہو گا کہ علم دین جس کے کانوں تک نہ پہنچا ہو۔ اس کے بعد ہمارا قائمؑ ظہور کرے گا اور غضب و عذاب خدا کے اسباب مہیا ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ خدا اپنے بندوں سے اس وقت انتقام لیتا ہے جب وہ اس کی حجت کا انکار کرتے ہیں۔[۵۱۵]

امام صادقؑ نے فرمایا ہے: پروردگار عالم نے شہر کوفہ اور اس کے ساکنوں کے ذریعہ تمام شہروں اور ان کے گرد و نواح پر حجت قائم کی ہے اور وہ شہر قم کو بھی دوسرے شہروں پر حجت قرار دے گا اور اس کے شہر کے باشندوں کے ذریعہ مشرق و مغرب کے تمام لوگوں پر، وہ جن ہوں یا انس، اپنی حجت قائم کرے گا۔ خدا، قم اور اس کے باشندوں کو ذلیل نہیں کرے گا بلکہ اس کی توفیقات و تائیدات ہمیشہ اسے حاصل رہیں گی۔ اس کے بعد فرمایا: قم کا دین اور ارباب دین کم قیمت ہونے کی وجہ

سے قابل توجہ نہیں سمجھے جائیں گے اگر اس کے علاوہ صورت حال ہوتی تو قم اور اس کے باشندے فنا ہو جاتے، باقی تمام شہروں کے لئے حجت باقی نہ رہتی اور آسمان اپنی جگہ قائم نہ رہتا اور اہل زمانہ کو ایک پل کی زحمت نہ دی جاتی۔ قم اور اس کے باشندے تمام ناگوار حادثوں سے محفوظ رہیں گے۔ ایک وقت آئے گا کہ قم اور اس کے باشندے تمام لوگوں کے لیے حجت بن جائیں گے اور یہ زمانہ غیبت مہدیؑ اور ظہور مہدیؑ کے درمیان کا زمانہ ہو گا۔ اگر یہ صورت حال نہ ہوتی تو زمین اپنے تمام ساکنوں کو نگل لیتی۔ خدا کے فرشتے تمام مصیبتوں کو قم اور اس کے ساکنوں سے دور کریں گے۔ ہر وہ ظالم و جابر جو اس شہر پر ظلم و زیادتی کرنے کا ارادہ کرے گا ستمگاروں کا ہلاک کرنے والا اس کی کمر توڑ کر رکھ دے گا۔ کسی سخت حادثہ، دردناک مصیبت یا قوی دشمن سے اس کی مڈبھیڑ کرا دے گا، پروردگار عالم قم اور اس کے ساکنوں کی طرف متوجہ ہونے کو ظالموں کے دل سے محو کر دے گا جیسا کہ وہ ذکر خدا کو محو کر چکے ہیں۔[۵۱۶]

امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے: قم کا ایک فرد لوگوں کو حق کی طرف بلائے گا۔ کچھ لوگ اس کی آواز پر لبیک کہیں گے اور پھر ادھر ادھر پھیل جائیں گے۔ وہ لوہے کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے۔ تیز آندھی بھی ان کو اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکے گی۔ وہ جنگ سے نہیں تھکیں گے اور خوفزدہ نہیں ہوں گے۔ ان کا صرف خدا پر توکل ہو گا اور انجام کار کامیابی انہی پرہیزگاروں کی ہو گی۔[۵۱۷]

جلالی: آپ نے پیشین گوئی کی ہے کہ آئندہ مسلمانوں کی اکثریت ہو جائے گی آپ کا یہ اندازہ بعض احادیث سے مطابقت نہیں رکھتا۔ مثال کے طور پر پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے: ایک زمانہ آئے گا کہ قرآن کا بہت خفیف اور معمولی اثر رہ جائے گا اور اسلام کا محض نام باقی ہو گا لوگ مسلمان کہلائیں گے لیکن اسلام سے عام افراد کی بہ نسبت زیادہ دور ہوں گے۔ مسجدیں ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہوں گی۔[۵۱۸]

ہوشیار: پیغمبر اسلامؐ نے اس قسم کی حدیثوں میں اس سے زیادہ کچھ نہیں فرمایا

ہے کہ ایک روز ایسا آئے گا اسلام کی حقیقت و اصلیت ختم ہو کر رہ جائے گی اور لوگوں میں اس کی محض ظاہری صورت باقی رہ جائے گی اور باوجود اس کے کہ وہ مسلمان کہلائیں گے لیکن وہ حقیقت اسلام سے کوسوں دور ہوں گے۔ لیکن یہ بات مسلمانوں کی اکثریت سے مطابقت رکھتی ہے۔ وہ اس لیے کہ ممکن ہے کہ وہ عین اس حالت میں کہ مسلمان ہوں لیکن حقیقت و نورانیت اسلام سے کم بہرہ مند ہوں۔ فرسودگی و کہنگی کا غبار اسلام کے مقدس پیکر پر جم گیا ہو اور ولی عصرؑ کے مقدس وجود کے ذریعہ وہ فرسودگی ختم ہو جائے اور دین کی بنیاد مضبوط ہو جائے۔ جیسا کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے: قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اسلام اور مسلمان ہمیشہ بڑھتے رہیں گے اور شرک اور مشرکین کم ہوتے جائیں گے۔ اس کے بعد فرمایا: قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جہاں کہیں بھی اندھیرا ہے یہ دین وہاں ضرور پہنچے گا۔[۵۱۹]

المختصر پہلے تو یہ پیشین گوئی کی جاتی ہے کہ حضرت صاحب الامرؑ کے ظہور سے پہلے مسلمانوں کی اکثریت ہو گی دوسرے یہ کہ بہت سے اہل جہان مسلمان ہو جائیں گے اس لیے کہ علوم کی سطح اور انسانی استعداد روبہ ترقی ہے اور قبول حق پر آمادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روایات میں وارد ہوا ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے: جس وقت ہمارے قائمؑ کا ظہور ہو گا خدا اپنا دست کرم بندوں کے سروں پر رکھے گا اور ان کے حواس کو مجتمع اور ان کی عقلوں کو کامل کر دے گا۔[۵۲۰]

حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: زمانہ کے آخری حصہ میں اور لوگوں کی سختی اور نرمی کے درمیان پروردگار عالم ایک شخص کو انقلاب برپا کرنے پر مائل کرے گا' اپنے فرشتوں سے اس کی مدد کرے گا اور اس کے احباب کی نگہداشت کرے گا۔ نیز آیات و علامات کے ذریعہ اس کی نصرت کرے گا اور اسے تمام اہل زمین کے مقابلہ میں فتح عطا کرے گا۔ خوشی سے یا ناخوشی سے وہ دین حق میں شامل ہو جائیں گے۔ وہ زمین کو عدل و داد اور نور و برہان سے پر کر دے گا۔ شہروں کے عرض و طول اس کے سامنے

اس طرح جھک جائیں گے کہ کوئی کافر ایسا نہ ہو گا جو ایمان نہ لے آئے۔ اور کوئی بدقماش ایسا نہ ہو گا جس کی اصلاح نہ ہو جائے۔[۵۲۱]

تمہارے دشمن مرجائیں گے

دوسری بات جو انجینئر صاحب کی مشکل حل کرنے میں مدد کرتی ہے وہ یہ ہے کہ زمانے کے عام حالات' خطرناک ایجادات کی ترقی' شرق و غرب میں اسلحہ کی دوڑ اور انسانی اخلاق کی گراوٹ' یہ ظاہر کرتی ہے کہ بڑی حکومتیں ختم ہو جائیں گی۔ یہود و نصاریٰ جانیں گنوا دیں گے اور قتل کر دینے والے اسلحہ کے ذریعہ بہت سے اہل جہان کو اپنی خودپرستی اور درندگی کے احساس پر قربان کر دیں گے۔ بہت سے افراد خطرناک امراض کے پھیلنے کی وجہ سے مرجائیں گے۔ عبدالملک کہتا ہے کہ میں امام محمد باقرؑ کی محفل میں اونچا ہوا اور اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر رونے لگا اور میں نے عرض کیا کہ میں اس چیز کی آرزو رکھتا ہوں کہ قائم آل محمدؐ کے زمانے کو ایسی صورت میں پا لوں کہ مجھ میں طاقت ہو۔ حضرت نے فرمایا: کیا تم اس پر رضامند نہیں ہو کہ تمہارے دشمن لڑائی میں مصروف ہوں اور تم اپنے گھروں میں آرام سے ہو۔ جب ہمارے قائمؑ کا ظہور ہو گا تم میں سے ہر فرد میں چالیس افراد کی طاقت پیدا ہو جائے گی۔ تمہارے دل لوہے کے ٹکڑوں کی طرح ہو جائیں گے کہ اگر ان کو پہاڑ سے ٹکرا دو تو وہ ان کو بھی شگافتہ کر دیں۔ زمانے کے خزانوں کی چابی اور روئے زمین کی حکومت آخرکار تمہارے ہی پاس ہو گی۔[۵۲۲]

امام جعفرؑ نے فرمایا ہے: قائمؑ کے ظہور سے پہلے دو طرح کی اموات ہوں گی۔ ایک مرگ سرخ دوسری مرگ سفید اور ہر سات افراد میں سے پانچ ہلاک ہو جائیں گے۔ سرخ موت سے مراد قتل ہو جانا ہے اور سفید مرگ سے مراد طاعون کی بیماری کے نتیجے میں فوت ہونا ہے۔[۵۲۳]

زرارہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا' کیا آسمانی آواز برحق ہے۔ فرمانے لگے ہاں۔ خدا کی قسم وہ آواز اس طرح آئے گی کہ ہر قوم اسے اپنی زبان میں سنے گی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ قائمؑ کا ظہور اس وقت تک نہیں ہو گا جب تک ہر دس کافروں میں سے نو مر نہیں جائیں گے۔ ۵۲۴ھ

جنگ کے سوا کوئی چارہ نہیں

فہیمی : کیا یہ ممکن ہے کہ قائمؑ کے ظہور کی سطح اس طرح ہموار ہو کہ وہ بغیر جنگ اور خونریزی کے اپنی حکومت قائم کر لیں۔

ہوشیار : روزانہ کے معمولات کے مطابق ایسے امر کا وقوع بعید نظر آتا ہے وہ اس لیے کہ افکار بشر کی سطح کتنی ہی بلند کیوں نہ ہو اور خیر خواہ اور نیک افراد کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں پھر بھی ظالم اور خود سر افراد لوگوں کے درمیان موجود ہوں گے۔ وہ فطرۃً حق اور انصاف پسندی کے دشمن ہوتے ہیں اور کسی قیمت پر بھی اپنی دشمنی سے باز نہیں آتے۔ اس قسم کے افراد اپنے ذاتی مفادات کے تحفظ کے لیے مہدی موعودؑ کے مقابلہ میں جنگ پر آمادہ ہوں گے اور مد مقابل سے ایسی طاقت سے جنگ کریں گے جو ہمت شکن ہو۔ ایسے طبقہ کی سرکوبی کی وجہ سے جنگ سے گریز ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث اہل بیتؑ میں جنگ و خونریزی کو حتمی قرار دیا گیا ہے۔

بشیر کہتا ہے میں نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جب قائمؑ کا ظہور ہو گا تو ان کے کام خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے اور معمولی سی خوں ریزی بھی نہیں ہو گی۔ حضرت نے فرمایا: قسم خدا کی ایسا نہیں ہے۔ اگر ایسی صورت حال کا امکان ہوتا تو یہ کیفیت رسولؐ خدا کے لیے پیدا ہوتی۔ ایسی صورت میں کہ رسول خداؐ کے دندان مبارک دشمنوں سے جنگ کے دوران شہید ہوئے اور آنحضرت کی پیشانی

مبارک زخمی ہوئی۔ قسم خدا کی صاحب الامرؑ کی تحریک ختم نہیں ہو گی' تا وقتیکہ میدان جنگ میں ہم جوہر نہ دکھائیں اور خون نہ بہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ جبین مبارک پر رکھ لیا۔ ۵۲۵ھ

مہدیؑ کے ہتھیار

جلالی : میں نے سنا ہے کہ امام زمانہؑ شمشیر بکف ظہور فرمائیں گے لیکن یہ بات میرے لیے قابل قبول نہیں ہے وہ اس لیے کہ انسان نے اب تک سینکڑوں جنگیں لڑی ہیں اور اس نے سینکڑوں قسم کے ہتھیار ایجاد کئے ہیں۔ اس نے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم بنا لیے ہیں جن میں سے ہر ایک کتنے ہی کلومیٹر کے علاقہ کو ویران کر دینے کے لیے کافی ہے۔ اسلحہ سازی کی صنعت نے اتنی ترقی کی ہے کہ انسانوں کی نیند حرام ہو گئی ہے۔ ان تمام جنگی وسائل کی موجودگی میں' جو اس وقت انسان کے دست تصرف میں ہیں' اور وہ آئندہ بھی فن اسلحہ سازی میں ترقی کرے گا' یہ کس طرح تصور کیا جا سکتا ہے کہ مہدی موعودؑ اور ان کے سپاہی تلوار کے ذریعہ جنگ کریں گے اور کامیاب ہوں۔

ہوشیار : مہدیؑ موعود کے شمشیر بکف ظہور کا ذکر منصوص احادیث میں موجود ہے۔ بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے: مہدیؑ کی اپنے جد محمدؐ مصطفیٰ سے اس حیثیت سے مشابہت ہے کہ وہ شمشیر بکف ظہور کریں گے اور ظالموں کو' گمراہ کرنے والوں کو' اور دشمنان خدا و رسول کو قتل کریں گے اور تلوار اور خوف سے نصرت پائیں گے۔ ان کے پرچم میں سے کوئی پرچم شکست کھا کر واپس نہیں آئے گا۔ ۵۲۶ھ لیکن خروج با السیف! جنگ کا کنایہ ہے یعنی جنگ و خونریزی مہدی موعودؑ کے سرکاری دستور العمل کا حصہ ہے۔ وہ اس بات پر مامور ہیں کہ دین اسلام کو عالمگیر بنائیں اور ظلم و ستم کا سدباب

کریں خواہ وہ لڑائی اور شمشیر زنی کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو۔

اپنے آباء و اجداد کی سیرت اور رویہ کے برعکس، کہ وہ اس قسم کے امر پر مامور نہ تھے، اور وعظ و پند و نصیحت پر اکتفا کرتے تھے۔ مہدی موعودؑ جنگ پر مامور تھے۔ لہٰذا خروج بالسیف سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اسلحہ کے معاملے میں صرف تلوار پر انحصار کریں گے اور دوسرے ہتھیاروں کو ہاتھ نہیں لگائیں گے بلکہ ممکن ہے کہ وہ رائج الوقت اسلحہ کام میں لائیں حتیٰ کہ نئے ہتھیار بھی ایجاد کریں جو اس دور کے تمام ہتھیاروں پر غالب آ جائیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ہم آئندہ ہونے والے واقعات سے بے خبر ہیں اور انسان کی قیمت اور اس کی صنعتوں پر ہماری گہری نظر نہیں ہے اس وجہ سے ہمارا حق نہیں ہے کہ بغیر معلومات کے آئندہ کا گذشتہ پر قیاس کریں، ہمیں نہیں معلوم کہ آئندہ زمانے میں کونسی مملکت اور کونسی قوم، صنعتوں، تمدن، علوم اور طاقت کے اعتبار سے تمام مملکتوں اور اقوام پر برتری حاصل کرے گی۔ شاید اسلام سے تعلق رکھنے والی بیشتر قوتیں آئندہ خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ وہ اپنے جزوی اختلاف کو ایک طرف رکھ کر سب بھائیوں کی طرح مل کر توحید کے طاقتور پرچم کے زیر سایہ آ جائیں۔ قرآن کے پرمتانت قوانین و علوم کو اپنا عملی پروگرام قرار دیں اور اسلام کے اصلاحی پروگراموں کو جاری کریں۔ اپنی خدا داد دولت سے فائدہ اٹھائیں، بے عملی اور گوشہ نشینی کی دنیا سے باہر نکلیں اور علوم، اخلاق اور صنعتوں کے سلسلہ میں عالم بشریت کے قافلہ سالار بن جائیں۔ مشرق و مغرب کی سرکش اور ٹوٹی ہوئی لگام والی طاقت کو قابو میں لے آئیں اور مصلح حقیقی یعنی مہدی موعودؑ کی تحریک کے لیے زمین ہموار کریں۔ بس آں جناب کا ظہور ہو جائے اور اس طاقت کے ذریعہ جو ان کے قبضہ میں ہے اور الٰہی نصرت و تائید کے وسیلے سے اور مقام ولایت کی حیران کن قوت و قدرت سے سرکش و ظالم حکومتوں کو اپنا باج گزار بنا لیں اور حکومت توحید و عدالت کو پوری دنیا میں قائم کریں۔ اس وقت دنیا کے اہل علم اور نئی چیزیں ایجاد کرنے والے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ان کی اپنی وہ انتہائی زحمتیں

اور کوششیں جو صلح و صفا اور لوگوں کی زندگی کے بہتر بنانے کے لیے صرف ہونی چاہئیں تھیں وہ استعمار کے کام آ رہی تھیں اور لوگوں کو جال میں پھانسنے کا سبب بن رہی تھیں۔ اس احساس سے پھر ان کو رنج ہو لیکن کوئی چارہ کار نظر نہ آئے تو پھر بلا شک و شبہ وہ مہدیؑ اسلام کی انصاف پرور آواز پر لبیک کہیں اور ان کے حصول مقصد کے لیے کوشش کریں۔

ہمیں کیا معلوم شاید آئندہ انسان جہالت، دشمنی، تعصب اور خودسری سے دست بردار ہو جائے اور ایٹمی ہتھیاروں کی ایجاد اور بڑے بڑے فوجی بجٹ کو ممنوع قرار دے اور عام تعلیم کی توسیع، معاشرتی امور اور عام انسانوں کی فلاح و بہبود پر صرف ہوں۔

مہدیؑ کے زمانہ میں دنیا کی حالت

انجینئر: میری خواہش ہے کہ آپ مہدی موعودؑ کے زمانے کے عام حالات پر روشنی ڈالیں۔

ہوشیار: حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جب مہدیؑ موعود کا ظہور ہو گا وہ جنگ میں کامیابی سے ہمکنار ہوں گے اور مشرق و مغرب میں ان کا تسلط ہو جائے گا تو تمام روئے زمین کا ایک عالمگیر حکومت اسلامی کے ماتحت انتظام و انصرام ہو گا۔ وہ تمام صوبوں اور شہروں کے لیے ان کے ضروری دستور العمل کے ہمراہ قابل گورنر مقرر کریں گے اور ان کی کاوش و کوشش کے ذریعہ تمام زمین آباد ہو جائے گی۔ خود مہدیؑ موعود دور ہی سے تمام روئے زمین کی وسیع سلطنت کے جملہ واقعات و حالات کا مشاہدہ کریں گے اور زمین کے تمام مقامات ان کے لیے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہوں گے۔ ان کے احباب بھی دور دراز کے فاصلوں سے ان کو دیکھیں گے اور ان سے باتیں کریں گے۔ ان کا عدل و انصاف تمام روئے زمین کا احاطہ کرے گا۔ لوگ آپس

میں مہربان ہوں گے اور صدق و صفا کے ساتھ زندگی گزاریں گے پوری دنیا میں اسلام قائم ہو جائے گا اور کوئی فرد دوسرے کو تکلیف پہنچانے کی فکر میں نہیں ہو گا۔ لوگوں کی اقتصادی حالت اتنی عمدہ ہو گی کہ کوئی زکوۃ کا مستحق ڈھونڈے سے نہیں ملے گا۔ منفعت بخش بارشیں لگاتار ہوں گے۔ تمام زمین سرسبز و شاداب ہو گی۔ زمین کی برکت اور اس کی پیداوار زیادہ ہو جائے گی۔ زراعت کے سلسلہ میں ضروری اصلاحات نافذ ہوں گی۔ لوگوں کی توجہ خدا کی طرف زیادہ ہو گی اور وہ گناہوں سے پرہیز کریں گے۔ دین اسلام' زمانہ کا سرکاری دین ہو گا۔ توحید کی آواز ہر طرف سے بلند ہو گی۔ راستوں کی تعمیر کے سلسلہ میں پرکشش لائحہ عمل کا اجرا ہو گا۔ اصل راستوں کو چھ ہاتھ کا قرار دیں گے اور راستوں کی تعمیر میں اتنی جدوجہد کریں گے کہ اگر مسجدیں بھی راہ میں ہوں گی تو انہیں منہدم کر دیا جائے گا۔ بازاروں میں پٹڑیاں بنائی جائیں گی اور ان کے لیے حکم ہو گا کہ ان پر صرف پیدل افراد سفر کریں۔ سواروں کو حکم ہو گا کہ وہ بازاروں کے بیچ میں چلیں۔ گلیوں میں کھلنے والی تمام کھڑکیاں بند کر دی جائیں گی۔ گلی کوچوں میں پرنالے اور بیت الخلا ممنوع ہوں گے۔ حتی کہ وہ بڑی مسجدوں کو بھی منہدم کر دیں گے۔ عمارتوں کے چھجوں کو توڑ دیں گے۔ میناروں اور امام کے کھڑے ہونے کی خاص جگہ کو بھی ختم کر دیں گے۔ مہدیؑ کے زمانہ میں لوگوں کی عقلیں کامل ہو جائیں گی اور عام لوگوں کی سطح معلومات اس حد تک بلند ہو جائے گی کہ گھر میں بیٹھنے والی عورتیں منصفی کے فرائض انجام دیں گی۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: علم و دانش کے ستائیس حصہ ہیں لیکن اب تک انسان کی صرف دو حصوں تک رسائی ہوئی ہے۔ جب ہمارے قائمؑ کا ظہور ہو گا تو وہ باقی ۲۵ حصوں کو بھی آشکار کر دے گا اور ان کو لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے گا[۵۲۸] لوگوں کا ایمان کامل ہو جائے گا۔ ان کے دلوں سے کینہ نکل جائے گا۔ آخر میں ضروری ہے کہ آپ کو یاد دلا دوں کہ مذکورہ مطالب کا ہر حصہ روایات سے لیا گیا ہے اور ان کا ماخذ خبر واحد سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر آپ تفصیل کے طلبگار ہیں تو کتاب

بحار الانوار ج ۵۱' ۵۴ اور اثبات الھداۃ ج ۶' ۷ اور غیبت نعمانی کی طرف رجوع فرمائیں۔

پیغمبروں کی کامیابی

جلالی: مہدیؑ موعود کی ان تعریفوں کے مطابق جو روایات میں وارد ہوئی ہیں آنجناب کو تمام پیغمبروں سے بلکہ پیغمبر اسلامؐ سے بھی افضل و اعلی ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ ان میں سے کوئی بھی اتنا کامیاب نہیں ہوا کہ انسانی معاشرہ کی اصلاح کر دے توحید کی عالمگیر حکومت کا قیام عمل میں لائے' احکام و قوانین الہی کو مکمل طور پر لوگوں میں جاری کرے' عام افراد کو انصاف فراہم کرے اور ظلم و ستم کے نظام کو ختم کر دے وہ واحد فرد جو ان تمام کامیابیوں سے ہمکنار ہو گا وہ صرف مہدی موعودؑ ہیں اور بس۔

ہوشیار: انسان کی اصلاح اور قوانین الہی کا مکمل اجرا تمام پیغمبروں کا مقصد عمل رہا ہے۔ ان خدائی مصلحین میں سے ہر ایک نے اپنے زمانے کے افکار اور استعداد کے مطابق راہ کامیابی میں اس بلند مقصد اور انسانی خواہش کے لیے جدو جہد کی ہے اور انسان کو اس عظیم مقصد کی غرض و غایت سے نزدیک کیا ہے اگر ان کی کوشش اور ایثار نہ ہوتا تو حکومت توحید کی تعمیر و تشکیل کی تمہید کبھی استوار نہ ہوتی لہٰذا تمام پیغمبر اس عظیم مقصد کے مرحلہ میں شریک اور حصہ دار ہیں۔ مہدی موعودؑ کی کامیابی کو سلسلہ انبیاء' رجال دین اور تمام خدا پرستوں کی کامیابی سمجھنا چاہیے۔ آنجناب کی کامیابی کوئی ذاتی یا شخصی کامیابی نہیں ہے بلکہ ان کے وسیلے سے عقل کو حیران کر دینے والی طاقت کے ذریعہ حق کو باطل پر غلبہ ہو گا اور دینداری بے دینی کے مقابلہ میں کامیاب ہو گی۔ تمام گزشتہ پیغمبروں کے وعدے عملی جامہ پہنیں گے اور ان سب کا مقصود سچ ثابت ہو جائے گا۔

مہدیؑ موعود کی کامیابی دراصل آدمؑ، شیثؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، عیسیٰؑ، موسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ تمام پیغمبروں کی کامیابی ہے۔ وہی ہیں جنھوں نے اپنے ایثار اور جدو جھد کے ذریعہ یہ عظیم شاہ راہ ہموار کی ہے اور انسانیت کے مزاج کو اس حد تک آمادہ و مستعد کیا ہے دستور العمل کی ابتدا اور جنگ کا آغاز گزشتہ پیغمبروں سے ہوا اور ان میں سے ہر ایک نے اپنی باری کے مطابق انسان کے دینی افکار کی سطح کو ترقی دی یہاں تک کہ نوبت پیغمبر اسلامؐ تک پہنچی۔ پس آنحضرت نے اس عالمگیر انقلاب کا ایک مکمل نقشہ اور کامل منشور تیار کر کے آئمہ اطہارؑ کے حوالے کیا۔ خود آپ نے اور آپ کے جانشینوں نے اس سلسلہ میں کوششیں کیں اور بہت تکلیفیں برداشت کیں۔ ہزاروں برس درکار ہیں کہ دنیا میں حوادث و انقلابات رونما ہوں تاکہ انسانیت کے مزاج میں حکومت توحید کی صلاحیت پیدا ہو اس وقت مہدی موعودؑ کی معجزانہ طاقت کے ذریعہ کفر و لامذہبیت کی آخری پناہ گاہ ختم ہو گی اور انسانیت کا مقصود پایہ تحقیق کو پہنچے گا۔ اس بنا پر مہدی موعودؑ، پیغمبر اسلامؐ بلکہ تمام گزشتہ پیغمبروں کے مشن کو آگے بڑھانے والے ہیں اور انکی کامیابی آسمانی دین کی کامیابی ہے۔ خدا نے زبور میں حضرت داؤد سے کامیابی کا وعدہ کیا تھا اور ان آیتوں میں سے جو حضرت مہدیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں ایک آیت میں فرماتا ہے کہ ہم اپنے اچھے بندوں کو زمین کا وارث بنائیں گے۔[۵۱۹]

مہدی اور نیا آئین

ڈاکٹر: میں نے سنا ہے کہ امام زمانہؑ لوگوں کے لیے نیا دین و آئین و مجموعہ قوانین لیکر آئیں گے اور اسلام کے احکام ان کے ہاتھوں منسوخ ہو جائیں گے اس بات میں کہاں تک صداقت ہے؟

ہوشیار: اس بات کی غرض و غایت چند احادیث سے متعلق ہے جو اس سلسلہ

میں وارد ہوئی ہیں لہٰذا مفہوم کو واضح کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان میں سے چند حدیثیں پڑھ دی جائیں۔

عبداللہ ابن عطا کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ مہدیؑ کی رفتار و گفتار کیا ہے فرمایا: وہی کام جو رسول خداؐ نے انجام دیا تھا مہدیؑ بھی انجام دیں گے جو بدعتیں موجود ہیں ان کو ختم کریں گے جس طرح رسول خداؐ نے جاہلیت کی بنیاد اکھیڑ کر رکھ دی۔ مہدی موعودؑ اسلام کی (گویا) از سر نو بنیاد رکھیں گے۔[۵۲۰]

ابو خدیجہ نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جس وقت قائمؑ کا ظہور ہو گا وہ اسی طرح ایک نیا امر لے کر آئیں گے جس طرح پیغمبر اسلامؐ لوگوں کے لیے ایک امر جدید لے کر آئے تھے۔[۵۲۱]

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: جس وقت قائمؑ کا ظہور ہو گا وہ نئے امر، طریق عمل اور تازہ فیصلوں کے ساتھ ہو گا جو عربوں پر سخت ہو گا۔ ان کا کام قتل کرنا ہے۔ وہ کافروں اور ستمگروں میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑیں گے۔ وہ اپنے فرض کے انجام دینے کے سلسلہ میں سرزنش و ملامت سے خائف نہیں ہوں گے۔[۵۲۲]

مہدیؑ کی سیرت

لیکن بہت سی حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ مہدیؑ کی سیرت اپنے جد نامدار حضرت محمد مصطفیٰؐ کی سیرت ہے اور وہ اسی سے دین اور قرآن کا دفاع کریں گے جو ان کے جد پر نازل ہوا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے: میرے اہل بیتؑ میں سے ایک فرد قیام کرے گا اور میری سنت اور سیرت پر قیام کرے گا۔[۵۲۳]

نیز فرمایا: قائمؑ میرے بیٹوں میں سے ہے میرا ہم نام اور ہم کنیت ہے اسکی عادت میری عادت جیسی اور سیرت میری سیرت جیسی ہو گی۔ وہ لوگوں کو میرے دین

اور میری اطاعت کی ترغیب دے گا اور ان کو قرآن کی طرف بلائے گا۔[۵۳۴]

نیز فرمایا: میرے فرزندوں میں سے بارھواں اس طرح غیبت میں چلا جائیگا کہ وہ بالکل نہیں دکھائی دے گا۔ ایک زمانہ آئیگا اسلام محض نام کی حد تک باقی رہ جائے گا اور قرآن کا کوئی امر باقی نہیں رہے گا۔ اس وقت خدا اس کو انقلاب برپا کرنے کی اجازت دے گا اور اس کے ذریعہ اسلام کو قوت بہم پہنچائے گا اور اسکی تجدید کرے گا۔[۵۳۵]

نیز فرمایا: مہدیؑ موعود میری اولاد میں سے ایک فرد ہے جو میری سنت کی خاطر جنگ کرے گا جیسا کہ میں نے قرآن کے لیے قتال کیا ہے۔[۵۳۶]

آپ حضرات ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ یہ احادیث بڑی صراحت کے ساتھ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ امام زمانہؑ کا منشور، ان کی سیرت، اسلام کی ترویج و تبلیغ اور قرآن کی عظمت کی تجدید ہے اور وہ پیغمبر اسلامؐ کی سنت کے اجرا کے لیے جنگ کریں گے اس بنا پر اگر حصہ اول کی احادیث میں کوئی احتمال ہے تو وہ ان حدیثوں سے برطرف ہو جاتا ہے۔ اب حدیثوں کی اس طرح تفسیر کرنی چاہیے۔ غیبت کے زمانہ میں دین میں بدعتیں جاری ہو جائیں گی اور قرآن اور اسلام کے احکام کی لوگوں کی خواہشات کے مطابق تفسیر کی جائے گی۔ بہت سے احکام و حدود اس طرح بھلا دیے جائیں گے گویا وہ بنیادی طور پر جزو اسلام تھے ہی نہیں۔ جس وقت مہدیؑ کا ظہور ہو گا وہ بدعتوں کو باطل قرار دیں گے اور احکام خدا کو اس طرح جس طرح وہ صادر ہوئے تھے ظاہر کریں گے۔ حدود اسلامی کا بغیر کسی تاخیر و تساہل کے اجرا فرمائیں گے۔ ظاہر ہے کہ ایسا دستور العمل لوگوں کے لیے مکمل تازگی اور جدت کا حامل ہو گا۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: جس وقت قائمؑ کا ظہور ہو گا وہ رسول خداؐ کی سیرت کے مطابق عمل کریں گے اور آثار محمدؐ کی تفسیر بیان کریں گے۔[۵۳۷]

فضیل بن یسار کہتے ہیں میں نے حضرت محمد باقرؑ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے: جب ہمارے قائمؑ کا ظہور ہو گا تو وہ لوگوں کی طرف سے اتنی تکلیفوں کا سامنا کریں گے کہ

زمانہ جاہلیت میں پیغمبر اسلامؐ نے اتنی تکلیفوں کا سامنا نہیں کیا ہو گا۔

میں نے عرض کیا کس طرح، حضرت نے فرمایا: جس وقت حضرت پیغمبر اسلامؐ مبعوث ہوئے تھے لوگ لکڑی اور پتھر کی پرستش کرتے تھے لیکن جس وقت قائمؑ ظہور کریں گے تو لوگ خدائی احکام کی اس کے حقیقی مفہوم سے بالکل متضاد تاویل کریں گے اور اس کے لیے قرآن سے جھگڑا کریں گے اور دلیلیں لائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: قسم خدا کی قائمؑ کا انصاف ان کے گھروں میں اس طرح داخل ہو جائے گا جس طرح گرمی اور سردی کا موسم گھروں میں داخل ہو جاتا ہے۔[۵۳۸]

مہدیؑ کی توضیحات میں جدت ہے

وہ لوگ جنھوں نے اسلام کے تسلیم شدہ ارکان و اصول کو ترک کر کے ان کی بعض ظاہری باتوں پر اکتفا کیا ہے۔ وہ اسلام میں سے صرف نماز، روزہ اور نجاستوں سے دامن بچانے کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے اور اس کو بھی انہوں نے صرف مسجدوں تک محدود کر دیا ہے۔ ان چیزوں کا ان کے افعال و اعمال پر کوئی اثر نظر نہیں آتا بازاروں، گلیوں اور گھروں میں ان کا اسلام نہیں دکھائی دیتا۔ اخلاق اور اجتماعی احکام کو وہ اسلام سمجھتے ہی نہیں۔ بری خصلتیں انکی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں اور یہ بہانہ کر کے کہ واجبات اور محرمات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان کی ذمہ داری کو وہ اپنے اوپر عائد نہیں کرتے۔ اللہ کی منع کی ہوئی باتوں کو مختلف قسم کے بہانوں اور تاویلوں سے جائز شمار کرتے ہیں۔ واجب حقوق کی ادائیگی سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ احکام دین کی اپنی منشا اور خواہش کے مطابق تاویل کرتے ہیں۔ قرآن کے معاملہ میں صرف قرات صحیح تلفظ کی ادائیگی اور ظاہری احترام کے اور کچھ نہیں کرتے۔ اگر امام زمانہؑ کا ظہور ہو اور وہ ان سے کہیں کہ تم دین کی حقیقت اور اصلیت سے بہت دور ہو اور تم نے قرآن کی آیتوں اور رسول اللہؐ کی حدیثوں کی حقائق کے خلاف تفسیر و

تاویل کی ہے۔ اسلام کی حقیقت نورانی کو چھوڑ کر اس کے بعض ظواہر پر قناعت کیوں کی ہے۔ تم نے اپنے اعمال کی دین سے تطبیق نہیں کی ہے' بلکہ تم نے دین کے احکام کی اپنی دنیا کے تقاضوں کے مطابق توجیہ کی ہے' قرات اور صحت تلفظ کی اس بحث کی بجائے جو تم عمل میں لاتے ہو احکام قرآن پر عمل کرو۔ میرے دادا حضرت امام حسینؑ صرف رونے رلانے کے لیے شہید نہیں ہوئے تھے۔ تم نے میرے جد کے مقصود کو کیوں گم کر دیا ہے اور اسے کیوں پامال کیا ہے۔ تم کو چاہیے کہ تم اجتماعی اور اخلاقی احکام کو ارکان اسلام میں سے خیال کرو اور اپنے دستور العمل حیات کا جز بناؤ۔ اخلاقی برائیوں سے دامن بچاؤ۔ اپنے مالی حقوق میں بے شک مصروف رہو لیکن مختلف بہانوں سے غرور اختیار نہ کرو اور جان لو کہ فضائل و مصائب کا سن لینا' قرض' خمس اور زکوۃ کی ادائیگی شمار نہیں ہو سکتا۔ اور سود خوری' رشوت' بے ایمانی اور بغض و کینہ کو معاف نہیں کر سکتا۔ امام حسینؑ کی آتش عزا کا دھواں' بیواؤں ستم رسیدہ لوگوں اور یتیموں کی گریہ زاری کا جواب نہیں دیتا۔ غلط تاویلات و توجیہات سے سود خوری اور بغض و کینہ و حسد کو جائز نہ سمجھو۔ مختلف بہانوں سے واجبات کی ادائیگی سے پہلو تہی نہ کرو۔ پاکیزگی اور تقویٰ کو مسجدوں تک محدود نہ کرو بلکہ معاشرہ میں داخل ہو کر سب سے بڑے فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ادا کرو۔ فلاں بدبخت اور فلاں فلاں کو اسلام سے خارج کرو تو ایسا دین اور دستور العمل ان کے لیے نیا ہے اور وہ اس سے وحشت کریں گے اور اس کو بنیادی طور پر اسلام ہی نہیں سمجھیں گے اس لیے کہ اسلام کو انہوں نے کچھ اور ہی سمجھ رکھا ہے۔ انہوں نے خیال کر رکھا ہے کہ اسلام کی عظمت اور ترقی مسجدوں کو آراستہ کرنے اور بلند میناروں سے متعلق ہے۔ اگر امام کہیں کہ اسلام کی عظمت اچھے کام' سچائی' ٹھیک باتوں' وعدہ کی وفا اور حرام سے اجتناب میں مضمر ہے تو یہ بات ان کے لیے نئی ہے وہ سمجھتے تھے کہ جب امام زمانہؑ کا ظہور ہو گا تو مسلمانوں کے تمام کاموں کی اصلاح فرمائیں گے اور ان سب کے ساتھ مل کر کسی مسجد کے گوشہ میں مصروف عبادت ہو جائیں گے۔ لیکن اگر وہ دیکھیں

گے کہ امام زمانہؑ کی تلوار سے خون ٹپکتا ہے اور وہ لوگوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور جہاد کی طرف بلاتے ہیں اور ظالم نمازیوں کو قتل کرتے ہیں اور وہ اموال جو ظلم' رشوت خوری اور سود کے ذریعہ حاصل کیے گئے ہیں وہ اصل مالکوں کو لوٹاتے ہیں اور منکر زکواۃ کی گردن اڑا دیتے ہیں تو یہ دستور العمل ان کے لیے نیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: جب ہمارے قائمؑ کا ظہور ہو گا تو وہ لوگوں کو نئے سرے سے دعوت اسلام دیں گے اور ایک ایسی چیز کی طرف ہدایت کریں گے جو پرانی ہو چکی ہو گی اور لوگ اس سے بہت دور ہوں گے ان کا نام نامی مہدی ہو گا اس لیے کہ وہ حق کو قائم کرنے کے لیے ظہور فرمائیں گے۔[۵۳۹]

خلاصہ: ان کے خیالی مہدی اور ان کے دستور العمل میں اور حقیقی مہدیؑ اور اس کے دستور العمل میں زمین آسمان کا فرق ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب مہدیؑ کا دستور العمل لوگوں کو پسند نہیں آئے گا تو وہ ان سے دور بھاگیں گے لیکن جب اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں دیکھیں گے تو پھر اسے تسلیم کر لیں گے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: میں گویا قائمؑ کو دیکھ رہا ہوں کہ قبا پہنے ہوئے پیغمبرؐ کا وہ عہد نامہ جس پر طلائی مہر ہے اس کو جیب سے نکالتے ہیں اس کی مہر توڑ کر اس کو لوگوں کے سامنے پڑھتے ہیں اور لوگ بھیڑ بکریوں کی طرح ان کے پاس سے منتشر ہو جاتے ہیں اور سوائے وزیر اور گیارہ نقیبوں کے کوئی ان کے پاس نہیں رہتا۔ پس لوگ مصلح کی تلاش میں جگہ جگہ مارے مارے پھرتے ہیں لیکن جب ان کے علاوہ کوئی اور چارہ ساز نظر نہیں آتا تو ان کی طرف دوڑ کر آتے ہیں۔ قسم خدا کی مجھے معلوم ہے کہ قائمؑ ان سے کیا کہیں گے اور وہ اس کا انکار کریں گے۔[۵۴۰]

مہدیؑ اور احکام کی منسوخی

فہیمی: آپ نے پہلے فرمایا ہے کہ امام زمانہؑ قانون ساز نہیں ہیں اور وہ احکام

اسلام کو منسوخ نہیں کریں گے یہ بات درج ذیل احادیث کے ساتھ سازگار نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ اسلام میں دو خون حلال ہیں لیکن کوئی بھی ان کے لیے حکم جاری نہیں کرتا یہاں تک کہ پروردگار عالم قائم آل محمدؑ کو بھیجے گا اور وہ خدا کے حکم کو کسی گواہ کے بغیر ان کے بارے میں جاری کریں گے۔ ایک تو شادی شدہ زانی مرد سے متعلق ہے وہ اس کو سنگسار کریں گے دوسرے منکر زکواۃ ہے اسکی گردن اڑائیں گے۔ ۵۴۱

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: جب ہمارے قائمؑ کا ظہور ہو گا تو وہ داؤد اور سلمان علیہما السلام کی طرف لوگوں کے درمیاں بغیر گواھوں کے فیصلے کریں گے ۵۴۲ اس قسم کی حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اسلام کے احکام امام زمانہؑ کے ذریعہ منسوخ ہوں گے اور تازہ احکام جاری ہوں گے۔ آپ اس طرح مہدیؑ کی نبوت کو ثابت کرتے ہیں اگرچہ ان کو پیغمبر نہیں بتاتے۔

ہوشیار: پہلی بات تو یہ کہ یہ احاد حدیثیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس میں کیا حرج ہے کہ پروردگار عالم ایک حکم کی اپنے پیغمبر کو وحی کرے اور کہے کہ اس وقت سے لے کر قائمؑ کے ظہور کے زمانہ تک آپ اور مسلمان اس حکم پر عمل کریں لیکن آپ کے بارھویں جانشین اور ان کے پیرو کاروں کو چاہیے کہ دوسرے حکم پر عمل کریں۔ پیغمبر اسلامؐ بھی اس بات کی اطلاع اپنے جانشینوں کے ذریعہ بارھویں امامؑ تک پہنچا دیں۔ اس صورت میں نہ کوئی حکم منسوخ ہو گا نہ امامؑ پر کسی تازہ حکم کی وحی ہو گی۔ بلکہ پہلا حکم ابتدا سے مشروط تھا اور پیغمبرؐ بھی دوسرے حکم سے باخبر تھے مثال کے طور پر اکثریت کے خیال میں خوبی اس میں تھی کہ قاضی ظاھری خبروں، گواھوں اور قسموں کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔ پیغمبرؐ اور آئمہؑ بھی اس پر مامور تھے کہ اس طریقہ سے فیصلہ صادر کریں لیکن جس وقت مہدیؑ کا ظہور ہو اور وہ حکومت اسلامی کو تشکیل دیں تو پھر اس پر مامور ہیں کہ اپنے علم کے مطابق فیصلے کریں۔ پس اس قسم

یہ احکام ابتدا سے اسلام کا جز ہیں اور ان کے اجرا کا زمانہ مہدیؑ کے ظہور کا زمانہ ہے۔

یہ کیسے مانا جائے کہ مہدیؑ نے اب تک ظہور نہیں کیا

ڈاکٹر: ہم آپ کے دعوئ مہدویت کی اصل کو تسلیم کرتے ہیں لیکن یہ کس طرح مانیں کہ مہدیؑ نے اب تک ظہور نہیں کیا۔ اسلام کی ابتدا سے لے کر آج تک بہت سے قرشی اور غیر قرشی افراد نے مختلف شہروں میں خروج کیا اور انہوں نے مہدویت کا دعوئ بھی کیا۔ ان میں سے بعض کے لوگ معتقد بھی بن گئے اور انہوں نے اپنے بعد اپنا مذہب باقی چھوڑا اور بعض دوسروں نے چھوٹی موٹی حکومتیں بھی قائم کیں۔ ہم مہدیؑ موعود کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں حالانکہ یہ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی شخص مہدی موعود ہو اور ہم اس سے بے خبر ہوں۔

ہوشیار: جیسا کہ گذشتہ بیانات سے ظاہر ہے کہ ہم کسی ایسے مہدی کا عقیدہ نہیں رکھتے جس کا کوئی نام و نشان نہ ہو اور اس کی شناخت نہ ہو کہ اس سے مطابقت پیدا کرنے کے سلسلہ میں کسی دوسرے فرد پر شک ہو جائے۔ بلکہ پیغمبر اسلامؐ اور آئمہ اطہارؑ جنھوں نے اصل مہدیؑ کی خبر دی ہے، انہوں نے مہدیؑ کی مکمل تعریف و توصیف کے ہر قسم کے شک و شبہ کو برطرف کر دیا ہے۔ جسکا خلاصہ کچھ اس طرح ہے مہدیؑ کا نام محمد ہے اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ ان کی والدہ کا نام سوسن، صیقل اور نرجس ہے۔ وہ بنی ھاشم میں سے ہیں۔ جناب فاطمہؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ وہ امام حسینؑ کی نسل میں سے ہیں اور امام حسن عسکریؑ کے براہ راست فرزند ہیں وہ ۲۵۵ھ یا ۲۵۶ھ میں سامرہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی دو غیبتیں ہیں۔ ایک مختصر ایک طویل۔

اسلام کو منسوخ نہیں کریں گے یہ بات درج ذیل احادیث کے ساتھ سازگار نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ اسلام میں دو خون حلال ہیں لیکن کوئی بھی ان کے لیے حکم جاری نہیں کرتا یہاں تک کہ پروردگار عالم قائم آل محمدؑ کو بھیجے گا اور وہ خدا کے حکم کو کسی گواہ کے بغیر ان کے بارے میں جاری کریں گے۔ ایک تو شادی شدہ زانی مرد سے متعلق ہے وہ اس کو سنگسار کریں گے دوسرے منکر زکواۃ ہے اسکی گردن اڑائیں گے۔ ۵۴۱

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: جب ہمارے قائمؑ کا ظہور ہو گا تو وہ داؤد اور سلیمان علیہما السلام کی طرف لوگوں کے درمیان بغیر گواہوں کے فیصلے کریں گے ۵۴۲ اس قسم کی حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اسلام کے احکام امام زمانہؑ کے ذریعہ منسوخ ہوں گے اور تازہ احکام جاری ہوں گے۔ آپ اس طرح مہدیؑ کی نبوت کو ثابت کرتے ہیں اگرچہ ان کو پیغمبر نہیں بتاتے۔

ہوشیار: پہلی بات تو یہ کہ یہ احاد حدیثیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس میں کیا حرج ہے کہ پروردگار عالم ایک حکم کی اپنے پیغمبر کو وحی کرے اور کہے کہ اس وقت سے لے کر قائمؑ کے ظہور کے زمانہ تک آپ اور مسلمان اس حکم پر عمل کریں لیکن آپ کے بارھویں جانشین اور ان کے پیرو کاروں کو چاہیے کہ دوسرے حکم پر عمل کریں۔ پیغمبر اسلامؐ بھی اس بات کی اطلاع اپنے جانشینوں کے ذریعہ بارھویں امامؑ تک پہنچا دیں۔ اس صورت میں نہ کوئی حکم منسوخ ہو گا نہ امامؑ پر کسی تازہ حکم کی وحی ہو گی۔ بلکہ پہلا حکم ابتدا سے مشروط تھا اور پیغمبرؐ بھی دوسرے حکم سے باخبر تھے مثال کے طور پر اکثریت کے خیال میں خوبی اس میں تھی کہ قاضی ظاہری خبروں، گواہوں اور قسموں کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔ پیغمبرؐ اور آئمہؑ بھی اس پر مامور تھے کہ اس طریقہ سے فیصلہ صادر کریں لیکن جس وقت مہدیؑ کا ظہور ہو اور وہ حکومت اسلامی کو تشکیل دیں تو پھر اس پر مامور ہیں کہ اپنے علم کے مطابق فیصلے کریں۔ پس اس قسم

کے احکام ابتدا سے اسلام کا جز ہیں اور ان کے اجرا کا زمانہ مہدیؑ کے ظہور کا زمانہ ہے۔

یہ کیسے مانا جائے کہ مہدیؑ نے اب تک ظہور نہیں کیا

ڈاکٹر: ہم آپ کے دعویٰ مہدویت کی اصل کو تسلیم کرتے ہیں لیکن یہ کس طرح مانیں کہ مہدیؑ نے اب تک ظہور نہیں کیا۔ اسلام کی ابتدا سے لے کر آج تک بہت سے قرشی اور غیر قرشی افراد نے مختلف شہروں میں خروج کیا اور انہوں نے مہدویت کا دعویٰ بھی کیا۔ ان میں سے بعض کے لوگ معتقد بھی بن گئے اور انہوں نے اپنے بعد اپنا مذہب باقی چھوڑا اور بعض دوسروں نے چھوٹی موٹی حکومتیں بھی قائم کیں۔ ہم مہدیؑ موعود کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں حالانکہ یہ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی شخص مہدی موعود ہو اور ہم اس سے بے خبر ہوں۔

ہوشیار: جیسا کہ گزشتہ بیانات سے ظاہر ہے کہ ہم کسی ایسے مہدی کا عقیدہ نہیں رکھتے جس کا کوئی نام و نشان نہ ہو اور اس کی شناخت نہ ہو کہ اس سے مطابقت پیدا کرنے کے سلسلہ میں کسی دوسرے فرد پر شک ہو جائے۔ بلکہ پیغمبر اسلامؐ اور آئمہ اطہارؑ جنھوں نے اصل مہدیؑ کی خبر دی ہے، انہوں نے مہدیؑ کی مکمل تعریف و توصیف کے ہر قسم کے شک و شبہ کو برطرف کر دیا ہے۔ جسکا خلاصہ کچھ اس طرح ہے مہدیؑ کا نام محمد ہے اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ ان کی والدہ کا نام سوسن، صیقل اور نرجس ہے۔ وہ بنی ہاشم میں سے ہیں۔ جناب فاطمہؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ وہ امام حسینؑ کی نسل میں سے ہیں اور امام حسن عسکریؑ کے براہ راست فرزند ہیں وہ ۲۵۵ھ یا ۲۵۶ھ میں سامرہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی دو غیبتیں ہیں۔ ایک مختصر ایک طویل۔

دوسری غیبت اس قدر طویل ہو گی کہ بہت سے لوگ ان کے وجود ہی کا انکار کر دیں گے۔ ان کی عمر بہت طویل ہو گی۔ ان کی دعوت جہاد اور ظہور کی ابتدا مکہ سے ہو گی۔ وہ شمشیر بکف ہو کر انقلاب برپا کریں گے اور تمام ظالموں اور مشرکوں کو قتل کر دیں گے تمام اہل کتاب اور مسلمان ان کو تسلیم کر لیں گے۔ وہ ایک عالمگیر اسلامی حکومت قائم کریں گے۔ ظلم و ستم کی بیخ کنی کر دیں گے اور عدالت و انصاف سے روئے زمین کو پر کر دیں گے۔ اسلام کو عام دین بنائیں گے اور اسکی ترویج و توسیع کے لیے سعی بلیغ فرمائیں گے۔ مسلمان ایسے فرد کے انتظار میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

سید علی محمد شیرازی

جناب ڈاکٹر صاحب! اب میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں۔ آیا ان لوگوں میں جنھوں نے اب تک مہدویت کا دعویٰ کیا ہے آپ کسی میں ایسی صفتیں اور علامات پاتے ہیں جن کی بنا پر اسکے دعویٰ مہدویت کی صداقت کا احتمال پیدا ہو۔ مثال کے طور پر ایک شخص ہے جس نے ایک ایرانی شہر میں مہدویت کا دعویٰ کیا تھا لیکن وہ امام حسن عسکریؑ کا لڑکا نہیں تھا۔ اسکی غیبت بھی طولانی نہیں تھی۔ اسکی عمر بھی طویل نہیں تھی۔ اس نے زندگی بھر جنگ بھی نہیں کی اور ظالموں کا خون بھی نہیں بہایا۔ عالمگیر اسلامی حکومت بھی اس نے تشکیل نہیں دی۔ نہ صرف یہ کہ زمین کو عدل و انصاف سے پر نہیں کیا بلکہ معمولی سے دست ظلم کو بھی اس نے ظلم سے نہیں روکا۔ نہ صرف دین اسلام کو تمام روئے زمین پر نہیں پھیلایا بلکہ اس کے تمام احکام و قوانین کو منسوخ کر کے ایک تازہ آئین اسکی جگہ لے آیا۔ علم و دانش سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا اور اس نے کوئی معجزانہ اقدام بھی نہیں کیا۔ پھر یہ بھی ہے کہ اپنے کیے پر اس نے توبہ کی اور ندامت کا اظہار کیا اور انجام کار سولی پر چڑھ گیا۔ کیا کوئی باشعور اور عاقل اس احتمال کو تسلیم کر سکتا ہے۔ کہ ایسا فرد مسلمانوں کا مہدی موعود

ہے۔ اس [illegible] شیرازی مہدی نما کی داستان اس قزوینی پہلوان نما آدمی سے مشابہت رکھتی ہے جس کا دفتر اول مثنوی میں ذکر ہے۔

ایک قزوینی حجام کے پاس گیا۔ اور کہا کہ میرے جسم پر گود کر نشان بنا دے۔ حجام نے کہا اے پہلوان کس کی شکل بناؤں۔ اس نے کہا خطرناک شیر کی شکل بنا دے تب اس نے سوئی گھسانی شروع کی۔ اس سے پہلوان کے شانے میں تکلیف ہو گئی پہلوان نے درد بھری آواز میں کہا اے بلند منصب۔ تو نے مجھے مار ڈالا کس کی شکل بنا رہا ہے۔ اس نے کہا تو نے مجھے شیر کی شکل کہی تھی۔ وہ بولا تو نے کون سے عضو سے تصویر کی ابتدا کی ہے حجام نے کہا دم بنانی شروع کی ہے۔ اس نے کہا اے میری دونوں آنکھوں کی ٹھنڈک دم بنانی چھوڑ دے۔ اے شیر بنانے والے بے دم کا شیر بنا۔ اس لیے کہ اس زخم سے میرا دل کمزور ہو گیا۔ حجام نے ایک اور جگہ زخم لگایا۔ فورا بغیر کسی احساس رحم کے پہلوان نے کہا یہ شیر کے جسم کا کونسا حصہ ہے۔ حجام نے کہا اے تند خو میں یہ کان بنا رہا ہوں اس نے کہا اے بلند ہمت اس شیر کے کان نہیں ہیں۔ کان بنانا چھوڑ دے اور کام کو مختصر کر دے حجام نے ایک اور جگہ سوئی چبھوئی۔ قزوینی نے پھر رونا شروع کر دیا یہ تیسرا کون سا عضو بدن ہے۔ وہ بولا یہ شیر کا پیٹ ہے کہنے لگا اس شیر کا پیٹ نہیں ہے۔ اس منحوس کے لیے پیٹ کہاں سے آئے گا۔ حجام حیران و پریشان ہو گیا۔ دیر تک پریشانی کے عالم میں سوچتا رہا پھر اس نے سوئی زمین پر پھینک دی اور کہنے لگا کہ دنیا میں کسی پر ایسی مصیبت نہیں پڑی ہو گی بغیر دم، اور کان کا شیر کس نے دیکھا ہے۔ ایسا شیر خدا نے کب پیدا کیا ہے۔ چونکہ سوئی کے استعمال کی تجھ میں طاقت نہیں ہے لہٰذا ایسے شیر کی بات نہ کر۔

پرکشش اتفاقات یہ ہیں کہ علی محمد شیرازی نے اس وقت جب اس کے سر میں قائم بننے اور مہدویت کا دعویٰ کرنے کا سودا نہیں سمایا تھا ایک کتاب تفسیر سورہ کوثر کے نام سے لکھی تھی۔ اس کتاب میں مہدیؑ موعود کے بارے میں اس نے حدیثیں نقل کی تھیں جن میں سے ایک بھی اس کی اپنی مہدویت کے لیے سازگار نہیں ہے

اور یہ بات بعد میں اس کے پیروکاروں کے لیے اور خود اس کے لیے مشکلات اور دردِ سر کا باعث بنی۔ اس کتاب میں وہ لکھتا ہے کہ موسیٰ ابن جعفر بغدادی نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام حسن عسکریؑ سے سنا ہے کہ وہ فرما رہے تھے: گویا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے بعد میرے جانشین کے بارے میں اختلاف کر رہے ہو لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہر وہ شخص جو رسول خداؐ کے بعد تمام اماموں کا اقرار کرے لیکن میرے فرزند کا انکار کر لے وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے تمام پیغمبروں کو مانا ہو لیکن رسول خداؐ کو نہ مانا ہو اور ہر وہ شخص جو رسول خداؐ کا انکار کر دے وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے تمام رسولوں کی رسالت کا انکار کر دیا ہو اس لئے کہ ہمارے آخری فرد کی اطاعت ہمارے سب سے پہلے فرد کی اطاعت کی طرح ہے اور ہمارے آخری فرد کے منکر کی مثال ایسی ہے جیسے اس نے پہلے فرد ہی کا انکار کر دیا ہو۔ جان لو کہ میرے بیٹے کی ایک غیبت ہے سوائے ان لوگوں کے جن کا خدا نگہبان ہو گا اس کے بارے میں باقی سب شک میں مبتلا ہو جائیں گے۔۵۴۴

امام رضاؑ نے دعبل سے فرمایا: میرے بعد میرا فرزند امام ہے اس کے بعد اس کا بیٹا علیؑ امام ہے۔ علیؑ کے بعد اسکا بیٹا حسنؑ امام ہو گا اور حسنؑ کے بعد اس کا فرزند حجت و قائم ہے کہ غیبت کے زمانہ میں اسکا انتظار کرنا چاہیے اور جب ظہور کرے تو اس کی اطاعت کرنی چاہیے۔ اگر دنیا کی عمر میں سے ایک دن بھی باقی رہا ہو گا خدا اس کو طویل کر دے گا۔ یہاں تک کہ قائمؑ انقلاب برپا کرے اور دنیا کو عدل و انصاف سے پر کرے جیسی کہ وہ ظلم و جور سے پر ہو چکی ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کا ظہور کب ہو گا تو اس طرح ہے کہ میرے بزرگوں نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ آپ کے فرزند قائمؑ کا ظہور کب ہو گا؟ حضرت نے جواب میں فرمایا: قائم کا ظہور قیامت کی طرح ہے کہ سوائے خدا کے اسکا وقت کوئی نہیں بتا سکتا۔ اس لیے کہ زمین و آسمان اس پر بہت گراں و سنگین ہیں وہ ناگہاں پہنچ جائے گا۔۵۴۵

جیسا کہ آپ نے دو حدیثوں میں ملاحظہ فرمایا کہ کچھ مطالب واضح ہوئے ہیں پہلی بات تو یہ کہ قائمؑ اور مہدیؑ براہ راست حضرت امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہیں دوسرے یہ کہ ان کے لیے طویل غیبت ہے۔ تیسرے یہ کہ جب وہ ظہور کریں گے تو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ چوتھی بات یہ کہ ان کے ظہور کے لیے کسی خاص وقت کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔

امام غائب کے وجود کا اقرار

سید علی محمد نے سورہ کوثر کی تفسیر میں چند مقامات پر امام غائب کے وجود کا اقرار کر کے ان کی علامتوں اور نشانیوں کو تحریر کیا ہے۔ ایک مقام پر لکھا ہے کہ امام غائب کے وجود کے بارے میں شک کی گنجائش ہی نہیں ہے اس لیے کہ اگر ان کا وجود نہ ہو تو کسی دوسرے کا وجود بھی نہ ہو گا۔ ان کا معاملہ آسمان کے سورج کی روشنی کی طرح ہے اس لیے ان کے وجود میں شک کرنا خدا کی قدرت کا انکار کرنا ہے اور جو کوئی خدا کے وجود میں شک کرے وہ کافر ہے۔

یہاں تک تحریر کیا ہے کہ: لیکن امامیہ فرقہ کے مومنین اور مسلمانوں کے نزدیک پایہ نبوت کو پہنچ چکا ہے۔ میری اور ہر ایک کی روح اور عالم خلق و امر میں موجود ہے آپ پر قربان ہوتی ہے۔ ان کی غیبت صغریٰ' ان ایام کے معجزات اور ان کے سفیروں کی نشانیاں بھی ان پر ثابت ہو چکی ہیں۔

اسی کتاب کے ایک اور مقام پر لکھا ہے: وہ خلف صالح ہیں' ان کی کنیت ابوالقاسم ہے وہ قائم بامراللہ ہیں اور خلق خدا پر حجت ہیں بقیۃ آل اللہ ہیں اور مہدی ہیں وہ لوگوں کو پوشیدہ امور کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔ مجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ میں ان کا نام نامی اس طرح لوں جس طرح امام نے لینا پسند کیا ہے یعنی م ح م د اور اس سلسلہ میں آپ کے ناحیہ مقدس سے نصوص صادر ہوئے ہیں۔ خود امامؑ نے اپنی توقیع

مبارک میں فرمایا ہے: جو کوئی مجمع عام میں میرا نام لے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

اسی کتاب کے ایک اور مقام پر ہے: حضرت ولی عصرؑ کے لیے دو غیبتیں ہیں غیبت صغریٰ کے زمانہ میں ان کے قابل اعتماد وکیل اور نائب ہیں جو ان کے مقرب ہیں۔ غیبت صغریٰ چوہتر سال اور کچھ دن پر محیط ہے۔ ان کے نائبین (میری روح ان پر فدا) عثمان بن سعید عمروی ان کے فرزند محمد بن عثمان، حسین ابن روح اور علی بن محمد سمری ہیں۔

ایک اور مقام پر لکھتا ہے: ایک روز میں مسجد الحرام میں رکن یمانی کے قریب نماز میں مصروف تھا۔ میں نے ایک خوبصورت اور تندرست نوجوان کو دیکھا جو بڑے خضوع و خشوع کے ساتھ نماز میں مصروف تھا۔ اس کے سر پر سفید عمامہ تھا اور وہ اونی عبا پہنے ہوئے تھا۔ اس کی وضع قطع ایرانی تاجروں جیسی تھی۔ میرے اور اس کے درمیان چند قدم سے زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ یک لخت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ شاید یہ امام زمانہؑ ہوں لیکن ان کے قریب جاتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہوئی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو میں نے اس جوان کو نہ دیکھا۔ پھر بھی مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ صاحب الامرؑ تھے۔

سید علی محمد اور توقیت (وقت مقرر کرنا) کی حدیثیں

درج ذیل حدیث بھی سورہ کوثر کی تفسیر کے سلسلہ میں لکھی گئی ہے۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں قائمؑ کا ظہور کب ہو گا۔ آپ نے فرمایا: اے ابو محمد! ہم اہل بیتؑ ان کے وقت ظہور کو معین نہیں کرتے۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے: ظہور کے وقت کو معین کرنے والے دروغ گو ہیں۔[۵۴۶]

اس حدیث سے اور اس قسم کی احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آئمہ اطہارؑ

نے ظہور کا وقت معین نہیں کیا ہے اور وقت مقرر کرنے والوں کو جھوٹا قرار دیا ہے۔

لیکن سید علی محمد کے پیروکاروں نے ان وضاحتوں کو نظرانداز کر کے اپنے پیشوا کی واضح نص کے بر خلاف بہت سی تاویلوں اور توجیہوں کے ساتھ ابولبید مخزومی کی ضعیف حدیث کتابوں میں سے تلاش کر لی ہے اور سید علی محمد کے ظہور کا مفہوم اس سے نکال لیا ہے۔

وہ کتابیں جو اس فرقہ کی تردید میں لکھی گئی ہیں ان میں ابولبید کی حدیث کو موضوع بحث بنا کر بہت سے اعتراضات وارد کیے گئے ہیں۔ اگر ہم ان مباحث کا جائزہ لینا چاہیں تو ہم اپنے اصل موضوع سے بہت دور نکل جائیں گے للذا جو تحقیق کے طلب گار ہیں ہم ان کو تردید میں لکھی جانے والی کتابوں کا حوالہ دے دیتے ہیں اور فی الحال اسی نکتہ پر اکتفا کرتے ہیں، کہ ابوبصیر کی اس حدیث کے مطابق جس کا سید علی محمد نے بھی اقرار کیا ہے اور اپنی کتاب میں اسے تحریر کیا ہے، ہر وہ حدیث جو قائم آل محمدؑ کے ظہور کا وقت معین کرے اسے جھوٹا قرار دیا جانا چاہیے اور اس سے استنباط کلام کرنا جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ ابولبید کی حدیث ہو یا کوئی اور حدیث۔

سورہ کوثر کی تفسیر میں درج ذیل حدیث بھی تحریر ہے:۔

امام جعفر صادقؑ نے ایک مفصل حدیث میں فرمایا ہے کہ ہمارے قائمؑ کی غیبت کا بھی امت انکار کر دے گی۔ ایک فرد بغیر کسی اطلاع کے کہے گا کہ امام پیدا ہی نہیں ہوئے ہیں۔ دوسرا کہے گا پیدا ہوئے تھے مگر انتقال کر چکے ہیں۔ تیسرا منکر ہو جائے گا اور کہے گا گیارھویں امامؑ کی کوئی اولاد ہی نہیں تھی۔ ایک اور فرد اپنی باتوں کے ذریعہ افتراق پیدا کرے گا اور اماموں کی تعداد تیرہ یا اس سے زیادہ بتائے گا۔ کوئی اور گناہ گار ہوتے ہوئے یہ کہے گا قائمؑ کی روح ایک اور شخص کے جسم میں سے گفتگو کرتی ہے۔[۵۴۷]

اس کے پیروکار کیا کہتے ہیں

ان وضاحتوں کے ہوتے ہوئے جو سید علی محمد نے اپنی تفسیر میں کی ہیں اور ہم نے ان میں سے کچھ نمونے کے طور پر پیش کی ہیں نہ معلوم اس کے پیروکار کس عقیدہ کے حامل ہیں۔ اگر اس کو مہدی موعود و قائم جانتے ہیں تو یہ بات اس کے علاوہ کہ اہل بیتؑ کی روایات سے مطابقت نہیں رکھتی خود علی محمد کی تصریحات کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ اس نے امام زمانہؑ و قائم آل محمدؐ کو امام حسن عسکریؑ کے براہ راست فرزند کی حیثیت سے متعارف کیا ہے۔ ان کا نام م ح م د بتایا ہے اور کنیت ابوالقاسم بتائی ہے۔ ان کے لیے غیبت صغریٰ و کبریٰ کو ضروری قرار دیا ہے اور ان کے چاروں نائبوں کے نام لے کر کہا ہے کہ میں نے ایک جوان کو مسجد الحرام میں دیکھا اور مجھے یہ احتمال گزرا کہ وہ امام زمانہؑ ہیں لیکن مجھے یقین نہیں آیا۔

اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ امام زمانہؑ کی روح اس میں حلول کر آئی ہے اور وہ قائم آل محمدؐ کا مظہر ہے تو یہ عقیدہ بھی باطل ہے اس لیے کہ یہ بات تناسخ و حلول سے متعلق ہے اور حلول و تناسخ کا بطلان ازروئے علم ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ مذکورہ عقیدہ خود سید علی محمد کی اس حدیث سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا جو اس نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے۔ اس لیے کہ امام جعفر صادقؑ نے اس حدیث میں فرمایا ہے کہ لوگوں کا ایک طبقہ گناہ گار ہوتے ہوئے یہ کہے گا کہ قائمؑ کی روح ایک دوسرے شخص کے بدن میں سے گفتگو کرتی ہے۔

پیغمبری اور بابیت کی نسبت سے دامن بچاتے ہوئے

اگر وہ اس کو پیغمبر یا باب سمجھتے ہیں تو وہ خود اس پر راضی نہیں ہے اور ایسا کہنے والے کو کافر قرار دیتا ہے۔

تفسیر سورہ کوثر میں تحریر کرتا ہے کہ: جو شخص کہے "ذکر اسم ربک" وہ خود

دعویٰ کر رہا ہے کہ اس پر وحی بھی ہوتی ہے اور قرآن بھی نازل ہوتا ہے۔ وہ کافر ہے اور وہ لوگ جو یہ کہیں "ذکر اسم ربک" وہ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ حضرت بقیۃ اللہؑ کے باب ہیں۔ یہ بھی کافر ہیں۔ خدایا تو گواہ رہیو کہ جو شخص خدا یا ولی ہونے کا دعویٰ کرے یا قرآن کے نزول کا دعویٰ کرے یا یہ کہے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے یا تیرے دین میں کچھ کمی بیشی کرے وہ کافر ہے اور میں اس سے بیزار ہوں۔ تو ہی گواہ ہے کہ میں نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں حضرت بقیۃ اللہؑ کا باب ہوں۔

سید علی محمد جب سورہ کوثر کی تفسیر لکھنے میں مشغول تھا تو اس کے دماغ میں کوئی دعویٰ نہیں تھا وہ خود کو صرف ایک صاحب لیاقت اور عالم سمجھتا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ خود خانہ نشین تھا اور دوسرے علما کو اچھے مناصب پر دیکھ رہا تھا اس لئے رنجیدہ تھا۔

ایک مقام پر لکھتا ہے: خدا نے مجھ پر احسان کرکے میرے دل کو نور سے معمور کر دیا ہے مجھے یہ پسند ہے کہ دین خدا جس طرح قرآن میں نازل ہوا ہے اور جس پر اہل بیتؑ کی حدیثیں شاہد ہیں اس کا اسی طرح اظہار کروں۔

وہ ان غیر معقول نسبتوں سے جو اسے دی جاتی تھیں تکلیف محسوس کرتا تھا اور خود کو ان سے مبرا رکھتا تھا لیکن بعد میں اس کے اپنے بارے میں اس پر یہ روشن ہوا کہ لوگوں کی حماقت خیال و تصور سے بھی زیادہ ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ جو کچھ کہے اسے قبول کرتے ہیں بلکہ اس پر اضافہ بھی کر لیتے ہیں۔ اس وقت قائم بننے کی ہوس اس کے دماغ میں وارد ہوئی اور اس نے علانیہ طور پر اس کا دعویٰ کیا۔

کتاب بیان کے ساتویں باب کے دوسرے حصہ میں کہتا ہے کہ ظہور قائم آل محمدؐ بالکل ویسا ہی ہے جیسے ظہور رسول خداؐ۔ یہ اس وقت تک معلوم نہیں ہوتا جب تک ثمرات اسلام کو ان آیات قرآنیہ کی مدد سے حاصل نہ کیا جائے جو لوگوں کے دلوں میں بو دی گئی ہیں۔ اور اسلام کا ثمر اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ اس پر ایمان لایا جائے اور اس کی تصدیق کی جائے۔ وہ صورت جو اس کے برعکس نتیجہ پیدا کرے اور ثمر دے وہ اسلام کے دائرہ ہی میں پیدا ہوتی ہے اور اسے اظہار اسلام کا نام دیتے ہیں

اور اسے بغیر کسی حق کے کوہ ماکو میں قرار دیتے ہیں۔ پھر اسی باب میں لکھتا ہے کہ اسی نفس کے ساتھ جس نے تمام عمر ریاضت کی ہے اور مجاہدے کیے ہیں صرف رضائے خدا کے حصول کے لیے اور اگر یہ قائم آل محمدؑ کو خواب میں دیکھتا تو اس خواب پر فخر کرتا۔ حال یہ ہے کہ ظہور الٰہی سے جو ہر ظہور سے زیادہ ظاہر ہے وہ آیات و دلائل جن کی بنیاد پر اسلام ثابت ہوتا ہے انہیں خداوند عالم کے ظہور میں اپنے طور پر پیش کرنا اور اپنے ایمان کے ثمرہ کو جو اپنے مقام پر ظاہر نہیں ہوتا' جس کی بنا پر وہ پیدا ہوا تھا' وہ اپنی جگہ پر اس انداز میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ وہ اس شخص پر فتویٰ لگاتا ہے جو شب و روز خدا کی طرف متوجہ ہے اور ایاک نعبد کا ورد کرتا ہے۔

اسی کتاب کے پچیسویں باب کے دوسرے حصہ میں یوں لکھتا ہے کہ اگر رسول اللہؐ پر اور انکی کتاب پر اس بات کا یقین کریں کہ ظہور قائمؑ بعینہ رسول اللہؐ کا ظہور ہے جو آخرت میں زیادہ بہتر انداز میں ہو گا اور یہ کتاب .بعنیہ وھی فرقان ہے جو آخر کار بہتر طریقہ پر نازل ہوا۔ اس قسم کا کوئی شخص جو قرآن پر ایمان رکھتا ہو دین سے خارج نہیں۔

اسی کتاب کے تیسرے باب کے نویں حصہ میں لکھتا ہے اسی طرح نقطہ بیان کے ظہور کے سلسلہ میں سب لوگ اس امر کا یقین کریں کہ یہ وہی مہدی ہے جس کے آنے کا وعدہ کیا گیاہے اور رسول اللہؐ نے جس کی خبر دی ہے اور قول رسول اللہؐ کے مطابق مومنین میں سے کوئی شخص بھی منحرف نہ ہو۔

ہمارے پاس کوئی بنیاد نہیں ہے کہ ہم اس نئے آئین کا مکمل طور پر مطالعہ کریں اور اس کے بطلان کو آپ پر واضح کریں۔ اگر آپ تفصیل کے طلب گار ہیں تو ان کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں جو اس فرقہ کی رد میں لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح اس امر کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ ان تمام لوگوں کے مطالعہ اور تحقیق کو ضروری قرار دیں جنھوں نے اب تک مہدویت کا دعویٰ کیا ہے ان کی دلیلوں کو پرکھیں ان کے عقائد و احکام کا تجزیہ کریں اور ان کی تحلیل کریں اس لیے کہ یہ مفصل بحثیں ہماری

نشست کے تحمل سے کہیں زیادہ ہیں لہٰذا ان کے رد کرنے کے سلسلہ میں اسی پہلے جواب پر اکتفا کرتے ہیں۔

یہ بات ہم پھر دہراتے ہیں کہ مہدی موعودؑ کی قطعی احادیث کے وسیلے سے مکمل طور پر تعریف و توصیف ہو چکی ہے۔ اگر کسی شخص کو آپ صفات مذکورہ کا حامل پائیں تو چاہیے کہ اس کو تسلیم کرلیں اور ایسا شخص جس میں یہ صفتیں اور علامات نہ ہوں اس کے دعویٰ کو رد کر دیں۔ وہ لوگ جنھوں نے اب تک مہدویت کا دعویٰ کیا ہے ان میں وہ صفات نہیں تھیں۔ اور اگر وہ اپنے مدعا کے اثبات کے لیے کسی واحد ضعیف حدیث سے تمسک کریں یا کسی حدیث کی اپنے مقصد کے اثبات کے لیے تاویل و توجیہ کریں تو وہ ان کے مدعا کے اثبات کے لیے کافی نہیں ہے اس لیے کہ ایک یا دو حدیثیں قطعی کثیر احادیث کے مقابلہ میں قابل اعتبار نہیں ہوتیں۔

غلط دعویٰ اور اس کے ماننے والوں کا وجود

انجینیر: اگر ان افراد کا دعویٰ فضول اور غلط تھا تو انہوں نے یہ اتنے عقیدت مند اور جاں نثار کس طرح بنا لیے۔

ہوشیار: عقیدت مند ہو جانا اور کچھ لوگوں کا ایک شخص کا فدا کار بن جانا اس کی سچائی کی دلیل نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ غلط دین اور عقائد دنیا میں ہمیشہ رہے ہیں اور ان کے نہایت مخلص عقیدت مند اور جاں نثار بھی ہوئے ہیں۔ عام نادان طبقے کی جاں نثاری اور ان کے ثبات قدم کو نہ تو ان کی سچائی کی دلیل سمجھا جا سکتا ہے اور نہ اسے ان کے پیشوا کی صداقت کی دلیل کہہ سکتے ہیں۔ آپ تاریخ ادیان کا مطالعہ فرمائیں تاکہ حقیقت حال آپ پر واضح ہو جائے۔ مثال کے طور پر آپ ملاحظہ فرمائیں۔ یہی دور جو علم و دانش کا عہد کہلاتا ہے کروڑوں اور اربوں انسان ہندوستان میں ایسے ہیں جو گائے کے سامنے خضوع و خشوع کا اظہار کرتے ہیں اور اسکی تعریف کرتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ عالم بالا میں اس جانور کا بڑا بلند مرتبہ ہے۔ گائے

لئے ذبح کرنے کو اور اس کا گوشت کھانے کو وہ لوگ حرام سمجھتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں کسی جسارت کو اور ایسے رویہ کو جو احترام پر مبنی نہ ہو گناہ شمار کرتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک بے پروا گائے بازار کے درمیان لیٹی ہوئی آرام کر رہی ہے اور موٹریں مجبور ہیں کہ اس کے عقب میں بڑھیں لیکن کسی شخص کو حق کہ پولیس کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ اس جانور کے معاملہ میں مداخلت کرے اس وقت تک جب تک وہ خود اپنی خواہش کے مطابق راستے سے نہ اٹھے۔ ہندو گائے کے دفاع کے سلسلہ میں جان قربان کر دیتے ہیں اور ہندو اور مسلمانوں کے درمیان ایک وجہ فساد گائے کا ذبح کرنا بھی ہے۔ اسی طرح ہندو بندر کا اس قدر احترام کرتے ہیں اور اس کے سامنے جھکتے ہیں کہ وہ بڑی آزادی سے لوگوں کے کاموں میں مداخلت کرتے ہیں اور کسی میں یہ جرات نہیں ہوتی کہ ان کے معاملہ میں کسی جسارت سے کام لے۔ بندروں کا معاملہ حکومت کے کئی پیچیدہ مسائل میں شمار ہوتا ہے لہذا حکومت مجبور ہو جاتی ہے کہ ان کو شہروں میں جمع کر کے بڑی عزت و احترام کے ساتھ جنگلوں کی طرف روانہ کرے پھر بھی یہ عمل مقدس ہندوؤں پر گراں گزرتا ہے۔[۵۵]

بہرحال میرا خیال ہے کہ جتنے ضروری مسائل پر بحث کی ضرورت تھی وہ زیر مطالعہ و تجزیہ آ چکے اور ہمارے سامنے اب کوئی ایسا اہم مسئلہ نہیں ہے جو قابل بحث ہو۔ اگر آپ مناسب سمجھتے ہوں تو ہم نشستوں کے اس سلسلہ کو ختم کر دیں اور اس سے زیادہ آپ حضرات کا وقت نہ لیں۔

جلالی: میرا بھی یہی خیال ہے کہ اب کوئی اہم مسئلہ باقی نہیں رہا۔

ڈاکٹر: میں ان علمی نشستوں سے بہت زیادہ مستفیض ہوا ہوں اور میرا خیال ہے کہ باقی تمام بھائی بھی یہی محسوس کرتے ہوں گے۔ ہم سب کی یہ خواہش تھی کہ اور نشستیں ہوں اور ہم اور مستفیض ہوں لیکن ڈاکٹر ہوشیار صاحب کی مصروفیت کے پیش نظر میں بھی ان نشستوں کے اختتام کی تجویز سے متفق ہوں اور یہ امید رکھتا ہوں کہ کسی دوسری فرصت میں ہم پھر ان کی موجودگی سے مستفیض ہوں گے۔

یہاں یہ ضروری ہے کہ ہم ان کی کرم فرمائی کا شکریہ ادا کریں۔ پروردگار عالم بقیۃ اللہ اعظمؑ کے ظہور کو نزدیک فرمائے اور ہم سب کو اسلام کا خدمت گزار اور قائم آل محمدؐ کا دوست قرار دے۔

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مدارک ماخذ کتاب

مدارک و ماخذ کتاب

نمبر	کتاب	مصنف
۱۔	قرآن کریم	
۲۔	نہج البلاغہ	
۳۔	اصول کافی	محمد یعقوب کلینی
۴۔	بحار الانوار	مجلسی
۵۔	اثبات الهداۃ	محمد بن حسن حرعاملی
۶۔	صحیح مسلم	مسلم بن حجاج نیشاپوری
۷۔	سنن ابن داود	ابو داود سلیمان ابن اشعر بجستانی
۸۔	سنن ابن ماجہ	ابو عبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ بن ما.
۹۔	صحیح ترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن سورہ
۱۰۔	صحیح بخاری	محمد بن اسمٰعیل بخاری
۱۱۔	مسند احمد	احمد بن محمد بن حنبل
۱۲۔	مجمع الزوائد	علی بن ابی بکر ہیثمی
۱۳۔	الحاوی للفتاوی	جلال الدین سیوطی
۱۴۔	البیان	محمد بن یوسف شافع
۱۵۔	نور الابصار	سید محسن شبلنجی
۱۶۔	مشکوۃ المصابیح	محمد بن عبداللہ خطیب
۱۷۔	ینابیع المودۃ	شیخ سلیمان
۱۸۔	کفایت الطالب	محمد بن یوسف گنجی شافعی
۱۹۔	اسعاف الراغبین	محمد بن علی الصبان
۲۰۔	فصول المہمہ	علی بن محمد بن احمد بن الصباغ مالکی
۲۱۔	ذخائر العقبیٰ	محب الدین طبری

۲۲۔	تذکرہ خواص الامتہ	سبط بن حوزی
۲۳۔	نظم درر السمطین	محمد بن یوسف
۲۴۔	کنز العمال	علی بن حسام الدین
۲۵۔	مطالب السئول	محمد بن طلحہ شافعی
۲۶۔	الصواعق المحرقہ	احمد بن حجر ہیثمی
۲۷۔	مقدمہ	ابن خلدون
۲۸۔	الامتہ و السیاستہ	ابن قتیبہ
۲۹۔	الطبقات الکبیر	محمد بن سعد
۳۰۔	ملل و نحل	شہرستانی
۳۱۔	فرق الشیعہ	حسن بن موسی نوبختی
۳۲۔	المقالات و الفرق	سعد بن عبداللہ اشعری
۳۳۔	**مقاتل الطالبین**	ابو الفرج اصفہانی
۳۴۔	آغانی	ابو الفرج اصفہانی
۳۵۔	وفیات الاعیان	احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان
۳۶۔	تاریخ الرسل و الملوک	محمد بن جریر طبری
۳۷۔	البدایتہ و النہایتہ	اسمٰعیل بن عمر بن کثیر
۳۸۔	مروج الذہب	علی بن حسین مسعودی
۳۹۔	تاریخ یعقوبی	احمد بن ابی یعقوب
۴۰۔	صفتہ الصفوۃ	ابو الفرج
۴۱۔	روضتہ الصفا	میر خواند
۴۲۔	اثبات الوصیتہ	مسعودی
۴۳۔	تاریخ بغداد	احمد بن علی خطیب بغدادی
۴۴۔	تاریخ ابن عساکر	علی بن حسن شافعی

۴۵۔	الکامل فی التاریخ	ابن اثیر
۴۶۔	تاریخ منصوری	محمد بن علی حموی
۴۷۔	شذرات الذہب	ابو الفلاح حنبلی
۴۸۔	العبر فی خبر من غبر	ذہبی
۴۹۔	فتوحات الاسلامیہ	سید احمد
۵۰۔	لسان المیزان	احمد بن حجر عسقلانی
۵۱۔	نزہتہ النظر	احمد بن حجر عسقلانی
۵۲۔	میزان الاعتدال	ذہبی
۵۳۔	رجال بو علی	بو علی
۵۴۔	رجال مامقانی	مامقانی
۵۵۔	منہج المقال	علامہ بہبہانی
۵۶۔	مناقب آل ابی طالبؑ	محمد بن علی بن شہر آشوب
۵۷۔	اعیان الشیعہ	سید محسن امین شامی
۵۸۔	تبصرۃ الولی	سید ہاشم بحرانی
۵۹۔	الارشاد	محمد بن نعمان مفید
۶۰۔	اعلام الوری	طبرسی
۶۱۔	منتخب الاثر	لطف اللہ صافی
۶۲۔	اکمال الدین	شیخ صدوق
۶۳۔	کتاب الغیبتہ	محمد بن ابراہیم نعمانی
۶۴۔	الیواقیت و الجواہر	شعرانی
۶۵۔	سبائک الذہب	محمد بن امین بغدادی
۶۶۔	کفایتہ الموحدین	اسمٰعیل بن احمد طبرسی
۶۷۔	کتاب الغیبتہ	محمد بن حسن طوسی

نمبر	کتاب	مصنف
۶۸-	الملاحم و الفتن	علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن طاوس
۶۹-	الذریعہ	شیخ آغا بزرگ طہرانی
۷۰-	علی و فرزندانش	ڈاکٹر طہٰ حسین ترجمہ خلیلیان
۷۱-	عبداللہ بن سبا	سید مرتضیٰ عسکری
۷۲-	نقش وعاظ در اسلام	ڈاکٹر علی الوردی ترجمہ خلیلیان
۷۳-	جامع احادیث الشیعہ	
۷۴-	المہدی	سید صدر الدین صدر
۷۵-	کشف الاستار	حاجی مرزا حسن محدث نوری
۷۶-	النصائح الکافیہ	سید محمد بن عقیل
۷۷-	سفینۃ البحار	شیخ عباس قمی
۷۸-	اضواء علی السنۃ	محمود ابوریہ
۷۹-	ہدیۃ الاحباب قمی	محدث قمی
۸۰-	مہدی از صدر اسلام تا قرن ۱۳	استاد خاور شناسی دار مستتر
۸۱-	الیزیدیۃ	صدوق دملوجی
۸۲-	تنبیہات الجلیہ	محمد کریم خراسانی
۸۳-	رجال نجاشی	
۸۴-	تفسیر المیزان	علامہ طباطبائی
۸۵-	تاریخ و تقویم در ایران	بہروز
۸۶-	ارشاد العوام	محمد کریم خان
۸۷-	جاماسبنامہ	جاماسب
۸۸-	المہدیۃ فی الاسلام	ڈاکٹر سعد محمد حسن
۸۹-	کتاب مقدس	
۹۰-	دلائل الامامۃ	محمد بن جریر طبری

نمبر	کتاب	مصنف
۹۱-	جنۃ الماویٰ	حاجی مرزا حسن نوری
۹۲-	المعمرون و الوصایا	ابو حاتم سجستانی
۹۳-	الآثار الباقیہ	ابو ریحان البیرونی
۹۴-	کشف الغمہ	ابو الفتح علی بن عیسیٰ اربلی
۹۵-	انوار النعمانیہ	سید نعمت اللہ جزائری
۹۶-	حدیقۃ الشیعہ	احمد اردبیلی
۹۷-	اسفار	صدر الدین محمد الشیرازی
۹۸-	انسان موجود ناشناختہ	ڈاکٹر الکسیس کارل
۹۹-	دائرۃ المعارف بریتانیائی	
۱۰۰-	دائرۃ المعارف امریکائی	
۱۰۱-	سالنامہ شہرت	
۱۰۲-	بہائیگری	احمد کسروی
۱۰۳-	داوری	احمد کسروی
۱۰۴-	تفسیر سورہ کوثر	سید علی محمد باب
۱۰۵-	کتاب بیان	سید علی محمد باب
۱۰۶-	تلخیص تاریخ	نبیل زرندی
۱۰۷-	الزام الناصب	حاجی شیخ علی یزدی
۱۰۸-	اسلام و عقائد بشری	یحییٰ نوری
۱۰۹-	تاریخ علوم	پی یر رو سو ترجمہ صفاری
۱۱۰-	رجال شیخ طوسی	
۱۱۱-	فہرست شیخ طوسی	
۱۱۲-	مجلہ دانشمند	
۱۱۳-	وسائل الشیعہ	شیخ محمد حر عاملی

۱۱۴۔ مستدرک الوسائل — حاجی میرزا حسین نوری

۱۱۵۔ التراتیب الاداریہ — شیخ عبدالحق کتانی

۱۱۶۔ الاموال — حافظ ابو عبید

کتب مذکورہ وہ مدارک ہیں کہ کتاب ھذا میں جن کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ دوسری کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ دوران تحریر ان کا نام نہیں لیا گیا لہٰذا ان کے تذکرہ کی ضرورت نہیں ہے۔

حوالہ جات

(۱) سورہ آل عمران آیتہ ۱۰۳

(۲) سورہ آل عمران آیتہ ۱۱۰

(۳) سورہ انفال آیتہ ۶۰

(۴) غیبت نعمانی ص ۱۰۶

(۵) بحار الانوار جلد ۵۲ ص ۳۶۶

(۶) سورہ انبیاء آیتہ ۱۰۵

(۷) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۳۳

(۸) عبداللہ ابن مسعود قالؓ قال رسول اللہ (ص) لا یذھب الدنیا حتی یلی امتہ رجل من اھل بیتی یقال لہ المھدی۔ بحار الانوار چاپ اسلامیہ سال ۱۳۸۴ھ ج۵۱ ص۷۵۔ اثبات الھداۃ ط۱ ج۷ ص۹

(۹) ابو الحجاف قال: قال رسول اللہ (ص): ابشر و یا المھدی قالھا ثلاثا یخرج علی حین اختلاف من الناس و زلزال شدید یملاء الارض قسطا و عدلا ملئت ظلما و جورا۔ یملاء قلوب عبادۃ و یسعھم عدلہ۔ بحار الانوار ج۵۱ ص۷۴

(۱۰) قال رسول اللہ (ص) لا تقوم الساعتہ حتی یقوم القائم الحق منا و ذالک حین یاذن اللہ عزوجل لہؓ و من تبعہ نجا و من تخلف عنہ ھلک۔ اللہ اللہ عباد اللہ! فاتوہ و لو علی الثلج فانہ خلیفتہ اللہ عزوجل و خلیفتی۔ بحار الانوار ج۵۱ ص۶۵۔ اثباۃ الھداۃ ج۶ ص۳۸۲

(۱۱) قال رسول اللہ (ص): من انکر القائم من ولدی فقد انکرنی۔ بحار الانوار ج۵۱ ص۷۳

(۱۲) قال النبی (ص): لا تذھب الدنیا حتی یقوم با مر امتی رجل من ولدی الحسین یملاء ھا عدلا کما ملئت ظلما و جورا۔ بحار جلد۵۱ ص۶۶۔

(۱۳) علی ابن ابی طالبؑ قال قلت: یا رسول اللہؐ امنا ال محمد المھدی ام من غیرنا؟ فقال رسول اللہؐ: لا بل منا یختم اللہ بہ الدین کما فتح بنا و بنا ینقذون من الفتن کما

انقذوا من الشرک و بنا یولف اللہ بین قلوبھم بعد عداوۃ الفتنتہ اخوانا کما الف بینھم بعد عداوۃ الشرک اخوانا دینھم۔ بحار الانوار ج۵۱ ص۸۴۔ اثباۃ الھداۃ ج۷ ص۱۹۔ مجمع الزوائد تالیف علی بن ابی بکر ہیثمی ط قاہرہ ج۷ ص۳۱۷۔

(۱۴) عن ابی سعید الخدریؓ قال سمعت رسول اللہ (ص) یقول علی المنبر: ان المھدی من عترتی من اھل بیتی یخرج فی اخر الزمان تنزل لہ السماء قطر ھا و تخرج لہ الارض بذرھاؓ یملاء الارض قسطا و عدلا کما ملاء ھا القوم ظلما و جورا"۔ بحار الانوار ج۵۱ ص۷۴۔ اثبات الھداۃ ج۷ ص۹۔

(۱۵) عن ام سلمتہ قالت: سمعت رسول اللہ (ص) یقول: المھدی من عترتی من ولد فاطمتہ۔ بحار الانوار ج۵۱ ص۷۵۔

(۱۶) بحار الانوار ج۵۱ ص۷۳

(۱۷) اثبات الھداۃ ج۲ ص۵۳

(۱۸) حذیفہ بن اسید عن النبیؐ انہ قال: الائمہ بعدی بعدد نقباء بنی اسرائیل تسعتہ من صلب الحسین و منا مھدی ھذہ الامتہ۔ الا انھم مع الحق و الحق معھم فانظروا کیف تخلفونی ------ اثبات الھداۃ ج۲ ص۵۳۳۔

(۱۹) اثبات الھداۃ ج۲ ص۵۲۶

(۲۰) المھدیتہ فی الاسلام تالیف سعد محمد حسن ط مصر سال ۱۳۷۳ ص۶۹
مقدمہ ابن خلدون ط مصر مط محمد ص۳۱۱

(۲۱) عن عبداللہ قالؓ قال رسول اللہ (ص): لا تذھب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اہل بیتی یواطی اسمہ اسمی ------ صحیح ترمذی ج۹ بابؓ ماجاء فی المھدی ص۷۴۔ کتاب ینابیع المودت تالیف شیخ سلیمان ط سال۱۳۰۸ ج۳ ص۱۰۰۔ کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان تالیف محمد بن یوسف شافعی ط نجف ص۵۵۔ کتاب نور الابصار ص۱۷۱۔ مشکوۃ المصابیح ص۴۷۰

(۲۲) علی رضی اللہ عنہ عن النبی (ص) قال: لو لم یبق من الدھر الا یوم واحد

لبعث اللہ رجلا من اہل بیتی یملاء ھا عدلا ملئت جورا۔ صحیح ابی داود ج۲ کتاب المہدی ص۲۰۷۔ البیان ص۵۹۔ کتاب نور الابصار تالیف شبلنجی ص۱۵۶۔ الصواعق المحرقہ تالیف ابن حجر ط قاہرہ ص۱۶۔ کتاب فصول المہمہ تالیف ابن صباغ ط نجف ص۲۷۵۔ کتاب اسعاف الراغبین تالیف محمد الصبان۔

(۲۳) ام سلمتہ قالت سمعت رسول اللہ (ص) یقول : المہدی من عترتی من ولد فاطمتہ۔ صحیح ابی داود ج۲ کتاب المہدی ص ۲۰۷۔ ابو داؤد نے اس باب میں ۱۱ حدیثیں نقل کی ہیں۔ صحیح ابن ماجہ باب خروج المہدی ج۲ ص۵۱۹۔ الصواعق المحرقہ ص۱۶۔ البیان ص۶۳۔ مشکوۃ المصابیح تالیف محمد بن عبداللہ خطیب ط دھلی ص۴۷۰۔

(۲۴) صحیح ابی داود ج ۲ کتاب المہدی ص۲۰۸۔ فصول المہمتہ ص۲۷۵۔ نور الابصار ط مصر ص۱۷۰۔ ینابیع المودۃ ج۱ ص۱۶۔

(۲۵) صحیح ابن ماجہ ج۲ باب خروج المہدی ص۵۱۹۔ اس باب میں ۷ حدیثوں کا ذکر ہوا ہے۔ الصواعق المحرقتہ ص۱۶۔

(۲۶) مسند احمد ج۳ ص۲۸ ابی سعید الخدری کی مسندات کے باب میں مہدی سے متعلق حدیثیں بیان ہوئی ہیں۔ ینابیع المودۃ ج۲ ص۲۲۷

(۲۷) عن ابی سعید قال' قال النبی اللہ (ص) ینزل بامتی فی اخر الزمان بلاء شدید من سلطانھم' لم یسمع بلا اشد منہ حتی تضیق عنھم الارض الرحبتہ و حتی یملاء الارض جورا و ظلما' لا یجد المومن ملجاء یلتجی الیہ من الظلم۔ فیبعث اللہ رجلا من عترتی فیملاء الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورا۔ یرضی عنہ ساکن السما و ساکن الارض لا تدخر الارض من بذرھا شیئا الا اخرجتہ و لا السماء من قطر ھا شیئا الا صبہ اللہ علیھم مدرارا ۔ یعیش فیھم سبع سنین او تسع۔ تتمنی الا حیاء الا موات لما صنع اللہ باھل الارض من خیرہ۔

البیان ص۶۲ ----- الصواعق المحرقتہ ص۱۶۔ ینابیع المودۃ ج۲ ص۱۷۷۔

(۲۸) کتاب المہدیتہ فی الاسلام ص۶۹

(۲۹) مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۱

(۳۰) کتاب نزھتہ النظر تالیف احمد بن حجر عسقلانی ط کراچی ص ۱۲۔

(۳۱) کتاب فتوحات الاسلامیتہ ط مکہ ط اولی ج۲ ص۲۵۰

(۳۲) یہ تمام نام اہل سنت کے اماموں کے ہیں جنہوں نے مہدی سے متعلق حدیثیں اپنی اپنی کتابوں میں تحریر کی ہیں اور ان کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے لیکن یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہے کہ اس مسلک کی تمام کتابیں دسترس سے باہر تھیں۔ بعض حدیثیں میں نے دوسری کتابوں کی منقولات میں دیکھیں۔ آقائے مہدی خراسانی نے اس مفید مقدمہ میں جو انہوں نے کتاب البیان مطبوعہ نجف کا تحریر کیا ہے' انہوں نے علمائے سواد اعظم کے ۲۷ نام لکھے ہیں۔

(۳۳) لسان المیزان تالیف احمد بن علی بن حجر عسقلانی ط۱ ج۱ ص۲۵

(۳۴) لسان المیزان ج۱ ص۱۵

(۳۵) مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۳

(۳۶) مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۴

(۳۷) مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۸

(۳۸) مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۹

(۳۹) مقدمہ ابن خلدون ص ۳۲۰

(۴۰) کتاب اضواء علی السنتہ المحمدیتہ تالیف محمود ابوریہ ط۱ ص۳۱۶

(۴۱) اضواء ص ۳۱۹

(۴۲) اضواء ص ۳۲۱

(۴۳) اضواء ص ۳۱۷

(۴۴) اضواء ص ۳۱۹

(۴۵) صحیح مسلم ج۱ ص ۱۰۱

(۴۶) لسان المیزان ج ۱ ص ۱۶

(۴۷) میزان الاعتدال ط دار الکتب العربیہ ج ۱ ص ۵

(۴۸) صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴

(۴۹) مقدمہ سنن ابی داود بقلم ساعاتی

(۵۰) عن ابی ہریرہ قال' قال رسول اللہؐ : کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم؟ صحیح مسلم ج۲ باب نزول عیسیٰ و صحیح بخاری ج۴۔ کتاب بدء الخلق باب نزول عیسیٰ

(۵۱) مقدمہ ابن خلدون ص ۳۲۲

(۵۲) مقدمہ ابن خلدون ص ۳۲۷

(۵۳) ترجمہ کتاب الملاحم و الفتن تالیف ابن طاوس ص ۴۶

(۵۴) ملاحم ص ۶۳

(۵۵) ملاحم ص ۶۹

(۵۶) ملاحم ص ۱۵۵

(۵۷) ملاحم ص ۴۴

(۵۸) ملاحم ص ۱۵۹

(۵۹) ملاحم ص ۱۷۱

(۶۰) بحار الانوار جلد ۵۲ ص ۲۱۱

(۶۱) مقاتل الطالبین تالیف ابی الفرج ط نجف سال ۱۳۸۵ ص ۱۶۰

(۶۲) ملاحم ص ۱۷۰

(۶۳) ملاحم ص ۵۴

(۶۴) ملاحم ص ۶۹

(۶۵) مقاتل الطالبین ص ۹۷

(۶۶) مقاتل الطالبین ص ۱۶۷

(۶۷) کتاب الحاوی الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۳۵

(۶۸) کتاب الحاوی الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۴۷

(۶۹) کتاب الحاوی الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۴۸

(۷۰) کتاب الحاوی الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۵۰

(۷۱) کتاب الحاوی الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۵۰

(۷۲) کتاب الحاوی الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۵۰

(۷۳) کتاب الحاوی الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۵۵

(۷۴) الحاوی ج ۲ ص ۱۵۹

(۷۵) الحاوی ج ۲ ص ۱۵۹

(۷۶) "انت المبارک و المهدی سیرته تعصی الهوی و تقوم الیل بالسور" کتاب الامامته و السیاسته تالیف ابن قتیبہ ط سوم ج ۲ ص ۱۱۷۔

(۷۷) مقاتل الطالبین ط دوم ص ۱۶۲

(۷۸) مقاتل الطالبین ص ۳۵۹

(۷۹) کتاب غیبت شیخ ط دوم ص ۱۱۵

(۸۰) کتاب غیبت شیخ ط دوم ص ۱۱۵

(۸۱) تاریخ طبری ج ۴ ص ۴۴۹، ۴۹۴، کامل التواریخ ط اول ج ۳ ص ۳۳۹، ۳۵۸

(۸۲) الطبقات الکبیر ط لیڈن ج ۵ حصہ اول ص ۶۶

(۸۳) الطبقات الکبیر ج ۷ حصہ اول ص ۷۱

(۸۴) الطبقات الکبیر ج ۵ حصہ اول ص ۸۰

(۸۵) مقاتل الطالبین ص ۱۶۵

(۸۶) مقاتل الطالبین ص ۱۵۷

(۸۷) مقاتل الطالبین ص ۱۶۲

(۸۸) ان الذی یروی الرواۃ لبین   اذا ما ابن عبداللہ فیھم تجردا

له خاتم لم يعطه الله غيره	و فيه علامات من البر و الهدى
انا لنرجو ان يكون محمد	اماما به يحيى الكتاب المنزل
به يصلح الاسلام بعد فساده	و يحيى يتيم بائس و معول
و يملاء عدلا عرضنا بعد ملئها	ضلالا و يا تينا الذى كنت امل

مقاتل الطالبین ص ۱۶۴

(۸۹) مقاتل الطالبین ص ۱۹۳

(۹۰) مقاتل الطالبین ص ۱۹۵

(۹۱) مقاتل الطالبین ص ۱۶۷

(۹۲) مقاتل الطالبین ص ۱۶۶

(۹۳) مقاتل الطالبین ص ۱۴۲

(۹۴) مقاتل الطالبین ص ۱۴۱

(۹۵) مقاتل الطالبین ص ۱۹۷

(۹۶) کتاب ملل و نحل تالیف شہرستانی ج ا ص ۲۴۲۔ فرق الشیعہ تالیف نوبختی ط نجف سال ۱۳۵۵ ص ۲۷

(۹۷) ملل و نحل ج ا ص ۲۵۶۔ فرق الشیعہ ص ۶۲

(۹۸) ملل و نحل ج ا ص ۲۷۳۔ فرق الشیعہ ص ۶۷

(۹۹) ملل و نحل ج ا ص ۲۷۸۔ فرق الشیعہ ص ۸۰، ۸۳

(۱۰۰) ملل و نحل ج ا ص ۲۷۹۔ فرق الشیعہ ص ۶۷

(۱۰۱) کتاب تنبیہات الجلیلۃ فی کشف الاسرار الباطنیہ تالیف محمد کریم خراسانی ط نجف سال ۱۳۵۱ ص ۴۰، ۴۲

(۱۰۲) ملل و نحل ج ا ص ۲۴۵

(۱۰۳) ملل و نحل ج ا ص ۲۷۹

(۱۰۴) کتاب الیزیدیہ تالیف صدوق الدملوجی ط موصل سال ۱۳۶۸ ص ۱۶۴

(۱۰۵) تاریخ روضۃ الصفا ط تہران ج ۴ ص ۱۸۱ قال النبی علی راس ثلثمائۃ تطلع الشمس من مغربها

(۱۰۶) ملل و نحل ج ا ص ۲۸۴۔ فرق الشیعہ ص ۹۶، ۹۷

(۱۰۷) کتاب المہدیہ فی الاسلام ص ۱۷۰۔ فرق الشیعہ ص ۷۲

(۱۰۸) فرق الشیعہ ص ۷۲

(۱۰۹) فرق الشیعہ ص ۹۷

(۱۱۰) اطلاع کے حصول کے لئے زیادہ تر مرجوع کتاب "مہدی از صدر اسلام تا قرن سیز دھم" کی طرف کیا جائے جو استاد خاور شناس کی تالیف ہے۔ "دار سنز" و کتاب المھدیتہ فی الاسلام و کتب تاریخ۔

(۱۱۱) ہر وہ شخص مدعیان مہدویت کے حالات سے متعلق کتب تاریخ سے رجوع کرے گا اور پھر کتب احادیث کو زیر مطالعہ لائے گا تو ان میں جعلی حدیثیں پالے گا۔ نمونہ کے طور پر ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔ **قال رسول الله : لا تذهب الدنیا حتی یبعث الله رجلا من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابی یملاء الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما و جورا۔ فصول المهمه ص ۲۷۴۔** اس حدیث میں مہدی کے والد کا نام وہی بتایا گیا ہے جو رسول خداؐ کے والد کا نام ہے۔ یہ بات ان بہت سی حدیثوں کے خلاف ہے جن میں آپ کے والد کا نام حسن بتایا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اس حدیث کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ جو محمد بن عبداللہ بن حسن کی مہدویت کا عقیدہ رکھتے تھے انہوں نے **و اسم ابیه و اسم ابی** کے لفظوں کا اس حدیث میں اضافہ کر دیا ہے۔ محمد ابن یوسف نے کتاب البیان میں مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ ترمذی نے اسی حدیث کی جامع میں روایت کی ہے لیکن اس میں اسم ابیہ اسم ابی نہیں ہے۔ ابو داؤد نے بھی یہی حدیث مذکورہ جملے کے بغیر الحفاظ الثقات کی عظیم روایات میں درج کی ہے اس بنا پر مذکورہ جملے کو زائد سمجھنا چاہئے۔ اس حدیث کی توجیہ میں ایک اور احتمال بھی ہے اور وہ یہ کہ دراصل جملہ یہ

ہو گا کہ اسم ابیہ اسم ابی۔ پس ابی بدل کر ابی بن گیا۔ ابو ہریرہ عن النبی (ص) ان المھدی اسمہ محمد بن عبداللہ فی لسانہ رتتہ۔ مقاتل الطالبین ص ۱۶۴۔ یہ حدیث بی محمد بن عبداللہ بن حسن کی مہدویت کے ماننے والوں کی طرف سے گھڑی گئی ہے۔ محمد بن عبداللہ بن حسن کی زبان بات کرتے وقت لکنت کا شکار ہوتی تھی اور وہ بمشکل بات کر سکتا تھا۔ اس کے مریدوں نے اسی علامت کو مہدی کی علامتوں میں سے شمار کرکے حدیث گھڑلی۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ (ص) قال للعباس: منک المھدی فی اخر الزمان بہ ینتشر الھدی و بہ تطفا نیران الضلالات' ان اللہ فتح بنا ھذا الا مر و بذر تیک یختم۔ ذخائر العقبی ص۲۰۶۔ عن ابن عباس انہ قال: منا اھل البیت اربعتہ: منا السفاح و منا المنذر و منا المنصور و منا المھدی۔ المھدی من ولد العباس عمی۔ الصواعق المحرقہ ص ۲۳۵۔ ذخائر العقبی ص ۲۰۶۔ مذکورہ بالا دو حدیثیں بنی عباس کی گھڑی ہوئی ہیں۔ عن علیؑ اذا رایتم الرایات السود قد جائت من قبل خراسان فاتو ھا فان فیھا خلیفتہ اللہ المھدی۔ ینابیع المودۃ ج۱ ص۱۵۷۔ مجھے یہ احتمال ہے کہ حدیث مذکورہ بھی بنی عباس یا ابو مسلم خراسانی کے طرفداروں کی گھڑی ہوئی ہے اس لئے کہ مہدی خراسان نہیں آئیں گے اور سیاہ پرچم بنی عباس سے مخصوص ہے۔ یہ بات بعید نہیں ہے کہ یہ حدیث بھی ابو مسلم خراسانی کے واقعہ خروج کی وجہ سے گھڑی گئی ہو۔ عن عبداللہ عن النبی (ص) فی حدیث قال: ان اھل بیتی سیلقون بلا او تشریدا و تضریدا حتی یاتی قوم من قبل المشرق و معھم رایات سود یسالون بالحق فلا یعطونہ فیقاتلون و ینصرون فیعطون ما سئلوا فلا یقبلون حتی ید فعوہ الی رجل من اھل بیتی فیملاء ھا قسطا کما ملئت جورا فمن ادرک منکم فلیاتھم و لو حبوا علی الثلج۔ اثبات الھداۃ ج ۷ ص ۱۸۹۔ میرا خیال ہے کہ اگر آپ بھی ابو مسلم اور بنی عباس کی تاریخ نہضت کی طرف رجوع فرمائیں تو اس احتمال کی تائید کریں گے۔ ایک گروہ نے عمرابن عبدالعزیز کو مہدی سمجھا اور انہوں نے اس سلسلہ میں جعلی حدیثیں بنائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ قال العزری

سمعت محمد بن علی یقول: النبی منا و المھدی من بنی عبدالشمس و لا نعلمہ الا عمر بن عبدالعزیز۔ قال ابو یعقوب قلت لمحمد بن علی: الناس یزعمون ان فیکم مھدیا فقال ان ذالک کذالک و لکنہ من بنی عبدالشمس: قال فکانہ عنی عمر بن عبدالعزیز۔ الطبقات ج۵ ص۳۳۳۔

عبد الا علی مولی ال سلم قال خرجت مع ابی عبداللہ فلما نزلنا الروحاء نظر الی جبلھا مطلا علیھا فقال: تری ھذا الجبل؟ ھذا جبل یدعی "رضوی" من جبال فارس احبنا فنقلہ اللہ الینا اما ان فیہ کل شجر مطعم و نعم' امان للخائف مرتین اما ان لصاحب ھذا الامر فیہ غیبتین واحدۃ قصیرۃ و الاخری طویلتہ۔ اثبات الھداۃ ج۷ ص۵۔ میں یہ احتمال تجویز کرتا ہوں کہ یہ حدیث کسی ایسے فرد کی گھڑی ہوئی ہے۔ جس کا عقیدہ یہ تھا کہ محمد حنفیہ زندہ ہیں اور کوہ رضوی میں رہتے ہیں اور وہی مہدی موعود ہیں۔

روی الفضل عن موسی بن سعد ان عن عبد اللہ بن القاسم الحضرمی عن ابی سعید الخراسانی قال قلت لا بی عبداللہ: لای شی سمی القائم؟ قال لا نہ یقوم بعد ما یموت' انہ یقوم با مر عظیم یقوم بامر اللہ سبحانہ۔ اثبات الھداۃ ج۷ ص۲۷۔

یہ بات ممکن ہے کہ یہ حدیث کسی واقفیہ کی گھڑی ہوئی ہو یا کسی ایسے شخص نے گھڑی ہو جو یہ کہتا ہو کہ امام حسن عسکریؑ مردہ ہیں' لیکن بعد میں زندہ ہو جائیں گے۔ اور اصلاح عالم کے لئے تحریک چلائیں گے۔ سند کے اعتبار سے بھی یہ حدیث ضعیف ہے۔ وہ اس لئے کہ مامقانی موسیٰ بن سعد ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کی حدیثیں ضعیف ہوتی ہیں اور غالیوں کی حدیثوں میں سے ہوتی ہیں۔ اور عبداللہ بن قاسم کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کاذب ہے۔ غالی ہے اور واقفیہ میں سے ہے اور اس کی روایتیں مقبول نہیں ہیں۔ اور صدور کے اعتبار سے بھی قابل توجیہ ہیں اس لئے کہ یہی حدیث اس سند کے ساتھ ایک دوسرے کی کیفیت کے بارے میں بھی مروی ہے۔ جس سے حدیث مذکور کی توجیہ و تفسیر کرے۔ عن الفضل ابن شاذان عن

موسی بن سعدان عن عبداللہ بن القاسم الحضرمی عن ابی سعید الخراسانی قال قلت لا بی عبداللہؑ: المهدی و القائم واحد؟ فقال نعم قلت لای شی سمی المهدی؟ قال لانہ یهدی الی کل امر خفی و سمی القائم لانہ یقوم بعد ما یموت' یعنی یموت ذکرہ انہ یقوم بامر عظیم۔ اثبات الهداۃ ج۷ ص۴۳۔ اہل دانش پر واضح ہے کہ مذکورہ بالا دونوں حدیثیں ایک ہی ہیں اور دوسری حدیث میں مردن سے مراد نام کا فنا ہو جانا اور اس تفسیر کا مٹ جانا ہے۔ **موذن مسجدا الاحمر قال سئلت ابا عبداللہؑ هل فی کتاب اللہ مثل للقائم؟ قال: نعم' ایتہ صاحب الحماد اماتہ اللہ ثم بعث۔** اثبات الهداۃ ج۷ ص۴۸۔ حدیث مندرجہ بالا شاید کسی ایسے فرد کی گھڑی ہوئی ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ مہدی مردہ ہیں بعد میں زندہ ہوں گے۔

معاویہ ابن ابو سفیان فی حدیث طویل عن النبی (ص) انہ قال: ستفتح بعدی جزائر تسمی بالاندلس فیغلب علیهم اہل الکفر الی ان قال فیخرج رجل من المغرب الا قصی من ولد فاطمہ بنت رسول اللہ و هو المهدی القائم فی اخر الزمان و هو اول اشراط الساعتہ --- اثبات الهداۃ ج۷ ص۲۴۲۔ مذکورہ حدیث شاید فرقہ اسمعیلیہ کی گھڑی ہوئی ہے جنہوں نے بلاد مغرب میں ایک حکومت قائم کی لیکن اہل تحقیق پر واضح ہے کہ اس طرح کی حدیثیں احاد حدیثوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں اور مفید یقین نہیں ہوتیں اور اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتیں کہ ان کثیر اور متواتر حدیثوں کے مقابل ٹھہر سکیں۔ جو مہدی موعود کی خوب تعریف و توصیف کرتی ہیں۔ ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ نہ یہ قابل اعتبار ہی ہیں۔

(۱۱۲) **الاصبغ عن علیؑ فی حدیث قال و المهدی منافی اخر الزمان لم یکن فی امتہ من الامم مهدی ینتظر غیرہ۔** اثبات الهداۃ ج۷ ص۱۴۸۔

(۱۱۳) یہ اعداد و شمار کتاب منتخب الاثر میں موجود ہیں موجود حدیثوں پر مبنی ہیں۔ اگر زیادہ مفصل کتابوں سے یہ اعداد و شمار مرتب کئے جاتے تو حدیثوں کی تعداد اس سے زیادہ ہوتی۔

(۱۱۴) اثبات الهداۃ ج ۲ ص ۵۵۲

(۱۱۵) اثبات الهداۃ ج ۲ ص ۵۵۵

(۱۱۶) بحار الانوار ج۵۱ ص۱۳۳۔ اثبات الهداۃ ج۲ ص۳۳۳'۳۹۹۔

(۱۱۷) بحار الانوار ج ۵۱ ص۱۳۵

(۱۱۸) اثبات الهداۃ ج ۲ ص ۵۵۹

(۱۱۹) بحار الانوار ج۵۱ ص۱۴۳۔ اثبات الهداۃ ج ۶ ص ۴۰۴

(۱۲۰) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۱۵۱ ۔ اثبات الهداۃ ج ۶ ص ۴۱۷

(۱۲۱) **ریان بن الصلت قال' قلت للرضا علیہ السلام: انت صاحب هذا الامر؟ قال انا صاحب هذا الامر و لکنی لست بالذی املاء ها عدلا کما ملئت جورا" و کیف اکون ذالک علی ما تری من ضعف بدنی؟ و ان القائم هو الذی اذا خرج کان فی سن الشیوخ و منظر الشبان قویا فی بدنہ حتی لومد یدہ الی اعظم شجرۃ علی وجہ الارض لقلعها و لو صاح بین الجبال لند کدکت صخورها یکون معہ عصا موسی و خاتم سلیمان۔ ذلک الرابع من ولدی یغیبہ اللہ فی سترہ ماشاء اللہ ثم یظهرہ فیملاء بہ الارض قسطا و عدلا کما ملئت جورا" و ظلما"۔** بحار الانوار ج۵۲ ص ۳۲۲۔ اثبات الهداۃ ج۶ ص۴۱۹۔

(۱۲۲) بحار الانوار ج۵۱ ص۱۵۶۔ اثبات الهداۃ ج۶ ص۴۲۰

(۱۲۳) اثبات الهداۃ ج۶ ص۲۷۵

(۱۲۴) **موسی ابن جعفر البغدادی قال سمعت ابا محمد الحسن بن علی علیہ السلام یقول: کانی بکم و قد اختلفتم بعدی فی الخلف منی' اما ان المقر بالائمتہ بعد رسول اللہؐ المنکر لولدی کمن اقر بجمیع انبیاء اللہ و رسلہ ثم انکر نبوۃ محمد رسول اللہ (ص) و المنکر لرسول اللہ (ص) کمن انکر جمیع الانبیاء لان طاعتہ اخرنا کطاعتہ اولنا و المنکر لا خرنا کما انکر لا ولنا اما ان لولدی غیبتہ یرتاب فیها الناس الا من عصمہ اللہ۔ بحار الانوار ج۵۱ ص۱۶۰۔ اثبات الهدی ج۶ ص۴۲۷**

(۱۲۵) المهدیته فی الاسلام ص ۴۸۔ ۶۸

(۱۲۶) طالبین کتاب "نقش وعاظ در اسلام" تالیف ڈاکٹر علی الوردی ترجمہ خلیلیان ص ۱۱۱۔ ۱۲۷

و کتاب عبداللہ ابن سبا تالیف سید مرتضیٰ عسکری "علی و فرزندانش" تالیف ڈاکٹر طہ حسین ترجمہ خلیلی ص۱۳۹۔ ۱۴۳ سے رجوع فرمائیں۔

(۱۲۷) **ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون۔** سورہ انبیاء آیت ۱۰۵

(۱۲۸) **و عد الله الذین امنو امنکم و عملوا الصالحات و یستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم و لیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم و لیبد لنهم من بعد خوفهم امنا یعبدوننی ولا یشرو کون بی شیئا"۔** سورہ نور آیت ۵۵

(۱۲۹) **و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلهم ائمته و نجعلهم الوارثین** سورہ قصص آیت ۴

(۱۳۰) **هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کلمه و لو کره المشرکون** سورہ صف آیت۹

(۱۳۱) اصول کافی ط اسلامیہ سال ۱۳۸۱ ج ۱ ص ۳۳۴

(۱۳۲) **عن الوشاء قال سئلت ابا الحسن الرضا علیه السلام : هل تبقی الارض بغیر امام؟ قال: لا قلت انا نروی انها لا تبقی الا ان یسخط الله علی العباد قال لا تبقی اذا لساخت۔** اصول کافی ج۱ ص۳۳۴

(۱۳۳) اصول کافی ج ۱ ص ۳۳۵

(۱۳۴) اصول کافی جلدا ص ۳۳۳

(۱۳۵) **قال ابو عبدالله علیه السلام ان الله خلقنا فاحسن خلقنا و صورنا فاحسن صورنا و جعلنا خزانه فی سمائه و ارضه و لنا نطقت الشجر و بعبادتنا عبدالله و لو لا نا ما عبدالله۔ اصول کافی ج۱ ص ۳۶۸۔**

(۱۳۶) **قال ابو عبدالله علیه السلام : الاوصیاء هم ابواب الله التی یوتی منها و لو لا هم ما عرف الله و بهم احتج الله تبارک و تعالی علی خلقه۔ اصول کافی ج ا ص ۳۶۹**

(۱۳۷) **عن ابی الخالد الکابلی قال سئلت ابا جعفر علیه السلام عن قول الله: فامنوا بالله و رسوله و النور الذی انزلنا۔ فقال یا با خالد! النور و الله الائمته یا ابا خالد! لنور الامام فی قلوب المومنین انور من الشمس المضیئه بالنهار و هم الذین ینورون قلوب المومنین و یحجب الله نور هم عمن یشاء فتظلم قلوبهم و یغشاهم بها۔ اصول کافی ج۱ ص ۳۷۲**

(۱۳۸) قال الرضا علیه السلام۔ فی حدیث طویل الی ان قال۔ و ان العبد اذا اختاره الله لامور عباده شرح صدره لذلک و اودع قلبه ینابیع الحکمته و الهمه العلم الهاما فلم یعی بعبده بجواب ولا یحیر فیه عن الصواب فهو معصوم موید موفق ممدد۔ قد امن من الخطاء و الزلل و العثار یخصه الله لیکون حجته علی عباده و شاهده علی خلقه و ذالک فضل الله یوتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم۔ اصول کافی ج۱ ص۳۹۰

(۱۳۹) کتاب تذکره خواص الامته ط سال ۱۲۸۵ ص ۱۸۲

(۱۴۰) قال علیؑ۔ فی خطبته علی ان قال : اللهم بلی لا تخلوا الارض من قائم الله بحجته اما ظاہرا مشهورا او خائفا مغمورا لئلا تبطل حجج الله و بینانه و کم ذاواین اولئک؟ اولئک و الله الا قلون عددا و الا عظمون عند الله قدرا۔ یحفظ الله و حججه بینائه حتی یود عوها نظر ائهم و یزر عوها فی قلوب اشبا ههم۔

هجم بهم العلم علی حقیقته البصیرة و با شر وا روح الیقین و استلا نو ما استو عره المشرفون و انسو بما استوحشی منه الجاهلون و صحبوا الدنیا یا بدان ارواحها معلقته با المحل الا علی اولئک خلفا الله فی ارضه و الدعاة الی دینه۔ نهج البلاغته ج۳ خطبه ۱۴۷

(۱۴۱)قال علی علیہ السلام ----- فی خطبتہ ----- فیھم کرائم القران و ھم کنوز الرحمن ان نطقوا صدقوا و ان صمتو الم یبقوا۔ نہج البلاغہ ج۲ خطبہ۱۵۰

(۱۴۲) قال علی علیہ السلام (فی خطبہ) بھم عاد الحق فی نصابہ و انزاح الباطل عن مقامہ و انقطع لسانہ عن منتبہ عقلوا الدین عقل و عایتہ و رعایتہ' ولا عقل سماع روایتہ' فان رواۃ العلم کثیر و رعاتہ القلیل۔ (نہج البلاغتہ خطبہ ۲۳۴)

(۱۴۳) کتاب ارشاد العوام تالیف محمد کریم خان چاپ کرمان سال ۱۳۸۰ ج ۳ ص۳۰۱

(۱۴۴) عین این احصائیہ کتاب منتخب الاثر تالیف آقائے صافی

(۱۴۵) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۴۷

(۱۴۶) الطبقات الکبیر ط لیڈن ج ۱ ص ۶۷

(۱۴۷) الطبقات الکبیر ج ۵ حصہ اول ص ۶۶

(۱۴۸) ابو اسحاق قال قال علی و نظر علی ابنہ الحسن فقال ان ابنی ھذا سید کما سماہ النبی (ص) سیخرج من صلبہ رجل یسمی باسم نبیکم یشبھہ فی الخلق و لا یشبہہ فی الخلق ولا

سنن ابی داود ج ۲ ص ۲۰۸

(۱۴۹) اثبات الھداۃ ج ۷ ص ۲۰۸

(۱۵۰) عن حذیفہ ان النبی (ص) قال : لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطول اللہ ذلک حتی یبعث رجلا من ولدی اسمہ اسمی فقال سلمان من ای ولدک یا رسول اللہ؟ قال من ولدی ھذا و ضرب یدہ علی الحسین ----- ذخائر العقبی ص ۱۳۶۔

(۱۵۱) کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان باب ۹

(۱۵۲) کتاب ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۱۳۵

(۱۵۳) عن علی رفعہ قال : لا تذھب الدنیا حتی یقوم علی امتی رجل من ولدی الحسین یملاء الارض عدلا کما ملئت ظلما" ----- الصواعق المحرقہ ص ۱۶۵

(۱۵۴) قال النبی (ص) لفاطمتہ و منا سبطا ھذہ الامتہ و ھما ابناک الحسن و الحسین

و ھما سیدا شباب اھل الجنتہ و ابو ھما و الذی بعثنی بلحق خیر منھما' یا فاطمتہ و الذی بعثنی بالحق ان منھما مھدی ھذہ الامتہ اذا صارت الدنیا ھرجا و مرجا الحدیث۔ اثبات الھداۃ ج ۷ ص ۱۸۳

(۱۵۵) اکمال الدین ج ۲ ص ۲۳

(۱۵۶) غیبت شیخ ص ۲۰۲

(۱۵۷) غیبت شیخ طبع دوم ص ۲۰۷

(۱۵۸) قال النبی (ص) : انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی احد ھما اعظم من الاخر: کتاب اللہ جل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اھل بیتی' و لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھما ----- ذخائر العقبی ط قاھرہ سال ۱۳۵۶ ص ۱۶۔ الصواعق المحرقتہ ص ۱۴۷۔ الفصول المھمتہ ص ۲۲۔ البدایتہ و النھایتہ ج۵ ص۲۰۹۔ کنز العمال ط حیدر باد ص ۱۵۳' ۱۶۷۔ نظم درر السمطین تالیف محمد بن یوسف ط نجف ص۲۳۲۔ تذکرۃ خواص الامتہ تالیف سبط جوزی طبع سال ۱۲۸۵ھ ص ۱۸۲۔

(۱۵۹) عن ابی ذر قال' قال رسول اللہ (ص) : مثل اھل بیتی کمثل سفینتہ نوح من رکبھا نجی و من تخلف عنھا غرق ---- الصواعق ص ۱۵۰ و ۱۸۴۔ تذکرۃ خواص الامتہ ص ۱۸۲۔ ذخائر العقبی ص۲۰ نظم درر السمطین ص۲۳۵۔

(۱۶۰) ینابیع المودۃ ج۲ ص۶۳۔ اثبات الھداۃ ج۲ ص۲۵۳

(۱۶۱) ینابیع المودۃ ج ۱ ص۲۴

(۱۶۲) ینابیع المودۃ ج ۱ ص۵۴

(۱۶۳) جامع احادیث الشیعہ ج ۱ مقدمہ

(۱۶۴) اعیان الشیعہ ط ۱ ج ۳ ص ۱۱

(۱۶۵) ینابیع المودۃ ج۱ ص۱۰۴

(۱۶۶) اعیان الشیعہ ج ۳

(۱۶۷) ینابیع المودة ج ا ص۷۷

(۱۶۸) ینابیع المودة ج ۲ ص۳٦۔ الطبقات الکبیر تالیف محمد بن سعد۔ کتاب واقدی ط "لیڈن" ج ۲ حصہ دوم ص ۱۰۱۔

(۱۶۹) عن امیر المومنینؑ قال قال رسول اللہ (ص) یا علی اکتب ما املی علیک۔ قلت یا رسول اللہ اتخاف علی النسیان؟ قال : لا و قد دعوت اللہ عزوجل ان یجعلک حافظا و لکن اکتب لشرکائک الائمتہ من ولدک بهم تسقی امتی الغیث و بهم یستجاب دعا بهم و بهم یصرف اللہ عن الناس البلاء و بهم تنزل الرحمتہ من السماء و ھذا اولهم و اشاد الی الحسنؑ ثم قال : و ھذا ثانیهم و اشار الی الحسینؑ ثم قال : و الائمتہ من ولدہ۔ ینابیع المودة جا ص۱۷۔

(۱۷۰) بکر بن کرب صیرفی قال سمعت ابا عبداللہ (ع) : ان عندنا ما لا نحتاج معہ الی الناس و ان الناس یحتاجون الینا و ان عندنا کتابا املاء رسول اللہ (ص) و خط علی علیہ السلام و صحیفتہ فیها کل حلال و حرام۔ جامع احادیث الشیعہ جا مقدمہ

(۱۷۱) جابر عن ابی جعفر (ع) قال : یا جابر انا لو کنا نحدثکم برائینا لکنا من الهالکین و لکنا نحدثکم با حادیث نکنز ھا عن رسول اللہؐ کما یکنز ھو لاء ذھبهم و فضتهم۔ جامع احادیث الشیعہ ج ا

(۱۷۲) جامع احادیث الشیعہ ج ا

(۱۷۳) اگر آپ تحقیق کرنا چاہتے ہیں تو درجہ ذیل کتابوں سے رجوع کر سکتے ہیں۔ "کتاب مطالب السئول" تالیف محمد ابن طلحہ، تذکرۃ خواص الامتہ فصول المهمتہ تالیف ابن صباغ مالکی۔ کتاب "نور الابصار" تالیف شبلنجی۔ الصواعق المحرقہ تالیف ابن حجر۔ تاریخ ابن خلکان، "کتاب الصفوة" تالیف ابی الفرج۔ روضتہ الصفا ج۳۔ اثبات الوصیتہ تالیف مسعودی۔

(۱۷۴) ھشام بن سالم و حماد بن عثمان وغیرہ قالوا سمعنا ابا عبداللہ علیہ السلام یقول : حدیثی حدیث ابی، و حدیث ابی حدیث جدی، و حدیث جدی حدیث الحسینؑ و حدیث الحسینؑ حدیث الحسنؑ و حدیث الحسنؑ حدیث امیر المومنینؑ و حدیث امیر المومنینؑ حدیث رسول اللہؐ و حدیث رسول اللہؐ قول اللہ ----- کتاب جامع احادیث الشیعہ مقدمہ جا

(۱۷۵) الصقر بن ابی دلف قال : سمعت علی بن محمد بن علی الرضاؑ عہ یقول ان الا مام بعدی الحسن ابنی و بعد الحسن ابنہ القائم الذی یملاء الارض قسطا" و عدلا کما ملئت ظلما و جورا" ----- اثبات الھداة ج ٦ ص ۲۷۵

(۱۷٦) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۱٦۰

(۱۷۷) منتخب الاثر طبع اول ص ۳۲۰

(۱۷۸) بحار الانوار ج ۵۱ ص۱٦۱

(۱۷۹) اثبات الھداة ج ٦ ص۳۳۲

(۱۸۰) منتخب الاثر ص ۳۴۵

(۱۸۱) اثبات الھداة ج ٦ ص۴۳۰

(۱۸۲) غیبت شیخ ۱۴۱، ۱۴۲

(۱۸۳) اثبات الھداة ج ۷ ص۲۹۲۔ اثبات الوصیتہ ص ۱۹۷

(۱۸۴) اثبات الھداة ج ٦ ص ۴۳۱

(۱۸۵) منتخب الاثر ص۳۴۳

(۱۸٦) اثبات الھداة ج ٦ ص ۴۳۳

(۱۸۷) اثبات الھداة ج ۷ ص ۲۰

(۱۸۸) اثبات الھداة ج ٦ ص ۴۳۲

(۱۸۹) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۲۳

(۱۹۰) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۲۵

(۱۹۱) اثبات الھداة ج ٦ ص ۳۱۱

(۱۹۲) اثبات الھداة ج ۷ ص ۲۰

(۱۹۳) اثبات الهداة ج ۶ ص ۴۲۵

(۱۹۴) اثبات الهداة ج ۷ ص ۱۶

(۱۹۵) ینابیع المودة باب ۸۲

(۱۹۶) اثبات الهداة ج ۷ ص ۳۴۴۔ اثبات الوصیتہ ص ۱۹۸۔

(۱۹۷) ینابیع المودة باب ۸۲

(۱۹۸) اثبات الهداة ج ۷ ص ۳۲۳۔ ینابیع المودة باب ۸۲

(۱۹۹) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۷۸، ۸۶

(۲۰۰) اثبات الهداة ج ۷ ص ۱۸۔ اثبات الوصیتہ ص ۱۹۷

(۲۰۱) اثبات الهداة ج ۷ ص ۳۵۶۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ حضرت صاحب الامرؑ کی ولادت کے موضوع پر زیادہ اطلاعات آپ کو ملیں تو **تبصرة الولی فیمن رای القائم المهدی** نامی کتاب جو علامہ محقق سید ہاشم بحرانی کی تالیف ہے اسے اور کتاب بحار الانوار ج ۵۱ باب۱ اور ج۵۲ باب ۱۷، ۱۹ کو ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۰۲) اصول کافی باب مولد ابی محمد الحسن بن علیؑ

(۲۰۳) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۲۲۔ اثبات الهداة ج ۷ ص ۷۸۔ اثبات الوصیتہ ص ۱۹۸

(۲۰۴) اصول کافی باب الاشارة و النص علی ابی الحسن موسیؑ

(۲۰۵) **سعید بن جبیر عن علی بن الحسینؑ قال: القائم منا نخفی و لادته علی الناس حتی یقولوا: لم یولد بعد، لیخرج حین یخرج و لیس لا حد فی عنقه بیعته۔** بحار الانوار ج ۵۱ ص ۱۳۵

(۲۰۶) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۴

(۲۰۷) اصول کافی، باب مولد ابی محمد الحسن بن علی و کتاب ارشاد مفید و کتاب اعلام الوریٰ تالیف طبرسی و کتاب کشف الغمہ، باب الامام الحاد ی عشر

(۲۰۸) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۱۷

(۲۰۹) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۲۵

(۲۱۰) اکمال الدین ج ۲ ص ۱۷۸

(۲۱۱) اکمال الدین ج ۲ ص ۹۹، ۱۰۳

(۲۱۲) اکمال الدین ج ۲ ص ۱۴۹

(۲۱۳) اکمال الدین ج ۲ ص ۱۰۶

(۲۱۴) کتاب مطالب السئول ط سال ۱۲۸۷ھ ص ۸۹

(۲۱۵) کفایتہ الطالب ص ۳۱۲

(۲۱۶) فصول المهمتہ ط دوم ص ۲۸۳، ۲۸۶

(۲۱۷) تذکرة خواص الامہ ص ۲۰۴

(۲۱۸) نور الابصار ط مصر ص ۱۶۸

(۲۱۹) الصواعق المحرقہ ص ۲۰۶

(۲۲۰) سبائک الذهب ص ۷۸

(۲۲۱) روضتہ الصفا ج ۳

(۲۲۲) وفیات الاعیان ط ۱۲۸۴ھ ج ۲ ص ۲۴

(۲۲۳) الیواقیت و الجواہر تالیف شعرانی ط ا سال ۱۳۵۱ ج ۲ ص ۱۴۳

(۲۲۴) الیواقیت و الجواہر ص ۱۴۳

(۲۲۵) نقل از کتاب ینابیع المودة ج ۲ ص ۱۲۶

(۲۲۶) شذرات الذهب ط بیروت ج ۲ ص ۱۴۱ و کتاب "العبر فی خبر من غبر" ط کویت ج ۲ ص ۳۱

(۲۲۷) تاریخ منصوری عکس برداری شده ماسکو ص ۱۱۴

(۲۲۸) اگر زیادہ معلومات کی احتیاج ہے تو کتاب کشف الاستار تالیف حسین بن محمد تقی نوری اور کتاب کفایت الموحدین تالیف طبرسی ج ۲ سے رجوع فرمائیں۔

(۲۲۹) **فاشارت الیه قالوا: کیف نکلم من کان فی المهد صبیا قال: انی عبدالله اتنی الکتاب و جعلنی نبیا و جعلنی مبارکا این ما کنت و اوصانی بالصلوة و الزکوة ما**

دست حیا سورہ مریم آیت ۲۹

(۲۳۰) اثبات الوصیتہ ص ۱۶۶

(۲۳۱) اثبات الوصیتہ ص ۱۶۶

(۲۳۲) مناقب ابن شہر آشوب ط قم ج ۴ ص ۴۰۱ و اثبات الوصیتہ ص ۱۷۴

(۲۳۳) "ہدیتہ الاحباب" ط تہران سال ۱۳۲۹ ھ ۷۶

(۲۳۴) "ہدیتہ الاحباب" ص ۲۲۸

(۲۳۵) "تاریخ علوم" تالیف "پی یر روسو" ترجمہ صفاری طبع سوم ۴۳۲

(۲۳۶) قال ابو جعفرؑ : صاحب هذا الامر اصغرنا سنا و اخملنا شخصا"۔ بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۸

(۲۳۷) کتاب الزام الناصب ط سال ۱۳۵۱ ص ۸۱

(۲۳۸) الزام الناصب ص ۸۱

(۲۳۹) قال رسول اللہؐ : و الذی بعثنی بالحق بشیرا یغین القائم من ولدی بعهد معهود علیه منی حتی یقول اکثر الناس : ماللہ فی ال محمد حاجته و یشک اخرون فی ولادته فمن ادرک زمانه فلیتمسک بدینه ولا یجعل للشیطن علیه سبیلا بشکه فیزیله عن ملتی و یخرجه من دینی فقد اخرج ابویکم من الجنته من قبل' و ان الله عزوجل جعل الشیاطین اولیاء الذین لا یومنون ---- اثبات الهداة ج ۶ ص ۳۸۶

(۲۴۰) اثبات الهداة ج ۶ ص ۳۹۳

(۲۴۱) محمد بن مسلم قال : سمعت ابا عبداللهؑ یقول : ان بلغکم فی صاحبکم غیبته فلا تنکرو ها ---- اثبات الهداة ج ۶ ص ۳۵۰

(۲۴۲) مقاتل الطالبین ص ۱۶۵

(۲۴۳) جو اشعار سید حمیری نے اس موضوع پر کہے ہیں وہ مفصل ہیں۔ ان میں کا کچھ حصہ درج ذیل کیا جاتا ہے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ غیبت کا موضوع مہدی

موعود کی حتمی علامتوں میں سے ہے۔

و ما کان قولی فی ابن خولته سبطنا — معاندة منی نسل المطیب

و لکن روینا عن وصی محمد — و ما کان فیما قال بالمنکذب

بان ولی الله یفقد لا یری — سنین کفعل الخائف المترقب

فتقسم اموال الفقید کا نما — یغیب بین الصفیح المضب

فیمکث حینا ثم ینبع نبعته — کنبعته جدی من الافق کوکب

یسیر من بنصر الله من بیت ربه — علی سودد منه و امر مسبب

یسیر الی اعدائه بلوائه — فیقتلهم قتلا کسحران مغضب

فلما روی ان ابن خولته غائب — صرفنا الیه قولنا لم نکذب

و قلنا هو المهدی القائم الذی — یعیش به من علمه کل مجدب

فان قلت لا فالحق قولک والذی — امرت فحتم غیر ما متعصب

و اشهد ربی ان قولک حجته — علی الناس طرا من مطیع و مذنب

بان ولی الامر و القائم الذی — تطلع نفسی نحوه یتطرب

له غیبته لا بدمن ان یغیبنا — فصلی علیه الله من متغیب

فیمکث حینا ثم یظهر حینه — فیملک من فی شرقها و المغرب

بذاک ادین الله سرا و جهرة — و لست و ان عوتبت فیه بمعتب

کتاب اکمال الدین تالیف شیخ صدوق طبع سال ۱۳۷۸ ج ۱ ص ۱۱۲- ۱۱۵

(۲۴۴) کتاب اعلام الوری تالیف طبرسی علیه الرحمته ط تہران سال ۱۳۳۸ ص ۴۱۶

(۲۴۵) رجال نجاشی ص ۱۹۳۔ رجال شیخ طوسی ۳۵۷۔ فہرست شیخ طوسی ص ۱۱۸

(۲۴۶) رجال نجاشی ص ۱۹۴

(۲۴۷) رجال نجاشی ص ۲۸۔ فہرست شیخ طوسی ص ۷۵

(۲۴۸) رجال نجاشی ص ۲۸۔ فہرست شیخ طوسی ص ۷۵

(۲۴۹) رجال نجاشی ص ۲۱۵۔ رجال شیخ طوسی ص ۳۸۴۔ فہرست شیخ طوسی ص ۱۴۷

(۲۵۰) رجال نجاشی ص ۱۹۵۔ رجال شیخ طوسی ص ۳۱۹

(۲۵۱) رجال نجاشی ص ۲۳۵۔ رجال شیخ طوسی ص ۴۲۰، ۴۳۴۔ فہرست شیخ طوسی ص ۱۵۰

(۲۵۲) اسحاق بن عمار قال : سمعت ابا عبدالله علیه السلام یقول : للقائم غیبتان، احدیها طویلته و الاخری قصیرة، فالا ولی یعلم بمکانه فیها خاصته من شیعته و امام الاخری فلا یعلم بمکانه فیها الا خاصته موالیه فی دینه ---- اثبات الہداۃ ج ۷ ص ۶۹۔ بحار الانوار ج ۵۲ ص ۱۵۵

(۲۵۳) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۱۵۳

(۲۵۴) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۴۳

(۲۵۵) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۴۹۔ اثبات الہداۃ ج ۷ ص ۳۶۰

(۲۵۶) بحار الانوار ج ۵۳ ص ۱۷۸

(۲۵۷) انوار نعمانیہ طبع تبریز ج ۲ ص ۲۴

(۲۵۸) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۴۶

(۲۵۹) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۵۲

(۲۶۰) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۵۰

(۲۶۱) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۴۹

(۲۶۲) بحار الانوار ج ۵۳ ص ۱۵۰

(۲۶۳) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۰۶

(۲۶۴) کتاب غیبت نعمانی ص ۹۱

(۲۶۵) اثبات الہداۃ ج ۷ ص ۳۶۰

(۲۶۶) رجال بو علی ط سال ۱۱۰۲ ص ۳۱۲

(۲۶۷) رجال مامقانی ط نجف سال ۱۳۵۲ ج ۱ ص ۲۰۰۔ اثبات الہداۃ ج ۷ ص ۲۹۴

(۲۶۸) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۶۲

(۲۶۹) رجال بو علی ص ۲۰۰۔ رجال مامقانی ج ۲ ص ۲۴۵

(۲۷۰) منہج المقال تالیف علامہ بہبہانی طبع تہران سال ۱۳۰۷ ص ۲۱۹

(۲۷۱) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۴۸

(۲۷۲) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۴۵

(۲۷۳) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۴۶

(۲۷۴) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۱۶

(۲۷۵) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۳۵

(۲۷۶) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۲۶ و الاثبات الہداۃ ج ۷ ص ۳۰۲

(۲۷۷) منہج المقال ص ۳۰۵ و رجال مامقانی ج ۳ ص ۱۴۹

(۲۷۸) رجال مامقانی ج ۳ ص ۱۴۹

(۲۷۹) رجال مامقانی ج ۱ ص ۲۰۰

(۲۸۰) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۴۹

(۲۸۱) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۲۵

(۲۸۲) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۳۷

(۲۸۳) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۵۱

(۲۸۴) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۵۲

(۲۸۵) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۵۵

(۲۸۶) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۵۲

(۲۸۷) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۵۳

(۲۸۸) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۵۹

(۲۸۹) اکمال الدین ج ۲ ص ۱۸۰

(۲۹۰) اثبات الہداۃ ج ۷ ص ۳۴۰

(۲۹۱) رجال مامقانی ج ۱ ص ۲۰۰

(۲۹۲) رجال مامقانی ج ۲ ص ۳۰۴

(۲۹۳) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۶۰

(۲۹۴) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۶۰

(۲۹۵) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۳۶۱

(۲۹۶) اثبات الوصیتہ ص ۲۰۶

(۲۹۷) اثبات الهداة ج ۶ ص ۳۹۳

(۲۹۸) **قال علی بن الحسینؑ فی القائم سنتہ من نوح و هو طول العمر۔** بحار الانوار ج ۵۱ ص ۲۱۷

(۲۹۹) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۹۱

(۳۰۰) **قال موسی ابن جعفرؑ : اذا فقد الخامس من و لد السابع من الائمتہ فو الله الله فی ادیانکم لا یز یلنکم عنها احد' یا بنی انہ لا بد لصاحب هذا الامر من غیبتہ حتی یرجع عن هذا الامر من کان یقول بہ انما هی محنتہ من الله امتحن الله بها خلقہ۔** بحار الانوار ج ۵۲ ص ۱۱۳

(۳۰۱) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۱۵۲

(۳۰۲) **زراره عن ابی عبدالله علیہ السلام قال یا زراره لا بد للقائم من غیبتہ قلت : و لما؟ قال یخاف علی نفسہ و اومی بیدہ الی بطنہ۔** اثبات الهداة ج ۶ ص ۴۳۷

(۳۰۳) سورۂ مائدہ آیت ۱ میں فرماتا ہے : **یا ایها الذین امنوا اوفوا بالعقود** اور سورہ اسراء آیت ۳۴ میں فرماتا ہے : **و اوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولا** اور سورہ مومنون میں آیت ۸ میں فرماتا ہے : **و الذین هم لا ما نا تهم و عهد هم راعون**

(۳۰۴) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۹۶

(۳۰۵) **عن جعفر الصادقؑ عن ابیہ عن جدہ علی ابن الحسینؑ قال : نحن ائمتہ المسلمین و حجج الله علی العالمین و سادات المومنین و قادة الغرا المحجلین و سوا لی المسلمین و نحن امان لا هل الارض کما ان النجوم امان لا هل السماء و بنا**

یمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ و بنا ینزل الغیث و تنشر الرحمتہ و تخرج برکات الارض و لو لا ما علی الارض منا لساخت باهلها

ثم قال : و لم تخل منذ خلق الله ادم من حجتہ الله فیها اما ظاهر مشهور او غائب مستور و لا تخلو الارض الی ان تقوم الساعتہ من حجتہ و لو لو ذالک لم یعبدالله

قال سلیمان : فقلت لجعفر الصادق علیہ السلام کیف ینفع الناس بالحجتہ الغائب المستور؟ قال : کما ینتفعون بالشمس اذا سترها سحاب۔ ینابیع المودة ج ۲ ص ۲۱۷

(۳۰۶) بحث نبوت عامہ و امامت صفحہ ۷۰ سے صفحہ ۸۳ کتاب ہذا ۔

(۳۰۷) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۱۲۲ ۔ ۱۵۰

(۳۰۸) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۱۲۲

(۳۰۹) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۱۲۲ تا ۱۵۰

(۳۱۰) **قال علی علیہ السلام و اخذ وا یمینا" و شمالا" فی مسالک الغی و ترکا للمذاهب الرشد' فلا تستعجلوا ما هو کائن مرصد و لا تستبطئوا ما یجی بہ الغد فکم من مستعجل بما ان ادرکہ و دانہ لم یدرکہ و ما اقرب الیوم من تباشیر غد یا قوم! هذا ابان و رود کل موعود و دنو من طلعتہ ما لا تعرفون الا و ان من ادرکها منا یسری فیها بسراج منیر و یحذو فیها علی مثال الصالحین' لیحل فیها ربقا و یعتق رقا و یصدع شعبا و یشعب صدعا" فی سترة عن الناس لا یبصر القائف اثره و لو تابع نظره ثم یشحذن فیها قوم شحذ القین النصل' تجلی بالتنزیل ابصارهم و یرمی بالتفسیر فی مسامعهم و یغبقون کاس الحکمتہ بعد الصبوح۔** نہج البلاغتہ ج ۲ خطبہ ۱۴۶

(۳۱۱) تاریخ یعقوبی مطبوعہ نجف سال ۱۳۸۴ھ ج ۳ ص ۱۶۲

(۳۱۲) مقاتل الطالبین ص ۱۴۳

(۳۱۳) مقاتل الطالبین ص ۱۴۳ تا ۱۵۴

(۳۱۴) مقاتل الطالبین ص ۲۷۸

(۳۱۵) مقاتل الطالبین ص ۳۹۲

(۳۱۶) مقاتل الطالبین ص ۳۰۸ ـ ۳۲۱

(۳۱۷) مقاتل الطالبین ص ۳۱۵ ـ ۳۱۸

(۳۱۸) مقاتل الطالبین ص ۲۹۴ ـ ۲۹۶

(۳۱۹) **کتاب اضواء علی السنته المحمدیه تالیف محمود ابوریه** طبع اول ص ۲۹

(۳۲۰) اضواء ص ۳۰

(۳۲۱) کتاب النصائح الکافیه تالیف سید محمد بن عقیل طبع سوم ص ۸۷

(۳۲۲) النصائح الکافیه ص ۸۸

(۳۲۳) تاریخ یعقوبی ج ۳ ص ۲۰۲

(۳۲۴) الامامته و السیاسته ج ۲ ص ۱۷۷ ـ ۱۸۰

(۳۲۵) تاریخ یعقوبی ج ۳ ص ۲۰۶

(۳۲۶) مقاتل الطالبین ص ۲۴۴

(۳۲۷) مقاتل الطالبین ص ۲۴۱

(۳۲۸) تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۳

(۳۲۹) النصائح الکافیه ص ۱۰۹

(۳۳۰) اضواء ص ۲۷۱

(۳۳۱) کتاب الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۵۹

(۳۳۲) تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۹

(۳۳۳) **حسن بن محمد بن صالح قال سمعت الحسن العسکری علیه السلام یقول: ان ابنی هو القائم من بعدی، و هو الذی یجری فیه سنن الانبیاء بالتعمیر و الغیبته حتی تقسوا القلوب لطول الامد، و لا یثبت علی القول به الا من کتب الله عزوجل فی قلبه الایمان و ایده بروح منه۔** بحار الانوار ج ۵۱ ص ۲۲۴

(۳۳۴) دائرۃ المعارف بریتانیائی (برٹش انسائیکلوپیڈیا) ج ۱۴ ص ۳۷۶

(۳۳۵) دائرۃ المعارف امریکائی (امریکی انسائیکلوپیڈیا) ج ۱۷ ص ۴۶۳

(۳۳۶) روزنامہ اطلاعات

(۳۳۷) سالنامہ شہرت سال ۱۳۴۲ ص ۲۸۹ ترجمہ از مجلّہ فرانسیسی کنستلاسین بقلم روستین گلاس

(۳۳۸) کتاب المہدی تالیف آیات اللہ باقر الصدر۔ نقل از مجلّہ المقتطف سال ۵۹ شمارہ ۳۰

(۳۳۹) منتخب الاثر ص ۲۷۸ نقل از مجلّہ الہلال سال ۳۸ شمارہ ۵

(۳۴۰) مجلّہ دانشمند شمارہ ۷ سال سوم "ایک مغربی رسالہ کا ترجمہ" از ڈاکٹر کوشیار

(۳۴۱) دانشمند شمارہ ۴ "جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے" نامی کتاب جو روسی زبان میں ہے اس کے ایک حصہ کا ترجمہ۔ ترجمہ ابو الفضل آزمودہ

(۳۴۲) دانشمند شمارہ ۵ سال ۱۳۴۲

(۳۴۳) دانشمند شمارہ ۶ سال ششم

(۳۴۴) دانشمند شمارہ ۱ سال ششم

(۳۴۵) **و لقد ارسلنا نوحا الی قومه فلبث فیهم الف سنته الا خمسین عاما فاخذهم الطوفان و هم ظالمون۔** سورہ عنکبوت آیت ۱۴

(۳۴۶) تاریخ مروج الذہب ج ۱، ۲

(۳۴۷) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۱۵۲

(۳۴۸) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۱۵۴

(۳۴۹) الانوار النعمانیہ مطبوعہ تبریز ج ۲ ص ۵۸

(۳۵۰) الذریعہ ج ۵ ص ۱۰۶

(۳۵۱) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۱۵۹ تا ۱۷۴

(۳۵۲) مانند: **اللهم اعطه فی نفسه و اهله و ولده و ذریته و جمیع رعیته ما تقربه عینه (مفاتیح الجنان)** وہ دعا جو ناحیہ مقدسہ سے صادر ہوئی ہے اس میں کہتا ہے:

اللهم اعطه فی نفسه و ذریته و شیعته و رعیته و خاصته و عامته و عدوه و جمیع اهل الدنیا ما تقر به عینه (مفاتیح الجنان) لیکن دانشمندوں پر واضح ہے کہ مذکورہ دعائیں اس قدر قطعی اور قابل اعتبار نہیں ہیں کہ ان سے استدلال کیا جا سکے اور ایسے موضوع کو ثابت کریں۔ لیکن اس حال میں ان کے فرزند کا ہونا بعید نہیں ہے امام جعفر صادقؑ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے: **کانی اری نزول القائم فی مسجد السهله باهله و عیاله۔** بحار جلد ۵۲ ص ۳۱۷

(۳۵۳) **عن الفضیل قال سئلت ابا جعفر علیه السلام: هل لهذا الامر وقت؟ فقال: کذب الوقاتون، کذب الوقاتون، کذب الوقاتون۔** بحار الانوار ج ۵۲ ص ۱۰۳

(۳۵۴) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۱۰۳

(۳۵۵) "**محمد بن مسلم عن ابی عبدالله علیه السلام قال: من وقت لک من الناس شیئا فلا تهابن ان تکذبه فلسنا نوقت لاحد۔** بحار الانوار ج ۵۲ ص ۱۰۴، ۱۱۷

(۳۵۶) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۱۰۶

(۳۵۷) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۲۵۰

(۳۵۸) الاغانی ج ۱۶ ص ۱۷۱

(۳۵۹) تاریخ طبری ج ۷ ص ۲۵

(۳۶۰) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۱۹۳ تا ۱۹۷ و صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۴۶ تا ۸۷ و سنن ابی داود ج ۲ ص ۲۱۲

(۳۶۱) صحیح مسلم ج ۱۸ ص ۷۹ و سنن ابی داود ج ۳ ص ۲۱۴

(۳۶۲) رسالہ یوحنا باب ۲ آیت ۲۲

(۳۶۳) رسالہ اول باب ۲ آیت ۱۸

(۳۶۴) رسالہ اول یوحنا باب ۴ آیت ۳

(۳۶۵) رسالہ دوم یوحنا آیت ۷

(۳۶۶) موضوع تعدد مسیح موعود کی طرف رجوع کیا جائے بحوالہ تفسیر المیزان ج ۳ و

کتاب تاریخ و تقویم در ایران

(۳۶۷) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۱۹۷

(۳۶۸) **عن ابی ہریرہ قال قال رسول الله (ص) لا تقوم الساعته حتی یخرج ثلاثون دجالون کلهم یزعم انهم رسول الله۔** سنن ابی داود ج ۲

(۳۶۹) ترجمہ الملاحم و الفتن ص ۱۱۳

(۳۷۰) سنن ابی داود ج ۲

(۳۷۱) مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۳۳

(۳۷۲) اس لئے کہ ان توصیفات کا عمدہ مدرک دو حدیثیں ہیں جو بحار الانوار اور دوسری کتابوں میں تحریر ہیں، اس سند کے ساتھ محمد بن عمر بن عثمان ان اسناد کے ساتھ **عن مشایخه عن ابی یعلی المصولی عن عبد العلی عن حماد عن ایوب عن نافع عن ابی عمر عن رسول اللهؐ و حدیث دیگر: الطالقانی عن الجلودی عن الحسین بن معاذ عن قیس بن حفص عن یونس بن ارقم عن ابی سیار الشیبانی عن الضحاک بن مزاحم عن نزال بن سبرۃ عن علی**

اہل عقل پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ ان دونوں حدیثوں کی سند قابل اعتماد نہیں ہے۔ اسی لئے کہ مامقانی، محمد بن عمر بن عثمان کے بارے میں لکھتا ہے۔ مجہول الحال ہے اور نافع کے بارے میں لکھا ہے ابن عمر کا غلام ہے اور گمراہ بھی تھا اور گمراہ کرنے والا بھی تھا اور عمر کے بارے میں لکھا ہے اس کا حال معلوم نہیں اور ضحاک بن مزاحم کے بارے میں لکھا ہے کوئی ایسا مدرک جو اسے نیک قرار دے مجھے نہیں ملا اور نزال بن سبرۃ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کا احوال معلوم نہیں۔

(۳۷۳) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۱۹۹

(۳۷۴) سورہ آل عمران آیت ۶۴

(۳۷۵) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۳۶

(۳۷۶) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۱۶

(۳۷۷) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۵۱

(۳۷۸) و نرید ان نمن على الذین استضعفوا فی الارض و نجعلهم ائمته و نجعل الوارثین و نمکن لهم فی الارض۔ سوره قصص آیت۵

(۳۷۹) ان فرعون علی فی الارض و جعل اهلها شیعا" یستضعف طائفه منهم یذبح ابنائهم و یستحی نسائهم انه کان من المفسدین سوره قصص ۴

(۳۸۰) و ان فرعون لعال فی الارض و انه لمن المسرفین سوره یونس ۸۳

(۳۸۱) فاستخف قومه فا طا عوه انهم کانوا قوما فاسقین۔ سوره زخرف ۵۴

(۳۸۲) و قارون و فرعون و ها مان و لقد جائهم موسی بالبینات فاستکبروا فی الارض۔ سوره عنکبوت ۳۹

(۳۸۳) قال الذین استکبروا من قومه للذین استضعفوا لمن امن منهم اتعلمون ان صالحا" مرسل من ربه قالوا انا بما ارسل به موسنون ۔ قال الذین استکبروا و انا بالذی انتم به کافرون سوره اعراف ۷۶

(۳۸۴) و قال الذین استضعفوا للذین استکبروا بل مکر اللیل و النهار اذ تامر و ننا ان نکفر با لله و نجعل له اندادا سوره سبا ۳۳

(۳۸۵) و لقد بعثنا فی کل امته رسولا" ان اعبد وا الله و اجتنبوا الطاغوت سوره نحل ۳۶

(۳۸۶) فمن یکفر بالطاغوت و یوسن بالله فقد استمسک بالعروة الوثقی سوره بقر ۲۵۶

(۳۸۷) و مالکم لا تقاتلون فی سبیل الله و المستضعفین من الرجال و النساء و الولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من هذه القریته الظالم اهلها و اجعل لنا من لدنک ولیا و اجعل لنا من لدنک نصیرا۔ الذین امنوا یقاتلون فی سبیل الله و الذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت فقاتلوا اولیاء الشیطن ان کید الشیطن کان ضعیفا سوره نساء ۷۶

(۳۸۸) و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الأرض و نجعلهم ائمته و نجعلهم الوارثین و نمکن لهم فی الارض سوره قصص ۵

(۳۸۹) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۳۶

(۳۹۰) سورۂ نور آیت ۵۵

(۳۹۱) سورۂ انبیاء آیت ۱۰۵

(۳۹۲) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۲۴۴

(۳۹۳) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۳۲

(۳۹۴) اثبات الهداة ج ۷ ص ۱۰۵

(۳۹۵) اصول کافی ج ۱ ص ۲۷۱

(۳۹۶) مفضل بن عمر عن ابی عبدالله فی قول الله ---- فاذا انقرفی الناقور ----- قال ان منا اماما" مظفرا مسترا" فاذا اراد الله اظهار امره نکث فی قلبه نکتته فظهر فقام بامر الله تبارک و تعالی۔ اثبات الهداة ج ۶ ص ۳۶۴

(۳۹۷) ابو الجارود قال قلت لا بی جعفرؑ : جعلت فداک اخبر نی عن صاحب الامر؟ قال: یمسی من اخوف الناس و یصبح من امن الناس' یوحی الیه هذا الامر لیله و نهاره۔ قال قلت! یوحی الیه یا ابا جعفر؟ قال : یا ابا جارود انه لیس و حی نبوة و لکنه یوحی الیه کوحیه الی مریم بنت عمران و الی ام موسی و الی النحل' یا ابا جارود ان قائم ل محمد اکرم علی الله من مریم بنت عمران و ام موسی و نحل۔ اثبات الهداة ج ۷ ص ۱۷۲ و بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۸۹

(۳۹۸) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۱۱

(۳۹۹) اصول کافی ج ۱ ص ۳۴۹

(۴۰۰) اثبات الهداة ج ۶ ص ۴۲۰

(۴۰۱) کتاب الحاوی للفتاوی تالیف جلال الدین سیوطی طبع سوم ج ۲ ص ۱۲۴

(۴۰۲) قال ابو عبداللهؑ صاحب هذا الامر تغیب و لادته عن هذا الخلق لئلا یکون

فی عنقہ بیعتہ اذا خرج و یصلح اللہ عزوجل امرہ فی لیلتہ۔ بحار الانوار ج ۵۲ ص ۹۶

(۴۰۳) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۱۳۳

(۴۰۴) اکمال الدین ج ۲ ص ۳۵۷

(۴۰۵) اکمال الدین ج ۲ ص ۳۵۷

(۴۰۶) اکمال الدین ج ۲ ص ۳۵۸

(۴۰۷) اکمال الدین ج ۲ ص ۳۵۸

(۴۰۸) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۲۱۸

(۴۰۹) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۵۸

(۴۱۰) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۶۶

(۴۱۱) اکمال الدین ج ۲ ص ۳۵۷

(۴۱۲) غیبت نعمانی ص ۱۰۶

(۴۱۳) سورہ حج آیت ۷۸

(۴۱۴) سورہ بقرہ آیت ۱۹۳

(۴۱۵) سورہ توبہ آیت ۱۲

(۴۱۶) سورہ انفال آیت ۶۰

(۴۱۷) سورہ آل عمران ۱۰۴

(۴۱۸) سورہ آل عمران ۱۱۰

(۴۱۹) سورہ احزاب آیت ۶

(۴۲۰) سورہ مائدہ آیت ۴۸

(۴۲۱) زیادہ معلومات کے لئے کتاب "التراتیب الاداریہ" تالیف شیخ عبدالحق اور کتاب "الاموال" تالیف حافظ ابو عبید سے رجوع فرمائیں۔

(۴۲۲) سورہ انعام ۶۵

(۴۲۳) سورہ توبہ ۷۳

(۴۲۴) سورہ نساء ۱۰۵

(۴۲۵) سورہ نساء ۵۹

(۴۲۶) سورہ انفال ۴۶

(۴۲۷) سورہ نساء ۶۴

(۴۲۸) ینابیع المودۃ ص ۲۹۷

(۴۲۹) سورہ حج آیت ۷۸

(۴۳۰) سورہ توبہ آیت ۴۱

(۴۳۱) سورہ صف آیت ۱۱

(۴۳۲) سورہ بقرہ آیت ۱۹۰

(۴۳۳) سورہ نساء آیت ۷۶

(۴۳۴) سورہ انفال آیت ۳۹

(۴۳۵) سورہ نساء آیت ۷۵

(۴۳۶) سورہ توبہ آیت ۱۲

(۴۳۷) سورہ توبہ آیت ۳۶

(۴۳۸) سورہ انفال آیت ۶۰

(۴۳۹) سورہ مائدہ آیت ۳۸

(۴۴۰) سورہ نور آیت ۲

(۴۴۱) سورہ آل عمران آیت ۱۰۴

(۴۴۲) سورہ نساء آیت ۱۳۵

(۴۴۳) سورہ شوریٰ آیت ۱۳

(۴۴۴) سورہ آل عمران ۱۴۴

(۴۴۵) نہج البلاغہ ج۱ کلام ۳۹

(۴۴۶) مذکورہ حدیثوں کو کتاب وسائل الشیعہ ج ۱۱ ص ۳۵ تا ۴۱ اور کتاب بحار الانوار ج ۵۲ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

(۴۴۷) وسائل الشیعہ ج ۱۱ ص ۳۵۔ بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۰۱ حدیث دہم۔ عیص بن قاسم سے بھی روایت ہوئی ہے کہ اس حدیث کا ایک حصہ ہے اور اسے دوسری حدیث نہیں سمجھنا چاہئے۔

(۴۴۸) مقاتل الطالبین ص ۱۵۷

(۴۴۹) مقاتل الطالبین ص ۱۵۸

(۴۵۰) مقاتل الطالبین ص ۱۶۲

(۴۵۱) عیون الاخبار باب ۲۵

(۴۵۲) مقاتل الطالبین ص ۸۸

(۴۵۳) مقاتل الطالبین ص ۸۸

(۴۵۴) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۹۹

(۴۵۵) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۹۹

(۴۵۶) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۹۹

(۴۵۷) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۹۶

(۴۵۸) مقاتل الطالبین ص ۹۱

(۴۵۹) مقاتل الطالبین ص ۹۹

(۴۶۰) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۷۴

(۴۶۱) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۷۴

(۴۶۲) بحار الانوار ج ۴۶ ص ۱۷۴

(۴۶۳) وسائل الشیعہ ج ۱۱ ص ۳۹

(۴۶۴) بحار الانوار ج ۴۸ ص ۳۱۵

(۴۶۵) وسائل الشیعہ ج ۱۱ ص ۳۶ و بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۰۲

(۴۶۶) مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۲۴۸

(۴۶۷) مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۲۴۸

(۴۶۸) مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۲۴۸

(۴۶۹) وسائل الشیعہ ج ۱۱ ص ۳۶

(۴۷۰) وسائل الشیعہ ج ۱۱ ص ۳۷

(۴۷۱) وسائل الشیعہ ج ۱۱ ص ۴۱

(۴۷۲) وسائل الشیعہ ج ۱۱ ص ۳۹

(۴۷۳) مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۲۴۸

(۴۷۴) مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۲۴۸

(۴۷۵) وسائل الشیعہ ج۱۱ ص۳۶

(۴۷۶) وسائل الشیعہ ج۱۱ ص۳۹

(۴۷۷) وسائل الشیعہ ج۱۱ ص۴۰

(۴۷۸) وسائل الشیعہ ج۱۱ ص۴۷

(۴۷۹) وسائل الشیعہ ج۱۱ ص۳۸

(۴۸۰) وسائل الشیعہ ج۱۱ ص۳۷

(۸۴۱) وسائل الشیعہ ج — ص۳۷

(۸۴۲) مستدرک الوسائل ج۲ ص۲۴۸

(۴۸۳) توبہ ص ۱۲

(۴۸۴) توبہ ص ۳۶

(۴۸۵) سورہ انفال ۳۹

(۴۸۶) سورہ نساء ۷۵

(۴۸۷) سورہ نساء ۷۶

(۴۸۸) سورہ حج ۷۸

(۴۸۹) سورہ بقرہ ۱۹۰

(۴۹۰) سورہ آل عمران ۱۰۴

(۴۹۱) سورہ نساء ۱۳۵

(۴۹۲) سورہ انفال ۶۰

(۴۹۳) نہج البلاغتہ خطبہ ۲

(۴۹۴) الکامل فی التاریخ ج۴ ص۴۸ مطبوعہ بیروت

(۴۹۵) تحف العقول ص ۲۴۲

(۴۹۶) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۷۰

(۴۹۷) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۲۷

(۴۹۸) بحار الانوار ج ۵۲ ص۳۷۹ تا ۳۸۰

(۴۹۹) بحار الانوار ج ۵۱ ص ۵۵ و اثبات الهداة ج ۷ ص ۵۰

(۵۰۰) قال النبیؐ : لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لبعث الله فیه رجلا اسمه اسمی وخلقه خلقی یکنی ابا عبدالله یرد الله به الدین و یفتح له فتوحا" و لا یبقی علی وجه الارض الا من یقول : لا اله الا الله۔ فقیل له : من ای ولدک؟ قال من ولد ابنی هذا و ضرب بیده علی الحسین۔ اثبات الهداة ج ۷ ص ۲۱۵، ۲۴۷

(۵۰۱) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۴۵

(۵۰۲) و من الذین قالوا انا نصاری اخذنا میثاقهم فنسوا حظا" مما ذکروا به فاغرینا بینهم العداوة و البغضاء الی یوم القیمته آیت ۱۴

(۵۰۳) اذ قال الله یا عیسی انی متوفیک و رافعک الی و مطهرک من الذین کفروا جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمته آیت ۵۵۔

(۵۰۴) و قالت الیهود : ید الله مغلولته، غلت ایدیهم و لعنوا بما قالوا بل یداه مبسوطتان ینفق کیف یشاء و لیزیدن کثیرا منهم ما انزل الیک من ربک طغیانا و کفرا و القینا بینهم العداوة و البغضاء الی یوم القیمته آیت ۶۴

(۵۰۵) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۸۱، ۳۷۶

(۵۰۶) غیبت نعمانی ص ۱۳۵

(۵۰۷) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۴۰

(۵۰۸) قال ابو جعفرؑ فی حدیث الی ان قال فیفتح الله له شرق الارض وغربها و یقتل الناس حتی لا یبقی الا دین محمد۔ بحار الانوار ج ۵۲ ص۳۹۰

(۵۰۹) قال ابو جعفرؑ فی قوله الله "لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون" یکون ان لا یبقی احدالا اقربمحمد بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۴۶

(۵۱۰) قال ابو عبدالله اذا قام القائم لا یبقی الارض الا نودی فیها شهادة ان لا اله الا الله وان محمد رسول اللهؐ بحارالانوار ج ۵۲ ص ۳۴۰

(۵۱۱) قال ابو جعفرؑ فی قوله "الذین ان مکناهم فی الارض اقاموا اصلوة واتوا لزکوة فهذا لال محمدؐ الی اخر الائمته و المهدی واصحابه یملکهم الله مشارق الارض ومغاربها ویظهر به الدین ویمیت الله به و باصحابه البدع والباطل کما امات السفهاء الحق حتی لا یری ابن الظلم ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر بحار الانوار ج ۵۱ ص ۴۷

(۵۱۳) بحارالانوار ج ۵۱ ص ۱۳۶

(۵۱۴) بحارالانوار ج ۵۲ ص ۳۷۸

(۵۱۵) عن الصادقؑ انه ذکر قوله وقال : ستخلو کوفه من المومنین ویازر عنها العلم کما تازر الحیته فی جحرها ثم یظهر العلم ببلدة یقال لها : قم۔ وتصیر معلنا للعلم والفضل حتی لا یبقی فی الارض مستضعف فی الدین حتی لامخدرات فی الحجال وذالک عند قرب ظهور قائمنا۔ فیجعل الله قم واهله قائمین مقام الحجته ولولا ذالک لشناخت الارض باهلها ولم یبق فی الارض حجته فیفیض العلم منه الی سائر البلاد فی المشرق و المغرب فیتم حجته الله علی الخلق حتی لا

یبقی احد علی الارض لم یبلغ الیه الدین والعلم' ثم یظهر القائم ویصیر سببا لنقمته ولسخطه علی العباد لان اللّٰه لا ینقتم من العباد الا بعد انکار هم حجته

سفینته البحار قم (۵۱۶) سفینۃ البحار: قم

(۵۱۷) عن ابی الحسن الاول علیه السلام قال: رجل من اہل قم یدعو الناس ای الحق یجتمع معه قوم کزبو الحد ید' لا نزلهم ریاح العواصف ولا یملون من الحرب ولا یجیبون و علی اللّٰه یتوکلون والعاقبته للمتقین بحار الانوار ج ۶۰ ص ۲۱۶

(۵۱۸) قال رسول اللّٰه سیاتی زمان علی امتی لا یبقی من القرآن الا رسمه ولا من السلام الی اسمه یسمون به وهم ابعدالناس منه' مساجد هم عامرة وہی خراب من الهدی بحار الانوار ج ۵۲ ص ۱۹۰

(۵۱۹) قال النبیؐ والذین نفسی بیده لا یزال اللّٰه یزید الا سلام واہله وینقص الشرک واہله- الی ان قال- والذی نفسی بیده لیبلغن ہذا الدین ما بلغ اللیل تاریخ ابن عساکر طبع شام سال ۱۳۲۹ ج ۱ ص ۸۷

(۵۲۰) قال ابو جعفرؑ اذا قام قائمنا وضع اللّٰه یده علی روس العباد فجمع بها عقو لهم وکملت به احلامهم بحارالانوار ج ۵۲ ص ۳۲۸

(۵۲۱) اثبات الهداة ج ۷ ص ۴۹

(۵۲۲) عبدالملک بن اعین قال: قمت من عند ابی جعفر فاعتملت علی یدی فبکیت وقلت کنت ار جوان ادرک ہذا الا مروبی قوة فقال: اما ترضون اعدائکم یقتل بعضهم بعضا وانتم آمنون فی بیوتکم انه لو کان ذلک اعطی الرجل منکم قوة اربعین رجلا وجعل قلوبکم کزبر الحدید لو قزفتم بها الجبال فلقتها' وانتم قوام الارض وخزانها بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۳۵

(۵۲۲) اثبات الهداة ج ۷ ص ۲۰۱

(۵۲۴) زراره قال قلت لابی عبداللّٰهؑ الندا حق؟ قال: ای واللّٰه حتی یسمعه کل قوم بلسانهم- وقال ابو عبداللّٰهؑ لا یکون ہذا الامر حتی یذہب تسعته اعشار الناس بحار الانوار ج ۵۲ ص ۲۴۴

(۲۲۵) بحارالانوار ج ۵۲ ص ۳۵۸

(۵۲۶) محمد بن مسلم عن ابی جعفرؑ------ فی حدیث ------ قال: واما شبه من جده المصطفیٰؐ فخروجه بالسیف وقتله اعداء للّٰه واعداء رسوله والجبارین و الطواغیت و انه ینصر بالسیف والرعب وانه لا تردله رایته بحار الانوار ج ۵۱ ص ۲۱۸

(۵۲۷) دلائل الامامته تالیف محمد بن جریر طبری مطبوعه نجف سال ۱۳۲۹ہجری ص ۲۴۹

(۵۲۸) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۳۶)

(۵۲۹) سوره انبیاء آیت ۱۰۵

(۵۳۰) عبداللّٰه بن عطا عب ابی عبداللّٰهؑ قال سئلته عن سیرة المهدی کیف سیرته؟ قال یصنع ما صنع رسول اللّٰه'یهدم ما کان قبله کما هدم رسول اللّٰهؐ امر الجاہلیته و یستانف الاسلام جدیدا بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۵۲

(۵۳۱) ابو خدیجه ابی عبداللّٰهؑ قال اذا خرج القائم جاء بامر جدید کما دعا رسول اللّٰهؐ فی بدء الاسلام الی امر جدید اثبات الهداة ج ۷ ص ۱۱۰

(۵۳۲) قال ابو عبداللّٰهؑ اذا خرج القائم یقوم بامر جدید و کتاب جدید وسنته جدیدة وقضا جدید' علی العرب شدید لیس شانه الا القتل ولا لستبقی احدا ولا تاخذه فی اللّٰه لومته لائم- اثبات الهداة ج ۷ ص ۸۳

(۵۳۳) ابو سعید الخدری قال قال رسول اللّٰهؐ: یخرج رجل من اہلبیتیؐ و یعمل بسنتی بحارالانوار ج ۵۱ ص ۸۲

(۵۳۴) قال رسول اللہؐ القائم من ولدی اسمه اسمی وکنیته کنیتی وشمائله شمائلی وسنته سنتی یقیم الناس علی طاعتی وشریعتی ویدعوهم الٰی کتاب ربی اثبات الهداة ج ۷ ص ۵۲

(۵۳۵) قال النبیؐ فی حدیث وان الثانی عشر من ولدی یغیب حتی لا یری و یاتی علی امتی یزمن لا یبقی من الاسلام الا اسمه ولا یبقی من القرآن الا رسمه میحنذ یاذن اللہ تبارک و تعالٰی بالخروج فیظهر اللہ الاسلام به ویجدوه منتخب الاثر ص ۹۸

(۵۳۶) قال النبیؐ : المهدی رجل من عترتی یقاتل علی سنتی کما قاتلت انا علی الوحی ینابیع المودة ج ۲ ص ۱۷۹

(۵۳۷) قال الصادقؑ اذا قام القائم سار بسیرة رسول اللہ الا انه بین اثار محمد بحارالانوار ج ۵۲ ص ۳۷۴

(۵۳۸) فضیل بن یسار قال سمعت ابا جعفرؑ یقول : ان قائمنا اذا قام استقبل من جهل الناس اشد مما استقبله رسول اللہ من جهال الجاہلیته قلت : وکیف ذاک قال : ان رسول اللہؐ اتی الناس وهم یعبدون الحجارة والصخور والعیدان والخشب المنحوتته و ان قائمنا اذا قام اتی الناس وکلهم یناول علیه کتاب اللہ ویحتج علیه به ثم قال : اما واللہ لیدخلن علیهم عدله جوف بیوتهم کما یدخل الحر والقر اثبات الهداة ج ۷ ص ۸۶

(۵۳۹) قال عبداللہؑ اذا قام القائم دعی الناس الی الاسلام جدیدا وهداهم الی امر قد دثر فضل عنه الجمهور' وانما سمی القائم مهد یا لانه یهدی الی امر مضلول عنه و سمی بالقائم لقیامه بالحق کشف الغمہ ج ۲ ص ۲۵۴ وارشاد مفید ص ۳۴۳

(۵۴۰) بحار الانوار ج ۵۲ ص ۳۲۶

(۵۴۱) ابن تغلب قال قال لی ابو عبداللہؑ دمان فی الاسلام حلال من اللہ لا یقتضی فیهما احد حتی یبعث اللہ قائمنا اہل البیتؑ فاذا بعث اللہ قائمنا اہل البیتؑ حکم فیها بحکم اللہ لا یرید علیها بنیته الزانی المحصن یرجمه ومانع الزکوٰة یضرب عنقه بحارالانوار جلد ۵۲ ص ۳۲۵

(۵۴۲) بحارالانوار ج ۵۲ ص ۳۲۰

(۵۴۳) کتاب تلخیص تاریخ نبیل زرندی ص ۱۳۵ تا ۱۳۸

(۵۴۴) موسیٰ ابن جعفر البغدادی قال سمعت ابا محمد الحسن علی یقول کانی بکم قد اخلفتم فی الخلف منی اما ان المقر بالائمته بعد رسول اللہ المنکر لولدی کمن اقر بجمیع انبیاء اللہ و رسله ثم انکر نبوة محمد رسول اللہؐ المنکر لرسول اللہ کمن انکر جمیع الانبیاء لان طاعته اخرنا کطاعته اولنا والمنکر لا خرنا کالمنکر لا ولنا' ام ان لو لدی غیبته یرتاب فیه الناس الا من عصمه اللہ تفسیر سوره کوثر

(۵۴۵) قال علی بن موسیٰؑ فی حدیث الی ان قال : یادعبل! الامام بعدی محمد ابنی وبعد محمد ابنه علی وعبد علی ابنه الحسنؑ وبعدالحسنؑ ابنه الحجته القائم المنتظر فی غیبة المطاع فی ظهوره : لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطول اللہ ذالک حتٰی یخرج فیملاء ها عدلا کما ملئت جورا وامامنی فاخبار عن الوقت ولقد حدثنی الی عن ابیه عن ابائه عن علی ان النبی قیل له یا رسول اللہ متی یخرج القائم من ذریتک؟ فقال مثله مثل الساعته لا یجلبها لوقتها الا هو ثقلت فی السمٰوٰت و الارض یاتیکم الا بغتته تفسیر سوره کوثر

(۵۴۶) ابو بصیر عن ابی عبداللہؑ قال قلت : جعلت فداک متی خروج القائم؟ فقال یا ابا محمد انا اہل البیت لا نوقت و قد قال محمد کذب الوقاتون تفسیر سوره کوثر

(۵۴۷)قال الصادقؑ فی حدیث مفضل الیٰ ان قال : کذالک غیبته القائم فان الامته تنکرها فمن قائل بغیر ہدی بانه لم یولد و قائل بانه ولدو مات وقائل یکفر بقوله ان حادی عشرنا کان عقیما وقائل یمزق بقوله ان یتعدی الیٰ ثلاث عشر فما عدا و قائل یعص اللّٰه بقوله ان روح القائم تنطق فی ھیکل غیره تفسیر سورہ کوثر

(۵۴۸) ولقد کفر الذین قالوا ان ذکر اسم ربک ادعی الوحی والقرآن ولقد کفر الذین قالوا ان ذکراسم ربک قال انی باب بقیته اللّٰه واشهد ان الذی ادعی ربوبیتک او ولایتک او ادعی القرآن والوحی بمثل ما حرمت للناس او ینقص شیئا من دینک او یزید فقد کفر و انا بری منه وانک شاهد بانی ما ادعیت بایته المنصوصؑ تفسیر سورہ کوثر۔

(۵۴۹) اس عبارت میں جو آئندہ پانچ پیراگراف پر مشتمل ہے۔ قارئین کو بے ربطی اور الجھاؤ کا احساس ہوگا لیکن انہیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ عبارت باب کی ہے جس کا شمار ایسے لوگوں میں ہوتا ہے جو اختلال ذہنی کی بنا پر با ربط بات نہیں کر سکتے۔ جدید اصطلاح کے مطابق انہیں نفسیاتی مریض سمجھنا چاہئے۔ ان کی باتوں کا انداز وہی ہوتا ہے جس سے انسان خواب میں دوچار ہوتا ہے۔ خواب کی منطق ہماری عام زندگی کی منطق سے بالکل مختلف ہوتی ہے اور اگر یہ خواب کسی ذہنی مریض کا خواب ہو تو اس میں ربط اور منطقیت تلاش کرنا بے کار ہے۔ (مترجم)

(۵۵۰) کتاب اسلام و عقائد بشری تالیف یحییٰ نوری ص ۱۰۲، ۱۰۳

منبع عدل

امام عصرؑ
طول عمر اور علامات ظہور

مصنّف
آیت اللہ ابراہیم امینی

مترجم
مولانا سیّد افسر عباس زیدی

نوجوان کیا کریں؟

حجۃ الاسلام تقی فلسفی ایران کے شہرہ آفاق خطیب ہیں، ان کی خطابت میں آگ کی گرمی بھی ہے اور شہد کی شیرینی بھی۔ خطابت کے ساتھ ساتھ انھوں نے اقوالِ معصومینؑ کو سامنے رکھ کر بچّوں اور جوانوں کی تربیت کے بارے میں چند کتابیں مرتّب کیں۔ "نوجوان کیا کریں؟" کے خلاصے کا ترجمہ مولانا محمّد رضا غفاری نے فرمایا ہے اور اِس میں معصومینؑ کے اقوال کو اُردو میں پیش کیا ہے، جس سے اِن مسائل پر روشنی پڑتی ہے جو نوجوانوں کو عام طور پر پیش آتے ہیں۔ اگر انھیں کوئی صحیح راستہ دکھانے والا نہ ہو تو ان کا گمراہ ہو جانا یقینی ہو جاتا ہے۔ اِس کتاب میں آقائے تقی فلسفی نے اُن بے شمار مسائل کے بارے میں اقوالِ معصومینؑ جمع کیے ہیں جن مسائل سے ہر نوجوان دو چار ہوتا ہے۔ لیکن اس کی راہنمائی کرنے والا کوئی نہیں۔ یہ کتاب والدین اور ان کے نوجوان بیٹے اور بیٹیوں کے لیے روشنی کا منبع ہے۔ اگر اِس روشنی سے اقتباس کرلیں تو دِین و دُنیا کی بھلائی ان کے حصّے میں آسکتی ہے۔

امامیہ پبلیکیشنز پاکستان